1974ء

قومی اسمبلی پاکستان میں کیا ہوا؟

اندر کی کہانی عینی شاہد کی زبانی

انٹرویوز

رکن وفد جماعت احمدیہ مؤرخ احمدیت حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد

تیار کردہ

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

خصوصی کمیٹی قومی اسمبلی 1974ء

اندر کی کہانی عینی شاہد کی زبانی

قومی اسمبلی 1974ء کے بارہ میں

حضرت مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت کے انٹرویوز

تیار کردہ

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

دیباچہ

دنیائے مذہب کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے سچے مامورین کو ہمیشہ دنیا کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

’’اور کوئی رسول ان کے پاس نہیں آتا تھا مگر وہ اس سے تمسخر کیا کرتے تھے‘‘ (سورۃ الحجر آیت 12) یہ سلسلہ صرف استہزاء تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ ظلم و ستم کی تمام راہیں اختیار کی جاتی ہیں، باطل قوتیں ان کے مقابل پر یکجا ہو جاتی ہیں اور اپنی پوری قوت وطاقت سے سچے مامورین کے سلسلہ کی صف لپیٹنے کے نہ صرف دعوے کرتی ہیں بلکہ اس کے لیے ہر ممکنہ کاروائی بھی عمل میں لاتی ہیں۔ اس گٹھ جوڑ کو رسول اللہ ﷺ نے **الکفر ملة و احدة** کے الفاظ سے بیان فرمایا ہے کہ سچائی کے خلاف معاندانہ کاروائیاں کرنے والوں کا اکٹھ ہوتا ہے جبکہ حقیقت میں ان کی کیفیت قرآنی آیت **تحسبهم جمیعاً و قلوبهم شتیٰ** (سورۃ الحشر آیت 15) (ترجمہ: ’’تو انہیں اکٹھا سمجھتا ہے جبکہ ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں‘‘) کی مصداق ہوتی ہے جبکہ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت اپنے مامورین کی سچائی ثابت کرتی رہتی ہے۔

جماعت احمدیہ جس کی بنیاد الٰہی نوشتوں اور آسمانی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام نے 1889ء میں للّٰہی حکم کے تحت رکھی، ابتداء سے ہی معاندین حق کے اس رویہ کا نشانہ رہی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی حیات مقدسہ میں ہی فتاویٰ کفر اور بدزبانی سے لے کر مقدمات اور جسمانی ایذاء رسانی بلکہ قتل تک کی کوششوں کا سلسلہ پوری شدومد کے ساتھ شروع کر دیا گیا تھا۔ کابل کی سرزمین آج بھی گواہ ہے کہ اسی دور میں وہاں دو معصوموں کا خون صرف اس لیے بہایا گیا کہ وہ امام وقت کی بیعت میں آ گئے تھے۔ یہ سلسلہ یہاں تھما نہیں بلکہ خون کی یہ پیاس بڑھتی چلی گئی اور ظلم و ستم کی ایسی داستانیں تاریخ کے

اوراق میں محفوظ ہیں کہ پڑھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ہمدرد آنکھیں اشک بہائے بغیر ان سطور سے گزر نہیں سکتیں۔

اس طویل مخالفانہ ظلم و ستم کے بالمقابل خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت و تائید ہمیشہ جماعت احمدیہ کے ساتھ رہی ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہر آزمائش اور مخالفت کے بعد جماعت احمدیہ کے افراد کے ایمان و ایقان کو ترقی دی ہے اور ہر امتحان کے بعد استقامت کی نئی سے نئی چوٹی سر کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ جماعت دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتے ہوئے خلفائے احمدیت کی راہنمائی میں برق رفتاری کے ساتھ منزل مقصود کی طرف اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔

1974ء کا سال بھی جماعت احمدیہ کے لیے ایک کڑی آزمائش کا سال تھا۔ اس وقت مقابل پر کوئی فرد نہیں بلکہ حکومت وقت تھی اور اس کی پشت پناہی پر کئی غیر ملکی حکومتیں کھڑی تھیں۔ یہ خلافت ثالثہ کا دور تھا اور حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کے امام تھے۔ حکومت پاکستان کی عنان اس وقت کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو سنبھالے ہوئے تھے۔ انہیں اقتدار کی ہوس اور سیاسی مصالح اور بعض مسلمان طاقتوں کی انگیخت و لالچ نے آمادہ کیا کہ وہ اسلامی دنیا کے ہیرو بن سکتے ہیں۔ اس کے لیے انہیں صرف نوے سالہ قادیانی مسئلہ حل کرنا ہوگا۔ چنانچہ اس وقت باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت حکومت کی طرف سے جماعت احمدیہ کو پارلیمنٹ میں پیش ہونے کے لیے مجبور کیا گیا تا کہ بعد میں یہ دعویٰ کیا جا سکے کہ جماعت کو اپنے عقائد کے اظہار اور صفائی کا موقع دیا گیا تھا۔ یہ تمام کارروائی خفیہ (اِن کیمرہ) تھی اس لئے اسے عام نہیں کیا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی سربراہی میں ایک وفد پارلیمنٹ میں پیش ہوا۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت اور راہنمائی سے پارلیمنٹ میں اٹھائے جانے والے سوالات کے حکمت و دانائی کے ساتھ مدلل جوابات دیئے اور مخالفین کو لاجواب کر دیا۔ اس وفد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب

رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب، حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب اور حضرت مولانا دوست محمد شاہد صاحب (مورخ احمدیت) شامل تھے۔ اس دوران حضرت مولانا دوست محمد شاہد صاحب کی ڈیوٹی پارلیمنٹ میں اُٹھائے گئے سوالات نوٹ کرنے پر تھی۔ آپ نے محنت سے ہر دن کے نوٹس لئے جو جماعتی تاریخ کا ایک قیمتی اثاثہ ہیں۔

مکرم ومحترم سید محمود احمد شاہ صاحب سابق صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی درخواست پر 2006ء میں جبکہ ابھی حکومت پاکستان کی طرف سے قومی اسمبلی کی کارروائی کی اشاعت نہیں ہوئی تھی، سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مکرم مولانا صاحب موصوف سے اس کارروائی کے بارہ میں انٹرویوز لینے کی اجازت مرحمت فرمائی اور پھر یہ یادداشتیں اقساط کی صورت میں ایم ٹی اے کی زینت بنیں۔ بعدہٗ مجلس نے افادیت کے پیش نظر انہیں تحریری صورت میں ڈھالا، نوک پلک درست کی اور حوالہ جات چیک کروائے۔ قارئین کی سہولت کے پیش نظر نظارت اشاعت کی ہدایات کی روشنی میں اصلاحات کی گئیں اور عناوین لگا کر مسودہ کی تبویب کی گئی ہے۔

ان انٹرویوز میں حضرت مولانا دوست محمد شاہد صاحب (مرحوم) مؤرخ احمدیت نے اسمبلی میں ہونے والی کارروائی کی روئیداد، رذاتی مشاہدہ اور تبصرہ جات ریکارڈ کروائے ہیں۔

یہ پروگرام 2007ء میں ایم ٹی اے پر نشر ہوئے تھے۔ انہی دنوں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 7؍دسمبر 2007ء میں اس کی بابت ارشاد فرمایا:

> ’’آج کل ایم ٹی اے پر ایک پروگرام مولانا دوست محمد صاحب شاہد دے رہے ہیں۔ جو 1974ء کی کی اسمبلی کے بارے میں حالات پر ہے۔ وہاں ماشاء اللہ بڑی حقیقت بیانی ہو رہی ہے۔ خوب کھول کھول کر ان کے کچے چٹھے بیان ہو رہے ہیں اور مخالفین کے پاس ان کا جواب نہ اُس وقت تھا جب

> حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ اسمبلی میں پیش ہوئے تھے، نہ آج ہے اور نہ کبھی ہوسکتا ہے۔ انشاء اللہ احمدیت ہی ہے جس نے ہمیشہ صحیح رستے پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا اظہار اپنے ہر ماننے والے پر بھی کرنا ہے اور دنیا میں بھی پھیلانا ہے۔“

(الفضل انٹرنیشنل 28 دسمبر 2007ء تا 3 جنوری 2008ء صفحہ 8)

اللہ تعالیٰ احباب جماعت کو اس قیمتی علمی خزانہ سے کما حقہ مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر پڑھنے والے کے ایمان وایقان میں اضافہ کا باعث بنائے۔ آمین

مسودہ کی تیاری میں مکرم حافظ نصر اللہ صاحب (سابق مہتمم تعلیم)، مکرم عطاء الوحید باجوہ صاحب (سابق مہتمم اشاعت) اور مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب (سابق نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان) نے بھرپور محنت کی ہے۔ قارئین سے انہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنے کی درخواست ہے۔

* * *

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم نحمدهٗ و نصلّى علٰى رسوله الكريم

فہرست عناوین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	تعارف	1
2	ابتدائی عرضداشت	2
3	تحریک 1974ء کا پس منظر	8
4	خصوصی کمیٹی قومی اسمبلی کا پس منظر	15
5	اسلامی سربراہی کانفرنس اور مؤتمر عالم اسلامی کا کردار	19
6	سانحہ ربوہ اور صمدانی رپورٹ	32
7	1973ء کا آئین اور پیش کردہ قرارداد	41
8	قومی اسمبلی میں پیش کردہ قراردادیں	47
9	جماعت احمدیہ کا پیش ہونے والا وفد	53
10	قومی اسمبلی میں وفد کی حاضری اور طریق کار	55
11	ایوان میں نشستوں کی ترتیب	59
12	آخری دن نشستوں کی ترتیب میں تبدیلی	62
13	کارروائی کی اشاعت پر پابندی کی حقیقت	64
14	حکومت پاکستان کے شائع کردہ سرکلرز اور ریکارڈ	67

15 کارروائی کے ریکارڈ کی موجودہ صورتحال 71

16 کارروائی کا مختصر خاکہ 72

17 ’’محضر نامہ‘‘ 74

18 محضر نامہ کی تیاری 75

19 محضر نامہ کے مأخذ 76

20 اسمبلی میں جمع کروائی گئی کتب 77

21 ’’محضر نامہ کا خلاصہ‘‘ 87

22 مولانا شاہ احمد نورانی کے مغالطہ آمیز بیان کا پوسٹ مارٹم 112

23 کتابچہ ’’ہمارا مؤقف‘‘ 117

24 علماء کی طرف سے پیش کردہ محضر نامے 126

25 حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے پوچھے گئے سوالات کا پہلا دور (5 تا 10 اگست 1974ء) 140

26 حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا سوانحی خاکہ 140

27 احمدیوں کی تعداد 141

28 حضورؒ کا اصل مقام 141

29 اگر غیر مسلم قرار دیا گیا تو کیا ردعمل ہوگا؟ 142

30 حقیقی مسلمان کی تعریف 143

31 کتنے احمدی حقیقی مسلمان ہیں 144

32 امتی نبی 145

33 دائرہ اسلام کیا ہے؟ 145

34 اسلامی نقطۂ نگاہ سے مرتد کون؟ 147

35 نیا کلمہ 153

36 پیشگوئی بابت محمدی بیگم، ثناء اللہ امرتسری و ڈاکٹر عبدالحکیم 158

37 پیشگوئی دربارہ محمدی بیگم 159

38 ایک واقعہ 166

39 کیا مسیح موعود علیہ السلام شرعی نبی ہیں 181

40 مختصر سوانح حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ 188

41 ملت میں کون داخل اور کون خارج ہے؟ 188

42 کیا احمدی اپنے آپ کو اقلیت سمجھتے ہیں؟ 190

43 لاہوری گروپ کو کیا سمجھتے ہیں؟ 194

44 توہین حسین علیہ السلام کا جواب 198

45 کتاب ’’سیرۃ الابدال‘‘ میں مسیح علیہ السلام کی گستاخی 204

46 اصطلاحات ’’کفر‘‘ اور ’’خارج از اسلام‘‘ کی تشریح 205

47 توہین حضرت فاطمہؓ کا مسکت جواب 206

48 آخری نبی 217

49 خدا ہونے کا دعویٰ؟ 217

50 مسلمانوں پر دشنام دہی؟ 219

51 غیر احمدی بچوں کا جنازہ؟ 221

52 قائداعظم کا جنازہ؟ 225

53 مرزا فضل احمد صاحب کا جنازہ 226

54 مسلمانوں پر مظالم اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ 230
55 ’’نجم الہدیٰ‘‘ کا حوالہ 231
56 اتمام حجت کا تصور 234
57 حضرت مرزا صاحب کے بعد اجرائے نبوت 235
58 الفضل 1948ء کا حوالہ 236
59 ’’تم مجرموں کی طرح ہمارے سامنے پیش کیے جاؤ گے؟‘‘ 238
60 الفضل 1952ء کی ایک تحریر کی وضاحت 239
61 جماعت احمدیہ اور تحریک آزادیٔ ہند 239
62 غدر 1857ء 244
63 پہلی اور چودہویں رات کا چاند؟ 249
64 ’’دعوتی‘‘ سے مراد؟ 250
65 ہجری شمسی کیلنڈر کا تعارف 256
66 ضیاءالاسلام پریس 259
67 درود شریف 259
68 سوالات کا دوسرا دور (20 تا 23 اگست 1974ء) 269
69 اکھنڈ بھارت 269
70 قائداعظم کی ہندوستان واپسی 277
71 اسرائیل میں احمدیہ مشن 282
72 کیا الفضل جماعتی آرگن ہے؟ 289
73 قرآن عظیم اور الہامات کا مرتبہ 289

74 روحانی خزائن 289
75 مسئلہ جہاد 296
76 پچاس الماریوں کی حقیقت؟ 302
77 ’’خودکاشتہ پودا‘‘ 304
78 الہام کی زبان 306
79 سقوط بغداد پر قادیان میں جشن؟ 308
80 مولانا ظفر انصاری صاحب کی جرح 309
81 مولانا ظفر انصاری صاحب کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے نام ایک خط 311
82 تحریف قرآن کا الزام 313
83 تحریف معنوی 314
84 ظلّی حج 315
85 ام المومنین 315
86 مسجد اقصیٰ 316
87 ’’پنج تن‘‘ 316
88 سرکلرز سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ایمان افروز کلمات کے چند نمونے 317
90 یورپ میں تبلیغ کے نتائج 317
91 فیضان محمدی اور امتی نبی 318
92 ختم نبوت اور مسیح محمدی 319
93 بزرگان سلف کی تکفیر 320

94 سفر یورپ 322

95 مسیح موعود کی بعثت کا مقصد 322

96 تحریک شدھی کا جہاد 323

97 تحریک ناموسِ رسالت 324

98 زندہ نبی کے زندہ معجزات 325

99 بزرگانِ سلف کے الہامات 326

100 ختم نبوت کے بارہ میں سوالات 327

101 ختم نبوت کا عرفان 330

102 اراکین اسمبلی سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا رقت آمیز الوداعی خطاب 333

103 کاروائی اور فیصلہ پر ’’عمائدین‘‘ کے تاثرات کی جھلکیاں 334

104 صاحبزادہ فاروق علی صاحب کا حقیقت پسندانہ بیان 334

105 بعض ممبران اسمبلی کے تاثرات 340

106 اٹارنی جنرل کے خیالات 342

107 حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بارہ میں اٹارنی جنرل کا اسمبلی میں بیان 344

108 بعض علماء کے تاثرات 345

109 مولانا مفتی محمود صاحب 346

110 مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب 348

111 حفیظ جالندھری صاحب 349

112 شمس الحق افغانی صاحب 349

113 سید عبداللہ صاحب 350

114 مولانا ظفر احمد انصاری صاحب 351

115 مولانا محمد اشرف صاحب پشاور 352

116 حسن تہامی صاحب 353

117 مولانا قاضی عبدالکریم صاحب 354

118 راؤ شمشیر علی صاحب برطانیہ 354

119 مولانا خان محمد صاحب 355

120 مولانا ابوالحسن ندوی صاحب 356

121 مولانا محمد طاسین صاحب کراچی 358

122 مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب 358

123 مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب 360

124 ملک نور الحسن وٹو صاحب ایم۔ اے 360

125 ملک غلام جیلانی صاحب 360

126 ہفت روزہ ’’لولاک‘‘ 361

127 ’’چٹان‘‘۔ جناب شورش کاشمیری صاحب 364

128 اخبار نوائے وقت 365

129 ماہنامہ طلوع اسلام 367

130 الطاف حسن قریشی صاحب 367

131 مجیب الرحمٰن شامی صاحب اور مولوی محمد یوسف بنوری صاحب 368

132 اراکینِ پیپلز پارٹی 370

133 مولانا کوثر نیازی سابق وفاقی وزیر 370

134 سواد اعظم کی خواہشات کے مطابق فیصلہ کرنے کی وجہ؟ 370

135 مولانا شاہ احمد نورانی صاحب 371

136 جناب خورشید حسن میر ڈپٹی سیکرٹری پیپلز پارٹی 372

137 صوبائی وزیر پارلیمانی امور سردار صغیر احمد صاحب 373

138 پیپلز پارٹی ساہیوال 373

139 بیرونی دنیا کے تبصرے 375

140 دیگر مسلم رہنما 375

141 وزیر اعلیٰ مقبوضہ کشمیر جناب میر قاسم صاحب 376

142 برطانوی پریس 376

143 عوام الناس کے تبصرے 376

144 قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ غلط ہوا ہے 379

145 7 ستمبر 1974ء کے فیصلہ پر بے لاگ تبصرہ 379

146 آئین 1973ء میں حلف ناموں اور قرارداد کے الفاظ کا تجزیہ 379

147 چٹاگانگ کا واقعہ 389

148 حضور کا خطبہ جمعہ میں فیصلہ پر تبصرہ 391

149 حضور کا پیغام احبابِ جماعت کے نام 392

150 حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا تبصرہ 396

151 شاہد کی اپنی دلی کیفیت 396

152 حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے وابستہ دو یادگار واقعات 397

153 اسمبلی میں پیش ہونے کے فیصلہ کی حکمت 398

154 7 ستمبر کا فیصلہ۔ ایک خدائی نشان 399

155 دورِ ابتلاء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بعض الہامات 406

156 کارروائی کے دوران تائیداتِ الٰہی 408

157 کارروائی کا تذکرہ خلیفۂ وقت کی زبانِ مبارک سے 413

158 وفد کے ممبران کی خوشگوار یادیں 418

159 حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی معیت کا عقیدت مندانہ اظہار 426

160 حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے قربت کے لمحات 433

161 حضورؒ کا بیان فرمودہ ایک واقعہ 434

162 حضور کی اسلام آباد میں قیام گاہ 437

163 کارروائی سے متعلق شائع شدہ بعض کتب پر سیر حاصل تبصرہ 440

164 کتاب ’’تحریک ختم نبوت‘‘ فنِ تلبیس کا شاہکار 442

165 ’’نوری بشر‘‘ 453

166 رسوائے زمانہ آرڈیننس 1984ء 457

167 تحریک آزادئ کشمیر اور جماعت احمدیہ 464

168 قائد ملت چوہدری غلام عباس صاحب کا حقیقت افروز بیان 465

169 پریم ناتھ بزاز کی چشم کشا تحریر 470

170 مشہور سکالر کلیم اختر کی تحقیقی کاوش 473

171 کے ایچ خورشید کی شہادت 478

172 آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا تبصرہ 479

173 کشمیر اسمبلی کی قرارداد پر ہفت روزہ ''کہانی'' کا آرٹیکل 482

174 خلفائے احمدیت کے بیان فرمودہ حقائق کی قبولیتِ عام 488

175 جسٹس جاوید اقبال کے قلم سے بھٹو اور ضیاء کی چہرہ نمائی 491

176 دو فرعونوں کا موازنہ 499

177 محافظین ختم نبوت کا رخ کردار 499

178 چنیوٹی ملاں کی پیشگوئی کا انجام 503

179 MTA کا رعب اہلِ سیاست اور ملاؤں پر 505

180 واضح اعترافِ حق ملاؤں کی زبانی 508

181 ملاؤں کا دردناک انجام 510

182 حضرت مسیح پاکؑ کے قلمِ مبارک سے ابتلاؤں کی فلاسفی 523

183 عظیم الشان ترقیات کی حیرت انگیز پیشگوئیاں 525

184 احمدیت کا شاندار مستقبل 537

185 اختتامیہ 539

بسم الله الرحمان الرحيم نحمدهٗ و نصلى على رسوله الكريم

تعارف

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔

ناظرین کرام! 1974ء جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سال علماء سوء نے جماعت کے خلاف طے شدہ منصوبہ کے مطابق ہنگامے کروائے۔ احمدیوں کا معاشی اور اقتصادی بائیکاٹ کیا گیا، مکان جلائے گئے، اموال لوٹ لئے گئے، جائیدادیں تباہ کر دی گئیں، سینکڑوں احمدیوں کو بے گھر ہونا پڑا اور بہت سے احمدیوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے۔ اس شر پسند گروہ کی پشت پناہی بعض بین الاقوامی طاقتوں کی سرپرستی میں حکومت وقت کر رہی تھی۔ لیکن اس تکلیف دہ تصویر کا نیر تاباں کی طرح چمکتا ہوا ایک اہم اور حسین رُخ یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے خوف کی حالت کو امن میں بدلا اور خلافت حقّہ کے ذریعہ تمکنت دین کا مظاہرہ پوری شان کے ساتھ ہوا اور جماعت احمدیہ ترقیات کے ایک نئے دور میں داخل ہوگئی۔

سلسلہ احمدیہ کی تاریخ کا یہ پہلا واقعہ تھا کہ خلیفہ وقت نے بنفس نفیس ایک ایسے ایوان میں اتمام حجت فرمائی جس میں اس وقت کے چوٹی کے لیڈر شامل تھے۔ ہماری مراد قومی اسمبلی 1974ء سے ہے جس میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ حکومت وقت کے حکم پر پیش ہوئے اور بنفس نفیس جماعت احمدیہ کا موقف اور جماعت کے بارہ میں اٹھائے جانے والے سوالات کے نہایت شاندار جواب اپنی زبان مبارک سے سیاسی اور مذہبی جماعتوں کے سربرآوردہ شخصیات کے سامنے مرحمت فرمائے اور اس طرح دین حق کا پیغام ہر مکتبہ فکر تک پوری وضاحت کے ساتھ پہنچ گیا۔

بہت سے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ 1974ء کی اسمبلی میں کیا پیش ہوا۔ کون کون سے سوالات اٹھائے گئے۔ حضورؒ نے ان کے کیا جواب ارشاد کئے؟ کیا فیصلہ دیا گیا؟ سیاسی اور مذہبی لیڈروں کے اس فیصلہ کے بارے میں کیا تاثرات تھے وغیرہ وغیرہ۔ قومی اسمبلی میں سیدنا حضرت

خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی معیّت میں جماعت احمدیہ کے نمائندہ وفد میں دیگر بزرگان بھی شریک تھے۔ ان میں سے ایک مؤرخ احمدیت مکرم و محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد ہیں۔ جو بفضلہٖ تعالیٰ اب بھی خدمت سلسلہ کی توفیق پا رہے ہیں۔ آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ اس دوران مسلسل اسمبلی میں موجود رہے اور نوٹس وغیرہ لیتے رہے۔ اس طرح آپ کارروائی کے چشم دید گواہ ہیں۔

1974ء کے حالات کے حوالے سے ہم نے انہیں تشریف لانے کی درخواست کی ہے۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ مکرم مولانا صاحب کی زبان سے یہ روح پرور تفصیلات احباب جماعت کے ایمانوں میں اضافے کا باعث ہوں گی۔

ناظرین کرام! خاکسار زیادہ دیر آپ کے اور محترم مولانا کے درمیان حائل نہیں رہنا چاہتا۔ آیئے! مولانا صاحب سے گفتگو شروع کرتے ہیں۔ اس گفتگو میں میرے ساتھ شریک ہیں مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان مکرم حافظ محمد نصر اللہ صاحب مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ۔

مکرم مولانا صاحب ہم آپ کو اپنے سٹوڈیوز میں تشریف لانے پر خوش آمدید کہتے ہیں۔

قبل اس کے کہ ہم سوالات کا سلسلہ شروع کریں، آغاز میں آپ کچھ فرمانا چاہیں گے۔

ابتدائی عرضداشت

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب: 57)

اللھم صل علی محمد و سیدنا و مولانا محمد و علی آل سیدنا و مولانا محمد و بارک و سلم انک حمید مجید.

نشان ساتھ ہیں اتنے کہ کچھ شمار نہیں
ہمارے دین کا قصوں پہ ہی مدار نہیں

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درخت وجود کی سرسبز شاخو! اور شمع

خلافت کے پروانو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خاکسار خلافت احمدیہ کا ادنیٰ ترین خادم ہے اور میرا دل، میری روح بلکہ جسم کا ذرہ ذرہ اس تصور ہی سے اللہ جلشانہ کی حمد وثناء سے بحر زخار کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا ہے کہ اس نے محض اپنے فضل وکرم اور سیدنا وامامنا ومرشدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی کفش برداری اور ذرہ نوازی کے طفیل اپنے محبوب وطن پاکستان کے چوٹی کے دانشوروں اور مذہبی اور سیاسی رہنماؤں کی رہبر کمیٹی کے اجلاسوں میں مسلسل تیرہ روز تک شرکت کا سنہری موقع میسر فرمایا۔

یہ وہی پاکستان کی مقدس سرزمین ہے جس کے متعلق آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام سے بھی چار برس قبل اپریل 1902ء میں یہ حیرت انگیز الہامی بشارت دی گئی۔ یہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے الفاظ ہیں۔

> ’’عیسائی لوگ ایذا رسانی کے لئے مکر کریں گے۔ اور خدا بھی مکر کرے گا اور وہ دن آزمائش کے دن ہوں گے۔ اور کہہ کہ خدایا پاک زمین میں مجھے جگہ دے۔ یہ ایک روحانی طور کی ہجرت ہے۔‘‘

(دافع البلاء صفحہ 21 طبع اوّل)

اس ایمان افروز عبارت سے یہ بھی انکشاف ہوتا ہے کہ پاک زمین یعنی پاکستان کا نام محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے زندہ خدا نے اپریل 1902ء میں تجویز فرمایا تھا۔ حضرت اقدس علیہ السلام آگے فرماتے ہیں۔

> ’’اس کے معنی یہ ہیں کہ انجام کار زمین میں تبدیلی پیدا ہو جائے گی اور زمین راستی اور سچائی سے چمک اٹھے گی۔‘‘

(دافع البلاء صفحہ 21 طبع اوّل)

اگلے سال ستمبر 1903ء میں ربِّ کعبہ نے اس پاک زمین کو قلعہ ہند سے موسوم کرتے ہوئے الہاماً بتایا:۔

> ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پناہ گزیں ہوئے قلعہ ہند میں۔‘‘

(الحکم 17، 24 دسمبر 1903ء صفحہ 15)

(اسی طرف حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنی تقاریر جلسہ سالانہ 1965ء میں بھی ذکر فرمایا ہے۔ (ملاحظہ ہو خطابات ناصر جلد اول صفحہ 23۔84)

یہاں تحدیث نعمت کے طور پر یہ بھی عرض کرنا ہے کہ اس عاجز کو 1947ء میں اس پاک زمین اور قلعہ ہند کے قیام میں بحیثیت کارکن حصہ لینے کا اعزاز بھی حاصل ہے جو محض اللہ کا احسان ہے۔ میرے قلم سے تحریک پاکستان اور حضرت قائداعظمؒ کے یادگار کارناموں سے متعلق جو لٹریچر اب تک منظر عام پر آچکا ہے اس کا مفصل ذکر 1979ء میں قائداعظم اکیڈمی کی طرف سے ''قائداعظم محمد علی جناح۔ توضیح کتابیات'' کی دوسری جلد کے صفحہ 319 اور صفحہ 320 میں منظر عام پر آچکا ہے۔

1948ء-1949ء کے جہاد کشمیر میں فرقان بٹالین کی شوکت کمپنی کے ایک سپاہی اور پھر لیفٹیننٹ کے طور پر خاکسار دفاع پاکستان کا فریضہ بھی بجالاتا رہا۔ جس پر پاکستان آرمی ہیڈکوارٹرز کی طرف سے تمغۂ خدمت دیا گیا۔ فرقان بٹالین کے سنہری کارناموں پر کمانڈر انچیف پاکستان نے شاندار خراج تحسین ادا کیا ہے۔ فرقان مجاہدین کے یہ سنہرے کارنامے انشاء اللہ قیامت تک چاند ستاروں کی طرح چمکتے رہیں گے۔

خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ عاجز آج سے بتوفیق تعالیٰ امام عالی مقام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ذرہ نوازیوں اور دعاؤں کی برکت سے رہبر کمیٹی کے تیرہ تاریخی اجلاسوں سے متعلق عینی شاہد کی حیثیت سے اپنے مشاہدات اور تاثرات تفصیلی رنگ میں پیش کرنے کی توفیق پا رہا ہے۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود کا ایک عارفانہ شعر ہے۔ ؎

اگر ہر بال ہو جائے سخنور
تو پھر بھی شکر ہے امکاں سے باہر

انشاء اللہ یہ عاجز دستاویزی حقائق سے یہ بھی ثابت کرے گا کہ اسمبلی 1974ء کا ہر اجلاس قرآنی آیت وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ (النور:56) کی عملی تصویر اور ایمان افروز نظارے بہم پہنچاتا رہا۔

کُل عالم نے قرآن اور حدیث رسول اور مسیح الزمان حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اور آپؑ

کے مقدّس خلفاء کی حیرت انگیز پیشگوئیوں کی تجلیات کا ظہور اپنی آنکھوں سے اخباروں، ریڈیو اور پریس کے ذریعہ دیکھا اور ہمارے نبی، نبیوں کے سردار، نبیوں کے شہنشاہ، نبیوں کے فخر، خاتم النبیین، خاتم المؤمنین، خاتم العارفین ﷺ کی صداقت کے سورج چڑھ گئے۔

مصطفیٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا، بار خدایا ہم نے

قبل اس کے کہ سوال و جواب کا آغاز ہو، تاریخ کے ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے آپ حضرات کو یہ بتانا ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت نے بڑی وضاحت سے فرمایا ہے کہ قرآن مجید آسمانی علوم کا ایک جامع اور آخری انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں بے شمار علوم موجود ہیں اور ان علوم میں تاریخ بھی سرفہرست نظر آتی ہے۔

قرآن کا اعجازی نشان یہ ہے کہ اس نے تاریخ کے سنہری اصول بیان کئے ہیں۔ آج دنیا کی مذہبی تاریخ کو تقریباً پانچ ہزار سال گذرے ہیں۔ بڑے بڑے مؤرخ یونان سے لے کر مصر اور مصر سے لے کر ہندوستان میں پیدا ہوئے اور پیدا ہو رہے ہیں۔ مؤرخ اسلام حضرت ابن خلدونؒ جنہیں مغرب کی دنیا بھی فلسفہ تاریخ کا سب سے بڑا اسکالر بلکہ بانی قرار دیتی ہے۔ انہوں نے قرآن ہی کے اصولوں کو لے کر اپنی معرکۃ الآراء تالیف ”مقدمہ ابن خلدون“ سپرد قلم فرمائی ہے۔

قرآن کے اصول جن کا براہ راست تعلق علم تاریخ سے ہے کیونکہ جس واقعہ کے متعلق مجھے عرض کرنا ہے وہ علم تاریخ ہی کا واقعہ ہے اور وہ واقعہ ایک ایسی مملکت میں پیش آیا جس کا اعلان ابتداء سے یہی ہے کہ یہ اسلامی مملکت ہے۔ اور اسلام فقہاء کی آراء کا نام نہیں ہے کہ جس کا کوئی شمار نہیں ہے، جس میں خوفناک تضاد موجود ہے، اور جس کا اکثر حصہ قرآن و حدیث سے، بالکل متضاد حیثیت رکھتا ہے۔

قرآن نام ہے ہمارے آقا محمد عربی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت قران مجید کا۔ قرآن مجید میں سب سے بڑا اصول تاریخ کا یہ رکھا گیا ہے۔ **قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا** یہ سورۃ الاحزاب آیت 71 میں ہے۔ پھر فرمایا **کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ** (المائدہ: 9) اے تاریخ لکھنے والو! تاریخ پر غور کرنے والو! تاریخ پر ریسرچ کرنے والو! یاد رکھو کہ عدل اور انصاف کے پرچم کو کھڑا کرو۔

وَ لَا یَجۡرِ مَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ (المائدۃ:9) فرمایا کسی قوم کسی طائفہ کسی ملک کی دشمنی اور اختلاف نظریہ تمہیں عدل سے برگشتہ کرنے کا موجب نہ بنے۔ اِعۡدِلُوۡا هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی (المائدۃ:9) فرمایا تاریخ لکھنے بیٹھے ہو تو تقویٰ کے ساتھ لکھنا اور یہی خدا کو پسند ہے۔ قرآن یہی کہتا ہے کہ خدتعالیٰ سچوں کو پسند کرتا ہے اور فرمایا کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (التوبۃ:119) سچوں کے ساتھ ہو اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ تاریخ بھی سچی لکھو اور پھر اس کو اپنے دل میں جگہ دو اور سینے میں بساؤ جو کہ حقیقت پر مبنی ہے۔

مگر افسوس پچھلی صدیوں سے بالخصوص برصغیر کے چوٹی کے مذہبی رہنماؤں نے مسلمانان عالم کے دل میں یہ انتہائی خطرناک عقیدہ نقش کر دیا ہے۔ اپنی کتابوں، اپنے خطبوں، تقریروں اور اپنے عمل کے ذریعہ سے کہ ''احیائے حق'' کے لئے جھوٹ کا بولنا محض جائز ہی نہیں بلکہ بعض اوقات واجب بھی ہو جاتا ہے۔ اور اس حد تک واجب ہے کہ جب وجوب کی حد تک جھوٹ بولنا حق و صداقت کی اشاعت کے لئے ضروری ہو جائے تو پھر سفید جھوٹ بولنا چاہئے تا کہ سننے والا یہ وہم و گمان ہی نہ کر سکے کہ اتنا بڑا جھوٹ بھی منبر و محراب کے وارث کی زبان سے بولا جا سکتا ہے۔

چنانچہ آپ دیکھیں دیوبند کے مشہور عالم مذہبی رہنما رشید احمد صاحب گنگوہی جن کا مقام اور جلالت مرتبت اس حد تک ہے کہ مولوی محمود الحسن اسیر مالٹا نے ان کی وفات پر جو مرثیہ کہا اس میں ان کو بانیٔ اسلام کا ثانی تک قرار دیا ہے۔ (مرثیہ بر وفات مولانا رشید احمد گنگوہی صفحہ 6) جناب گنگوہی صاحب نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ:۔

> ''احیائے حق کے واسطے کذب درست ہے، مگر تا امکان تعرض سے کام لیوے اگر ناچار ہو تو کذب صریح بولے۔''

(''فتاویٰ رشیدیہ'' کامل مبوّب صفحہ 460 ناشر محمد سعید اینڈ سنز تاجر کتب قرآن محل کراچی۔)

یہی نقطہ نگاہ سید حسین احمد صاحب مدنی کا ہے۔ جو انہوں نے ''نقش حیات'' میں بیان کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو ''نقش حیات'' جلد دوم صفحہ 625 ناشر دارالاشاعت کراچی)

بانیٔ جماعت اسلامی سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی نے ''ترجمان القرآن'' شعبان 1377ھ بمطابق فروری 1958ء صفحہ 118 میں کھلے لفظوں میں اس کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ غلط ہے کہ ہر موقع پر سچائی پر عمل کرنا چاہئے، بعض اوقات جھوٹ بولنا واجب ہے۔

جناب سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری جنہیں ان کے معتقدین ''شہنشاہ خطابت'' اور ''امیر شریعت'' سے موسوم کرتے ہیں، ان کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں لیکن ضمناً ایک دلچسپ بات میں یہ بیان کردوں کہ حکیم مختار احمد الحسینی صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے ''فرمودات امیر شریعت'' اس میں انہوں نے شاہ جی کی ایک تقریر کا حوالہ دیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ شاہ جی نے ایک دفعہ اپنی تقریر کے دوران یہ بتانے کے لئے کہ مجھے امیر شریعت کہنے والے دراصل کیا تصور رکھتے ہیں کہا کہ

> ''یار لوگوں نے شریعت کو نہ ماننے کے لئے مجھے امیر شریعت بنا رکھا ہے''۔ (صفحہ 78 ناشر مکتبہ تعمیر حیات چوک رنگ محل لاہور)

شاہ جی نے ایک دفعہ یہ بیان دیا اور یہ ان کے مشہور عقیدت مند شورش کاشمیری صاحب مدیر ''چٹان'' نے ان کی سوانح عمری میں بیان کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

> ''اُن کا عقیدہ تھا کہ اخبارات نے آغاز سے اب تک بڑے بڑے جھوٹ گھڑے ہیں، اگر اس جھوٹ کا بوجھ ماؤنٹ ایورسٹ پر پڑتا تو وہ زمین میں دھنس چکی ہوتی۔''

(''سید عطاء اللہ شاہ بخاری (سوانح وافکار)'' صفحہ 18)

صاف طور پر اشارہ ہے کہ وہ دنیا میں تو گئے نہیں برصغیر کے اخبارات کی طرف اشارہ ہے۔

یہ میری ابتدائی عرضداشت تھی اور اس عرضداشت کے ساتھ میں آپ سے دعا کا بھی طلبگار ہوں۔ ؎

ہم تہی دست تیرے در پر چلے آئے ہیں
لطف سے اپنے عطا کر ید بیضاء ہم کو

حضرات! اس ناچیز کی معروضات ختم ہوئیں۔ اب آپ جیسے بالغ نظر مبصروں سے باادب درخواست ہے کہ روداد اسمبلی کے پس منظر، اس کی تفصیل اور دیگر اہم کوائف کے متعلق اپنے نقطہ نگاہ سے سوالات کی شکل میں خاکسار کی راہنمائی فرمائیں۔

حق تعالیٰ نے آپ کو اس زاویہ نگاہ سے عالمگیر جماعت احمدیہ کے ترجمان کا درجہ عطا کیا ہے۔ **فذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء.**

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب و حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ جزاکم اللہ

تحریک 1974ء کا پس منظر

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا صاحب! ہم آپ سے سوالات کا سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ سب سے پہلے تو اس حوالے سے ہم یہ پوچھنا چاہیں گے کہ 1974ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں جماعت احمدیہ کے حوالے سے پیش ہونے والی قرارداد کا پس منظر کیا ہے؟۔ کیا فوری کچھ ایسے عوامل پیدا ہو گئے تھے کہ جن کی وجہ سے یہ قرارداد پیش کرنا پڑی یا اس کے پیچھے کوئی بہت لمبی Background ہے۔؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔حق یہی ہے کہ بظاہر آج تک دوسرے حلقے دنیا کو یہی باور کراتے ہیں کہ ایک سانحہ ربوہ میں ہوا۔ جس میں ''قادیانیوں'' نے دوسرے مسلمان طلباء جو نشتر میڈیکل کالج ملتان کے تھے، ان کی زبانیں کاٹ دیں، ان کو مارا پیٹا اور بڑی خونچکاں حکایات پیش کر کے کہا جاتا ہے کہ اس کے نتیجے میں پاکستان اور عالم اسلام کو خیال آیا کہ ان کو غیر مسلم قرار دینا چاہئے۔

جیسا کہ آئندہ چل کر بیان کروں گا، یہ ضربِ خفیف کا واقعہ تھا، کسی ایک مسلک کے طلباء کا دوسرے مسلک کے طالب علموں کو مارنے کے واقعات ہیں۔ اس پاکستان میں تو قتل و غارت کے روزانہ واقعات ہو رہے ہیں، ہر جگہ ہو رہے ہیں، ہر سوسائٹی میں ہو رہے ہیں۔ ہر شہر میں ہو رہے ہیں، تو اس کے نتیجے میں کسی کو مسلم یا غیر مسلم قرار دینا ایسی ہی بات ہے جس طرح کہا جائے کہ چونکہ چاول سفید ہیں لہٰذا زمین گول ہے۔ ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ بات تھی کہ معاملہ عدالت میں دیا جاتا۔ چنانچہ صمدانی عدالت میں پیش کیا گیا اور انہوں نے صاف طور پر کہا کہ واقعات سے ثابت ہے کہ یہ سارا قصہ مارنے کا سوائے ضربِ خفیف کے کوئی بات نہیں تھی۔ نشتر میڈیکل کالج ملتان کے سٹوڈنٹس جب لائل پور (فیصل آباد) میں پہنچے اور علماء نے سٹیج مولوی تاج محمود صاحب کی زیر نگرانی پہلے سے تیار کیا ہوا تھا۔ تو جناب جی ایم پراچہ صاحب کمشنر گوجرانوالہ ڈویژن کہتے ہیں کہ

> ''یہ بالکل غلط ہے کہ ان لڑکوں کی زبانیں کاٹی گئیں۔ وہ بکروں کی زبانیں تھیں جنہیں خون لگا کر رکھا گیا تا کہ عوام میں اشتعال پیدا ہو۔ میں خود

ان دنوں فیصل آباد میں تھا اور یہ میری ذاتی معلومات ہیں۔‘‘

(ہفت روزہ لولاک فیصل آباد، مولانا تاج محمود نمبر، 8 مئی 1987ء صفحہ 50)

اور حقیقتاً ایسی کوئی بات تھی بھی نہیں سوائے اس کے کہ کوئی زبانی کلامی بات ہوئی ہو۔ تو باور دنیا کو یہ کرایا جاتا ہے۔ مگر اختصار کے ساتھ میں عرض کروں گا۔ اس پر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مقالہ مکمل کر چکا ہوں۔

خلاصہ اس کا میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کے خلاف بین الاقوامی ایجی ٹیشن کا محاذ حقیقتاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے سے شروع ہو گیا تھا اور سب سے پہلا کفر کا فتویٰ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے لگایا۔ لیکن وہ آغاز تھا اور اس وقت یہی سمجھا جاتا تھا اور اس وقت کے علماء جن میں مولوی کرم دین صاحب بھیں بھی تھے اور اس کے علاوہ ایک مولوی عبدالاحد خانپوری صاحب تھے۔ انہوں نے لکھا کہ مرزا صاحب نے ’’الصلح خیر‘‘ کے نام سے اشتہار دیا ہے کہ ہم دونوں فریق صلح کر لیں۔ کم از کم اپنے عقیدے پر ضرور قائم رہیں۔ لیکن اسلام کے مطابق اخلاقی اقدار کو پامال نہ ہونے دیں۔ یہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے قادیان سے اشتہار دیا۔ یہ 1900ء کی بات ہے تو خانپوری صاحب نے راولپنڈی سے ایک کتاب شائع کی۔ اس وقت بھی موجود ہے۔ انہوں نے کہا مرزا صاحب مصالحت کی بات کرتے ہیں یہ تو اپنے وقت کے ابوجہل ہیں۔ معاذ اللہ۔ اور آج نہیں تو چند دنوں تک یہ ختم ہو جائیں گے۔ ہمیں کوئی ایسے گھبرانے کی بات نہیں ہے اور مصالحت کا جہاں تک تعلق ہے۔ ایک ہی صورت ہے مصالحت کی کہ مرزا صاحب اپنی کتابوں کو جلا دیں، نذر آتش کر دیں اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ تو ان کا خیال یہی تھا کہ یہ مخالفت تو ہم کر رہے ہیں مگر یہ سلسلہ جلدی ختم ہو جائے گا۔

(تفصیل ملاحظہ ہو ’’اظہار مخادعت مسیلمہ قادیانی‘‘ مؤلفہ عبدالاحد خانپوری مطبع چودھویں صدی راولپنڈی)

خلافت اولیٰ کے زمانے میں جماعت کو نظام خلافت کے استحکام کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی زیر قیادت اپنی پوری طاقت صرف کرنی پڑی اور اس دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب جیسے عالم دین نے لکھا کہ مرزا صاحب تو فوت ہو گئے ہیں اس لئے یہ جو مدرسہ احمدیہ بنانے کا قصہ ہے اس کو ختم کرو۔ یہ ہمارے کام آئے گا اور میں

یہ کہتا ہوں کہ تمام دنیا کے مسلمان مرزا صاحب کی کتابوں کو جلا دیں اور آئندہ کوئی مؤرخ بھی ذکر نہ کرے۔ اور خواجہ حسن نظامی صاحب سجادہ نشین حضرت نظام الدین اولیاء نے یہ کہا کہ مرزا صاحب جیسے عالم دین تو فوت ہو گئے ہیں اب احمدیوں کو چاہئے کہ ہمارے ساتھ مل جائیں۔ تو وہ دور اس طرح ختم ہوا۔ ’’تاریخ احمدیت‘‘ جلد سوم جدید ایڈیشن میں مَیں نے اس کی تفصیل دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو تاج خلافت پہنایا تو اپنے بھی اور بیگانے بھی، اپنوں سے مراد عمائدین تھے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو بچہ قرار دیتے تھے اور وہ اس خیال کے ساتھ گئے تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے اس وقت ٹی۔ آئی ہائی سکول کی طرف اشارہ کیا کہ ہم تو جا رہے ہیں اور چند دنوں کے بعد یہاں پر الّو بولیں گے۔ پشاور سے ایک رسالہ شائع کیا گیا کہ ایک بچے کے ہاتھ صدر انجمن احمدیہ سپرد کر دی گئی ہے اور یہ بچہ بھی ڈوب جائے گا اور پھر جماعت بھی ختم ہو جائے گی۔ تو اس وقت یہ صورت تھی۔ منظّم مخالفت کا وہ جو رنگ تھا اس میں نہ صرف یہ کہ کمی واقع ہوئی بلکہ دشمن کو یقین ہو گیا کہ اب خلیفہ اول کے فوت ہونے کے بعد جبکہ اندرونی کشمکش عروج تک پہنچ گئی ہے اور قیادت اور خلافت کے منصب پر آنے والا بچہ ہے۔ دسویں جماعت پاس بھی نہیں ہے تو اب ہمیں اتنے جوش کے ساتھ مخالفت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یکا یک انقلاب پیدا کیا۔

اس وقت پہلا اشتہار حضرت مصلح موعود کے قلم سے جو شائع ہوا، اس کا عنوان تھا کہ ’’کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے۔‘‘ حضورؓ نے اس میں فرمایا کہ میں بچہ سہی مگر یہ بچہ عرش کے خدا کے ہاتھ میں ہے۔ کوئی نہیں جو خلافت کا مقابلہ کر سکے۔ طوفان اٹھیں گے خدا ان کے رخ کو بدل دے گا۔ پہاڑوں جیسے مصائب بھی ہوں گے تو خدا ان کو پاش پاش کر دے گا۔ یہ پہلا اشتہار تھا۔

صورت یہ تھی کہ پہلا جلسہ سالانہ خلافت ثانیہ کا جو ہوا میرے پاس وہ ریکارڈ موجود ہے۔ افسر جلسہ سالانہ کی (جو کہ اس وقت بیت المال کے افسر تھے) رسید موجود ہے کہ جلسہ سالانہ کے لئے ہمارے پاس کوئی رقم نہیں ہے۔ ہم نے حضرت مرزا محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے پانچ سو روپے ادھار لئے ہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ’’تاریخ احمدیت‘‘ جلد چہارم جدید ایڈیشن)۔ یہ صورتحال تھی اس کے بعد یکا یک دنیا بدلی اور خدا کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دھوم مچ گئی۔

حضرت مصلح موعودؓ کے وفادار سپاہیوں اور جرنیلوں نے شدھی کی تحریک میں ہر قلعہ پاش پاش کر دیا۔ اور پھر جس وقت کہ سائمن کمیشن آیا اس وقت بھی حضرت مصلح موعودؓ نے مسلمانوں کی راہنمائی کی۔

قائداعظم کا جو مسلک تھا وہی حضورؓ کا مسلک تھا کہ مسلمانوں کے حق میں جو بھی صورتحال ہے اس کے مطابق ہمیں حکومت سے co-operation کرنا چاہئے اور ہر وہ کوشش کرنی چاہئے کہ جس سے یہ خدشات ختم ہو جائیں کہ انگریز کے چلے جانے کے بعد مسلمان ہندو کا غلام بن جائے گا۔ قائداعظم اسی کوشش میں تھے اور یہی حضرت مصلح موعودؓ کا ابتداء سے نظریہ تھا۔ تو آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک طرف جب شدھی کی تحریک میں ناکامی ہوئی، حالانکہ اس زمانے کی تاریخ پڑھیں شدھی کی تحریک دراصل غدر کے زمانے کا Reflection تھا۔

غدر کی ساری پلاننگ ہندو نے کی تھی۔ ہندو مہاراجے اس کے پیچھے کارفرما تھے۔ مسلمانوں کے چند مولویوں کو پیسے دئے اور یہ ''تاریخ ہندوستان'' میں موجود ہے اور اسی طرح دوسرے documetns میں بھی موجود ہیں کہ مسلمان علماء کے دستخط لے کر جو اشتہار اس موقع پر دلّی کی شاہی مسجد کے پھاٹک پر لگایا گیا، ہندوؤں کی کارستانی تھی کیونکہ مسلمانوں کے پاس تو حکومت ہی نہیں تھی۔ بہادر شاہ ظفر کی حکمرانی زیادہ سے زیادہ لال قلعہ کے اندر تھی۔ تمام ہندوستان پر مرہٹوں اور دوسرے ہندوؤں کی حکمرانی تھی تو ان کا خیال یہ تھا کہ موجودہ وقت میں اگر ہم انگریزوں کو ختم کر دیں تو ہم دلّی نہیں پورے ہندوستان پر قابض ہو سکتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی خطرہ یہ تھا کہ اگر یہ بغاوت ناکام ہو گئی تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ لازماً ہمیں اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ اس قوم نے اس کا متبادل یہ سوچا کہ مسلمانوں کو ساتھ ملا کر، ان کے علماء سے فتویٰ دلا کر، یہ شائع کرایا جائے تا کہ اگر ناکامی کی صورت پیدا ہو اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے ہمیں عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑے تو ہم فتویٰ پیش کر سکیں کہ ہم تو مہاراج آپ کے ساتھ تھے۔ یہ ساری کارستانی مسلمانوں کی تھی جو اس کو جہاد سمجھ کر آئے تھے۔ اور میں آپ کو ضمناً یہ بتا دوں کہ میں اس کی تفصیل اپنے مقالہ ''مطالبۂ اقلیت کا عالمی پس منظر'' میں بیان کر چکا ہوں اور وہ اللہ کے فضل سے مکمل ہو چکا ہے۔

میں یہ اشارۃً بتا رہا ہوں کہ غدر کے بعد ایجی ٹیشن ہوئی، تحریک خلافت اٹھی اور سارا مقصد یہ تھا کہ کسی طرح انگریز کو نکال دیا جائے اور ایسی صورت میں نکالا جائے کہ انگریز کے چلے جانے کے بعد براہ راست اقتدار ہندو کے ہاتھ میں چلا جائے۔ ان کے رستے میں سب سے بڑی روک مسلمانوں کے سیاسی طبقوں میں حضرت قائداعظم تھے اور مذہبی دنیا میں اس وقت حضرت مصلح موعودؓ کا وجود تھا۔ یہاں تک کہ دہلی کے اخباروں نے لکھا کہ ہمیں اب پتا چلا ہے کہ ہماری سب سے بڑی مخالف جماعت جو کہ آتش فشاں پہاڑ کی طرح ہے وہ جماعت احمدیہ ہے۔ جب تک کہ ہم اس کو ختم نہ کریں، ہم اپنا سوراج قائم نہیں کر سکتے۔

یہ امر قارئین کے لیے باعث حیرت ہوگا کہ 28-1927ء میں پنڈت جواہر لعل نہرو جو کہ اس وقت کانگریس کے بائیں بازو کے لیڈر تھے اور جنہیں فرانس انٹرنیشنل کانفرنس میں بطور ڈیلی گیٹ (Delegate) بلایا گیا تھا۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ فرانس انٹرنیشنل کمیونسٹ پارٹی کے اجلاس میں شامل ہوئے۔ پھر روسی لیڈر سٹالن سے ملے۔ اپنی سوانح عمری میں انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ مگر دوسرے ذرائع سے صاف پتا چلتا ہے، ماسکو پہنچے۔ جشن میں شامل ہوئے۔ سٹالن سے ملاقات ہوئی اور اس کے بعد کیا کچھ ہوا وہ سوچنے والی بات ہے۔ یہاں سے ایک بنیاد شروع ہوتی ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ جماعت کے خلاف مخالفت کی؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ ہاں بالکل۔ جب بمبئی میں پہنچے تو سب سے پہلی گفتگو میں انہوں نے کہا کہ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جب تک جماعت احمدیہ کو Crush نہ کیا جائے ہم اپنا سوراج قائم نہیں کر سکتے۔ یہ بات اس زمانے میں سید محمود نے جو اس وقت جنرل سیکرٹری تھے آل انڈیا کانگریس کے، حضرت مصلح موعودؓ کو بتائی (''الفضل'' 22 نومبر 1934ء صفحہ 10۔ خطبات محمود جلد 15 صفحہ 394) اور 1935ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے خطبہ جمعہ اس کا ذکر فرمایا۔ ''تاریخ احمدیت'' میں بھی میں نے تفصیل دی ہے۔ اس موقع پر حضورؓ نے بتایا کہ مجھے سید محمود صاحب نے یہ بات بتا دی ہے اور میں کانگریس کو بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کی تمام سازشوں کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے علم ہے۔ (''الفضل'' 6 اگست 1935ء صفحہ 8۔ خطبات محمود جلد 16 صفحہ 470) فرانس کی

کانفرنس اور سٹالن کی ملاقات 28-1927ء کی بات ہے۔

اگلے سال 31 دسمبر 1929ء میں کانگریس کے پلیٹ فارم پر جیسا کہ مجلس احرار کے پہلے صدر مولوی حبیب الرحمان صاحب کی سوانح عمری میں (جوان کے بیٹے عزیز الرحمان صاحب جامعی نے ''رئیس الاحرار'' کے نام سے لکھی ہے) اور شورش کاشمیری صاحب نے اپنی کتاب میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے تذکرے میں کھلے لفظوں میں بات کہی ہے کہ یہ ساری پلاننگ مولانا آزاد کی تھی۔ ان کے کہنے پر کانگریس کے پلیٹ فارم پر مجلس احرار اسلام قائم ہوئی ہے۔

(رئیس الاحرار صفحہ 144 مؤلف عزیز الرحمٰن جامعی لدھیانوی اشاعت 1961ء)

اور مولانا ابوالکلام آزاد کا مسلک کیا تھا؟ ان کی کتاب جو کہ ان کی وفات کے بعد شائع ہوئی ''India Wins Freedom'' اس کے کئی انگریزی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ ترجمہ بھی مولانا رئیس جعفری کا ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ ''آزادی ہند'' کے نام سے ہے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہاں بھی چھپا ہے۔ ہندوستان میں کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ اس میں انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ میں پاکستان کا لفظ کسی ملک کے لئے جائز ہی نہیں سمجھتا۔ یہ اسلام کے خلاف ہے کہ ایک ملک کا نام پاکستان رکھا جائے کیونکہ اسلام اس تقسیم کو جائز نہیں قرار دیتا کہ کسی زمین کو ناپاک کہا جائے اور کسی کو پاک قرار دیا جائے۔ Totally میں اس سے Differ کرتا ہوں۔ ہاں میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ یہود بہت بے بس ہیں، بہت بڑی تعداد ہے۔ Intelligent لوگ ہیں، ان کی کوئی حکومت نہیں، مسلمانوں کی تو بے شمار حکومتیں ہیں، کسی نئی حکومت کی ان کو کیا ضرورت ہے۔ اس بے بس قوم (یہود) کے لئے ایک Home Land ضرور ہونا چاہئے۔

("India Wins Freedom" Published by Orient Longmans Calcutta Page 142-143 Printed in 1959)

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یعنی یہودیوں کے لئے تو ان کے دل میں یہ بات تھی۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اور پاکستان کے متعلق یہ نظریہ تھا جس پر وہ آخر وقت تک ڈٹے رہے اور یہی وہ عملی پروگرام تھا جس کے لئے سر دھڑ کی بازی ساری عمر مجلس احرار نے لگائی ہے اور آج تک وہی کام جاری ہے۔ پھر 1934ء میں مجلس احرار نے جلسہ کیا قادیان میں اور اس میں 23 اکتوبر 1934ء کو جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کی قرارداد پاس کی اور قرارداد پیش کرنے والے وہ علماء تھے جو کانگریسی اور دیو بندی تھے۔ عجیب بات ہے یہ اس وجہ سے کیا گیا کہ کانگریس کی انتہائی کوشش تھی کہ گول میز کانفرنس (Round Table Conference) مسلمانوں کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کرے کیونکہ خود نہرو صاحب اپنی کتاب ''میری کہانی'' میں لکھتے ہیں کہ ہم نے ایک تو پہلے سیشن میں بائیکاٹ کیا۔ ایک میں گاندھی صاحب گئے اور انہوں نے بات کرنے سے انکار کر دیا اور تیسرے میں ایسی صورت ہوئی کہ قائداعظم نے فیصلہ کر لیا کہ میں اب ہندوستان واپس نہیں جاؤں گا کیونکہ کانگریس تو کوئی بات مسلمانوں کے متعلق مانتی نہیں، کیوں نہیں مانتی تھی؟ پنڈت نہرو نے یہ ''میری کہانی'' میں لکھا ہے۔ ہم اس لئے نہیں گئے تھے کہ مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے حقوق کے متعلق وہاں پر کوئی رائے اختیار کریں یا کوئی فیصلہ کریں یا مفاہمت کریں کیونکہ یہ کام برطانوی گورنمنٹ کا نہیں تھا۔ یہ کانگریس کا کام ہے۔ انگریزوں کا اتنا ہی کام ہے کہ وہ جلدی سے جلدی مکمل طور پر یہاں سے نکل جائیں اور اس کے بعد پورا اقتدار کانگریس کو جو کہ واحد جمہوری پارٹی ہے، اکثریت کی پارٹی ہے اس کو منتقل کر دیں۔ یہ فیصلہ ہم نے کرنا ہے، یہ انگریز کا کام نہیں ہے۔

(''میری کہانی'' از جواہر لال نہرو حصہ اول صفحہ 399-397 ناشر مکتبہ جامعہ۔ اشاعت 1936ء)

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو، آغا خان کو، حضرت قائداعظم کو، جنہوں نے سر دھڑ کی بازی لگا دی مگر دیو بندی علماء بھی احراری بھی، کانگریسی بھی، یہی شور مچاتے رہے کہ یہ گول میز کانفرنسیں ناکام رہیں۔ انگلستان کے سیاستدانوں کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کے متعلق کوئی بات کریں۔ جمہوری لحاظ سے اور پارٹیشن کے لحاظ سے اس کا تعلق تو صرف کانگریس کے ساتھ ہے۔

قائداعظم نے 1933ء میں جب جماعت احمدیہ کے امام حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر دوبارہ ہندوستان آنے پر آمادگی ظاہر کی تو آپ نے سب سے پہلے جو لیکچر دیا وہ مسجد فضل لنڈن

میں دیا تھا جس کا عنوان ''The Future of India'' تھا اور اس کا ذکر اخبارات میں مثلاً Statesman ''ہندوستان ٹائمز'' اور سنڈے ٹائمز (9۔ اپریل 1933ء) میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ انگلستان کے پریس میں صاف موجود ہے اور دنیا حیران رہ گئی کہ جماعت احمدیہ کی مسجد میں آ کر قائداعظم نے یہ اعلان کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت قائداعظم ہندوستان تشریف لے آئے۔

بعض کا ذکر حضورؒ نے اپنے خطبے میں فرمایا اور ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کے فضل سے دستاویزی ثبوت موجود ہیں کہ جب بعض اوقات دلّی میں مسلم لیگ کے اپنے جلسہ کے لئے فنڈ بھی موجود نہیں تھے تو فنڈ قادیان سے جاتے تھے اور عملی طور پر سب سے زیادہ کام کرنے والی جماعت احمدیہ تھی۔

اب میں آخر میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کانگریس کی مخالفت کے باوجود چونکہ اگلے سال 1935ء میں ایک ایکٹ نافذ ہونے والا تھا اور اس میں مسلمانوں کو مراعات ملنے والی تھیں، اس وقت کانگریس نے یہ سوچا کہ اگر مسلمانوں کو حقوق بھی حاصل ہو جائیں تو ان کا ایسا آپریشن کیا جائے کہ جو فعال طبقہ ہے، جماعت احمدیہ، اس کو علیحدہ کر دیا جائے۔ تو یہ مخالفت کی بنیاد تھی۔

اس بنیاد کے بعد جب 1947ء میں احرار کی مخالفتوں کے باوجود اور آل انڈیا کانگریس اور ان کے جو ساتھی تھے، ان کی کوششوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ اور قائد اعظم کی کوششوں سے پاکستان حاصل ہوا۔ جماعت احمدیہ بحیثیت جماعت کے واحد جماعت ہے جس نے قائداعظم کے دوش بدوش کام کیا اور یہ کہ آزادئ ہند میں اور جہاد پاکستان میں حصہ لیا ہے۔ لیکن پہلے سے Underground فیصلے ہوئے اور تاج برطانیہ، ماؤنٹ بیٹن، پنڈت نہرو کا فیصلہ یہ تھا کہ فی الحال پاکستان بنانے دیا جائے مگر لنگڑا پاکستان ہو اور ایسی صورت ہو کہ چند سال کے اندر اندر خود پاکستان کے رہنے والوں کو جھکنا پڑے اور پھر درخواست کرنی پڑے کہ ہم ہندوستان میں شامل ہوتے ہیں۔

خصوصی کمیٹی قومی اسمبلی کا پس منظر

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ مذہبی جماعتوں کی مخالفت کے باوجود پاکستان قائم ہو گیا۔ اس کے بعد 1953ء کی تحریک چلائی گئی اور 1974ء میں پھر اس آگ کو بھڑکایا گیا۔ اس

معاملہ کو قومی اسمبلی میں پیش کر کے ایک خصوصی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ کیا یہ سب ایک ہی کڑی کا تسلسل ہیں؟

مولانا دوست محمد صاحب شاہد: ۔ یہ اتنا ضروری اور اہم سوال آپ نے پیش فرمایا ہے کہ سچ مانیں آپ بزرگوں کے لئے میرے دل سے دعا نکل رہی ہے۔

ع تیرے اس لطف کی اللہ ہی جزا دے ساقی

خصوصی کمیٹی کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے مجھے سب سے پہلے یہ بتانا ہے کہ علماء اور اس وقت کی بھٹو حکومت کے گٹھ جوڑ کے ساتھ جو سانحہ ربوہ کا پہلے سے تیار شدہ ڈرامہ رچایا گیا تو اس سے پہلے جماعت احمدیہ کے خلاف اشتعال انگیزی اور منافرت اور افتراء پردازی کی ایک زبردست مہم چلائی گئی۔ تقریر کے ذریعہ سے، تحریر کے ذریعہ سے۔ کتابیں لکھی گئیں تاکہ جب یہ ”سانحہ ربوہ“ کا قصہ رکھا جائے تو اس کے ساتھ ہی پس منظر دنیا کو معلوم ہو کہ یہ تو ایسے لوگ ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر یہ حملہ کر کے ہم ”غریب“ اور ”نہتے“ مسلمان طالب علموں کے اوپر حملہ آور ہو گئے۔ اور ”پانچ ہزار“ اکٹھے ہو کر تو اس خیال میں آ گئے کہ ہم مسلمانوں کو تباہ کر دیں گے اور یہ غرور اور نخوت پیدا ہو گئی کہ اب پیپلز پارٹی کے ساتھ مل کر ہم اپنی حکومت بنائیں گے اور تختہ الٹ دیں گے۔ تو اس کے لئے سائیکالوجی کے لحاظ سے بھی ایک ماحول کا بنانا ضروری تھا۔ اس ماحول کے بغیر وہ پراپیگنڈہ جو ”سانحہ ربوہ“ کے نام سے کیا گیا، مؤثر نہیں ہو سکتا تھا۔ اس پراپیگنڈہ میں بہت ہی زبردست جو پہلو لیا گیا اور جس کے لئے آگے پھر سیاسی اعتراضات اور مفتریات کو بھی ساتھ لگا لیا گیا تاکہ مذہبی طبقے ختم نبوت کے نام سے مشتعل ہو جائیں اور سیاسی طبقے اور محبّ وطن طبقے ان اعتراضوں سے مرعوب ہو جائیں جن سے پاکستان کے وجود کے اوپر سخت حملہ کیا جا رہا تھا، ان کی نگاہ میں جس کی وجہ سے یقینی طور پر پاکستان کا وجود معرض خطر میں پڑنے والا تھا۔

سب سے بڑی بنیاد، چونکہ یہاں جتنی بھی تحریکیں اٹھی ہیں برصغیر میں، مغربی دنیا میں تو یہ ہے کہ سیاسی ایشو ہے، معاشی معاملات ہیں، حکومتیں اگر گرتی ہیں، پارٹیاں اگر اپنا ووٹ بنک بناتی ہیں تو وہ ایشو کوئی معاشی ہوتا ہے، کوئی سیاسی ہوتا ہے لیکن مذہبی طور پر یہ کبھی نہیں ہوا۔ یہ صورت حال

ہمیشہ ہندوستان میں رہی ہے، متحدہ ہندوستان میں۔ جو پاکستان میں بھی جاری ہے کہ یہ دماغ ایسا ہے کہ جس کو Exploit کرنے کے لئے مذہبی ایشو کی ضرورت ہوتی ہے۔

گاندھی کو ضرورت پڑی مسلمانوں کو ملانے کے لئے تو تحریک خلافت شروع کی۔ پھر تحریک ہجرت شروع کی اور یہ ساری مذہب کے نام پر تھیں۔ پھر پاکستان کی مخالفت شروع ہوئی تو پاکستان کے وجود کے متعلق اس وقت کے امام الہند صاحب نے یہ بات کہی کہ یہ تو شرعاً ہی جائز نہیں، اس کا نام رکھنا ہی جائز نہیں ہے۔ کجا کہ اس کی کوشش کی جائے اور قائداعظم کے پرچم کی طرف دیکھا جائے۔ مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کی کتاب ''انڈیا ونز فریڈم'' (India Wins Freedom) میں یہ بات کہی گئی ہے۔ انگریزی میں چھپ چکی ہے اور ''آزادی ہند'' کے نام سے ترجمہ رئیس احمد جعفری کا ہے۔ مگر وہ دراصل بعض جگہوں پر خلاصہ بھی ہے۔ اصل تو کتاب کے ساتھ انصاف تبھی ہوتا ہے جب ایک تو یہ کہ ترجمہ ایسا ہو کہ وہ اصل معلوم ہو اور دوسرا یہ ہے کہ کوئی پہلو چھوڑا نہ جائے تاکہ مؤلف کی صحیح معنوں میں ترجمانی ہو سکے۔ لیکن بہرحال اس میں بھی یہ چیز موجود ہے۔

(India Wins Freedom, Page 142-143. Publisher Orient Longmans Bombay,Calcutta,Madras,New Delhi)

تو بنیادی چیز مذہبی طور پر شروع سے ہی ہر تحریک کے پیچھے آپ دیکھیں کہ کوئی تحریک جو چلی ہے آپ پاکستان کو لے لیں۔ پہلے ہجرت کا میں نے حوالہ دیا ہے۔ یہاں مودودی صاحب نے پہلے اسلامی حکومت کا نعرہ بلند کیا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ پھر جو نعرے بلند کئے گئے نظام مصطفیٰ کا ایک نعرہ تھا۔ پھر سپاہ صحابہ کے نام سے اور تحفظ ختم نبوت کے نام سے۔ پھر ہر چیز ختم نبوت کے نام پر اکسانے کے لئے رکھ دی گئی، اگر مزدوروں کو اکسانا ہو تب بھی کہ تحفظ ختم نبوت کے لئے اکٹھے ہو جاؤ۔ یہ ایسا ظالمانہ اور بہیمانہ اور مفتریانہ پراپیگنڈہ تھا کہ 1953ء میں کلائمکس (Climax) تھا۔ پنجاب میں جو ابتداء ہوئی ہے وہ بھی بڑی ایجی ٹیشن (Agitation) پھیلا کر تو پاکستان کا تختہ الٹنا مقصود تھا۔ کانگریس کے ایجنٹوں کی یہ بات بھی ہمارے علم میں آئی کہ پاکستان میں بعض اسٹیشنوں پر ہندوستان زندہ باد اور پاکستان مردہ باد کے نعرے لگائے گئے۔

تو یہ حقیقتاً ''تحریک ختم پاکستان'' تھی۔ مگر ملاّ آج تک اس کو تحفظ ختم نبوت سمجھتا ہے۔ حالانکہ اس وقت کی گورنمنٹ نے کہا کہ کچھ شرم کرو۔ مسلمانوں کو لوٹنا قتل کرنا، بینکوں کو لوٹ لینا، ریلوے اسٹیشن سے پٹریوں کو اکھیڑ دینا، یہ ختم نبوت کا تحفظ ہے؟ گورنمنٹ پنجاب نے اشتہار شائع کئے۔ اسی طرح علماء نے شائع کئے۔ صحافیوں کی طرف سے، جھنگ سے، لاہور سے اشتہار شائع ہوئے کہ ختم نبوت کے نام پر غنڈہ گردی اور دہشت گردی! شرم آنی چاہئے یہ بات کہتے ہوئے۔ لیکن حیرت کی بات ہے۔ ذہنیت یہ بن گئی ہے کہ ہر وہ حرکت جو کہ اپنے مفاد کے لئے اور اپنے مقصد کے لئے کی جاتی ہے ملاّ اور ان کے ہمنواؤں کی طرف سے تحفظ ختم نبوت کے نام پر کی جاتی ہے۔

1953ء میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت نے پوری اتمام احجت کی۔ اس بارے میں حضرت مصلح موعودؓ نے خاص طور پر بیان دیا اور تحقیقاتی عدالت میں واضح کیا، اس بات کو کہ ختم نبوت تو ہمارا جزو ایمان ہے۔ کوئی احمدی ہی نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ ختم نبوت جیسے بنیادی مسئلے کو حرز جان نہ بنا لے۔ وہ سینے سے سجانے والا ہے۔ اس کے بغیر تو احمدیت کا تصور ہی نہیں ہوسکتا اور بڑے قد آدم پوسٹر شائع کئے گئے۔ جماعت کی روایت ایسی نہیں ہے لیکن آپ حیران ہوں گے کہ قد آدم پوسٹر اتنے بڑے بڑے تھے کہ حیرت آتی تھی۔ لاہور میں لگائے گئے۔ کراچی میں لگائے گئے۔ سیالکوٹ میں اس وقت مولانا سید احمد علی شاہ صاحب تھے ان کی طرف سے لگائے گئے اور اس کے بعد چھوٹے ہینڈ بل، مولانا عبدالغفور صاحب نے ٹریکٹ لکھے اس موقع پر، پھر حضرت مولانا عبدالقادر صاحب سوداگر مل مرحوم (اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں ان سب پر) انہوں نے ''التبلیغ'' کے نام سے جو رسالہ جاری کیا اس میں بڑی کثرت کے ساتھ سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا گیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس وقت یہ کھلے لفظوں میں بیان شائع کیا اور وہ ہزاروں کی تعداد میں چاروں صوبوں میں تقسیم کیا گیا اور اس کا عنوان ہی یہی تھا کہ جو ختم نبوت کا منکر ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔

تو یہ چیزیں تھیں مگر اس کے باوجود چونکہ پراپیگنڈہ کا جو سسٹم ہے وہ احرار نے 1918ء سے لے کر 1947ء تک براہ راست پٹیل سے، نہرو صاحب سے، گاندھی صاحب سے اور لالہ لاجپت رائے اور دوسرے حضرات سے سیکھا ہے اس واسطے وہ گوئبلز (Goebbels) کی اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہیں کہ جھوٹ کو اس کثرت سے اور اس شان کے ساتھ پھیلا دیا جائے کہ عوام جو

کالانعام ہیں وہ ہر چیز کو بھول جائیں اور سمجھیں کہ اتنی کثرت سے یہ بات آ رہی ہے، منبر و محراب کے وارث بھی بیان کر رہے ہیں، سیاسی لیڈروں نے بھی یہ بیان دیا ہے اور عوامی حلقوں میں بھی یہ قصہ ہے۔ یقینی طور پر ایک قطعی اور صداقت ہے جس کا انکار نہیں کر سکتے۔

اس کے ساتھ ہی چونکہ استعماری طاقتوں کی پشت پناہی تھی اور ان کی طرف سے پاکستان پر زور ڈالنے کے لئے جو قصہ شروع ہوا، وہ سعودی عرب سے شروع ہوا اور یہ میں واضح کروں گا کہ متفقہ طور پر مجلس احرار نے، تحفظ ختم نبوت کے لیڈروں نے، بادشاہی مسجد کے امام مولوی عبدالقادر صاحب آزاد نے، ان سب نے یہ تسلیم کیا ہے کہ حق یہی ہے کہ اس تحریک کے پیچھے، پشت پناہی کرنے والے شاہ فیصل تھے اور اس کی صاف وجہ یہ تھی کہ استعمار یہ چاہتا تھا کہ عالم اسلام کو اکٹھا کیا جائے اور اس کی قیادت شاہ فیصل صاحب کو حاصل ہو اور شاہ فیصل ہمارے اس ایجنڈے کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں جو کہ عالم اسلام کے مقابل پر ہم نے تیار کیا ہے۔

(بین الاقوامی شخصیات کی کہانی ڈاکٹر مولانا عبدالقادر آزاد کی زبانی از وقار ملک صفحہ 34-35)

اس کے بعد اب اگلا قدم آتا ہے اسلامی سربراہی کانفرنس کا جو یہاں پر پاکستان میں کی گئی اور جس کے پیچھے اخراجات کے لحاظ سے بھی اگر آپ دیکھیں گے تو سعودی عرب کا پیسہ چل رہا تھا۔

اسلامی سربراہی کانفرنس اور مؤتمر عالم اسلامی کا کردار

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب: ۔ اسلامی سربراہی کانفرنس لاہور میں فروری 1974ء میں منعقد ہوئی!

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔ 1974ء فروری کی بات ہے۔ پاکستان کے پاس اتنا بجٹ کہاں تھا، سب کچھ سعودی عرب نے مہیا کیا اور سکیم کے مطابق پہلے سے یہ کہا گیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ امت مسلمہ متحد ہو جائے اور یہاں سے اشتہار شائع کئے گئے کہ ہندوستان ہم پر حملہ کر دے گا۔ اس واسطے عالم اسلام کا فرض ہے کہ وہ خلیفۃ المسلمین کا انتخاب کرے اور بھٹو صاحب کو چاہئے کہ فوری طور پر جدہ میں پہنچیں اور حضرت شاہ فیصل کی بیعت کریں۔ اور اس کے نتیجے میں ہمارے ہاتھ میں تلوار آ جائے گی اور ہم تمام دنیا پر غالب آئیں گے۔ اس کانفرنس سے پہلے اس

بات کی اشاعت کی گئی۔

آپ دیکھ لیں کہ پراپیگنڈہ کرنے والوں نے کس طرح پر آخری نکتہ کی طرف آنا شروع کیا۔ پھر اس کے بعد سربراہ کانفرنس میں ''المنبر'' نے خاص نمبر میں یہ بات کہی کہ وقت آ گیا ہے کہ شاہ فیصل جو کہ خادم حرمین شریفین ہیں، ان کے ہاتھ پر مسلمان بیعت کریں اور عیدی امین نے اس بات کو پیش کیا۔ لیکن بڑی بھول تھی ان کی، کوئی عرب لیڈر اس بات پر تیار نہیں ہوا کہ وہ اپنے ملک کی قیادت شاہ فیصل کے سپرد کر دے۔ مگر یہ ایک سکیم تھی ان کے سامنے کہ مسلمانوں کو شاہ فیصل کی مٹھی میں دیا جائے اور شاہ فیصل اس پروگرام کو بروئے کار لائیں جو پروگرام کہ پوپ اور عیسائی دنیا چاہتی ہے، تو یہ سربراہ کانفرنس اس غرض کے لئے ہوئی۔

ایک مقصد یہ بھی تھا کہ احرار نے اور دوسرے لوگوں نے یہ کہا کہ یہ جو آپ لوگ کہتے ہیں کہ خلیفۃ المسلمین آپ کو بننا چاہئے تو حدیث نبوی میں ہے کہ دو خلیفے بیک وقت نہیں ہو سکتے۔ اگر ایک کا انتخاب ہو جائے تو دوسرے کو قتل کر دینا چاہئے۔ اس قتل سے مراد جس طرح کہ لوگوں نے کہا ہے کہ **من بدّل دینه فاقتلوه (صحیح البخاری کتاب الجهاد و السیر باب لا یعذب بعذاب اللّٰه)** قتل کا لفظ عربی زبان میں بائیکاٹ کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ تو اس کے معنے تھے کہ بائیکاٹ کرو۔ اب دیکھیں عبداللہ بن زبیرؓ نے بیعت نہیں کی حضرت علیؓ کی مگر ان کو قتل کیا گیا ہے؟؟ بائیکاٹ ضرور کیا ہے۔ تو اب دیکھیں کہ مقاصد سیاسی تھے۔ خلافت کا نام بھی سیاست کے لئے لیا جا رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسی سربراہ کانفرنس کا آج تک ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے اور اس وقت پیپلز پارٹی نے کہا کہ یہ سب سے بڑا عظیم الشان کارنامہ ہے جو پیپلز پارٹی گورنمنٹ نے دکھایا ہے۔ چوہدری نذیر احمد صاحب جو 1953ء میں جماعت اسلامی کی طرف سے تحقیقاتی عدالت میں وکیل تھے اور وہ وزیر صنعت بھی رہے۔ انہوں نے اپنی کتاب ''داستان پاکستان'' میں لکھا ہے کہ مجھے یہ لکھتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ سربراہ کانفرنس کے دوران لاہور کے جتنے فائیو سٹار ہوٹل تھے، ان میں نوٹس جاری کئے گئے کہ وہسکی اور فلاں فلاں اعلیٰ کوالٹی کی شراب جو یورپ سے آتی ہے اس کا ہم سے مطالبہ نہ کریں اور شرمندہ نہ کریں کیونکہ ہم نے عالم اسلام کے معزز مہمانوں کے لئے اور سربراہان مملکت اسلامی کے لئے وہ مخصوص کر رکھی ہے۔ (''داستان پاکستان'' صفحہ 115-116 ناشر فیروز سنز لاہور)

آپ حیران ہوں گے، یہی نہیں بلکہ بھٹو گورنمنٹ نے جو روداد انگریزی زبان میں شائع کی اس میں صاف طور پر تصویریں دیں کہ فیصل صاحب اور تمام سربراہان مملکت ڈانس کا نظارہ کر رہے ہیں۔ عورتیں ڈانس کر رہی ہیں تو یہ ''خلافت'' کے قیام کی سکیم تھی جو دنیا کو بتائی جا رہی تھی اور در پردہ یہ سارے قصے ہو رہے تھے۔

(Report on Islamic Summit Conferane Lahore, February 22-24,1974.)

اس پلاننگ کے ماتحت سعودی عرب میں سب سے پہلے اس پراپیگنڈے کو ہوا دینے کے لئے مکہ شریف سے مؤتمر عالم اسلامی کی قرارداد شائع ہوئی۔ (''الندوہ'' 16 ربیع الاول 1394ھ) خصوصی کمیٹی اور اس میں جو نمائندے تھے مؤتمر عالم اسلامی کے، انہوں نے یہ بھی تلقین کی کہ ہم نے غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا ہے۔ اس لئے تمام مسلمان ممالک کا فرض ہے کہ وہ اپنے تئیں اس قرارداد کو پاس کریں قانونی طور پر اور اپنے Constitution میں اس کو شامل کریں۔ جسے بعد میں پاکستان نے شامل کیا ہے۔ حالانکہ آپ دیکھیں کہ رابطہ عالم اسلامی میں مسلم ممالک ضرور موجود ہیں مگر ان میں وہ ممالک بھی ہیں کہ جو جمال عبدالناصر کو آخری نبی مانتے ہیں۔ کویت میں اشتہار شائع کیا گیا کہ اے عبدالناصر تم آخری نبی تھے۔ تمہارے جانے کے ساتھ ہمارا مستقبل تاریک ہو گیا۔ (اخبار ''الکویت'' 15 اکتوبر 1970ء) پھر شیعہ حضرات ہیں تو انہوں نے انٹرنیشنل ''کیہان''، جو بڑا مشہور، کثیر الاشاعت، ایران کا سرکاری ترجمان ہے۔ اس میں کارٹونوں کے ساتھ یہ شائع کیا گیا کہ سعودی عرب کا اسلام حقیقی اسلام نہیں ہے۔ لنڈن میں کانفرنس ہوئی شیعوں کی طرف سے اور اس میں غالباً عراق ہی کا شیعہ نمائندہ تھا۔ اس نے کہا کہ یہ عیاش قوم ہے جنہوں نے سارے پیسے اپنے خاندان پر لگانے کے لئے ہر چیز داؤ پر لگا دی ہے۔ اس وجہ سے اٹھو اور اس کو الگ کر دو۔ کیونکہ اسلام میں قطعی طور پر کسی ملک کو خاندانی جاگیر کے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا۔ یہ یزید کا پرچم تھا۔ یہ اس کو گرا کر رکھیں گے۔ تو مؤتمر عالم اسلامی کی قرارداد کی کیا حیثیت تھی۔ مگر یہ Background تیار کیا جا رہا تھا، اسی طرح بعد میں بھی اور خود مفتی عبداللہ بن باز نے جو ان دنوں مفتی اعظم تھے، شیعوں کے متعلق کھلے لفظوں میں یہ بات کہی کہ ان کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

اب بھی آپ دیکھ لیں بریلویوں کی کتابیں تو سعودی عرب نہیں جا سکتیں۔ ابن عربی کی کتاب شجرہ ممنوعہ ہے۔ کیونکہ اہلسنت والجماعت نقشبندی اور اسی طرح قادری اور چشتی اور سہروردی۔ یہ تصوف کی جان ہے۔ آپ اگر پڑھیں یہ سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کی کتابوں کو، وہ تو فدا ہیں کہ تصوف کے میدان میں ابن عربیؒ سے بڑھ کر کوئی انسان ہمیں نظر نہیں آتا۔ تو اہلسنت والجماعت کی اکثریت ہے۔ سعودی عرب میں تو حنبلی حکومت ہے۔ اور واحد حنبلی حکومت ہے۔ باقی دنیا میں اکثر حنفی حکومتیں ہیں۔ ترکی جو عالم اسلام کی قیادت کرتا رہا ہے اس کا قانون حنفی قانون تھا، امام ابوحنیفہؒ کا۔ سپین میں مالکی فقہ تھی۔ افریقہ کے بعض علاقوں میں اب بھی مالکی فقہ کی حکمرانی ہے۔

تو یہ ایک چھوٹی سی مملکت ہے اور سب سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ اس مملکت میں مکہ کے چوٹی کے ایک عالم محمد بن جمیل نے ایک کتاب شائع کی اور کھلے لفظوں میں یہ بات واضح کی۔ اس کا نام تھا ''منهاج الفرقة الناجية والطائفة المنصورة'' یہ مکہ مکرمہ کے چوٹی کے کالج ''دارالحدیث'' کے مدرس تھے۔ اس میں ''علامة الفرقة الناجية'' کے تحت صفحہ 12 پر لکھا ہے کہ یاد رکھو صحیح مسلمان فرقہ، اس کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ اس کو گالیاں دی جاتی ہیں، اس کو تکلیف دی جاتی ہے، اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور وہ اقلیت میں ہے اور ہمیشہ خدا کی جماعتیں اقلیت میں ہی ہوتی ہیں۔ تو مکہ کی زمین سے یہ آواز بلند ہوئی ہے کہ کثرتوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ خدا نے حنین کے موقع پر بھی یہ بات واضح کی اور یہ آواز مکہ سے دنیا میں بلند ہوئی۔

خود وہابی فرقہ کی حضرت محمد بن عبدالوہاب کی طرف نسبت ہے۔ بعض لوگ اہلحدیثوں کو بھی وہابی کہتے ہیں۔ وہ غلط ہے۔ انہیں پتا نہیں ہے اہلحدیث تو کسی امام کو سند قرار ہی نہیں دیتے۔ وہ غیر مقلد ہیں۔ حنفی تو امام ابوحنیفہؒ کو مانتے ہیں۔ مالکی حضرت امام مالکؒ کے مسلک کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ اور شافعی حضرت امام شافعیؒ کو اپنا پیشوا سمجھتے ہیں۔ لیکن اہلحدیثوں کا مسلک یہ ہے کہ آئمہ جو ہیں وہ سند نہیں۔ قرآن اور سنت سند ہیں۔ اور سنت سے مراد وہ حدیث اور رسول کی متواتر روش جو ہے وہ مراد لیتے ہیں۔ تو یہ ایک چھوٹا سا گروہ ہے جس کی حکومت ہے۔ تو اس حکومت کے اندر کوئی قرارداد اگر پیش ہوگئی ہے یا پاس ہوگئی ہے تو اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور نہ وہ اجماع ہے۔ لیکن چونکہ پراپیگنڈہ کرنا مقصود تھا۔ اس کو پاکستان میں خاص طور پر کہا گیا کہ رابطہ عالم اسلامی کے ذریعہ

سے عالم اسلام کا اجماع ہوگیا ہے کہ ”مرزائی“ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ جزاکم اللہ۔ مولانا! آپ نے یہ بات بیان فرمائی کہ احمدیوں کو اقلیت شاہ فیصل کے دباؤ کے نتیجہ میں بھٹو حکومت نے قرار دیا تھا۔ کیا یورپ اور امریکہ کے کوئی دانشور بھی ایسے ہیں جنہوں نے یہ انکشاف کیا ہو؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا اور بعض اور جو Western لٹریچر ہے اس میں یہ شائع شدہ بات ہے کہ یہ فیصلہ شاہ فیصل اور سعودی عرب کے پریشر کے نتیجہ میں کیا گیا تھا۔ یہ چیز پاکستان میں بھی چھپ چکی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ یہ چیز اہل پاکستان سے اوجھل ہو بلکہ یہاں کے دانشوروں نے بتانے کے لئے کہ کس طرح غیر ملکی استعماری طاقتیں ہم پر دباؤ ڈال کر فیصلہ کراتی ہیں، انہوں نے اس بات کو شائع کیا ہے۔

یہ میرے پاس اس وقت ماہنامہ ”نیا زمانہ“ ہے۔ لاہور سے نکلتا ہے۔ دسمبر 2005ء کا یہ شمارہ ہے اور بڑی تفصیل کے ساتھ اس کے صفحہ 26 اور 27 پر روشنی ڈالی گئی ہے اور یہ لکھا ہے کہ غیر ملکی اخبارات نے کھل کر بتایا کہ یہ سب کچھ سعودی عرب کے دباؤ پر کیا گیا ہے۔ آگے انگریزی الفاظ ہیں۔

ایشین انسائیکلو پیڈیا نے لکھا کہ

> For some time back Pakistan Prime Minister Mr Z A Bhutto had been under great pressure from the Arab leaders especially King Faisal to declare Ahmadies heretics and he was unuimately forced to amend the constitution by an outbreak of serious riots throughout Punjab in June 1974.

گزشتہ کچھ عرصہ سے پاکستان کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو پر عرب لیڈروں بالخصوص شاہ فیصل کی طرف سے شدید دباؤ تھا کہ وہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیں۔ آخر کار پنجاب میں ہولناک فسادات نمودار ہوئے۔

Asian History Encyclopedia نے لکھا:۔

"At the urging of Pakistan's Saudi financial patrons, The Government of Paksitan declared Ahamadies a religious minority, Despite that Ahmadis remain some of Islam's most effective missionaries especially in Europe and Africa.

پاکستان کے سعودی مالی سرپرستوں کی ترغیب پر حکومت پاکستان نے احمدیوں کو مذہبی اقلیت قرار دے دیا۔ حالانکہ احمدی اسلام کے بہت زیادہ مؤثر مشنریوں میں سے ایک رہے ہیں۔ خاص طور پر یورپ اور افریقہ میں۔

برطانوی اخبار ''گارڈین'' نے یہ خبر دی:۔

"By a constitutional amendment, The National Assembly of Pakistan has striped half a million members of the Ahmadiyya community of their religious status as Muslims.The excommunication of such a large number of claiming to be muslims by a political institution is a unique event in the 1400 years of history of Islam."

ایک دستوری ترمیم کے ذریعہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے نصف ملین احمدی آبادی کو مسلمان کہلانے کے مذہبی سٹیٹس سے محروم کر دیا۔ ایک سیاسی ادارہ کی طرف سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والی اتنی بڑی تعداد کو یکسر خارج کر دینا اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں اپنی نوعیت کا منفرد واقعہ ہے۔

یہ رسالہ ہے ’’نیا زمانہ‘‘ لاہور سے چھپتا ہے اور دسمبر 2005ء کا شمارہ ہے اور صفحہ ہے 25 اور 26۔

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مؤتمر عالم اسلامی نے لاہور میں منعقدہ اسلامی سربراہی کانفرنس 1974ء کے بعد مخالف احمدیت قرارداد پاس کی۔ کیا کسی سعودی اخبار نے اس کو زیب اشاعت کیا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ سعودی عرب کے قریباً تمام اخبارات نے اسے شائع کیا۔ سعودی عرب کی صحافت میں سے شاید ہی کوئی ایسا اخبار ہو جس نے اس خبر کو نمایاں طریق پر شائع نہ کیا ہو۔

اس صورت میں یہ ایک حیرت انگیز بات ہے جیسا کہ میں نے ابتداء میں بتایا کہ محمد عربی ﷺ کے زمانہ میں دارالندوہ یہ کام کرتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف وہ فیصلہ بھی 7 ستمبر کو ہوا تھا اور یہ بھی 7 ستمبر کو کیا گیا۔ ؎

وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

اس میں ایک حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ فیصلہ جو موتمر عالم اسلامی نے کیا، سربراہ کانفرنس کے بعد کیونکہ تمہید کے لئے پہلے ضروری تھا کہ تمام ملکوں کی سربراہ کانفرنس ہوتی جس میں ان کو خلافت کا تاج پہنایا جاتا۔ اس کے بعد جماعت احمدیہ کو الگ کیا جاتا۔ کیونکہ ایک وقت میں دو خلیفے ہو نہیں سکتے۔

یہ حیرت انگیز بات ہے کہ سب سے زیادہ تفصیلی خبر سعودی عرب کے اخبار ’’الندوۃ‘‘ نے دی۔ یہ اخبار 16 ربیع الاول 1394ھ کا ہے۔ اس کا عنوان یہ دیا ہے:۔

رابطة العالم الاسلامی تقدم جدول اعمال شاملا
للمؤتمر الاول المنتظمات الاسلامیة فی العالم

اور اس میں ’’القادیانیة‘‘ کا جلی عنوان دیا اور اس کے آگے قرارداد پیش کی اور اس میں تصویریں بھی موجود تھیں۔

’’الندوۃ‘‘ اخبار میں شاہ فیصل صاحب ہیں اور وہ ممبران ہیں جنہوں نے یہ تفصیلی قرارداد پاس کی۔ تو یہ ان کا ’’کارنامہ‘‘ ہے۔ حالانکہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ من رمی مؤمنا

بکفر فھو کقتلہ (صحیح بخاری کتاب الایمان و النذور باب من حلف بملۃ سوا ملۃ الاسلام) جو اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے اس کا قاتل ہے۔ تو یہ ''قاتل'' شاہ فیصل کے سامنے اپنی عظیم الشان خدمات پیش کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب: اسلامی سربراہی کانفرنس اور مؤتمر عالم اسلامی کے ذریعہ جماعت احمدیہ کی تکفیر کا ماحول تیار کیا گیا اور اس کے بعد سانحۂ ربوہ رونما ہوا۔ اب خصوصی کمیٹی کے قیام کے بارہ میں کچھ فرمائیے:۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: اب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ماحول تھا جو منتج ہوا سانحہ ربوہ پر اور جس کے معاً بعد خصوصی کمیٹی بنانے کی ضرورت پیش آئی۔ میں دور چلا گیا۔ مگر وہ جس طرح شاعر نے کہا ہے کہ ؎

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روز گار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

تو آپ بزرگ یہ نہ سمجھیں کہ میں کسی اور میدان میں چلا گیا ہوں۔ میں اس سارے بیک گراؤنڈ (Background) کو سامنے رکھتے ہوئے آپ کو بتا رہا ہوں کہ یہ خصوصی کمیٹی کے لئے کیا فضا قائم کی گئی تھی۔ دنیا کو بتایا گیا کہ ''مرزائی'' منکر ختم نبوت ہیں اور اس سلسلہ میں پھر جو مغلظات دی جا سکتی تھیں احمدیوں کو اور جماعت کے بزرگوں کو، اس کی تو کوئی انتہا نہیں تھی۔ یہ سارا اشتعال انگیزی کا ماحول خصوصی کمیٹی سے پہلے، سانحہ ربوہ سے پہلے آتشی ماحول تیار کیا جا رہا تھا اور گالیاں دی جا رہی تھیں۔

آپ حیران ہوں گے۔ یہ تاریخی دستاویز ہے کہ ''امیر شریعت'' بھی مغلظات کے شہنشاہ تھے۔ شورش کاشمیری صاحب کی کتاب دیکھیں انہوں نے ''سید عطاء اللہ شاہ بخاری'' کے نام سے ان کی سیرت لکھی ہے۔ اس میں بہت سی دلچسپ باتیں لکھی ہیں۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ جس وقت دیناج کوٹ جیل میں تھے تحریک خلافت کا زمانہ تھا اور سنسر بیٹھا ہوا تھا۔ مسلمانوں کی ڈاک خاص طور پر سنسر ہوتی تھی۔ تو شاہ جی نے اپنا نام بدل دیا سنسر سے بچنے کے لئے اور نام رکھا۔ پنڈت کرپا رام برہمچاری۔ اور کہتے ہیں یہ دراصل متبادل تھا۔ سید کی بجائے پنڈت اور عطا کا ترجمہ کرپا اور اللہ کا

ترجمہ رام اور اس طرح شاہ جی کی ڈاک باقاعدہ جاتی تھی۔ (صفحہ 58)

یہ بھی لکھا ہے کہ شاہ جی کی بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ دل پھینک واقع ہوئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ''سید عطاء اللہ شاہ بخاری'' صفحہ 86 از شورش کاشمیری۔ ناشر ادارہ چٹان لاہور نومبر 1973ء) پھر آگے لکھتے ہیں کہ جس وقت تحریک خلافت کے دوران ہم لوگ اور دوسرے لیڈر جو تھے۔ وہ جیل میں تھے تو کوئی رقص کرتا تھا، کوئی کوئی کام کرتا تھا۔ سب نے ایک سکیم بنائی کہ شاہ صاحب سے کوئی واقعہ سنیں۔ کہتے ہیں کہ شاہ جی نے واقعہ سنایا کہ ایک انسپکٹر پولیس تھا۔ اس نے کسی بات پر کہا کہ شلغم بہت اچھی چیز ہے، شلغم ہے کہیں پر۔ اس کے مخالف تھے اور اس کے بہت سارے کراتوت تھے۔ (اگر کرتوت کی جمع یہ جائز ہو سکے ادبِ اردو میں۔) تو جو عوامی لیڈر تھے انہوں نے اس کا مذاق اڑانے کے لئے یہ فیصلہ کیا کہ انسپکٹر صاحب جہاں جائیں ان سے یہ کہیں کہ حضرت آپ کے پاس شلغم تو ہوں گے ضرور۔ اب وہ جہاں جاتا نعروں کی گونج میں اور قہقہوں میں ان الفاظ میں ان کا استقبال کیا جاتا۔

خیر شاہ جی نے ایک دن واقعہ بیان کیا۔ شام کو باقی سارے جو تھے شرافت کا تحفظ کرنے والے اور ختم نبوت کا تحفظ کرنے والے، انہوں نے کہا کہ شاہ جی جو ہیں وہ اپنے تئیں بہت پھنے خان بنے پھرتے ہیں۔ ان کو بھی کچھ بنانا چاہئے۔ ہم نے یہ سوچا کہ ہم میں سے ایک جائے اور کہے کہ شاہ صاحب آپ کے پاس پن ہے؟ کہنے لگے پہلے چوہدری افضل حق صاحب گئے۔ انہوں نے کہا میاں میرے پاس کہاں؟ میں تو جیل کی کوٹھڑی میں ہوں۔ اس کے بعد کوئی اور گیا۔ کہنے لگا شاہ صاحب پن تو آپ کے پاس ہوگی؟ کہنے لگے کہ اب شاہ جی کے پاس پنیں رہ گئی ہیں۔ کیا کہتے ہو تم؟ کوئی دو تین اور آئے تو وہ بڑے جلال میں آ گئے اور کہنے لگے شرم کرو۔ یہاں پر میں نے کوئی دکان کھولی ہوئی ہے۔ میرا کارخانہ ہے؟ اس کے بعد ایک احراری گئے۔ انہوں نے بڑے زوردار لہجے میں کہا کہ حضرت شاہ صاحب آپ کے پاس تو ہر چیز ہوگی۔ پن ہم تلاش کر رہے ہیں۔ کہنے لگے اس کے بعد شاہ صاحب کے جلال کا پارہ اس حد تک پہنچ گیا کہ انہوں نے ماں بہن کی مغلظات شروع کر دیں۔ تو یہ ''سنت'' ہے ''امیر شریعت احرار'' کی۔ (''سید عطاء اللہ شاہ بخاری'' صفحہ 85)

تو احمدیوں کو اتنی گالیاں دی گئیں جس کی کوئی حد نہیں۔ عوام مشتعل ہو گئے، نفرت پیدا ہوگئی۔ یہ ثابت کیا گیا کہ عالم اسلام کا اجماع ہے کہ یہ منکر ختم نبوت ہیں۔ اس حالت میں آگیں لگائی

گئیں۔ منصوبے کے مطابق ربوہ میں ایک واقعہ برپا کیا گیا۔ پھر اس کے بعد یہ خصوصی کمیٹی جو تھی اس کا قیام عمل میں آیا۔ سمجھ گئے آپ اس کا Background۔

اب اس خصوصی کمیٹی کے متعلق میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ خصوصی کمیٹی کیوں قائم کی گئی۔ بھٹو صاحب نے اعلان کیا کہ میں اس سلسلہ میں خود کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ یہ عوام کا فیصلہ ہونا چاہئے اور عوام کے نمائندے اسمبلی میں موجود ہیں۔ ہم اسمبلی کے اندر ہی ایک فورم بناتے ہیں اور پورے ہاؤس کو ہم ایک خصوصی کمیٹی میں کنورٹ (Convert) کریں گے۔ اس کے سامنے ''مرزائیوں'' کا مسئلہ پیش کیا جائے گا اور شورش کاشمیری کے سامنے کہا، کھلے لفظوں میں یہ بات کہی پہلے سے۔ کیونکہ فیصلے ہو چکے تھے کہ میں یقیناً فیصلہ کروں گا۔ آپ بالکل نہ گھبرائیں اور یہ شائع شدہ چیز ہے۔ اخباروں میں چھپی ہوئی ہے، رسالوں میں موجود ہے۔ شورش صاحب نے کہا کہ دیکھو ختم نبوت کا معاملہ ہے۔

یہی نہیں حنیف رامے صاحب جن کے سامنے سرگودھا میں احمدیوں کی دکانوں کو لوٹا گیا اور مسجدیں جلا دی گئیں۔ حافظ مسعود احمد صاحب ابن حضرت بھائی محمود احمد صاحب کا میڈیکل ہال جلا دیا گیا۔ اس وقت حنیف رامے جو اس وقت پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے، وہاں پر موجود تھے۔ جس وقت 7 ستمبر کا فیصلہ ہو چکا، انہوں نے جو بیان دیا وہ پاکستان ٹائمز میں چھپا ہوا موجود ہے کہ یہ علماء آج کہتے ہیں کہ یہ سہرا ہمارے اوپر ہے۔ بھٹو صاحب کے اوپر ہم چڑھ گئے اور ہم نے کہا کہ یا تو ہم ختم کر دیں گے اس حکومت کو یا پھر تمہارا فرض ہے کہ ختم نبوت کا تحفظ کر کے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دو۔ یعنی اِدھر فیصلہ ہوا، اُدھر مٹھائیاں تقسیم کرنی شروع کی گئیں اور چند دن کے اندر اندر انہوں نے پراپیگنڈہ شروع کیا کہ یہ جھوٹ ہے۔ پیپلز پارٹی والے تو گھر سے نکلے ہی نہیں ہیں۔ یہ سارا کام تو رسول پاکؐ کے معزز علماء تھے انہوں نے سرانجام دیا ہے۔ ہم تھے جنہیں بھٹو صاحب نے قید میں ڈال دیا تھا۔ کیونکہ بھٹو صاحب نہیں چاہتے تھے کہ سہرا ہمارے نام ہو۔ ہم نے قربانیاں دی تھیں۔ پیپلز پارٹی کا کوئی شخص بھی جیل میں نہیں گیا۔ حنیف رامے صاحب کہنے لگے کہ میرے پاس علماء آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم اپنی داڑھیوں سے بھٹو صاحب کے بوٹ شریف کو صاف کرنے کے لئے تیار ہیں اگر وہ مرزائیوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیں۔

(The Pakistan Times Lahore, October,25 1974 page 8)

جب یہاں تک قصہ ہوا۔ تو اس کے بعد اس خصوصی کمیٹی کا اعلان کیا گیا۔

مگر خصوصی کمیٹی کے متعلق میں آج کُھلے لفظوں میں دنیا بھر کے دانشوروں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ کمیٹی اس لئے نہیں بیٹھی تھی کہ یہ معلوم کریں کہ جماعت احمدیہ خاتم النبیین کو مانتی ہے یا نہیں مانتی۔ وہ کمیٹی جیسا کہ دستاویزی ثبوت موجود ہیں اس لئے بیٹھی تھی کہ یہ تو ثابت کر دیا ہے ہم نے کہ ''مرزائی'' ختم نبوت کے منکر ہیں۔ اب ہم نے فیصلہ یہ کرنا ہے کہ ختم نبوت کے ''منکروں'' کو کیا سزا دی جانی چاہیئے قانونی اعتبار سے! یہی وجہ ہے کہ جس وقت یہ فیصلہ ہوا تو فیصلے کا عنوان ہی یہی تھا کہ منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔ تو یہ عجیب بات تھی کہ جو ختم نبوت کا منکر ہے اس کے متعلق تو کسی فیصلے کی ضرورت کبھی پیدا ہی نہیں ہوسکتی تھی۔ جو خدا کو نہیں مانتا اس کے متعلق کبھی اسمبلی بیٹھی ہے کہ اس کو ہم مسلمان سمجھیں یا غیر مسلم قرار دیں۔ جو ختم نبوت کا منکر ہے اس کو کون کہتا ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ تو پہلے سے فرض کر لیا گیا اُس ماحول کی روشنی میں جو قرارداد مکہ سے شروع ہوا۔ اور یہ پیشگوئی میں موجود ہے۔ ''بحار الانوار'' میں علامہ باقر مجلسی نے کہا ہے کہ جب مہدی آئے گا تو سب سے پہلے مخالفت کرنے والے مکہ کے لوگ ہوں گے۔ یہ پیشگوئی موجود ہے اس میں۔ بلکہ تفسیر صافی میں لکھا ہے کہ سورہ القیامۃ میں جو یہ آیت ہے جُمِعَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ (القیامۃ:15) چاند اور سورج کو گرہن لگے گا۔ کس زمانہ میں لگے گا، کیا تعلق ہوگا؟ تو حضرت امام جعفر صادقؒ کی روایت تفسیر صافی میں ہے کہ یہ واقعہ امام مہدی کے زمانہ میں ہوگا۔ (کتاب الصافی فی تفسیر القرآن صفحہ 745 ناشر کتاب فروشی اسلامیہ تہران 1393ق) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واضح کیا ہے کہ حقیقتاً جتنے بھی آئمہ اہل بیت تھے، وہ صاحب کشف تھے۔ صاحب الہام تھے۔ امام جعفر صادقؒ پر الہام کے طور پر یہ باتیں نازل ہوتی تھیں۔ یہ ''تذکرۃ الاولیاء'' میں بھی موجود ہے۔

یہ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی منکر ختم نبوت ہو اور اس کے متعلق دنیا کی کوئی مسلمان حکومت اسمبلی کا کروڑوں روپے خرچ کرے۔ یہ اگر آپ دیکھیں کتنا بجٹ صرف ہوا ہے۔ احمدیوں کی جائیدادیں تباہ ہوئیں۔ کھربوں روپے پاکستان کے تباہ کئے گئے۔ اسمبلی میں جانے والے ممبران کو روزانہ الاؤنس دیے جاتے تھے، عیش بھی کرتے تھے۔ رہائش کے سامان گورنمنٹ کی طرف سے ہوتے تھے۔ پھر جو اس کے اوپر خرچ کیا گیا کھربوں رقم تھی جو کہ عوام سے لئے ہوئے یا سعودی عرب

سے لئے ہوئے خزانہ سے بے دریغ خرچ کی گئی اور خرچ کی گئی تحفظ ختم نبوت کے لئے۔ اور خصوصی کمیٹی اس لئے بنائی گئی کہ یہ فیصلہ کریں کہ ختم نبوت کے منکر کو سزا کیا ملنی چاہئے۔ حالانکہ آپ سوچیں اور غور کریں کہ یہ تو ایک فیصلہ شدہ چیز تھی۔ اصل چیز تو یہ ہونی چاہئے تھی کہ یہ معلوم کیا جائے کہ آیا جماعت احمدیہ ختم نبوت کی منکر ہے یا نہیں ہے۔ بنیادی چیز تو یہ تھی۔ ایک جماعت جو پہلے دن سے کہہ رہی ہے۔ ؎

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں

بلا مبالغہ لاکھوں صفحے جن میں اشتہار، جن میں ہینڈ بل شامل ہیں وہ جماعت کی طرف سے 1974ء تک شائع ہو چکے تھے۔ قد آدم پوسٹروں کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ لیکن یہ یقین دلایا گیا جھوٹ کے ذریعے سے پھر اسی گوئبلز (Goebbels) کے پراپیگنڈہ کو اجماع امت قرار دے کر، اس پر بنیاد رکھی گئی کہ اب خصوصی کمیٹی، ان ختم نبوت کے منکروں کی سزا تجویز کرے۔

یہ میں بتا چکا ہوں کہ چونکہ رہبر اور خصوصی کمیٹی کے ذمہ یہ نہیں تھا کہ احمدیوں کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق تفتیش کی جائے بلکہ یہ تھا کہ ہم سب ان کو منکر ختم نبوت سمجھتے ہیں اب انہیں اس کی سزا ملنی چاہئے۔

اس سلسلے میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس ملک میں لاکھوں کی تعداد میں اس وقت بھی عیسائی موجود تھے کیتھولک، پراٹسٹنٹ، اور مختلف مشنوں کے۔ آپ اگر دیکھیں کہ عیسائیت تمام دنیا کی عیسائیت، جس میں Catholics بھی اور Protestants بھی Jehovah's Witness والے بھی شامل ہیں۔ وہ تمام کے تمام آخری نبی حضرت عیسیٰؑ کو تسلیم کرتے ہیں اور اس خیال سے کہ کوئی شخص مسلمان نہ ہو جائے، انجیلوں میں پادریوں کے ذریعے سے Version بنا کر شامل کی گئی ہیں۔

> ”جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو۔ جو تمہارے پاس بھیڑوں کے بھیس میں آتے ہیں مگر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیے ہیں۔“

(متی باب 7 آیت 15)

یہ اس لئے کیا گیا کہ کوئی شخص مسیح کے بعد کسی اور کی نبوت پر ایمان نہ لا سکے۔ لیکن آپ

دیکھیں محافظ ختم نبوت والوں کا یہ کارنامہ ”تحفظ ختم نبوت“ کے لئے کہ یہ الفاظ اسلام کے بدترین دشمنوں نے عیسائیوں نے، بائبل میں اس لئے شامل کئے یعنی (نیا عہد نامہ) NewTestament میں تا کہ کوئی شخص اس پیشگوئی کے بعد عیسائیوں میں سے اسلام کے دائرے میں داخل نہ ہو۔ کیونکہ اب آخری آنے والے تو حضرت عیسیٰؑ ہیں، اب جو آئے گا وہ اس کے لحاظ سے بھیڑیا ہوگا اور جھوٹا ہوگا۔ لیکن اس عبارت کو جو بائبل میں موجود ہے، تحفظ ختم نبوت والوں نے پوسٹر شائع کئے۔ میرے پاس موجود ہیں اور اس پوسٹر میں یہ ساری عبارت لکھی اور لکھا کہ حضرت خلیفہ اول ابوبکر صدیقؓ کا ارشاد اور اس کے بعد New Testament کی یہ عبارت جو آنحضرت ﷺ کے مخالف پادریوں نے شامل کی وہ درج کی اور نیچے لکھا، شائع کردہ مجلس تحفظ ختم نبوت۔

تو اصل ختم نبوت کے منکر تو وہ ہیں جنہوں نے چودہ صدیوں سے اسلام کے خلاف تحریک اٹھائی ہے۔ میرے پاس 1900ء کے پمفلٹ ہیں جو لدھیانہ سے شائع ہوئے۔ ”مسیح یا محمدؐ“ یہ اس کا نام ہے اور یہ کرسچین لٹریچر سوسائٹی کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ اس کو پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ خاتم النبیین حقیقی معنوں میں Jesus Christ ہیں۔ یہ تو انگریز کے زمانہ کی بات ہے۔ رسالہ ’خاتم النبیین“ رسالہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور سے چھپا ہے۔ پادری بوٹامل اس کے لکھنے والے ہیں، لاکھوں کی تعداد میں چھپا، گو ایک وقت میں آ کر اس کو بین (Ban) کیا گیا۔ جب بین (Ban) کیا جاتا ہے تو اس کو اور زیادہ شہرت ملتی ہے۔ اس رسالہ میں کھلے لفظوں میں بتایا گیا ہے کہ یہ جھوٹ ہے کہ آنحضرتؐ خاتم النبیین ہیں ان کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ اصل خاتم النبیین جو کہ خدا کے بیٹے بھی ہیں وہ حضرت Jesus Christ ہیں۔ تو اصل منکرین ختم نبوت تو یہ تھے جن کے متعلق اسمبلی میں فیصلہ ہونا چاہئے تھا۔ مگر یہ ساری سازش، چونکہ اس کے پیچھے عیسائی شامل تھے، ان کی پشت پناہی تھی، ان کی سکیم تھی، ان کی پلاننگ (Planning) تھی۔ اس لئے آپ حیران ہوں گے کہ 1953ء میں بھی اور 1974ء میں بھی عیسائی مشنوں نے، صوبہ خان اور دوسرے بڑے بڑے لیڈروں نے یہ اعلان کیا کہ ہم تحفظ ختم نبوت کی اس موجودہ تحریک میں ”مرزائیوں“ کے خلاف ہیں اور مجلس احرار کے ساتھ ہیں۔ کتنی حیران کن بات ہے۔ اصل میں اگر اسمبلی کو، پاکستان جو کہ اسلام کے نام پر بنا تھا، اگر فیصلہ کرنا چاہئے تھا، کوئی

سزا کے متعلق تو وہ ان لوگوں کے خلاف فیصلہ کرنا چاہئے تھا جو چودہ سو سال سے اعلان کر رہے ہیں کہ محمد عربیؐ عیسیٰ کے بعد میں ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ میرے بعد جو بھی آئے گا معاذ اللہ وہ جھوٹا ہوگا۔ کتنی بڑی گستاخی ہے۔ اس سے بڑی گستاخی کا تصور ہی نہیں ہو سکتا مگر یہ ان لوگوں کے ساتھ معانقہ کرنے والے اور ان کے ساتھ ہیں یہاں تک چھپا ’’عیسائی اور مسلمان بھائی بھائی‘‘۔

یہاں ہر فورم میں بھی یہ باتیں آتی رہیں حتّٰی کہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے ملتان سے لٹریچر شائع کیا۔ اس ایک کتاب کا نام تھا ’’مجاہدین ختم نبوت‘‘ ان میں عیسائی کا نام بھی شامل ہے۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود کے خلاف تحریریں لکھی ہیں۔ ان کا نام بھی مجاہدین ختم نبوت میں شامل کیا ہے۔

پادری کے ایل ناصر نے ایک کتاب لکھی ہے اور اس کو Dedicate (مُعَنْوَن) کیا ہے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے نام، عبداللہ معمار کے نام، الیاس برنی کے نام اور دوسرے مولویوں کے نام، تو ختم نبوت کے منکر اور یہ دونوں ایک ہی ہیں۔ دونوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین ہیں۔ میرے پاس اس فیصلہ کے بعد فیصل آباد سے ایک عالم دین آئے، مولوی سردار صاحب جو دیال گڑھ کے تھے اور یہاں ہجرت کے بعد آ گئے، ان کے بعض شاگرد تھے، یہاں آئے، کہنے لگے کہ کیا خیال ہے آپ کا۔ میں نے کہا کہ خیال ختم نبوت کے متعلق پوچھتے ہیں؟ آپ کا اور ہمارا اتنا ہی اختلاف ہے۔ آپ حضرت عیسیٰؑ کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور ہم محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ جب غیر مشروط آخری کہیں گے آپ۔ آپ کی نگاہ میں بھی عیسیٰؑ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو خاتم النبیین کون ہوئے؟ تو آپ اور عیسائی ایک ہیں۔ ہم ہیں جنہیں خدا نے ختم نبوت کا پرچم لہرانے کے لئے دنیا میں بھیجا ہے۔

سانحہ ربوہ اور صمدانی رپورٹ

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ ربوہ میں جو واقعات ہوئے اس پر ایک عدالتی ٹریبونل (Tribunal) قائم کیا گیا جسٹس صمدانی صاحب کی سربراہی میں، اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ تشریف لے گئے تھے۔ تو وہاں پر جماعت احمدیہ نے کیا حقائق پیش کئے اور کیا یہ رپورٹ شائع ہوئی؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ میرے فاضل بھائیو! میں حقیقتاً بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے اس وقت ایک نہایت بنیادی اور کلیدی سوال پیش فرمایا ہے جس سے تاریخی حقائق سمجھنے میں مدد ملے گی۔ صمدانی عدالت سانحہ ربوہ کے معاً بعد قائم کی گئی تھی اور پورا پاکستان راتوں رات پریس کی جدوجہد سے صبح سویرے آگ اور خون میں گھرا ہوا نظر آتا تھا۔ یہ ایک وسیع پیمانے پر کربلا تھی جو پورے ملک پر دیکھتے ہی دیکھتے محیط ہو گئی تھی۔

میرے برادر نسبتی جو اس وقت واہ کینٹ میں نائب قائد خدام الاحمدیہ تھے۔ چوہدری محمد الیاس عارف ان کا نام تھا۔ ایک وجیہہ اور شکیل نوجوان، سرتاپا خدمت، حضرت ماسٹر محمد ابراہیم شاد صاحب کے لخت جگر، انہیں شہید کر دیا گیا اور اس طرح پر شہادتوں کے سلسلے گوجرانوالہ اور کچھ دوسری جگہوں پر شروع ہوئے۔ اسی رات کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ میرے استاد حضرت مولانا قاضی محمد نذیر صاحب اور حضرت مولانا غلام باری صاحب سیف اور خاکسار، صمدانی کورٹ میں وکلاء کی مدد کے لئے فوراً لاہور پہنچیں۔ ہم لوگ لاہور پہنچے۔ مکرم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب امیر لاہور (اللہ تعالیٰ ان کو لمبی عمر بخشے، ان کی زندگی خدمت دین سے لبریز ہے اور وہ اس عظیم خاندان کے چشم و چراغ ہیں جو ابتدا ہی سے سلسلہ احمدیہ کے لئے خدمت کے لئے وقف ہے اور اسی خاندان میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ بطل احمدیت ہیں) نے ازراہ شفقت ہمیں رہائش کے لئے وہ کمرہ عطا فرمایا جس میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ اکثر قیام فرماتے تھے۔

لاہور کے ایثار پیشہ اور مخلص اور پُرجوش وکلاء جنہوں نے اس زمانے سے لے کر آج تک خدا تعالیٰ کے فضل سے سرتاپا جہاد بن کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عاشقوں کی قانونی لحاظ سے مدد کی ہے۔ وہ سارے وہیں پہنچے اور اس موقع پر جو فوٹو کاپیاں مختلف اخباروں کی دی گئیں۔ ان کی مدد سے خاکسار نے ایک نوٹ مرتب کیا۔ اس کا عنوان تھا ”یہ حادثہ ایک طویل سازش کا نتیجہ ہے۔“ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بھی عدالت میں تشریف لائے۔ حضور پر جو سوالات کئے گئے وہ اس زمانے کے تمام اخباروں میں نمایاں طور پر چھپے ہوئے موجود ہیں، اس کے دہرانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ جو معلومات اس وقت لاہور کے فاضل احمدی وکلاء کی خدمت میں پیش کی گئیں اس کا خلاصہ میں

مختصراً بیان کرتا ہوں۔

(یہ بالکل ایسے ہی جس طرح کہ وکلاء اپنے کیس کی تیاری کے سلسلے میں بعض چھوٹے چھوٹے نوٹ شامل کر لیتے ہیں اور تشریح ان کے ذہن میں، ان کے دماغ میں ہوتی ہے۔ حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحبؒ نے ایک دفعہ فرمایا کہ وکیل ہمیشہ کامیاب وہی ہے جو مختصر بات کرے۔ مختصر تحریر لکھے کیونکہ بے وجہ، بے مقصد، بے ضرورت کوئی ایک لفظ بھی بعض اوقات سارے کیس کو خراب کر دیتا ہے۔ یہ بہت بڑا اصول ہے دراصل اور اس کی روشنی میں یہ تحریر لکھی گئی تھی۔)

بہرحال اختصار کے ساتھ یہ نوٹ میں سنا دیتا ہوں۔

”بسم اللہ الرحمان الرحیم۔

یہ حادثہ ایک طویل سازش کا نتیجہ ہے۔

فاضل جج صاحبان تحقیقاتی عدالت 1953ء کی رائے کہ

> ”مطالبات کا (یعنی احراری مطالبات کا) بچہ ابھی زندہ ہے اور راہ دیکھ رہا ہے کہ کوئی آئے اور اسے اٹھا کر گود میں لے لے۔ (دیکھیں یہ کتنی بصیرت افروز رائے فاضل جج صاحبان نے دی۔ مسٹر جسٹس منیر تھے اور جسٹس کیانی تھے) اس مملکت خداداد پاکستان میں سیاسی ڈاکوؤں، طالع آزماؤں اور گمنام و بے حیثیت آدمیوں غرض سب کے لئے کوئی نہ کوئی روزگار ہے۔“

(”رپورٹ تحقیقاتی عدالت“ اردو صفحہ 307)

ان سب حوالوں کی فوٹو کاپی ہم نے ساتھ لگائی ہے۔

پلان۔(1) 1974ء کے آغاز سے پلاننگ کو عملی جامہ پہنانے کا فیصلہ۔ (”چٹان“ 7 جنوری 1974 صفحہ 10)

(2) ”ربوہ کو اس غرض کے لئے نشانہ بنایا جائے گا۔“

یعنی اس پلان میں یہ شامل تھا کہ بجائے لاہور کے ہم نے یہ جو منصوبہ ہے اس کا آغاز ربوہ سے کرنا ہے۔

اور یہ ”لولاک“ 19 اپریل 1974ء صفحہ 8 اور ”لولاک“ 18 جنوری 1974ء صفحہ 7 میں

موجود ہے اور یہ جناب شورش صاحب کی تقریر ہے جو انہوں نے گوجرانوالہ میں کی تھی۔

(3) اس سکیم میں طلباء کو آلہ کار بنایا جائے۔

(''لولاک'' 18 جنوری 1974 صفحہ 5 و 7۔ ''لولاک'' 19 اپریل 1974 صفحہ 5)

(4) 1953ء میں ہمارا خون بہا تھا۔ اب مرزائیوں کی باری ہے۔

(''لولاک'' 18 جنوری 1974 صفحہ 8)

اس مقصد کی تکمیل کے لئے جو ماسٹر پلان بنایا گیا تھا اب اس کے خدوخال آپ ملاحظہ فرمائیں۔

الف: **غلط افواہیں۔**

(1) سیاسی اور مذہبی رنگ میں مثلاً جماعت احمدیہ اسرائیل کی ایجنٹ بن کر پاکستان کو تباہ کرنا چاہتی ہے۔ (''چٹان'' 12 نومبر 1973ء صفحہ 4)

(2) احمدیوں نے کلمہ بدل دیا ہے۔

(''چٹان'' 10 دسمبر 1973ء صفحہ 10)

(3) قرآن میں تحریف کر دی ہے۔

(''ترجمان اسلام'' لاہور 31 اگست 1973ء صفحہ 7)

(ب) احمدیوں اور عوام کو مشتعل کرنے کے لئے دل آزار اور نازیبا تحریرات۔

(''چٹان'' 19 نومبر 1972ء صفحہ 18، ''ترجمان اسلام'' 20 جولائی 1973ء صفحہ 11
''چٹان'' 27 اگست 1973ء صفحہ 4، ''چٹان'' 21 جنوری 1974ء صفحہ 13)

(یہ دیکھیں وہ قصہ تو 22 اور 29 مئی کو ہوا ہے اور یہ جنوری 1974ء ہے۔ پہلا 27 اگست 1973ء ہے۔)

(''ایشیا'' (جماعت اسلامی کا ترجمان) 24 فروری 1974ء صفحہ 5، ''چٹان'' یکم اپریل 1974ء،
''لولاک''۔ 19 اپریل 1974ء صفحہ 5 تا صفحہ 8)

''لولاک'' جمیعت علماء اسلام کا ترجمان ہے۔

ان سے مقصود یہ تھا کہ احمدیوں کو بھی مشتعل کیا جائے اور عوام کو بھی مشتعل کیا جائے...

(**ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔** مولانا تاج محمود صاحب اس کے ایڈیٹر تھے)

یہ اشتعال انگیزی کی ایک فضا تھی جس کے قائم ہونے کے بعد اور جب یہ بڑھ گئی اور وہ پلان جو کہ ربوہ پر بنایا گیا تھا اور جو استعماری طاقتوں کی سرپرستی میں شاہ فیصل اور بھٹو صاحب اور "**علماء ھم**" کی سازباز کے نتیجے میں تھا۔ جب اس کا اصل ماسٹر پلان قریب آ گیا تو اس پر پھر شورش کاشمیری صاحب نے اپنے نام کی طرح شورش کی انتہا کر دی کہ "اب ربوہ کے تباہ ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔"

یہ ان کی بہت بڑی لمبی نظم ہے جس کا مفہوم یہ تھا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ربوہ کو تباہ کر دیا جائے۔ ("چٹان" 8 اپریل 1974ء)

اس کے بعد اس نوٹ میں یہ بتایا گیا کہ پاکستانی پریس نے یہ اعتراف کیا کہ یہ حادثہ ایک طویل سازش کا نتیجہ ہے۔

("اخبار جہاں" کراچی۔ 12 جون 1974ء اداریہ، اخبار "آثار" 3 تا 10 جون 1974ء)

یہ غالباً لاہور سے چھپتا تھا۔ اس کے اداریئے میں یہ انکشاف موجود ہے۔

جو رپورٹیں شائع کی گئیں اخبار کی طرف سے، وہی اخبار جس کی مدح سرائی میں میں نے حوالہ پیش کیا تھا "امیر شریعت احرار" کا۔ عنوان تھا:۔

"پانچ ہزار مسلح افراد کا حملہ"

یعنی چند طالب علم وہ تھے اور چند وہ تھے۔ اس حادثہ کے وقت میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا۔ ساری جماعت کے افراد اپنا اپنا کام کر رہے تھے اور چند افراد وہاں ہوں گے۔ پہلے تو یہ بنایا گیا کہ یہ مرزا ناصر احمد صاحب کی شرارت تھی۔ جب حضورؒ کی وفات ہوئی تو پھر کتابیں جو چھپیں اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا نام دیا گیا کہ ساری پلاننگ ان کی تھی۔ کیونکہ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ خلیفہ تھے تو اس وقت ٹارگٹ حضورؒ کی شخصیت کو بنایا گیا۔ جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ تخت خلافت پر خدا کی طرف سے جلوہ گر ہوئے تو پھر ان ظالموں نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا نام لکھا۔

ایک عنوان تھا: "پانچ ہزار مسلح افراد کا حملہ"

("نوائے وقت" 30 مئی 1974ء صفحہ 1 کالم 2-3)

یہ نوائے وقت 30 مئی 1974ء نے جلی عنوان کے ساتھ شائع کیا۔ حمید نظامی تو اللہ کو پیارے ہو گئے جو کہ صف اول کے مسلم لیگی تھے، جنہوں نے ہر موقع پر جماعت کی تائید کی۔ انہیں پتا تھا کہ جماعت احمدیہ ہی ہے جس نے بحیثیت جماعت حضرت قائداعظم کا ساتھ دیا تھا۔ 1953ء میں بھی انہوں نے جماعت کے حق میں اور ملاؤں کی سازش کے خلاف پرزُور بیان دیا ہے۔ اس وقت کا پریس آپ دیکھ لیں، ساری تفصیلات موجود ہیں۔ حمید نظامی صاحب نے تو مودودی صاحب کو باقاعدہ چیلنج کیا تھا کہ آپ ہم پر مقدمہ چلائیں۔ دراصل آپ کو اسلام سے کوئی غرض نہیں۔ آپ کا مقصد اپنی حکومت کا قیام ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور 15 جولائی 1955ء صفحہ 3) قائداعظم کو چونکہ حکومت مل گئی اس لئے وہ بغض اور کینہ آج تک نہیں گیا اور اب غدار ہیں جنہوں نے کشمیر کے جہاد کو تہس نہس کرنے کے لئے سکھوں اور ہندوؤں سے سازش کر کے فتویٰ دیا کہ یہ جہاد نہیں ہے، یہ فساد ہے اور قرآن کے خلاف ہے۔

میں پرانا ریکارڈ دیکھ رہا تھا۔ چوہدری غلام عباس صاحب کا انٹرویو ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' میں چھپا ہوا موجود ہے کہ میں مودودی صاحب سے ملا تو کہتے ہیں کہ ہم نے فتویٰ ہی نہیں دیا۔ جب 1953ء کی تحقیقاتی عدالت میں پیش کرنے کے لئے میں نے کوشش کی تو ترجمان القرآن جون 1948ء کا پرچہ جس میں کہ کشمیر کے متعلق وہ فتویٰ تھا کہ جب تک ہمارے معاہدات انڈیا کے ساتھ ہیں از روئے قرآن ہم کوئی مسلح کارروائی نہیں کر سکتے۔ یہ کہیں بھی نہیں مل سکا۔ حتی کہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور مشہور ہے۔ اس میں پرچہ موجود تھا۔ عنوان یہ تھا کہ ''مسئلہ کشمیر۔'' عنوان میں یہ چیز رکھی گئی تھی مگر آگے جب دیکھا تو وہ صفحہ ہی غائب تھا۔ مجاہدین جماعت اسلامی نے غائب کر دیا تھا۔ آخر اللہ نے فضل کیا وہ ہمیں مل گیا وہ عدالت کے سامنے پیش کیا۔ تو حمید نظامی نے چیلنج کیا کہ تم غدار ہو۔ ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' وہ مجھے بعد میں ملا۔

تو ایک تو وہ حمید نظامی کا زمانہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ بہت شیر دل انسان تھے۔ جماعت سے بہت ہی محبت رکھنے والے، بہت ہی خیال رکھنے والے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ فقط یہی جماعت ہے، جس نے اپنے امام کی اطاعت میں سربکف ہو کر دیوانہ وار جہاد پاکستان میں حصہ لیا ہے۔

جب حمید نظامی صاحب کی وفات ہوئی تو مجید نظامی صاحب پڑھ رہے تھے۔ ان کو شروع

میں ہی جماعت اسلامی نے Grip کرلیا تھا۔ یہاں پر آئے تو پھر ہر حرکت جو ہوئی، جو اداریے لکھے گئے، آج تک لکھے جارہے ہیں، جماعت اسلامی کی روح اس کے اندر شامل ہے۔ بہرکیف سب سے بڑھ کر پراپیگنڈہ میں حصہ ’’نوائے وقت‘‘ نے لیا اور آج تک یہی صورت ہے۔ یہ پالیسی بدلی نہیں۔ آپ اگر دیکھیں گے اخباروں کو پڑھیں گے اور اداریوں کو دیکھیں، سیٹنگ کو دیکھیں، ایجنسیوں کی خبروں کے اوپر جونشان لگائے جاتے ہیں۔ یہ ساری چیزیں ہیں جن کے پیچھے جماعت اسلامی بول رہی ہے۔ تو اس وقت بھی سب سے زیادہ پراپیگنڈہ جماعت کے خلاف ’’نوائے وقت‘‘ نے کیا ہے۔

’’نوائے وقت‘‘ نے عنوان دیا:۔

’’پانچ ہزار مسلح افراد کا حملہ‘‘

(’’نوائے وقت‘‘ 30 مئی 1974ء صفحہ 1 کالم 2-3)

ایک ’’مشرق‘‘ نے دیا۔

’’ربوہ ریلوے سٹیشن پر مسلح طلباء نے ملتان کے طلباء پر حملہ کر دیا۔
پینتیس افراد زخمی۔‘‘

(’’مشرق‘‘ 30 مئی 1974ء صفحہ 1 کالم 2-3، 5)

’’مشرق‘‘ نے کچھ شرافت کا ثبوت دیا یعنی خبر سازی میں انہوں نے تھوڑا بہت شرافت کا نمونہ دکھایا ہے مگر خبر سازی میں شاہکار تو ’’نوائے وقت‘‘ ٹھہرا اور نوبل پرائز اگر جھوٹ پر ملنا چاہئے تو میں سمجھتا ہوں کہ اکیسویں صدی میں ’’نوائے وقت‘‘ کو ملنا چاہئے۔

’’مساوات‘‘ نے لکھا کہ

’’لائل پور ٹرین پہنچی۔ طلباء کا لاؤڈ سپیکر پر قبضہ، ہنگامہ، شہر میں
جلوس نکالا۔‘‘

(’’مساوات‘‘ 30 مئی 1974ء صفحہ آخر)

یہ پیپلز پارٹی کے آرگن نے شائع کیا۔

اور نوائے وقت کی ایک اور خبر ہے۔ اس کے بعد یکم جون کی کہ

’’ربوہ ریلوے سٹیشن پر نشتر میڈیکل کالج کے طلباء پر کیا گذری۔‘‘

(’’نوائے وقت‘‘ یکم جون 1974ء صفحہ 1 کالم 1، 2)

اسی طرح PakistanTimes 2 جون میں بھی خبریں آئیں۔ اس کا حوالہ اس میں ہے۔

پھر یہ کہ نوائے وقت نے لکھا کہ:۔

’’زخمی طالب علموں کی حالت بہتر ہے۔‘‘

دیکھیں خدا کی قادرانہ تجلی! آج تک ملاّؤں نے جو کتابیں لکھی ہیں اشتعال دینے کے لئے اس میں یہ سارے فسانے موجود ہیں مگر ’’نوائے وقت‘‘ 2 جون 1974ء صفحہ 1 کالم 7 پر یہ عنوان چھپا کہ

’’زخمی طالب علموں کی حالت بہتر ہے۔ اعضاء کاٹنے کی ساری افواہیں بالکل بے بنیاد ہیں‘‘۔

اسی طرح پھر 4 جون 1974ء صفحہ 1 پر ہے۔

’’اعضاء کاٹے جانے کی افواہیں بالکل غلط ہیں۔‘‘

آخر کچھ شرم آ گئی۔

ایک خبر نوائے وقت نے دی کہ

’’تحریک استقلال کے کارکن قادیانیوں کے خلاف تحریک میں بھرپور حصہ لیں۔‘‘

(’’نوائے وقت‘‘ 9 جون 1974ء صفحہ 2 کالم 5)

ایک خبر نوائے وقت 12 جون 1974ء میں یہ دی گئی کہ

’’ربوہ میں قادیانیوں کے تعینات کردہ ڈپٹی کمشنر اور ایس پی کو گرفتار کر لیا گیا۔‘‘ (صفحہ 1 کالم 3-4)

اب یہ مبہم سی خبر ہے۔ جو لفظ اس رپورٹ میں مَیں نے لکھے تھے اب وہی سنا رہا ہوں۔ بعد میں چیکنگ بھی کرنی چاہیئے۔ (صدر عمومی ربوہ اور ناظر امور عامہ مراد ہیں۔)

جماعت اسلامی کا ہمیشہ طریق یہ رہا ہے کہ وہ چُھپ کر وار کرتی ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ کتاب ''اسلامی ریاست'' میں موجود ہے کہ اگر صالحین کے پاس طاقت ہو اور وہ مسلح ہوں تو ان کا فرض ہے کہ بزور شمشیر ملک میں انقلاب برپا کریں۔ (''اسلامی ریاست'' نمبر 10 صفحہ 41-42 ناشر مکتبہ جماعت اسلامی۔ ذیلدار پارک۔ اچھرہ۔ لاہور)

تو فرید پراچہ جو آج کل بہت چہک رہے ہیں۔ انہوں نے یہ اشتعال انگیز خبر دی اور ''مساوات'' 15 جون 1974 صفحہ 2 کالم 3 پر ہے۔ عنوان دیکھیں۔

''اگر یہ مسئلہ حل نہ ہوا تو جہاں کوئی احمدی ملے گا، قتل کر دیا جائے گا۔''

اور آج یہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کچھ کیا ہی نہیں۔ ہم تو مصلحین ہیں۔ مؤمنین ہیں اور عظیم الشان کام کرنے والے ہیں۔

یہ وہ ایک خاکہ تھا جو میں نے ان کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت قاضی محمد نذیر صاحب اور حضرت مولانا غلام باری سیف صاحب نے بھی اس کو منظور فرمایا۔ اب جہاں تک تعلق ہے اس چیز کا کہ وہ شائع ہوئی یا نہیں ہوئی۔ بیان تو حضور کا شائع ہوا لیکن حکومت اور علماء نے گٹھ جوڑ کر کے صمدانی عدالت رپورٹ کو سیل کر دیا۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جو وہاں بیان دیا آپ بتائیں گے کہ وہ کیا تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اس میں حضورؒ نے جو بیان فرمایا اس میں موٹی بات یہ تھی کہ مجھے تو اس وقت پتا چلا جس وقت کہ اخباروں نے یہ خبر دی۔ باقی کچھ اور سوالات کئے گئے مگر ان کی تفصیل اس وقت چونکہ مجھے مستحضر نہیں۔ بحیثیت مؤرخ کے مجھے اس میں قدم نہیں رکھنا چاہئے۔ وہ بڑی تفصیل سے چھپا ہوا موجود ہے اور اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ وہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔ اور میں سامعین سے بھی کہتا ہوں۔ بزرگوں سے بھی عرض کروں گا کہ وہ ضرور پڑھیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوگا کہ **خلیفہ وقت خدا کا شیر ہوتا ہے**۔ آگ لگی ہوئی ہے اور خدا کا شیر وہاں پر پہنچ کر حقائق کو بیان کر رہا تھا۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ مولانا! اب ہم قومی اسمبلی کی طرف چلتے ہیں۔ آپ یہ فرمائیے کہ رہبر کمیٹی، خصوصی کمیٹی ایک ہی چیز تھیں یا الگ الگ کمیٹیاں تھیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ پورے ایوان کو خصوصی کمیٹی کا درجہ دیا گیا تھا۔ جیسا میں نے عرض کیا ہے پورا ایوان جو تھا اس کو کنورٹ (Convert) کیا گیا تھا خصوصی یا سپیشل کمیٹی میں۔ اس کا کورم نمائندگی کے لحاظ سے چالیس ممبروں کا مقرر کیا گیا تھا۔ تیس اس میں پیپلز پارٹی کے ممبر نمائندہ تھے اور دس اپوزیشن کے تھے۔ تو یہ اجلاس ہوتے تھے اسمبلی ہال میں۔

تو یہ خصوصی کمیٹی کہلاتی ہے۔ اس کمیٹی کے اندر جس طرح کمیٹی در کمیٹی ہوتی ہے۔ ایک کمیٹی اور مقرر کی گئی جو کہ ان کی راہنمائی کے لئے لائن تجویز کرتی تھی۔ خاکے تیار کرتی تھی، راہنمائی کرتی تھی۔ یہ رہبر کمیٹی (Steering Committee) تھی اور اس میں عبدالحفیظ پیرزادہ تھے، مفتی محمود صاحب تھے۔ اور اسی طرح اور بھی بعض اراکین تھے۔ (تو اس واسطے یہ اس کمیٹی کا وہ حصہ تھا جس کی طرف سے قرارداد پیش کی گئی۔) جس وقت خصوصی کمیٹی کے اجلاس مکمل ہو گئے تو اس کمیٹی نے قرارداد ایوان کے سامنے پیش کی اور وہ قرارداد دراصل بھٹو صاحب کی مصلحت خاص اور علماء کی چالاکی سے، 1973ء کے آئین میں وہ جو حلف نامے تھے، اس میں موجود تھی اور اس ساری قرارداد کی عبارت پرویزی خیال کے وزیر مملکت ملک جعفر خان کی تحریر کردہ تھی۔

1973ء کا آئین اور پیش کردہ قرارداد

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ جیسا کہ آپ نے بیان فرمایا کہ جماعت احمدیہ کے خلاف اس قرارداد کے پیش کرنے میں مسلسل مہم جوئی ہے اور فوری محرک کے طور پر ربوہ ریلوے سٹیشن کا واقعہ بنایا گیا۔ اور پھر اس کے نتیجے میں 7 ستمبر کا فیصلہ ہوا ہے۔ قومی اسمبلی میں اس حوالہ سے کیا قرارداد پیش ہوئی جس کی بناء پر یہ فیصلہ کیا گیا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ بہت ہی اہم سوال ہے لیکن میں نہایت ادب سے پیشتر اس کے کہ قرارداد کا متن آپ بزرگوں کی خدمت میں عرض کروں، یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس قرارداد کی بنیاد نہایت چالاکی سے، شاطرانہ چالوں کے ساتھ پاکستان کے کانگریسی ملّاؤں نے 1973ء میں رکھ دی تھی۔ اور وہ بنیاد رکھی گئی 1973ء کے آئین میں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ بھٹو صاحب جنوبی ایشیا کی فرمانروائی اور قیادت اور لیڈرشپ کے خواب دیکھ رہے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ قوم کو جو مشرقی پاکستان کے الگ ہونے کے بعد بڑی منتشر صورت میں تھی، کم از کم اس کو سنبھالا دے کر متفقہ آئین (Constitution) پر جمع کر دیں۔ یہ بات بہت ضروری تھی اور قابل ستائش تھی کہ جو بچا کچھا ملک تھا حضرت قائداعظم کا، کیونکہ اصل ملک تو وہ تھا جس میں اکثریت بنگال کے بزرگوں کی تھی۔ یہ تو ایک واضح حقیقت ہے۔ بعض نے اس وقت کہا کہ اب قائداعظم کا یہ تو پاکستان نہیں رہ گیا کیونکہ حضرت قائداعظم کے پاکستان میں تو Majority مشرقی بنگال کی تھی۔ تو اب یہ بھٹو صاحب کا ایک نیا پاکستان ہے۔ تو اب جو کہنا چاہئے کہ بھٹو صاحب کے پاکستان نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ بھٹو صاحب چاہتے تھے کہ یہ سہرا ان کے سر بندھے کہ جو میرا پاکستان ہے اس میں Unanimously First Constitution جو تیار کیا جائے پیپلز پارٹی کی طرف سے وہ متحدہ طور پر ہو اور پولیٹیکل (Political) طور پر یہ بہت بڑا کریڈٹ ہے جو کسی قائد کو جا سکتا تھا۔ بہت کم ملکوں کے لیڈروں کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہے کیونکہ اپوزیشن موجود ہوتی ہے۔ Majortiy پر عام طور پر فیصلے ہوتے ہیں۔ بہت کم قانون ہیں جن کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ متفقہ طور پر منظور کئے گئے۔ پہلے ان کے ریزولیوشن رکھے گئے اور اس کے بعد پھر ان کی منظوری دی گئی اور پھر وہ قانون بنے۔ بہرحال سہرا باندھنا پیش نظر تھا اور سہرا باندھنا ہی دراصل ہمارے مذہبی اور سیاسی لیڈروں کا مذہب رہا ہے۔

چنانچہ جناب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا بیان ''تسنیم'' میں چھپا ہوا موجود ہے 1953ء میں۔ آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ مولانا نے ایک بیان دیا کہ میں ''قادیانیوں'' کے خلاف جو تحریک اٹھی ہے اس میں اپنا حصہ ڈالنے کے لئے 1953ء کی اس ایجی ٹیشن میں مجلس احرار کے ساتھ شامل ہوا لیکن میں اب اس سے بریت کا اعلان کرتا ہوں۔ اس واسطے کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ دراصل احراری اپنے مقاصد کے لئے مسلمانوں کے سروں کے سودے کر رہے ہیں اور ان کے سامنے تحفظ ختم نبوت نہیں بلکہ نام کا سہرا ہے اور وہ تحریک جس کی بنیادیں یہ ہوں کہ ہم نے سہرا باندھنا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی، تو سہرا باندھنے کا ہی مذہب ہے دراصل۔ تو یہ سہرا باندھنا چاہتے تھے۔

(روزنامہ ''تسنیم'' لاہور 2 جولائی 1955ء صفحہ 3 کالم 5-4)

کانگریسی ملاؤں نے سیاست کانگریس کے لیڈروں کے چرنوں میں بیٹھ کر 1918ء سے 1947ء تک سیکھی۔ یہ چانکیہ جو بدھ کے زمانے کا مشہور چالاک اور عیار قانون دان تھا اور ٹیکسلا کی یونیورسٹی کا پروفیسر بھی تھا وہ چنیوٹ کا رہنے والا تھا۔ اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ چنیوٹ کا خمیر کہاں سے اٹھا ہے۔

اب دیکھیں کیا کارروائی کی ہے۔ یہ میں کوئی خیالی بات نہیں کر رہا میری عمر اس وقت اسّی سال کے قریب ہے۔ میں نے لاکھوں صفحے پڑھے ہیں۔ ان حضرات کی بھی میری لائبریری میں کتابیں موجود ہیں۔ جو بات ہوئی اس کو سمجھیں۔ چونکہ بھٹو صاحب یہ سہرا باندھنا چاہتے تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسا ضرور چاہیئے تھا کیونکہ وہ قوم جس کو اتنا دردناک سانحہ پیش آیا جو قیامت سے کم نہیں تھا۔

مجھے یاد ہے کہ جب میں نے ریڈیو پر سقوط ڈھاکہ کی خبر سنی تو زار و قطار میں رونے لگا کیونکہ قیام پاکستان میں جماعت احمدیہ نے اس شان سے حصہ لیا ہے کہ وہ بے نظیر ہے۔ آپ اگر مطالعہ کریں مولانا رئیس احمد جعفری کی کتاب ''قائداعظم اور ان کا عہد'' کا، اس میں لکھا ہے کہ ڈاکٹر ہارون الرشید، یہ احمدی تھے اور شیخ محمد یوسف صاحب کے فرزند تھے۔ گڑھ مکتیشر میں جب فساد ہوا اور مہاسبھائی غنڈوں نے مسلمانوں کا اس موقع پر قتل عام کیا تو ڈاکٹر ہارون الرشید جو پُرجوش مسلم لیگی تھے اور اس وقت طبی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ اس وقت غنڈوں نے ان کو بھی گولی مار کر شہید کر دیا تھا۔ اس کے بعد وہاں لکھا ہے کہ ان کے گرد ان غنڈوں نے گھیرا ڈالا اور گھیرا ڈالنے کے بعد ان کی بیوی سے کہا کہ کپڑے اتار دو اور اس کے بعد یہ کہا کہ یا تو ہم میں سے کسی کے ساتھ شادی کر لو ورنہ تمہیں بھی ختم کیا جاتا ہے۔ بیچاری پاگل ہوگئی۔ سامنے ندی چل رہی تھی۔ اس نے اسی طرح برہنہ صورت میں چھلانگ لگا دی۔ میلوں کے بعد یہ بظاہر جو لاش تھی وہ ایک گاؤں کے قریب جو پہنچی تو ایک مسلمان نے اس کو دیکھا اور جلدی سے نعش کو باہر نکالا۔ اس کے دل میں آیا کہ ہوسکتا ہے کہ ابھی یہ زندہ ہو۔

چنانچہ اس وقت خدا نے اپنے فضل کے ساتھ یہ سامان کیا کہ اس احمدی خاتون کو جن کا اصلی وطن لاہور تھا، پانی نکالنے کی کوشش کی گئی اور آہستہ آہستہ سانس جاری ہوگیا۔ پھر اللہ کے فضل

سے وہ اٹھ بیٹھی۔ اس نے پھر ساری کہانی بیان کی۔ اس کے بعد اس بیچارے نے اللہ اس کو جزائے خیر دے۔ پتا نہیں اب دنیا میں ہیں یا نہیں اللہ تعالی ہزاروں ہزار رحمتیں بھیجے۔ اس وقت دراصل ہر مسلمان ہی مظلوم تھا۔ اس بزرگ نے پھر ان کو لاہور بھجوا دیا۔ یہ تفصیل مولانا رئیس احمد صاحب جعفری مؤرخ پاکستان کی کتاب میں موجود ہے۔

(''قائداعظم اور ان کا عہد'' از مولانا رئیس احمد جعفری صفحہ 613-614 ناشر مقبول اکیڈمی شاہراہ قائداعظم۔ لاہور)

پاکستان بنانے میں ہماری احمدی مستورات کا خون شامل ہے۔ اس وجہ سے پاکستان پر جو معمولی سی بات بھی آتی ہے تو احمدیوں کا دل زخمی ہو جاتا ہے۔ قیامت اس پر ٹوٹتی ہے اس لئے کہ بنانے والوں میں جماعت احمدیہ ہے۔ احرار تو قائداعظم کو کافر اعظم کہنے والے تھے۔ پاکستان کا نام پلیدستان رکھنے والے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان دنوں جو مختلف مواقع پر خطاب فرمائے، نہایت درد کے ساتھ فرمایا کہ پاکستان اور جماعت کی مثال یہ ہے کہ دو عورتیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پیش ہوئیں۔ دونوں کا یہ دعویٰ تھا کہ بیٹا ہمارا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام (یہ حدیث میں بھی موجود ہے اور بائیبل میں بھی یہ تذکرہ ملتا ہے اور اسی طرح اولیاء امت نے بھی اپنے لٹریچر میں بھی اس کو بار بار پیش کیا ہے۔) فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ مجھے تو کچھ پتا نہیں ہے کہ کون اس کی ماں ہے۔ میں تو یہ کر سکتا ہوں غیر جانبدار جج کی حیثیت سے کہ خنجر لے کر اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دوں۔ ایک حصہ تمہیں دے دیتا ہوں۔ ایک اس کو دے دیتا ہوں۔ تو جو اصل ماں تھی وہ روتے ہوئے ان کے قدموں میں گر گئی کہ خدا کے لئے اس بچے کو ذبح نہ کریں، میں جھوٹ بول رہی تھی یہ بیٹا اس کو ہی دے دیں۔ اس پر حضرت سلیمانؑ کو یقین ہوا کہ اصل ماں یہی ہے اور دوسری ماں کہنے لگی سبحان اللہ ''کیا مساوات محمدی قائم کی گئی ہے!''

تو آپ نے فرمایا ہمارا بھی دل اور جگر زخمی ہے۔ کوئی ہمارے ان زخموں کو دیکھے تو اسے اندازہ نہیں ہو سکتا، تو میں بھی زار و قطار رو پڑا۔ تو اصل پاکستان وہ تھا اور احرار نے عوامی لیگ سے مل کر یہ ساری شرارت کرائی ہی اس لئے تھی۔ احراری لیڈر عوامی لیگ میں اس لئے شامل ہو گئے تھے کہ 1953ء میں چونکہ اسمبلی میں اکثریت مشرقی پاکستان کے ممبروں کی تھی۔ انہوں نے اس کو بالکل

ردکر دیا تھا۔ اس لئے احرار نے یہ سمجھا کہ جب تک یہ مشرقی پاکستان الگ نہ ہو جائے اس وقت تک ہمیں ان ممبروں کی، جو کہ ختم نبوت پر ہمارا ساتھ دینے والے ہیں، اکثریت نہیں مل سکتی۔ دراصل یہ قصہ تھا۔

مسٹر بھٹو چاہتے یہی تھے کہ متفقہ آئین بنے اور یہ اس وقت کے پاکستان کا تقاضا تھا۔ تو اس موقع پر چانکیہ اور میکاولی کے ان بروز ملّاؤں نے نہایت چالاکی اور عیاری اور مکاری کے ساتھ اپوزیشن کے لیڈروں پر زور ڈالا کہ بھٹو صاحب سے اتنا تو ضرور کہا جائے۔ جب آئین میں ہم نے یہ شامل کر دیا ہے کہ یہ مسلم مملکت ہے اور اس بات پر بھی ہم متفق ہو چکے ہیں کہ بحیثیت مسلم مملکت کے آئینی لحاظ سے پاکستان کا صدر اور وزیر اعظم مسلمان ہی ہو سکتا ہے تو یہ ایک مسلّمات میں سے ہے لہٰذا اس کے آخر میں اپنڈیکس (Appendix) کے طور پر وہ حلف بھی ہونا چاہئے کہ جس میں یہ دونوں حلف اٹھائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ یہ مرحلہ تھا جو اس وقت پیش ہوا اور بھٹو صاحب کے لئے بھی یہ آسان بات تھی کیونکہ ڈائریکٹ اگر یہ کہا جاتا کہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے تو وہ تیار نہ ہو سکتے تھے۔ کیونکہ نیا نیا یہ قصہ ہوا تھا اور نہ اس کی ضرورت انہیں تھی اور نہ ملّا یہ چاہتا تھا کہ اس وقت یہ کیا جائے۔ بنیاد رکھنی ضروری ہے۔ بنیاد اس چیز پر رکھی کہ دو حلف رکھے گئے۔

1956ء کا آئین جو چوہدری محمد علی صاحب کے زمانے میں سب سے پہلا قائداعظم کے بعد بنایا گیا، اس میں اتنا تو کہا گیا ہے کہ یہ اسلامی مملکت ہے لیکن یہ کہ اس میں صدر اور وزیر اعظم کو کوئی حلف اٹھانا پڑے گا کہ میں ایک مسلمان ہوں، نہ تھا۔ آج تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے یورپ کے دوروں میں مختلف آئین دیکھے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ جنوبی ایشیا کے دیکھیں، افریقہ کے دیکھیں، آئین کی بنیاد یہ ہوتی ہے جہاں تک کسی کے عقیدے کا تعلق ہے کہ جو شخص جو عقیدہ رکھتا ہے اس پر بنیاد رکھی جاتی ہے۔ محمد عربی نبیوں کے سردار رسول پاک ﷺ نے مدینہ میں جو سب سے پہلی مردم شماری کئے جانے کا ارشاد فرمایا۔ مسلم کی روایت موجود ہے کہ **“احصوا لی کم یلفظ الاسلام”** (**صحیح مسلم کتاب الایمان باب جواز الاستسرار بالایمان للخائف**) مدینہ کی اسلامی حکومت میں ہر اس شخص کو مسلمان کے طور پر رجسٹر کیا جانا چاہئے جو اپنے تئیں اسلام کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

اب ساری دنیا میں یہی قاعدہ ہے۔ اس واسطے براہ راست وہ نہیں چاہتے تھے لیکن بنیاد رکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے جو حلف اس وقت انہوں نے پیش کیا اور جو Unanimously منظور کر لیا گیا، یہ وہی الفاظ تھے جو کہ بعد میں 7 ستمبر کے ریزولیوشن میں پیش کئے گئے کہ

> ”میں حلف اٹھاتا ہوں کہ... محمد رسول اللہ آخری نبی ہیں اور میں غیر مشروط طور پر آنحضور ﷺ کے ختم نبوت پر اور ان کے بعد کسی اور نبی کے نہ ہونے پر ایمان لاتا ہوں۔“

یہ حلف اس میں شامل کیا گیا۔ یہ بنیاد تھی اصل میں اس قرارداد کی۔ اب قرارداد کے الفاظ میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ قرارداد کے الفاظ اب دیکھ لیں۔ 1973ء کے آئین کی کاپی آپ دیکھیں۔ Appendix I & II کو اسٹڈی کریں۔ بالکل یہ الفاظ تھے جو اس وقت اس میں شامل کئے گئے تھے۔

اب قرارداد کے الفاظ:۔

> ”جو شخص حضرت محمد ﷺ جو آخری نبی ہیں، کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا۔“

یعنی یہ تسلیم نہیں کرتا کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں۔ اس پر میں زور دینا چاہتا تھا کہ قرارداد کی رُوح، نیوکلیئس اور بنیادی نکتہ یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ غیر مشروط طور پر آخری نبی ہیں۔

> ”اور جو شخص اس کو نہیں مانتا یا جو حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔“

"They are not Muslims for the purpose of constitution and law"

This was the wording of Bhutto Parliament in 1974.

قومی اسمبلی میں پیش کردہ قراردادیں

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ مولانا! ہم یہ پوچھنا چاہیں گے کہ یہ ایک ہی قرارداد تھی یا اپوزیشن کی طرف سے بھی کوئی قرارداد پیش کی گئی تھی...؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اپوزیشن کی طرف سے بھی قرارداد تھی لیکن پھر چونکہ رہبر کمیٹی میں اپوزیشن لیڈر مفتی محمود صاحب آ گئے اس وجہ سے اس کا ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ تو اپنا سہرا باندھنے کے لئے تھی نا! ورنہ انہیں بھی پتا تھا کہ پیپلز پارٹی تو اپنی قرارداد کو ہی پیش کرے گی۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہ قرارداد کس نے پیش کی تھی اور اس کے محرکین کون کون سے تھے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ پیش کرنے والے تو جناب عبدالحفیظ پیرزادہ وزیر قانون تھے۔ اور ان کے ساتھ دستخط کرنے والے مولانا مفتی محمود صاحب جمیعت علمائے اسلام کے سربراہ، مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی صاحب جمیعت علمائے پاکستان کے، جناب پروفیسر غفور احمد صاحب جماعت اسلامی کے راہنما، جناب غلام فاروق صاحب، جناب چودھری ظہور الٰہی صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں، جناب سردار مولا بخش سومرو صاحب، یہ تو محرکین تھے۔

لیکن میں اس موقع پر مزید ایک بات ضرور کہنا چاہتا ہوں۔ وہ بات یہ ہے اور بڑی حیرت کی بات ہے کہ یہ قرارداد جو پیش کی گئی اس میں سب سے زیادہ پُرجوش مفتی محمود تھے، دیوبندی عالم۔ حالانکہ بانی دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے 1880ء میں یعنی جماعت کے قیام سے بھی نو سال پہلے، ان کی وفات بھی 1880ء میں ہوئی ہے۔ اور ’’تحذیر الناس‘‘ بھی اسی زمانے میں سرکار پریس سہارنپور سے چھپی اور مختلف ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ میرے پاس اس کے تقریباً دس ایڈیشن موجود ہیں اس میں آپ نے لکھا ہے کہ عوام تو یہ سمجھتے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں مگر یہ عوام کے معنی ہیں۔ کیونکہ آخر میں آنا کوئی خوبی کی بات نہیں ہے۔ (مثلاً آپ دیکھیں بہادر شاہ ظفر۔ یہ میں مثال دے رہا ہوں ضمنی طور پر۔ یہ آخری بادشاہ تھا تو یہ ساری دنیا میں سب سے زیادہ معزز ہے؟ جس نے مغلیہ خاندان کا بیڑہ غرق کر دیا۔

(زبان سے کہہ نہیں سکتا کسی کا باپ ہوں میں
اپنی نسل کے فقرے کا فل سٹاپ ہوں میں)

تو مولانا کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے، یہ عوام کے معنی ہیں۔ علماء کے معنی آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ **مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ** (الاحزاب:41) فرمایا کہ محمد عربی صلعم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ (اگر خدا اتنا ہی فرماتا۔ یہ تشریح بریکٹ میں میں کر رہا ہوں الفاظ آگے آ رہے ہیں حضرت مولانا قاسم کے۔) ’’اگر اتنی بات ہی جناب الٰہی کی طرف سے قرآن میں مذکور ہوتی تو پھر یہ تو دراصل ایک جیت تھی کفار کی کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ **اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ 0 فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ 0 اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ 0** (سورۃ الکوثر) یارسول اللہ! آپ ابتر نہیں ہیں۔ ابوجہل ابتر ہے۔ ابولہب ابتر ہے۔ عتبہ شیبہ یہ بدسگال جو کہ اسلام کے بدترین معاند ہیں۔ عرش پر ان کو ابتر قرار دیا گیا ہے۔ تو اتنے لفظ کے ساتھ تو دراصل یہ ٹکراؤ ہو جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دینے کے لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتر نہیں ہیں، دو جواب دیئے ہیں۔ **وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ** مولانا قاسم کہتے ہیں **لٰكِنْ** استدراک کے لئے آیا ہے۔

ایک بہت بڑا اعتراض پیدا ہو سکتا تھا جس کے جواب کے لئے خدا نے دو لفظ استعمال کئے ہیں اور واؤ عاطفہ ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ جس غرض کے لئے رسول اللہ کا لفظ آیا ہے، وہی غرض آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین بنانے کی غرض کے لحاظ سے بتایا گیا ہے اور وہ کیا چیز تھی؟ بتانا یہ مقصود تھا کہ حضورؐ ابتر نہیں ہیں۔ آپؐ باپ ہیں۔ اس کے جواب کے لئے حضرت مولانا قاسم نے وہاں پر لکھا ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے رسول اللہ کا لفظ استعمال کیا ہے اور یہ حقائق ببانگ دہل دنیا کے سامنے رکھے کہ یہ ٹھیک ہے کہ ظاہری اور مادی طور پر آنحضور ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ کیونکہ حضرت ابراہیم تو اس وقت چھوٹے تھے۔ بعد میں دو سال کے بعد وفات پا گئے تو فرمایا کہ مردوں میں سے یعنی جو بالغ مرد ہیں کوئی بھی آپ کا بیٹا نہیں ہے مگر آپؐ ابتر ہرگز نہیں۔

آپؐ باپ ہیں کس شان کے باپ ہیں اسی شان کے جس طرح کہ خدا کے رسول اپنی

امتوں کے باپ ہوتے ہیں۔ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ جس طرح آدم اپنی امت کے باپ تھے، جس طرح حضرت ابراہیمؑ اپنی امت کے باپ تھے، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کے باپ تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ بھی اپنی امت کے باپ ہیں اور ہر امتی جو تا قیامت آئے گا وہ حضرت محمد رسول اللہ کی اولاد میں شمار ہوگا۔ لیکن اگر اتنا ہی ہوتا تو پھر زیادہ سے زیادہ دنیا پر یہ بات بےنقاب ہوتی کہ رسالت کا جو مقام باقی نبیوں کا ہے وہی مقام محمدیت ہے۔ خدا نے اس کا رد کرنے کے لئے خاتم النبیین کا لفظ استعمال کیا ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں کہ اس میں بتایا گیا ہے کہ باقی نبی امت کے باپ تھے اور محمد مصطفیٰ ﷺ نبیوں کے بھی باپ ہیں۔ یہ معنی ہیں خاتم النبیین کے اور آخر میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی نبی آنحضرتؐ کے بعد پیدا بھی ہو جائے تو ختم نبوت میں کچھ فرق نہیں آئے گا اور پھر لکھتے ہیں کہ علماء اہلسنت بھی اس بات کی تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت قطعی بند نہیں ہے۔ اب صرف ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آنحضرت ﷺ کی امت میں سے نہ ہو۔ اب وہ آئے گا جو محمدؐ کا غلام ہوگا۔ وہ آئے گا جو کہ کلمہ محمدؐ پڑھانے والا ہوگا۔ وہ آئے گا جو دین محمد کو قائم کرنے والا ہوگا۔ ؎

خاک پائے مصطفیٰ بہتر ہے ہر اکسیر سے
سینکڑوں عیسیٰؑ بنے اس خاک کی تاثیر سے
عیسیٰؑ کے معجزوں نے مردے جلا دیئے
محمدؐ کے معجزوں نے عیسیٰؑ بنا دیئے

یہ محمدؐ کی شان ہے ختم نبوت میں۔ مگر مولانا مفتی محمود صاحب نے یہ پیش کیا۔ میں یہ بتا رہا تھا آپ کو اور اس سے حیران کن بات یہ ہے کہ یہ دیوبندی حضرات سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو ”رحمت للعالمین“ سمجھتے ہیں۔

مولوی محمد موسیٰ صاحب مدرس مدرسہ قاسم العلوم ملتان نے مرثیہ کہا۔ عربی زبان میں وہ مرثیہ کہا گیا اور پہلے صفحہ پر مفتی محمود صاحب کے آرگن ”ترجمان اسلام“ (مؤرخہ 15 ستمبر 1961ء) نے اس کو شائع کیا۔ اور اس میں لکھا ہے۔ ؎

وكنت من الرحيم على بسيط
عطاءً رحمة للعالمينا

شاہ جی آپ رحمۃ للعالمین تھے۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں نبی کتنے ہوئے؟ بتائیے؟ حافظ صاحب!

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ یہ آنحضور ﷺ کی حدیث میں موجود ہے۔ فرمایا حضور نے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی تھے اور امتیں بہتر تھیں۔ تو ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی تھے مگر رحمۃ للعالمین کتنے گذرے ہیں؟

ایک ہی گذرا ہے۔ مفتی محمود صاحب اور دیوبندی امت مانتی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین تھے اور عطاء اللہ بخاری بھی رحمۃ للعالمین۔

تو محض نبی ہونے کا قصہ نہیں۔ اصل قصہ یہ ہے کہ نبوت کے معاملہ میں یہ تو رحمۃ للعالمین بنائے بیٹھے ہیں اور اس کے باوجود یہ پیش کر رہے ہیں۔ اب میں اختصار سے کام لیتا ہوں۔ وقت ختم ہوا اور قصہ باقی ہے۔

ع سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

اس کو پیش کرنے والے نورانی صاحب بھی تھے جو اہلسنت والجماعت کے سربراہ سمجھے جاتے ہیں۔ حضرت ملا علی قاری جو کہ مکہ میں مدفون ہیں اور جنہیں مجدد اہلسنت قرار دیا جاتا ہے۔ انہوں نے ''موضوعات کبیر'' میں یہ لکھا ہے کہ خاتم النبیین کے معنے اتنے ہی ہیں **لا ياتى نبى بعده ينسخ ملته و لم يكن من امته** کہ آپؐ کے بعد کوئی بھی ایسا نبی نہیں آئے گا جو کہ آنحضرت صلعم کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپؐ کی امت میں سے نہ ہو۔ امتی نبی آئے گا، جو آئے گا محمد صلعم کا غلام بن کر آئے گا۔ (''موضوعات کبیر'' صفحہ 58-59 مطبع مجتبائی۔ دہلی)

پھر فتاویٰ مولوی عبدالحی جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے چوٹی کے اہلحدیث تھے۔ دیوبند میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ جن کو خدا نے دراصل بھجوایا ہی ختم نبوت کی وضاحت کرنے کے لئے تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں اور برکتیں ان پر ہوں۔ انہوں نے اس

مسئلہ کو حل کیا۔ مولانا عبدالحی صاحب نے اپنے طور پر اس مسئلہ کو پیش کیا۔ چنانچہ ”تحذیر الناس“ میں ان کا فتویٰ بھی موجود ہے اور وہ عبارت خود مولانا عبدالحی صاحب کی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ ”مجموعہ فتاویٰ مولانا محمد عبدالحی فرنگی محلی لکھنوی“ میں یہ لکھا ہوا موجود ہے کہ ایک شخص نے ان کی خدمت میں یہ استفسار کیا کہ مولانا ایک پٹھان یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خواب میں مجھے محمد عربیؐ کی زیارت نصیب ہوئی اور حضور نے مجھے فرمایا کہ خدا نے تمہیں نبی بنایا ہے۔ تم جاؤ اور ایک پریس لگاؤ اور پریس لگا کر دنیا میں دین محمدؐ کی اشاعت کرو۔ تو اس خواب کے متعلق آپ کا فتویٰ کیا ہے۔ اب حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب نے یہ نہیں جواب دیا کہ یہ شیطانی خواب ہے کیونکہ اب تو کسی قسم کا نبی آ ہی نہیں سکتا۔ فرمانے لگے کہ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ یہ رحمانی خواب ہے ہمیں اس شخص کے حالات اور اس خواب کے اندرونی معاملات کو دیکھنا چاہئے۔ اگر یہ خواب رحمانی ہے تو اس کے مطابق اس شخص کے ساتھ معاملہ کیا جانا چاہئے۔ یہ فتویٰ کا جواب تھا۔ (ملاحظہ ہو ”مجموعہ فتاویٰ مولانا محمد عبدالحیٔ فرنگی محلی لکھنوی“ جلد سوم صفحہ 252 ناشر ایچ۔ ایم سعید کمپنی پاکستان چوک کراچی) مگر یہ نورانی صاحب بھی جو بریلوی مسلک کے تھے۔ ان حضرات میں بھی شامل ہو گئے۔ حالانکہ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ یہ تھا۔ پھر اس میں اہلحدیث بھی تھے۔ حالانکہ ساری عمر وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پڑھتے رہے کہ آنے والا مسیح موعود اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ ہوگا۔ (صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام) اس کو رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ نہیں، دو دفعہ نہیں، تین دفعہ نہیں، چار دفعہ نبی اللہ کے نام سے یاد کیا ہے۔

یہ مولانا تو جتنے بھی 1974ء میں تھے اور اب تو قصہ اور بھی بڑھ گیا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی مولانا ثناء اللہ صاحب کی طرح حضرت مسیح موعودؑ کا ہمعصر نہیں تھا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری پیدل چل کر بٹالہ سے قادیان حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کے لئے گئے تھے۔ اس شان کے انسان تھے وہ۔ اختلاف الگ چیز ہے۔ انہوں نے دیانت داری اور شرافت سے اختلاف کیا۔ مناظرے بھی کئے۔ لیکن آپ حیران ہوں گے کہ مولانا نے ”ثنائی پاکٹ بک“ لکھی ہے۔ اس میں جماعت احمدیہ سے متعلق لکھا ہے کہ:۔

”یہ فرقہ اسلامی فرقوں میں سب سے اخیر ہے۔“

(صفحہ 56 ناشر مکتبہ عزیزیہ رام گلی نمبر 4 چوک دالگراں لاہور)

اور مولانا نے ایک جگہ لکھا ہے کہ مرزا صاحب کا عشق رسولؐ تو دراصل اتنا بڑھا ہوا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ یہ شرک میں داخل ہو گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو ''علم کلام مرزا'' صفحہ 64 ناشر مکتبہ سعودیہ حدیث منزل کراچی۔ ستمبر 1932ء)

یعنی ایک زمانہ وہ تھا کہ اہلحدیث کے علماء کے چوٹی کے سردار کہتے تھے کہ مرزا صاحب کے جو عاشقانہ اشعار ہیں رسول اللہؐ کے لئے ان کو تو دراصل ہم مشرکانہ سمجھتے ہیں۔ مگر آج کی جو پیداوار اہلحدیث ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ بانی جماعت تو معاذ اللہ گستاخ تھے رسول پاک ﷺ کے، مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کا فتویٰ ''فتاویٰ ثنائیہ'' میں موجود ہے۔ یہاں بھی چھپا ہے اور ہندوستان میں بھی اس کے ایڈیشن چھپے ہوئے موجود ہیں۔ اس میں یہ سوال ہے کہ مہدی پر ایمان لانے کی کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے کہا ہے کہ قرآن کہتا ہے کہ **كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ** (التوبة: 119) سچوں کے ساتھ ہو جاؤ اور مہدی سے بڑھ کر کون سچا ہوگا۔ اس لئے امام مہدی کی بیعت کرنا ضروری ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ جلد ثانی صفحہ 704-706 ناشر اسلامک پبلشنگ ہاؤس 2۔ شیش محل روڈ لاہور)

پھر کسی نے کہا کہ ان کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے؟ کہنے لگے کہ جہاں تک نماز ہونے کا تعلق ہے۔ احمدیوں کے پیچھے نماز جائز ہے البتہ یہ میں چاہتا ہوں ہمارے علماء اہلحدیثوں کے پیچھے ہی نماز پڑھیں۔ (اہلحدیث 13 مارچ 1908ء صفحہ 1) اس طرح شریف انسان تھے وہ۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ گستاخ رسول ہیں۔ انہوں نے یہ کہا کہ اتنی تعریف کی ہے کہ شرک کی حد تک پہنچ گئے ہیں۔

پھر اس عقیدہ میں شیعہ حضرات بھی تھے محبان اہل بیت۔ جن کا عقیدہ ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد بارہ امام ہوئے۔ اور امامت کا مقام نبوت سے افضل ہے۔ ''حیات القلوب'' پڑھ لیں آپ اور ''بحار الانوار'' میں علامہ باقر مجلسی نے کہا ہے **و هو الذی ارسل رسوله بالهدی** (الصف: 10) یہ آیت کہ آئے رسول امت محمدیہ میں دین کو غالب کرنے کے لئے۔ اس سے مراد قائم آل محمدؐ ہیں۔ (حیات القلوب جلد دوم صفحہ 664 باب چہل و نہم در بیان حجۃ الوداع۔ مطبع نامی منشی نولکشور لکھنؤ۔ بحار الانوار جلد 35 باب 20۔ ابواب الآيات النازلة فی شانه صفحہ 397 ناشر دار الکتب الاسلامیہ طہران۔ ایڈیشن چہارم 1983ء) تو جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہو کہ آنحضرتؐ کے بعد اور نبی ہی نہیں بلکہ امام بھی آ سکتے ہیں جو کہ نبوت سے افضل ہے۔ وہ اس قرارداد کے محرکین میں کیسے شامل ہو سکتے تھے۔

لیکن جو کچھ بھی ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔

پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ چوٹی کے اپنے زمانے کے مجدد تھے۔ بریلوی، اہلحدیث، جماعت اسلامی غرض کہ شیعہ حضرات کے علاوہ پورا عالم اسلام اس بات پر متفق ہے کہ وہ صاحب کشف تھے، صاحب الہام تھے، مفکر اسلام تھے۔ یہ سارے مولوی اگر ان کی جوتیوں کی خاک بھی بن جائیں تو ان کے لئے باعث فخر ہے۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ہزاروں ہزار کروڑوں کروڑ رحمتیں اور برکتیں ان پر ہوں۔ انہوں نے ''مؤطا امام مالک'' کی شرح ''مسویٰ'' میں یہ بات لکھی ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے عالم کشف میں محمد عربیؐ کی زیارت کی ہے اور حضور نے یہ فرمایا ہے کہ یاد رکھو شیعہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ (ملاحظہ ہو ''خمینی اور اثناء عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ'' مرتب خلیل الرحمٰن سجاد ندوی صفحہ 80,13۔ ''درّ الثمین فی مبشرات النبی الامین '' صفحہ 32 تصنیف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ مترجم مولانا غلام رسول صاحب ناشر سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد)

جماعت احمدیہ کا پیش ہونے والا وفد

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا یہ قرارداد تو پیش ہوگئی۔ اس کے بعد جماعت احمدیہ کا وفد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی قیادت میں اسمبلی میں پیش ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ بھی اس میں شامل تھے تو اس وفد میں کل کتنے افراد تھے اور کون کون تھے۔؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ وفد پانچ ممبروں پر مشتمل تھا۔ سیدنا و امامنا و مرشدنا خلیفۃ المسیح حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحبؒ ایم۔ اے آکسن (Oxon یعنی آکسفورڈ کا پڑھا ہوا) امام جماعت احمدیہ عالمگیر۔ دوسرے میرے محبوب آقا سیدی حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ جنہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بعد عرش کے خدا نے خلافت کا تاج پہنایا، اللہ کی ہزاروں رحمتیں اور برکتیں ان پر ہوں۔ تیسرے میرے شفیق اور محترم استاد جن کا میں ادنیٰ ترین چاکر ہوں، خالد احمدیت حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری مبشر بلاد اسلامیہ، پرنسپل جامعہ احمدیہ، مدیر ماہنامہ الفرقان، ایڈیشنل ناظر تعلیم القرآن۔ چوتھے حضرت مہدی دوراں کے

بے مثال عاشق حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی کے لخت جگر اور سلسلہ کی ایک برگزیدہ شخصیت حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ فیصل آباد۔ آپ وہ عالمی شخصیت ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ نظریہ کی روشنی میں دنیا پر ثابت کیا ہے کہ چونکہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری شریعت دی جانے والی تھی اور وہ عربی زبان میں دی جانے والی تھی۔ اس واسطے سب سے پہلی زبان جو کہ الہاماً اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو سکھائی وہ صرف اور صرف عربی زبان تھی۔ یہ جو پچھلی صدیوں سے مختلف لسانیات کے ماہرین کوئی سامی زبان کو، کوئی سنسکرت کو کہہ رہا ہے، کسی کی نگاہ میں عبرانی زبان ہے۔ یہ سب غلط اور بے بنیاد چیزیں ہیں۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے فرمایا کہ خدا نے الہاماً پہلی زبان عربی ہی سکھائی تھی اور دنیا پر جب یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ خدا کی طرف سے ازلی تقدیر تھی کہ اس عربی زبان میں آخری شریعت نازل ہو تو دنیا میں انقلاب عظیم آ جائے گا۔

میں ذکر کر رہا تھا حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب کی تحقیقات کا۔ ان کی کتابیں چھپ چکی ہیں اور ایک دھوم مچی ہوئی ہے فلالوجی (Philology) کی دنیا میں۔ یہاں تک کہ اخبار ’’Pakistan Times‘‘ نے ان کی پہلی کتاب Arabic- The Source of All Languages پر جو نوٹ دیا ہے، بہت طویل ہے اور اس کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اس زمانہ میں شائع کیا تھا اپنے بہت معرکۃ الآراء تبصرہ کے ساتھ۔ ’’پاکستان ٹائمز‘‘ (28 مارچ 1965ء) نے اس میں لکھا کہ آج تک حاطب اللیل کی طرح دنیا اس علم لسانیات کے معاملہ میں بھٹکی ہوئی پھر رہی تھی۔ اس مرد مجاہد نے سائنسی صداقتوں کی طرح ثابت کر دیا ہے اور دن چڑھا دیا ہے کہ چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کو عربی میں آخری شریعت دی جانے والی تھی اس لئے حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلی الہامی زبان جناب الٰہی کی طرف سے جو سکھائی گئی وہ صرف اور صرف عربی زبان تھی۔

ایک عرب نے ہمارے مجاہد بلاد عربیہ سے یہ بات کی۔ کیونکہ عرب بھی اب تک عبرانی زبان کو ہی سمجھتے رہے ہیں۔ اب تو یہاں مفتی محمد شفیع صاحب نے جو ’’المنجد‘‘ کا ترجمہ کیا اس کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ ام الالسنہ عربی زبان ہے۔ (صفحہ 11) یہ انقلاب عظیم خدا کے فضل سے ہوا ہے ورنہ لوگ سنسکرت تک کو ماننے والے تھے۔ تو ایک عربی فاضل

اور ادیب نے ایک احمدی مبلغ سے یہاں تک کہا ہے کہ بانی جماعت احمدیہ کی نبوت ثابت کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اگر دنیا پر ثابت کر دیا جائے کہ عربی زبان ہی دراصل سب سے پہلی الہامی زبان ہے۔ تو یہ معرکۃ الآراء ریسرچ سکالر جو کہ مشہور عالم ہیں حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر (اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں ان پر ہوں) وہ بھی شامل تھے۔

بہرکیف آج میں جب آیا تو آپ نے دیکھا کہ میں زار و قطار رو رہا تھا۔ وہ زمانہ میرے سامنے آ گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کس طرح آگ اور خون کے ان طوفانوں میں خدا کے پہلوان اور شیر بن کر وہاں پر پہنچے ہیں۔ یہ آپ ہی کا جگر تھا کہ ساری جماعت کی قیادت بھی کر رہے ہیں اس ماحول میں بھی ہیں اور اس کے بعد پھر اسمبلی کے سامنے بھی جوابدہ بھی۔ جہاں اسی وقت جواب دینے کے لئے کہا گیا۔ یہ ساری چیزیں ہیں اور پھر خدا کی طرف جھکتے ہیں، ساری رات دعاؤں میں گذارتے ہیں، ریسرچ میں گذارتے ہیں تو مجھے یہ خیال آیا۔ اب بھی وہ سارا نقشہ میرے سامنے ہے کہ خدا کا شیر کس طرح ان پہاڑوں کو اپنے سر کے اوپر لئے ہوئے چلا جا رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ خلافت وہ امانت ہے کہ پہاڑ پر بھی اگر وہ ڈالی جاتی تو وہ پاش پاش ہو جاتا۔ تو یہ عظیم الشان معجزہ تھا جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ذریعے سے اس وقت دنیا نے دیکھا۔ پہاڑ اس وقت گرائے جا رہے تھے، اس قلب نازک پر، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے دل کے اوپر۔ ان کو چیرتے ہوئے خدا کا شیر وہاں تک پہنچا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں پہلی مثال ہے کہ خلیفہ وقت نے حق کی آواز اسمبلی میں بلند کی ہو۔

ع　　خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

قومی اسمبلی میں وفد کی حاضری اور طریق کار

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ **مولانا یہ فرمایئے کہ یہ جو کارروائی اسمبلی کی ہوئی، اس کے اجلاسات کہاں ہوا کرتے تھے۔**

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ اجلاس موجودہ اسٹیٹ بنک پاکستان کی جو پُرشکوہ عمارت ہے، اس میں ہوتے تھے، جو ائیر کنڈیشنڈ تھی اور اس میں بہت نفیس برقی سیڑھیاں بھی

موجود تھیں۔ پہلی دفعہ میں نے برقی سیڑھیاں یہیں دیکھیں اور حضور کی قیادت میں جو وفد تھا وہ کمیٹی روم نمبر 2 میں پہنچتا تھا اور پھر وہاں سے ہمیں چیئرمین صاحب کی طرف سے اطلاع آتی کہ اب آپ آجائیں۔

کارروائی جو ہوئی جیسا کہ میں نے بتایا کہ ان کیمرہ In Camera یعنی خفیہ تھی۔ عجیب بات ہے کہ ختم نبوت کا تحفظ ہو رہا ہے اور اِن کیمرہ ہو رہا ہے۔ پہلے دن سے ہی یہ حیرت آتی تھی کہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اس طرح چھپانے کی کیا بات ہے۔ اس کو کھلا ہونا چاہئے تھا۔ کارروائی اوپن (Open) ہونی چاہئے تھی۔

جس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ وہاں پر تشریف لے گئے ہیں۔ شدید گرمی کے ایام تھے۔ جولائی اگست کے ایام تھے۔ 22 جولائی سے لے کر 24 اگست تک آپ تشریف لے جاتے رہے ہیں۔ شدید گرمی کے ایام تھے اور اس وجہ سے ساتھ ایک تھرماس کی بوتل بھی ہوتی تھی جس میں پانی تھا اور سبز چائے تھی۔ دراصل اس میں پانی تھا اور کوئی چیز نہیں تھی۔ یہ جو مختلف کتابیں لکھنے والے ہیں اسمبلی کے متعلق۔ انہوں نے بڑا مذاق اڑایا ہے تو میں اس وجہ سے بتاتا ہوں کہ اس وقت جو چیز ساتھ جاتی تھی ان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ایک تو قرآن مجید جو ان کو مصر کی جماعت کی طرف سے تحفہ ملا تھا، پہلی دفعہ آکسفورڈ جاتے ہوئے 1934ء میں، دوسرا قرآن مجید کا انڈیکس، تیسرا درثمین عربی، درثمین فارسی، درثمین اردو اور ساتھ یہ سبز چائے والا تھرماس۔ یہ ساری چیزیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سیدی طاہر کے پاس ہوتی تھیں۔

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کے پاس ان کی کتاب ''تفہیمات ربانیہ'' تھی۔ حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب کے پاس ''تحقیقاتی عدالت 1953ء کی رپورٹ'' اور باقی چونکہ ذمہ داری حوالوں کے نکالنے کی اور کاپیاں لانا، کتابیں دکھانا اور اس کے علاوہ اعتراضوں کے جواب کے سلسلے میں اخبارات اصل پیش کرنا۔ اس لئے تین ٹرنک میرے پاس ہوتے تھے۔ یہ میں نے ضمناً بتادیا ہے کہ یہ صورت تھی۔

باقی میں یہ بتا رہا تھا کہ وہ ''پرائیویٹ طور پر'' اِن کیمرہ کارروائی ہوئی تھی اور یہ اس اِن کیمرہ کارروائی میں عجیب بات یہ کہ بہت ہی محتاط طریقہ اختیار کیا۔ ایک تو ان کیمرہ تحفظ ختم نبوت کے لئے

یہ ساری کارروائی ہوئی۔

اب بات یہ ہے کہ لطیفہ ہمیں پہلے دن یاد آیا۔ میرے دل میں خیال آیا یہ پرائیویٹ اِن کیمرہ کارروائی کی جارہی ہے کہ کسی کو خبر نہ ہوجائے۔ مجھے اس وقت یہ بات ذہن میں آئی۔ کسی شخص کا ایک جگری دوست تھا۔ وہ شخص کسی بڑے اہم کام میں مصروف تھا۔ وہ دوست کہنے لگا کہ ایک بڑا پرائیویٹ سا معاملہ ہے۔ باہر لے گیا۔ گرمی کا موسم تھا۔ پسینہ کی وجہ سے دونوں ہی شرابور ہو رہے تھے۔ اس نے کہا کہ بتائیے۔ دوست نے کہا کہ ابھی کچھ گلیاں باقی ہیں۔ باہر جا کر میں تمہیں بتاؤں گا۔ بہت سیریس (Serious) معاملہ ہے۔ وہ بڑا حیران تھا کہ عمر بھر کبھی ایسا قصہ نہیں ہوا۔ جب بہت دور نکل گئے تو کہنے لگا اب تو سوائے ریت کے ذرّوں کے کوئی یہاں موجود نہیں اب تو خدا کے لئے بتا دیں۔ اس وقت اس نے کان کے نزدیک منہ کیا اور کہنے لگا کہ گرمی بہت پڑی ہے، پرائیویٹ معاملہ ہے Leak Out نہ ہوجائے۔ بڑا ہنگامہ ہوجائے گا۔

تو ختم نبوت کا تحفظ کر رہے ہیں، جناب احمدیوں کے گھروں کو آگیں لگائی جارہی ہیں، تحفظ ختم نبوت کے لئے۔ یہ تو کھلم کھلا کیا جارہا ہے مگر جو بحث ہو رہی ہے جس میں کہ ختم نبوت کا تحفظ ہے، اس کے اوپر پہرے لگے ہوئے ہیں، خیر ہمیں بھی اسمبلی میں داخلہ کے لئے ٹکٹ دئے جاتے تھے، یعنی اتنی احتیاط تھی۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ داخلہ کا طریقہ کار کیا تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ طریقہ کار آپ نے پوچھا ہے۔ مجھے بیک گراؤنڈ اس لئے بتانا پڑتا ہے کہ اس کے بغیر وہ حقیقی تصویر آ ہی نہیں سکتی۔ ایک تو مواقع کا فرق ہے خاص طور پر جو عینی شاہد ہو۔ تو میں حیران تھا کہ یہ تو ایک واضح بات تھی کہ ایک ٹکٹ بنا لیا جاتا اور اس میں نام لکھے جاتے۔ ایک دفعہ دیکھنے کے بعد بہر حال چیکنگ کرنے میں آسانی تھی۔ مگر اس میں بھی بہت ہی محتاط رویہ اختیار فرمایا بھٹو صاحب کی حکومت نے کہ ہر ایک کو الگ الگ ٹکٹ دیئے۔ چنانچہ میرے پاس وہ ٹکٹ اب تک تبرکاً محفوظ ہے اور ان کے اوپر مثلاً پہلا ٹکٹ ہے اس میں نمبر ہے اور اوپر لکھا ہوا ہے مولانا دوست محمد صاحب شاہد۔ اس کے پشت پر انگریزی میں لکھا ہے کہ یہ کسی اور کو نہیں دیا جا سکے گا۔ تو بہت احتیاط فرمائی تھی تحفظ ختم نبوت کے معاملہ میں، ہمارے داخلہ کے معاملہ میں بھی بہت ”خطرات“ تھے۔

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ بلایا کس طرح جاتا تھا جیسا آپ نے فرمایا کہ حضورؒ انتظار بھی فرماتے تھے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ کے قافلہ کا ایک وقت معیّن تھا۔ اس موقع پر اس وقت کی گورنمنٹ کی فورس بھی ساتھ ہوتی تھی یعنی فیڈرل سیکیورٹی فورس۔ جماعت کے والنٹیئر بھی ساتھ ہوتے تھے اور ہم اس خاص معیّن وقت میں جبکہ اسمبلی کا اجلاس یا رہبر کمیٹی والوں کے اپنے اجلاس روزانہ ہوتے تھے تو ان اجلاسوں میں ہم شامل نہیں ہو سکتے تھے۔ ہماری شمولیت کا وقت تو اس وقت ہوتا جب خصوصی کمیٹی والے پسند کرتے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ان کو بلایا جائے۔ پھر ان کا کورم بھی پورا نہیں ہوتا تھا۔ چالیس کی تعداد ہوتی تھی۔ ان کا کورم پورا ہونے تک ہمیں انتظار کرنا پڑتا تھا۔ پھر جب کورم پورا ہو جاتا، بعض اوقات ایک ایک گھنٹہ تک بیٹھنا پڑتا تھا۔ جب یہ محافظین ختم نبوت پہنچتے۔ چالیس کی تعداد پوری ہو جاتی تو اس کے بعد پھر ہمیں اطلاع آتی کہ چیئرمین صاحب آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ تو یہ کمیٹی روم نمبر 2 میں انتظار کرنا پڑتا تھا اور ٹکٹ میں نے بتایا ہے کہ ہر ایک کو الگ الگ دی گئی تھی۔ بڑی احتیاط کی گئی کہ ایسا نہ ہو کہ حضرت میاں طاہر احمد صاحب کی جگہ کوئی اور آ جائے۔ تو بہر حال بڑی احتیاط کی گئی یعنی ''تقویٰ کی بڑی باریک راہیں تھیں۔''

مجھے اجازت دیں ایک چھوٹا سا لطیفہ ضرور سنانا چاہتا ہوں۔ یہ احتیاط اور ''تقویٰ کی باریک راہیں'' یہ ساری اس دہشت گردی میں اول سے آخر تک اس وقت بھی شامل تھیں، آج بھی شامل ہیں۔ بات یہ ہے کہ ایک دیوبندی ملّا کے متعلق یہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ اس نے صبح کے وقت نماز پڑھا کر لاؤڈ اسپیکر پر Volume Full تھا۔ درس دیا اور درس میں بڑی گالیاں دیں بریلوی حضرات کو اور اس کے بعد کہا کہ چلو جہاد کرنے کے لئے۔ خیر سارے سامعین بھی ساتھ ہو گئے۔ ساتھ ہی دوسری مسجد تھی بریلوی حضرات کی، تو وہ امام باہر نکلا کہ اس کا گھیراؤ ہو گیا۔ اس نے گالیاں دینی شروع کیں۔ کچھ نے مار پیٹ شروع کر دی لہولہان کر دیا۔ تو ایک بریلوی بزرگ نے کہا کہ کچھ خدا کا خوف کرو۔ رمضان کے ایام ہیں اور تم نے یہ دنگا فساد شروع کیا ہے۔ دین ملّا فی سبیل اللہ فساد۔ تو رمضان کا تو احترام کرنا چاہئے تمہیں۔ اب اعلیٰ حضرت نے کیا جواب دیا (بریکٹ میں کہنا چاہئے جو تقویٰ کی باریک راہوں کا ایک شاہکار تھا۔)

جواب یہ تھا کہ ہم علماء حضرات ہیں اور رمضان مبارک اور تقویٰ اور اسلام کو تم سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ اس لئے یہ اعتراض بالکل غلط ہے۔ ہم تم سے بہتر جانتے ہیں کہ روزہ رکھ کر کوئی سخت بات نہیں کی جاسکتی۔ روزے دار کو اتنا ہی حکم ہے کہ اگر کوئی مارنے کے لئے آ جائے تو کہا جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔ اسی لئے میں نے ’’تقویٰ‘‘ کی انتہائی باریک راہ اختیار کی ہے۔ چونکہ آج میرا پروگرام اس بریلوی کی پٹائی کا تھا اس لئے میں نے روزہ رکھا ہی نہیں۔ تاکہ رمضان مبارک کا ’’بہترین احترام‘‘ ہو سکے۔

ایوان میں نشستوں کی ترتیب

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اسمبلی میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ تشریف لے جاتے تھے تو ایوان میں بیٹھنے کی کیا ترتیب ہوا کرتی تھی، وفد کی بھی اور دوسرے جو وہاں پر چیئر مین اور دوسرے ممبران تھے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اسمبلی ہال کے ڈائس پر تو خصوصی کمیٹی کے چیئر مین تشریف فرما ہوتے تھے۔ جو پورے ایوان کے اسپیکر بھی تھے یعنی صاحبزادہ فاروق علی صاحب اور ان کے بالکل سامنے دائیں طرف جو کرسیاں تھیں وہ پیپلز پارٹی کے ممبروں کے لئے تھیں، چونکہ پورا ہاؤس ایک کمیٹی میں خصوصی کمیٹی کے نام سے منتقل کر دیا گیا تھا۔ بعض لوگوں نے اس وقت ہی رہبر کمیٹی کے بجائے ’’رہزن کمیٹی‘‘ کہا۔ ؎

ان عقل کے اندھوں کو الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

تو بہر حال ’’رہزن‘‘ کمیٹی یا ’’رہبر‘‘ کمیٹی جو بھی تھی تو ان کے چیئر مین کے سامنے جو چیئرز تھیں۔ دائیں طرف ان میں پیپلز پارٹی کے تیس ممبر جو کہ بطور ممبر کے کمیٹی میں شامل کئے گئے تھے وہ تشریف فرما ہوتے تھے اور انہی میں بعض اب تک میری نگاہ میں ہیں، پیرزادہ عبدالحفیظ صاحب، مولانا کوثر نیازی صاحب اور قیوم خان صاحب یہ سامنے بیٹھے ہوتے تھے۔ بائیں طرف جو کرسیاں تھیں وہ مخصوص تھیں اپوزیشن کے دس ممبروں کے لئے ان میں مولانا مفتی محمود صاحب، مولانا شاہ احمد

نورانی صاحب اور پروفیسر غفور صاحب، یہ حضرات تھے اور بالکل درمیان میں پیپلز پارٹی کی کرسی جہاں سے شروع ہوتی تھی اس کے اٹارنی جنرل تھے یحیٰی بختیار صاحب۔ تو یہ ترتیب تھی۔

ڈائس میں چیئرمین کے سامنے کرسیاں جو تھیں وہ ایک طرف پیپلز پارٹی کے معزز ممبروں کی تھیں اور دوسری طرف معزز ارکان اپوزیشن کے لئے کرسیاں تھیں اور ان کے درمیان بہت ہی نفاست اور اہتمام کے ساتھ ایک بڑی میز لگائی گئی تھی وفد کے لئے۔ جس کے درمیان میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالثؒ اپنی نورانی شکل کے ساتھ جلوہ گر ہوتے تھے۔ بڑا ہی پُر کیف نظارہ تھا۔ یہ بات تو میں بعد میں بھی بتاؤں گا۔ مگر یہاں میں ضرور ذکر کرتا ہوں کہ پہلے دن جب حضور تشریف لے گئے تو برادرم محمد شفیق قیصر صاحب مرحوم جو کہ اس وقت مجلس خدام الاحمدیہ کے نائب صدر تھے، پارلیمنٹ لاجز گئے کہ تأثرات معلوم کریں۔ یہ محضر نامہ کا پہلا دن تھا۔ 22 جولائی کی تاریخ تھی۔ غالباً سوات یا (قبائلی)Trible Area کے کوئی ممبر تھے پیپلز پارٹی کے، ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ سنا ہے کہ آج امام جماعت احمدیہ کا بھی اسمبلی میں کوئی بیان ہوا ہے۔ تو وہ پیپلز پارٹی کے ممبر کہنے لگے کہ میں تو خدا کا بھی منکر ہوں۔ پتہ نہیں کیا ختم نبوت کا چکر ان لوگوں نے چلا دیا ہے۔ مگر آج مجھے امام جماعت احمدیہ کو دیکھ کر یہ یقین ہو گیا ہے کہ کوئی ہستی ضرور ہے جس نے ایسا نورانی چہرہ پیدا کیا ہے۔

تو حضور درمیان میں ہوتے تھے۔ حضور کے بالکل ساتھ حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب کتاب ''رپورٹ تحقیقاتی عدالت 1953ء'' کے ساتھ اور پھر ان کے ساتھ اگلی نشست پر حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) اور حضورؒ کے بالکل ساتھ بائیں طرف حضور کا یہ کفش بردار اور نالائق خادم اور ٹرنک سامنے رکھے ہوتے تھے اور میرے ساتھ میرے پیارے استاد ''خالد احمدیت'' حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ، لیکن یہ ترتیب آخری دن بدل گئی تھی۔ وہ ترتیب اس لئے بدلنی پڑی کہ آخری دن سے ایک دن پہلے ایک سازش کی گئی۔

خصوصی کمیٹی میں یہ معاملہ پیش ہوا۔ ہمیں تو کچھ پتا نہیں تھا تو جس وقت وفد وہاں پر پہنچا تو چیئرمین فرمانے لگے کہ ہمارے اٹارنی جنرل صاحب نے یہ کہا ہے کہ اب تک جو سوالات تھے وہ تو میں صحیح معنوں میں پیش کر سکتا تھا اب عربی کی عبارتیں ہیں۔ حالانکہ بالکل فراڈ تھا کوئی عربی کی

عبارتیں وغیرہ نہیں تھیں۔ یہ جس طرح سازشیں کی گئی تھیں ان سازشوں کا یہ بھی حصہ تھا اور یہ دراصل ملاّؤں کو، سمجھیں کہ قیامت آ گئی تھی اور خلجان تھا کہ یحییٰ صاحب نے کسی سوال کے اوپر ایسی جرح نہیں کی کہ جس سے ان کو ساکت کیا جا سکے۔ بلکہ کھلم کھلا احمدیت کی تبلیغ ہوئی ہے اور ہمارے لئے تو کوئی منہ دکھانے کی گنجائش نہیں رکھی۔ بہت طنز آمیز طور پر اور بڑے جوش کے ساتھ یہ بتایا گیا اس وقت چیئر مین صاحب کو کہ ہمارے کیس کو تو بالکل ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا گیا اور حکومت کا جو انتظام تھا کہ سارے لوگ سوالات اٹارنی جنرل کو دے دیں اور وہ پیش کریں۔ طریقہ کار یہی ہوتا تھا۔ یہ جو بعد میں لکھا گیا ہے کہ جی تین سو سوال حضرت مفتی صاحب نے کئے۔ چار سو سوال نورانی صاحب نے کئے۔ اتنے ہزار ہم نے کئے۔ سوالات حضرت صاحب سے کسی نے بھی نہیں کئے۔ براہ راست کر ہی نہیں سکتے تھے۔ قانون کے خلاف تھا اور یہ قانون چھپا ہوا موجود ہے اس زمانے میں، اور نشر کیا گیا تھا کہ سوال کرنے والے صرف یحییٰ بختیار ہوں گے جو کہ اٹارنی جنرل ہیں۔ سوائے ایک دن کے، جب از خود کھڑے ہو گئے مفتی محمود صاحب **ذریة البغایا** کے لفظ پر ورنہ ان کو بھی اجازت نہیں تھی۔

سارے سوالات یہ مولوی حضرات جو تھے (1) ’’محمدیہ پاکٹ بک‘‘ اور (2) ’’قادیانی مذہب‘‘ یہ الیاس برنی صاحب کی کتاب ہے اور (3) تیسرے ’’قادیانی مسئلہ‘‘ جو کہ مودودی صاحب کی کتاب ہے اور جو سارا چربہ ہے اور خلاصہ کیا گیا ہے ’’قادیانی مذہب‘‘ کا۔ تو ان میں سے چند اعتراض نوٹ کرتے اور وہ اٹارنی جنرل کو دے دیتے، اب اٹارنی جنرل تو ان کا غلام نہیں تھا۔ وہ تو گورنمنٹ کی جو پالیسی تھی اس کے مطابق چند سوال لے لیتا اور باقی سوال جو تھے وہ خود گورنمنٹ کے تجویز کردہ ہوتے تھے اور چند سوال ہی پیش ہوئے تھے، چونکہ جو پالیسی تھی یہ ثابت کرنے کی کہ قادیانی الگ ہیں اور اسی کے اردگرد یہ انہوں نے چکر لگایا (جیسا کہ اب میں آئندہ آپ کو بتاؤں گا) کہ آپ کا دین اور ہے، آپ نے ہمارے نبیوں کی توہین کی ہے، آپ کا خدا اور ہے، آپ کا رسول اور ہے، آپ کی امت اور ہے۔ تو یہ پالیسی تھی، ایک پیٹرن تھا جس پر یحییٰ بختیار چل رہے تھے تو ملاّؤں کا دل رکھنے کے لئے فیصلے پہلے ہو چکے تھے۔

حضورؒ نے پہلے دن ہمیں یہ بتا دیا تھا کہ فیصلے ہو چکے ہیں کہ ہمیں انہوں نے دائرہ اسلام

سے خارج قرار دینا ہے۔ مگر میرے خدا نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ ملّاں کو اس بات کی پروا نہیں ہے پاکستان یا یہ لوگ جتنے پیپلز پارٹی کے کمیونسٹ ہیں وہ اسلام کے دشمن ہو جائیں، انہیں ہر قیمت پر جماعت احمدیہ کو زک پہنچانا مقصود ہے۔ تمہیں اس لئے اجازت دی گئی ہے تا کہ اس رنگ میں جواب دیا جائے کہ جو اسلام سے دور جا رہے ہیں وہ اسلام کے قریب آ جائیں اور ایسا اثر ہو کہ اسلام کا جو سچا علمبردار ہے اس نے اسلام کی عظمت اور شوکت کو یہاں قائم کرنا ہے۔ تا کہ ملّاں کی اس روش کی وجہ سے جو خدا کے اور مصطفیٰ ﷺ کے منکر ہو رہے ہیں وہ نظر ثانی کر سکیں، یہ فلسفہ تھا دراصل۔

آخری دن نشستوں کی ترتیب میں تبدیلی

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ آخری دن میں وفد کی نشستوں کی ترتیب کے بارے میں آپ وضاحت فرما رہے تھے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ خصوصی کمیٹی کے اجلاس میں ہم شامل نہیں تھے۔ جب یہ صورت ہوئی تو چیئرمین نے کہا کہ بجائے اس کے کہ یحییٰ بختیار کو آخری دن بطور اٹارنی جنرل کے پیش کیا جائے۔ حالانکہ یہ بالکل قانون کے خلاف تھا اور حکومتی نشریہ کے خلاف تھا۔ اعلان کے خلاف تھا لیکن ملّاؤں کے زور دینے کی وجہ سے انہوں نے کہا کہ اچھا پھر سوال کرنے کے لئے کسی مولوی کو پیش کیا جائے اور اٹارنی جنرل صرف بیٹھنے والوں میں شامل ہوں۔ یہ فیصلہ ہوا تا کہ وہ داغ جو ملّاں کو لگ چکا تھا اور جو فتح وظفر کا پرچم خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی زبان مبارک کے ذریعہ سے لہرایا جا چکا تھا اور ہر ممبر اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا حقیقت کے لحاظ سے، یہ الگ بات ہے کہ وہ مجبور تھا فیصلہ دینے کے لحاظ سے اور پابند تھا۔ ہمیں پتا نہیں تھا ہم کمیٹی روم نمبر 2 میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آخری جو اجلاس تھا ایک دن سے پہلے کا، اس میں جب بلایا گیا تو یحییٰ بختیار صاحب کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ بات یہ ہے کہ اب تک تو اٹارنی جنرل کی حیثیت سے میں آپ کی خدمت میں سوالات پیش کرتا رہا ہوں۔ میں عربی دان نہیں ہوں انگریزی بول سکتا ہوں۔ حقیقت یہی تھی کہ شروع میں سوال و جواب کا سلسلہ انہوں نے انگریزی میں ہی شروع کیا تھا۔ وہ سمجھتے ہوں گے کہ ان کو انگریزی کہاں آتی ہوگی۔ ٹوٹی پھوٹی بولیں گے اس طرح بھی مذاق اڑایا جائے گا۔ بہرحال یہ بھی ایک تماشا بنانے

کے لئے انہوں نے سوچا۔ اللہ تعالیٰ کا ایسا نشان تھا انہیں پتا ہی نہیں تھا کہ خدا کا شیر انگریزی زبان کا بھی ماہر ہے۔ حضور نے جس وقت کہ انگریزی زبان میں بات شروع کی تو چھکے چھوٹ گئے اس کے، چند سوالوں کے بعد پھر آدھا اردو اور آدھا انگریزی اور تیسرے دن پھر صرف اردو میں سوال انہوں نے شروع کئے، تو یحییٰ بختیار صاحب کہنے لگے کہ اب میں عربی زبان تو نہیں جانتا تو علماء میں سے کسی کو مقرر کیا جائے۔ میں چیئرمین سے یہ کہتا ہوں کہ مہربانی کر کے میری بجائے (کیونکہ یہ فیصلے پہلے ہو چکے تھے) آپ اجازت دیں (بھٹو صاحب کی اس اناؤنسمنٹ کے بعد تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس کے لئے تو پھر دوبارہ اناؤنسمنٹ کرنی چاہئے تھی مگر یہ چونکہ سب سازش تھی اکٹھی) اس وقت ہی چیئرمین صاحب نے کہا کہ ہاں یہ آپ کی بات معقول ہے۔

اس کے بعد چیئرمین نے حضورؒ کو مخاطب کیا اور کہا کہ آپ کے سامنے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اب آخری دن کے جو سوالات ہیں وہ خصوصی کمیٹی کے کوئی دوسرے ممبر جو علماء میں سے ہوں گے، کریں گے۔ اس واسطے کل اٹارنی جنرل صاحب سوال نہیں کریں گے۔ باقی اگر سوال رہ گئے ہیں تو اس وقت ان کا جواب دیں۔ لیکن کل بہرحال کسی عالم دین کو سوال کرنا ہوگا۔ اس پر حضورؒ نے فرمایا کہ کیا مجھے بھی اجازت ہے کہ میں ڈیلی گیشن میں سے کسی کو جواب کے لئے مقرر کر دوں۔ چیئرمین صاحب نے اتفاق کر لیا۔ خیر حضورؒ نے یہ بات سنی اور پھر سوالوں کے جوابات دیئے۔

اگلے دن یعنی کارروائی کے آخری دن جب حضورؒ تشریف لے گئے تو حضورؒ نے کمیٹی روم میں حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب سے فرمایا کہ اب جواب دینے کے لئے آپ تیار رہیں اور مجھے فرمایا جہاں مولانا تشریف رکھتے ہیں تم نے وہاں بیٹھنا ہے۔ ٹرنک وغیرہ بھی وہیں رکھ لو اور مولانا اب میرے ساتھ بیٹھیں گے۔ کیونکہ سوالوں کے جواب انہوں نے دینے ہیں۔

اس کے بعد حضورؒ کی قیادت میں قافلہ جب آخری دن کے پہلے اجلاس میں پہنچا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو مخاطب کرتے ہوئے حضورؒ کی خدمت میں چیئرمین نے کہا کہ اب کارروائی شروع ہوتی ہے۔ تو میں اب رہبر کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق مولانا ظفر انصاری صاحب سے کہوں گا کہ Eye Witness (گواہ) کے اوپر جو سوالات آپ کرنا چاہتے ہیں بڑے شوق سے کریں۔

جب یہ بات چیئرمین صاحب نے کہی تو حضورؒ نے فرمایا کہ گورنمنٹ کی طے شدہ پالیسی

انا ؤنسمنٹ کے مطابق جو اخباروں میں آ چکا ہے۔ ریڈیو پر دنیا سن چکی ہے۔ سوال کرنے کی اجازت صرف اٹارنی جنرل کو ہے۔ نیز آپ مجاز نہیں تھے لیکن آپ نے اجازت دی ہے۔ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جب آپ نے یہ اجازت دی ہے اپوزیشن پارٹی کے ایک عالم دین کو کہ وہ سوال کریں پھر مجھے بھی اجازت ملنی چاہئے کہ میں اپنا قائمقام ڈیلی گیشن کے کسی ممبر کو مقرر کروں اور میں مولانا ابوالعطاء صاحب کو جو پرنسپل جامعہ احمدیہ رہے ہیں اپنا قائمقام مقرر کرتا ہوں۔ اب یہ لمحہ بڑا عجیب تھا۔ چونکہ وہ ساری سازش اس سے ختم ہوتی نظر آتی تھی لیکن فیصلہ ہو چکا تھا اور ملّاں کا خیال تھا کہ حضورؒ اس پر ڈٹے رہیں گے کہ میں جواب نہیں دوں گا، مولانا ابو العطاء جواب دیں گے۔ اب جو رولنگ اسپیکر کی ہوتی ہے وہی حیثیت اس وقت چیئرمین کو حاصل تھی۔ چیئرمین نے اس وقت رولنگ یہ دی کہ کمیٹی کے ممبروں کی خواہش ہے کہ جب آپ امام جماعت احمدیہ ہیں۔ خود بنفس نفیس موجود ہیں اور جواب دے سکتے ہیں تو آپ ہی کو جواب دینا چاہئے۔

اب ملّاں سمجھتا تھا کہ یہ موقع ایسا ہے کہ مرزا صاحب کبھی بھی جرأت نہیں کریں گے اور آخر دم تک یہ کہتے رہیں گے کہ یہ نہیں ہو سکتا یا تو مولوی کو الگ کریں یا پھر میری طرف سے کوئی نمائندہ تجویز شدہ ہے، اس کو تسلیم کریں لیکن عجیب بات ہے کہ اس وقت بغیر کسی تأمل کے حضور نے مائیک جو پہلے حضورؒ کے سامنے تھا اور اب وہ مکرم مولانا ابو لعطاء صاحب کے سامنے رکھا گیا تھا، اس کو خود اٹھایا اور اٹھانے کے بعد دوبارہ اپنے سامنے رکھا اور فرمایا کہ بالکل ٹھیک ہے۔ اگر ہاؤس یہی چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں ہی جواب دوں گا۔

اس موقع پر حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بائیں طرف تشریف فرما تھے اور یہ عاجز ’’حضرت خالد احمدیت‘‘ کی اس کرسی پر تھا جس پر اس سے پہلے آپ تشریف فرما ہوتے تھے۔ تو یہ تبدیلی اس وجہ سے ہوئی تھی۔

کارروائی کی اشاعت پر پابندی کی حقیقت

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ 1974ء کی بھٹو حکومت نے قومی اسمبلی کی کارروائی کی اشاعت پر پابندی لگائی تھی۔ کیا ایسی پابندی تھی؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔ حق یہ ہے کہ خود بھٹو حکومت کی طرف سے سرکلرز کی شکل میں یہ روداد شائع کی جاتی رہی اور سینٹ اور قومی اسمبلی کے ممبروں کو با قاعدہ بھجوائی جاتی تھی۔ پابندی صرف یہ تھی کہ احمدیوں کو پتہ نہ لگے۔ جس طرح یہ پابندی تھی کہ جو وہاں پر روداد پیش کر رہے ہیں نہ وہ پریس میں جائے اور نہ احمدی اس کو ریکارڈ کریں۔ اسی طرح یہ جو شائع کی گئی وہ اس طریقے پر شائع کی گئی کہ اپنوں تک تو پہنچے اور احمدیوں کو خبر نہ ہو۔ مگر احمدیوں کی عظمت شان یہ دیکھیں کہ جب محضر نامہ کے متعلق بھٹو حکومت کی طرف سے درخواست کی گئی کہ آپ محضر نامہ بھجوائیں اور اس کے بعد ہم Cross Questions کریں گے۔

کتاب ''تاریخ انصار اللہ'' جو مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب کی ابھی حال ہی میں منظر عام پر آئی ہے، اس میں بیان ہے کہ حضور رحمہ اللہ سے پہلے کہا گیا کہ آپ محضر نامہ بھجوائیں۔ حضور رحمہ اللہ نے فرمایا ہم پر بجائے اس کے کہ وہاں جرح کی جائے، آپ ایک دن پہلے سوال بھجوا دیا کریں۔ ہم آپ کو جواب دے دیا کریں گے۔ میں کوئی سلسلہ کے لٹریچر کا حافظ نہیں ہوں۔ تو اس طرح بڑی آسانی کے ساتھ آپ کے سوالوں کا جواب آ جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ نہیں محضر نامہ بھی لکھ کر بھجوائیں اور پھر محضر نامہ کے ساتھ جو کتابیں ہیں وہ بھی ہمیں پیک (Pack) کر کے بھجوائیں اور اس کے بعد ہم Cross Questions کریں گے۔

اب آپ سے میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کی عظمت شان یہ تھی کہ محضر نامہ حکومت کے کہنے پر لکھا گیا اور اس کو شائع کیا گیا اور شائع کرنے کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشاد کے مطابق وہ محضر نامہ جماعت احمدیہ نے سوائے سینٹ اور قومی اسمبلی کے ممبروں کے کسی کو نہیں دیا۔ حتّٰی کہ ہم لوگ جو ڈیلی گیشن میں شامل تھے، کو بھی نہیں دیا گیا۔ حضور کے پاس تھا۔ اس حد تک جماعت نے اہتمام کیا کہ کوئی بھی ایسی صورت نہ ہو کہ فضا میں جو پہلے ہی اشتعال پیدا کر دیا گیا ہے مزید مکدّر ہو جائے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب: ۔ **مولانا صاحب! یہ ابھی آپ نے فرمایا ہے کہ بھٹو حکومت کی طرف سے ایسی کوئی پابندی نہیں لگائی گئی تھی بلکہ سرکلرز تو خود حکومت نے شائع کروائے تھے۔**

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔ وہ سرکلرز خود شائع کروا چکے تھے مگر چاہتے یہ تھے کہ یہ شائع

شدہ چیز عوام کے سامنے نہ آئے۔ کہتے یہ تھے کہ عوامی فیصلہ ہے مگر عوام سے بھی بچا کر رکھتے تھے تا کہ عوام احمدی نہ ہو جائیں اور اس سلسلہ میں یہاں بتانا چاہتا ہوں کہ یہ پابندی کا جہاں تک تعلق ہے یہ اس وقت سے پتہ نہیں کسی وجہ سے اس کو ایک وحیِ ربانی سمجھتے ہوئے لوگوں میں پھیلا دیا گیا ہے۔ ایک سازش کے تحت کہ حکومت نے پابندی لگائی ہے۔ حکومت تو خود اس کو صرف ممبران کمیٹی کے لیے شائع کر رہی تھی اور لرز رہی تھی کہ کہیں کسی اور کو پتہ نہ چل جائے۔

آپ کا جو سوال ہے میں اس کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آخری دن سوالات ختم ہوئے تو یحییٰ بختیار صاحب نے جو اٹارنی جنرل تھے، کہا کہ مرزا صاحب! میرے سوالات تو ختم ہو چکے ہیں اب آپ کچھ فرمائیں۔ جو حضور نے فرمایا وہ میں اپنے وقت پر بیان کروں گا۔ جب حضور اٹھ کر جانے لگے۔ میں بالکل ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ حضور تشریف لائے اور ان کو الوداعی سلام کہا۔ اس موقعہ پر صاحبزادہ فاروق علی صاحب جو اس وقت قومی اسمبلی کے سپیکر تھے اس کارروائی کے لیے پورے ہاؤس کو سپیشل کمیٹی میں Convert کر دیا گیا تھا۔ تو اس کمیٹی کے چیئرمین بھی وہی تھے چیئرمین صاحب نے حضرت صاحبؒ سے درخواست کی کہ جب تک ہم یہ روداد شائع نہ کریں، آپ خود بھی پبلک میں اس کے واقعات کو بیان نہ کریں۔ اس میں ہرگز یہ نہیں کہا گیا تھا کہ کوئی اور دوسرا شخص بھی بیان نہ کرے۔ چونکہ حضورؒ لیڈر تھے لاکھوں شیدائیوں کے اس واسطے ان کی طرف سے یہی درخواست تھی، حضورؒ ہی سے تھی کہ آپ اس کو Disclose نہ کریں۔ یہی وجہ ہے کہ حضورؒ نے مجھے اجازت دی۔ میں کراچی میں اور بہت سارے مقامات میں حضورؒ کے ارشاد کے مطابق گیا اور ان مجالس میں میں نے انہی دنوں میں کارروائی کی باتیں بتائی تھیں یہ حضورؒ سے یہ بات کہی گئی تھی اور حضورؒ نے اس کا اہتمام کیا ہے۔ حضورؒ نے کبھی تفصیل نہیں بتائی۔

7 ستمبر کے فیصلہ کے بعد جب پہلا جمعہ آیا ہے تو حضورؒ نے فرمایا کہ مجھے فیصلہ کے متعلق ساری دنیا کے احمدیوں کی طرف سے تبصرہ کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ میرے کان میں اب تک خدا کے اس شیر کے یہ الفاظ گونج رہے ہیں۔ حضورؒ نے فرمایا No Comments ۔ میں کوئی Comments نہیں کروں گا۔ اور پھر فرمایا کہ جس نے لنڈے بازار سے ایمان خریدا ہے اس کو تو فکر ہو سکتی ہے مگر جس نے اسلام اور ایمان عرش کے خدا سے خریدا ہے، اس کو کوئی غم کی ضرورت نہیں۔

اس وقت میرے دل و دماغ پر حضرت مصلح موعودؓ کا یہ شعر آ گیا۔ ؎

عشق خدا کی مے سے بھرا جام لائے ہیں
ہم مصطفیٰؐ کے ہاتھ پہ اسلام لائے ہیں

حکومت پاکستان کے شائع کردہ سرکلرز اور ریکارڈ

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہ سرکلرز کل کتنے صفحات پر مشتمل تھے جو حکومت پاکستان کی طرف سے اراکین اسمبلی اور سینٹ کو دیے جارہے تھے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ ایک ہزار دو سو ستتر صفحات پر مشتمل ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اور کیا یہ سرکلر بعینہٖ اسی گفتگو پر مشتمل ہے جو وہاں پر کی گئی۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ بات یہ ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے ایک جگہ پر فرمایا تھا کہ ایک شخص اپنے آقا کے ساتھ جا رہا تھا۔ اس کا مالک گھوڑے پر سوار تھا۔ گڑھا آیا تو وہ گر پڑا تو اس نے آواز دی کہ مجھے اٹھا لو۔ اسی وقت اس نے جیب سے ملازمت کے جو شرائط تھے وہ پیش کئے کہ حضور اس میں یہ نہیں لکھا کہ جب آپ گر جائیں تو پھر آپ کو اٹھانا بھی میرے فرائض میں شامل ہے۔

تو یہ سارے کام ’’For The Purpose Of The Law‘‘ نہیں تھے بلکہ اپنے اقتدار کی خاطر ہو رہا تھا۔ دنیا میں دراصل ڈھنڈورا پیٹنا تھا اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے اس کے اوپر یہ ریمارکس دیے تھے کہ پنڈت نہرو کے مرنے کے بعد بھٹو صاحب کے دل و دماغ پر یہ خواب تھا کہ اب مجھے South Asia کا لیڈر بننا چاہئے۔ اور وہ چاہتے تھے کہ میرے عہد حکومت میں جو پہلا آئین تیار ہو وہ بالکل متفقہ اور متحدہ، Unanimously ہو۔ تو ہر بات وہ اس رنگ میں کرتے تھے۔ یہ چیز تھی جو وہ دنیا میں بتانے کے لئے کر رہے تھے کہ ہم ڈیموکریٹک پالیسی پر عمل کر رہے ہیں۔ حکومت یہ سرکلرز لکھتی تھی مگر ایک تو وہ بھی خلاصہ ہوتا تھا۔ آپ اس کو پڑھیں تو حیرت آتی ہے کہ قرآن کی آیتیں اس میں غلط، حدیثیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارتوں کی عبارتیں غلط۔ حالانکہ سوال کیا گیا اور جو اشتعال پیدا کرنے کے لئے فتنے برپا کئے گئے۔ ان میں یہ بھی تھا کہ ’’مرزائی‘‘ قرآن مجید میں تحریف کر رہے ہیں۔ لیکن آپ اگر دیکھیں تو قرآن کی آیتیں

تک اس میں بدلی ہوئی موجود تھیں۔ کیوں؟ دنیا کو صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ آپ کا جو مقصد ہے احمدیت کو ختم کرنے کا، ہم کس طرح پورا کر رہے ہیں۔ عوام کو بتانے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ عوام کی خاطر اور ان کے نام پر یہ کیا جا رہا تھا۔ آپ دیکھیں تو سینکڑوں غلطیاں آپ کو ملیں گی۔ اس واسطے اگر اسی شکل میں شائع کر دیا جائے تو دنیا کو پتا لگ جائے کہ اس کے لکھنے والے قرآن کے مخالف تھے۔ حدیث کے مخالف تھے۔ اور بانی جماعت کے مخالف تو تھے ہی۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب: ۔ اور اس کے علاوہ میرے علم میں ہے، بہت سے اہم حوالے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے غیر احمدی بزرگوں کے پڑھے، وہ بھی اس میں سے مکمل طور پر غائب کر دیئے گئے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔ چار روز تک حضور نے جہاد کے مسئلہ پر بحث کی ہے اور وہ ان کتابوں میں جو غیر احمدی علماء نے شائع کی ہیں، چند صفحوں میں آ جاتی ہے۔ میں آپ کو ابھی یہ بتانا چاہتا ہوں کہ دنیا میں یہودیوں نے تحریف کی اور ریکارڈ تحریف کی۔ قرآن مجید نے اس کو بتایا ہے۔ مگر بیسویں صدی ہی نہیں میں کہتا ہوں کہ یہودیوں کی تاریخ میں بلکہ دنیا کی تاریخ میں اتنی بڑی تحریف نہیں کی گئی جو ان حالات کی اشاعت میں بعض حلقوں کی طرف سے کی گئی ہے۔

قصہ صرف یہ تھا کہ یہ جو سرکلرز تھے یہ مفتی محمود صاحب جو دیوبندی مسلک کے تھے اور نورانی صاحب کو یا پروفیسر غفور صاحب، ان سب کو تو باقاعدگی کے ساتھ جا رہے تھے ہمیں تو اس بارے میں بتایا ہی نہیں گیا۔ میں نے بھی جو حاصل کیا ہے وہ مکرم و محترم چوہدری انور حسین صاحب شیخوپورہ، اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے، کے پیپلز پارٹی کے ایک دوست تھے جو کہ اس وقت پارلیمنٹ کے ممبر تھے، ان کے ذریعہ سے حاصل کیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے دوسرے ذرائع سے حاصل کیا ہے۔ تو یہ ساری چیزیں ان کے پاس موجود تھیں۔ ان علماء نے ایک طرف تو یہ کہا اس پر پابندی لگی ہوئی ہے دوسری طرف یہ کیا کہ دنیا کو تو پتا نہیں ہے کہ یہ سرکلرز موجود ہیں۔ اب کوئی شخص بھی یہ 1277 صفحات کے سرکلرز کو لے کر دیکھے تو اسے پتا لگے گا کہ چار گھنٹے کی بحث یا چار دنوں کی بحث کو ان حضرات نے اس خلاصے میں سے خلاصہ کر کے دو سطریں اس میں شامل کر دی ہیں اور پھر اپنے مطلب کا اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن جہاں تک تعلق ہے اسمبلی کے فیصلے سے پہلے اٹارنی جنرل کی تقریر کا وہ

انہوں نے لفظاً لفظاً دے دیا ہے کیونکہ وہ چیز Totally جماعت کے خلاف تھی۔ باقی سارے حصے میں ہر چیز کو مسخ کیا گیا ہے۔

حالانکہ فل سٹاپ، سیمی کولن، Punctuation جو ہے اس کا خیال رکھنے کے نتیجے میں مضمون الٹ جاتا ہے۔ بڑی مشہور بات ہے آپ اگر ایک بات پر فل سٹاپ لگائیں کہ روکو۔ مت جانے دو۔ اگر روکو کے بعد (۔) ڈیش کو Omit کردیں اور مت کے بعد اضافہ کریں تو بنے گا کہ روکو مت۔ جانے دو۔ مضمون بدل جاتا ہے۔ تو تحریر تو ایسی چیز ہے کہ Punctuation میں سے سیمی کولن، فل سٹاپ کسی کو بدلنے سے مضمون ہی بدل جاتا ہے۔ اور یہاں تو یہ ہے کہ جو لکھا گیا وہ خلاصہ تھا۔ لکھنے والے قرآن سے ناواقف تھے۔ لکھنے والے حدیث سے ناواقف تھے۔ لکھنے والے حضرت مسیح موعودؑ کے کلام سے ناواقف تھے۔ عربی عبارتیں کہاں جانتے تھے۔ قرآن کہاں جانتے تھے۔ یہ تو صرف اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے اور بتانے کے لئے کہ ہم نے تو جمہوریت کا راستہ اختیار کیا ہے۔ ہم ہیں جو کہ جمہوریت کے چیمپیئن ہیں۔ یہ سارا قصہ تھا۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب: ۔ ان سرکلرز میں میری نظر سے ایسا بھی گزرا ہے کہ جہاں بعض جگہ عربی عبارت نہیں لکھ سکتے تھے اور وہ نابلد تھے تو لکھ دیا کہ ''آگے عربی''۔ اصل حوالہ کو مکمل طور پر Omit کردیا گیا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔ آپ اس کو دیکھیں اول تو پتا چلے گا کہ انتہائی ناقص خلاصہ ہے۔ جس میں قرآن کو بدل دیا گیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو بدل دیا گیا۔ ایسے گستاخ لوگ تھے یہ جنہوں نے مرتب کیا۔ اس کو لے کر جن لوگوں نے شائع کیا ہے کہ ہم نے یہ اسمبلی کا نچوڑ نکالا ہے وہ اس میں ردوبدل کرکے، اضافے کرکے

ع کچھ بڑھا بھی لیتے ہیں زیب داستاں کے لئے

اس کو بہت بڑھایا اور جو اصل حقیقت تھی اس کو بالکل ختم کردیا اور دنیا کو یہ بتایا کہ دیکھیں مرزائیوں کے جو لیڈر تھے انہوں نے اسمبلی میں جو کیس پیش کیا اس میں وہ ناکام ہوگئے۔ حیرت آتی ہے کہ کس قماش کے انسان ہیں اور افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ ''ختم نبوت کے تحفظ'' کے لئے کیا گیا۔ (انا للّٰہ و انا الیہ راجعون)

حافظ محمد نصر اللہ صاحب: ۔ اس صورتحال میں جبکہ سرکلرز کی صورت میں حکومت نے خود بھی شائع کیا اور سرکلرز میں بھی تحریف کی گئی اور دوسری طرف حکومت کا یہ دعویٰ تھا کہ عوامی حکومت نے نوے سالہ مسئلہ حل کیا ہے تو کیا درست صورتحال کو چھپنا چاہیئے؟ اس عوامی فیصلہ کو عوام کے سامنے آنا چاہیئے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔ یہ بالکل اخلاقی طور پر واجب ہے کہ جو فیصلہ عوام کی خاطر کیا گیا ہے وہ عوام کے سامنے آنا چاہیئے۔ جس بناء پر کیا گیا ہے اس کو بھی واضح ہونا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ لکھا ہے کہ جو صحیح معنوں میں منصف ہو اس کا فرض ہے کہ جو گواہ ہیں ان کے بھی بیانات کو پوری طرح لکھے۔ مدعی کے بیانات بھی اسی کے الفاظ میں آنے چاہئیں اور اس کے سامنے مدعا علیہ کے بھی۔ پھر Cross Questions ہوں، پھر جو صفائی کے گواہ ہیں وہ، پھر صفائی کا وکیل جو کچھ کہہ رہا ہے وہ، پھر لکھنے کے بعد اور تنقیحات قائم کرنے کے بعد، اپنے فیصلہ میں لکھے کہ فلاں فلاں امور فلاں نے بیان کیئے۔ یہ حقائق کے مطابق ہیں اور فلاں چیزیں اس کے متضاد ہیں اور حقائق کے خلاف ہیں۔ اس حساب سے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں تب جا کر فیصلہ ہوتا ہے۔ دنیا میں آج تک یہ کبھی بھی نہیں ہوا کہ کسی مقدمہ میں کسی جج نے صرف اتنا فیصلہ کیا ہو کہ میں اس کو اتنے ہزار جرمانے کی سزا دیتا ہوں یا قید کی سزا دیتا ہوں۔ وہ باقاعدہ تنقیحات قائم کر کے، صفائی کے گواہ، ملزم کے بیانات، سب چیزوں کو لے کر، ان کو پیش نظر رکھ کر، بحث و تمحیص سامنے رکھ کر پھر اپنے نقطۂ نگاہ کو واضح کر کے کہتا ہے کہ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ ملزم ہے اور اس الزام کے لحاظ سے، فلاں سیکشن کے لحاظ سے، قانون کے لحاظ سے اس کو یہ سزا ہونی چاہیئے۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ یہ جو فیصلہ کیا گیا اس میں تو بنیاد ہی نہیں ہے۔ اس میں یہ لکھا ہی نہیں گیا کہ ہم اس نتیجہ پر کیوں پہنچے ہیں اور فیصلہ سنا دیا گیا۔ یہ سکھا شاہی کے زمانے میں بھی کبھی نہیں ہوا۔

اور سب سے بڑی مصیبت یہ ہوئی کہ جن عوام کے نام پر کیا گیا ان کو اس وقت بھی محروم رکھا گیا تو میں سمجھتا ہوں کہ حق اور انصاف کا تقاضا ہے اور ہم تو چاہتے ہیں کہ دنیا کے سامنے چیز آئے۔ ہماری تو اب بھی خواہش ہے کہ وہ شائع کرنے کی بجائے جس طرح کہ میں اس وقت M.T.A کے ذریعے سے آپ حضرات سے مخاطب ہوں وہ ہمیں دے دیں، ہم اسے M.T.A پر

نشر کر دیں گے۔ اب زمانہ پڑھنے کا اتنا نہیں رہ گیا سننے کا زمانہ زیادہ ہے۔ تو خدا کرے کہ وہ بھی دنیا کے سامنے آ جائے۔

کارروائی کے ریکارڈ کی موجودہ صورتحال

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ 1974ء میں جو کارروائی ہوئی وہ In Camera یعنی خفیہ ہوئی، کیا اس کی ویڈیو ٹیپ یا آڈیو ٹیپ، حکومت کے پاس موجود ہیں اور کیا جماعت احمدیہ کو ایسا حق دیا گیا تھا کہ وہ بھی اس کو ریکارڈ کر سکے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ جماعت احمدیہ کو ہر حق سے محروم کیا گیا تھا۔ میرے پاس کاپیاں موجود ہیں۔ مجھے صرف یہ اجازت تھی کہ جو اعتراض کیا جائے وہ میں ان میں لکھوں تا کہ حضورؒ کی خدمت میں اس کے مطابق حوالے اور اصل کتابیں پیش کر سکوں اور حضورؒ اگلے دن اس کا جواب دیں۔ اس کے سوا کسی قسم کے ریکارڈ کی ہمیں اجازت نہیں تھی۔ وہ ریکارڈ جو انہوں نے کیا اور اپنے پاس رکھا پھر بھٹو صاحب کے زمانے میں ایک اعلان کیا گیا کہ ظفر انصاری صاحب کو مقرر کیا گیا ہے کہ اس کو دوبارہ صاف کر کے اور غلطیاں ٹھیک کریں اور پھر اس کی اشاعت کا سامان کیا جائے۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ سپیکر کے نام چٹھی لکھی جائے کہ جماعت احمدیہ اس میں فریق ہے اس واسطے یہ جب Revision کی جائے تو اس میں ہمارا نمائندہ بھی ہونا چاہئے مگر آج تک اس کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ ان کے پاس آڈیو کیسٹس موجود تھیں۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ جو کیسٹیں تھیں اب ہیں یا نہیں ہیں؟ یہ تو اب اسمبلی کے رہنے والے ہی جانتے ہیں کیونکہ مقصد تو عوام کے نام پر احمدیوں کے خلاف ایک نیا کلمہ بنا کر ملّا کے ظلم وستم کو قانونی تحفظ دینا تھا۔ اس کے سوا تو کوئی بات نہیں تھی تو انہیں اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی کہ وہ قائم رہے یا نہ رہے بلکہ جیسا میں نے اشارہ کیا ہے کہ محضر نامہ جب لکھا گیا تو یہ حکم تھا کہ آپ اپنا کیس پیش کریں اور ساتھ کہا کہ ہم اس کو دیکھیں گے۔ ہر کتاب اصل بھی ساتھ ملنی چاہئے۔ جس کتاب کا حوالہ ہے خواہ ایک سطر بھی ہے۔ وہ بھی ساتھ رکھی جائے۔ اس کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ

کی کتابیں بھی ہمیں دی جائیں۔ یہ اسمبلی کی طرف سے مطالبہ تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کا مکمل سیٹ حضرت مولانا عبدالمالک خان صاحب نے نظارت اصلاح وارشاد کی طرف سے پیش کیا اور جہاں تک محضر نامہ کا تعلق ہے، تیئس بنڈلوں میں میں نے وہ ساری کتابیں دو ٹرنکوں میں مولانا عطاء الکریم شاہد صاحب ابن حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب کے ساتھ مل کر جمع کروائیں۔ جب اسمبلی کے اجلاس ختم ہوئے۔ فیصلے ہو گئے تو ہم کتابیں لینے کے لئے گئے تو میں نے دیکھا کہ ان کے اوپر گردو غبار پڑا ہوا ہے، جالا لگا ہوا ہے۔ جب ہم مسکرائے تو ہمیں دیکھ کر کہنے لگے کہ مولانا اللہ کا فضل ہے کہ دیکھنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ جب اس قسم کی حالت ہو تو وہ کیسٹ ہیں یا نہیں؟ یہ ان سے پوچھنا چاہئے۔ ہاں یہ بات میں بتانا چاہتا ہوں کہ ساری کارروائی میں یہ ضرور یاد رکھیں۔ ایک تو میں پہلے بتا چکا ہوں اور دوسرا یہ شعر ضرور یاد رکھنا چاہئے جو فیض احمد فیض صاحب کا ہے۔ ؎

بنے ہیں اہل ہوس مدعی بھی منصف بھی
کسے وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں

تو وکیل بھی خود تھے۔ فتنہ برپا کرنے والے بھی خود تھے۔ خود ہی وکالت بھی کرنے والے تھے اور انصاف بھی کرنے والے تھے۔

کارروائی کا مختصر خاکہ

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا صاحب! اسمبلی کی کارروائی کے آغاز سے آپ اگر مختصراً ہمیں ایک Outline بتا دیں کہ تیرہ دن میں کیا کیا ہوا۔ محضر نامہ جماعت کی طرف سے پیش کیا گیا پھر اس کے بعد سوال و جواب ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ پر۔ تو اگر دنوں کے حساب سے ہمیں ایک Outline بتا دی جائے تو سہولت رہے گی۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ تاکہ پھر ہم اس کے مطابق سوالات کر سکیں۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ میرے پاس وہ کاپی ہے جو میں سوالات کے لکھنے اور

کارروائی کے اشاروں کے لئے لے کر جاتا تھا۔ اس کے شروع میں میں نے وہ تاریخیں لکھی ہیں۔ میں وہ عرض کر دیتا ہوں۔ تیرہ دن تھے جن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ پیغام حق کو پہنچانے کے لئے تشریف لے گئے۔ پہلے دو دن تو 22، 23 جولائی 1974ء کے ہیں۔ جن میں حضورؒ نے مکمل محضر نامہ پیش فرمایا اس کے بعد پھر گیارہ دن ہیں جن میں سوال و جواب ہوئے اور وہ تاریخیں میرے اس ریکارڈ کے لحاظ سے 5 اگست، 6 اگست، 7 اگست، 8 اگست، 9 اگست (9 کو جمعہ تھا لیکن کارروائی جاری رہی) پھر 10 اگست ہے۔ پھر 11 سے 19 تک وقفہ تھا۔ پھر آخر میں 20 اگست، 21 اگست، 22 اگست، 23 اگست کو بھی جمعہ تھا مگر کارروائی جاری رہی اور آخری دن 24 اگست 1974ء جبکہ آدھی رات کے قریب۔ تقریباً دس گیارہ بجے کے قریب، یہ کارروائی ختم ہوئی اور یہ تقریباً باون گھنٹے بنتے ہیں جس میں کہ حضورؒ پر جرح کی گئی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی زبان مبارک پر خدا کی تائید سے، فرشتوں کی تائید سے، حق و معرفت کے وہ دریا جاری ہوئے کہ سننے والے دنگ رہ گئے۔ یہ الگ بات تھی کہ فیصلے پہلے ہو چکے تھے۔

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ پھر 24 اگست سے 7 ستمبر تک کیا ہوا؟ فیصلہ تو 7 ستمبر کو سنایا گیا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ جو تیرہ دن تھے ان کے متعلق تو میں بتا چکا ہوں ٹکٹیں ان دنوں کے لئے تھیں ہمارے پاس۔ تو میں یا وفد کے دوسرے ممبران تو ان تیرہ دنوں کے متعلق ہی کچھ بیان کر سکتے ہیں۔ تو باقی کس طرح پر خصوصی کمیٹی میں سازشیں کی گئیں۔ کیا انداز اختیار کیا گیا اور پھر آخر میں یحییٰ بختیار نے اٹارنی جنرل کی حیثیت سے پورے ایوان کو بتایا۔ وہ رہبر کمیٹی اور پھر پورا ایوان اس خصوصی کمیٹی میں اکٹھا ہو گیا۔ پھر خصوصی کمیٹی کی طرف سے پوری ترجمانی کرنے والے اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار صاحب تھے اور ان کے بعد پھر بھٹو حکومت کی طرف سے وہ قرارداد پیش کی گئی اور پھر اس پر بھٹو صاحب نے تقریر کی۔ اس کا علم تو کارروائی چھپنے پر ہی ہو سکتا ہے!

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ وہ قرارداد تو عبدالحفیظ پیرزادہ صاحب نے پیش کی تھی۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ وہ میں پیش کر چکا ہوں۔ قرارداد پیش کرنے والے کے لیے جو خصوصی کمیٹی کے اندر ایک کمیٹی تھی، قرارداد ان کی طرف سے پیش ہوئی تھی۔

’’محضر نامہ‘‘

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے اپنے موقف کی وضاحت کے لیے محضر نامہ پیش کیا گیا جسے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے دو دنوں میں پڑھ کر سنایا۔ اس کی تفصیل اگر آپ بیان فرمائیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ محضر نامہ، اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت پہلے تو یہ حضورؒ نے فیصلہ کیا، کیونکہ چند دن کے اندر اندر فوری طور پر یہ حکم دیا گیا بھٹو گورنمنٹ کی طرف سے کہ اپنا محضر نامہ پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی تائید فرمائی اور چار پانچ دن کے اندر اندر خدا نے ایسے سامان کئے کہ حضورؒ کی راہنمائی میں یہ تیار ہوا۔ اس کی ایک کاپی رکھی گئی اور جمع کرانے کے لئے اصل کاپی جو تھی یعنی اس اصل مسودے کو کاتب نے لکھا۔ کتابت شدہ حصہ پورے کا پورا لکھ کر اس کی فوٹو لی گئی اور وہ کتابت شدہ حصہ اسمبلی میں داخل کرانے کے لئے عین موقعہ پر جناب محمد شفیق قیصر صاحب مرحوم تشریف لے گئے تھے۔ انہوں نے وہ جمع کرایا اور اس کے بعد میں نے حضورؒ کی خدمت میں عرض کی کہ حضورؒ گورنمنٹ کے لحاظ سے تو ہم نے ان کو پہنچا دیا ہے مگر ہمیں تو ہر ممبر سینٹ کا ہو یا قومی اسمبلی کا ان تک یہ بات بھی پہنچانی ہے تو اگر حضور ایدکم اللہ اجازت دیں تو کم از کم اتنی تعداد میں ضرور شائع کر دیا جائے جو کہ قومی اسمبلی اور سینٹ کے ممبروں تک پہنچ جائے۔ حضورؒ نے اس کو بہت پسند فرمایا اور حکم دیا کہ ایک دن کے اندر اندر اس کو شائع کر دیا جائے۔ دن رات ایک کر کے پھر اتنی کاپیاں جتنی تقسیم کی جانی تھیں، شائع کی گئیں۔ (حضور کا منشاء مبارک تھا چونکہ یہ معاملہ اسمبلی میں ہے۔ اس واسطے اپنوں کو بھی دینے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے صرف حضورؒ کے پاس اس کی کاپی تھی۔ وفد کے ممبروں کو بھی نہیں دی گئی۔ کئی سال کے بعد میں نے یہ محضر نامہ، جس کے اوپر لکھا ہوا تھا کہ شائع کردہ ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان، کہیں سے حاصل کیا۔ اب دوسرا ایڈیشن تو اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ کی طرف سے شائع شدہ ہے، بہت نفیس ہے مگر پہلا ایڈیشن جو ہے اس کے ٹائٹل پیج پر لکھا گیا تھا کہ یہ ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے۔

محضر نامہ کی تیاری

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ مولانا! جماعت احمدیہ کی طرف سے جو محضر نامہ تیار کیا گیا اس کی تیاری کن مراحل سے گذری؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اس میں صرف میں اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اصل تو راہنمائی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تھی۔ حضور نے اس کام کو مکمل کرنے کے لئے جو کمیٹی تجویز فرمائی اس کے سربراہ میرے پیارے آقا سیدی حضرت مرزا طاہر احمد صاحب تھے اور دوسرے ممبر حضرت مولانا ابو العطاء صاحب تھے، پھر خاکسار تھا۔ محضر نامہ ایک جامع اور مختصر دستاویز تھی جو ایوان میں رہبر کمیٹی کی فرمائش پر ناظر اعلیٰ، صدر انجمن احمدیہ پاکستان حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جو ہمارے امام ہمام عالی مقام اور دین حق کی روحانی افواج کے سپہ سالار حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے والد ماجد تھے۔ ان کی طرف سے کمیٹی کو بذریعہ محترم محمد شفیق قیصر صاحب پیش کیا گیا تھا۔ جس کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نور اللہ مرقدہٗ نے راقم الحروف کی درخواست کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے اس کو چھپوانے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ چنانچہ حضورؒ کے ارشاد پر سیدی حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے دفتر وقف جدید میں اپنی نگرانی میں اس کی عمدہ کتابت کروائی اور نہایت اہتمام کے ساتھ ضیاء الاسلام پریس ربوہ سے اور سرورق نصرت آرٹ پریس ربوہ سے طبع کرایا۔

یہ مطبوعہ محضر نامہ نیشنل اسمبلی اور سینٹ کے سب معزز ممبروں کی خدمت میں بھی پہنچا دیا گیا۔ یہ محضر نامہ جس میں مسٹر بھٹو وزیر اعظم اور ان کی پیپلز پارٹی اور حزب مخالف کے ارکان پر ناقابل تردید براہین اور دلائل کے ساتھ حجت تمام کر دی گئی تھی، ہر سعید الفطرت اور حق کے طلبگار پر یہ واضح کرنے کے لئے کافی ہے کہ آج صرف احمدی ہی آسمانی دفتر میں حقیقی مسلمان ہیں۔ خدا تعالیٰ سے والہانہ تعلق، قرآن مجید سے وابستگی اور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ سے عدیم المثال عشق اور فدائیت احمدیوں کی پہچان ہے۔ وہی قرآن و حدیث، بزرگان سلف کے بیان فرمودہ ان سب معانی ختم نبوت کو دل سے تسلیم کرتے ہیں جن سے آنحضرت ﷺ کی شان دوبالا ہوتی ہے۔ مگر

جس تشریح سے حضرت مسیح علیہ السلام کو خاتم النبیین یا غیر مشروط طور پر آخری نبی تسلیم کرنا پڑے وہ اسے ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کر سکتے۔ خواہ انہیں آروں سے چیرا جائے اور خنجروں سے ذبح کر دیا جائے یا زندہ آگ میں جلا دیا جائے۔ ؎

دنیا میں آج حامل قرآن کون ہے
گر ہم نہیں تو اور مسلمان کون ہے

محضر نامہ کے مأخذ

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا اس عظیم الشان محضر نامے میں جو حوالے پیش کیے گئے۔ ان کا مأخذ کیا تھا؟ لٹریچر کے حوالے سے کچھ تفصیل بیان فرمائیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں رہبر کمیٹی کی خصوصی ہدایت پر محضر نامہ میں شامل جملہ حوالوں کے اصل مأخذ اور بنیادی لٹریچر جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا پورا سیٹ شامل تھا، اسمبلی میں جمع کرانا ضروری تھا۔ یہ لٹریچر زیادہ تر خلافت لائبریری ربوہ سے فراہم کیا گیا۔ روحانی خزائن کا سیٹ مولانا عبدالمالک خان صاحب ناظر اصلاح وارشاد نے عطا فرمایا اور کچھ کتابیں اور رسائل جن کی تعداد بائیس کے قریب تھی، خاکسار نے اپنی ذاتی لائبریری سے پیش کیں جو بالکل نایاب تھیں۔

میں ضمناً اتنا ضرور بتا دیتا ہوں کہ یہ کتابیں، محضر نامے کی کتابیات جس کو Bibliography کہتے ہیں، دی گئیں ان کی تعداد رجسٹروں اور رسالوں سمیت، قریباً ایک سو بیس بنتی ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اگر وہ نام بتا دیئے جائیں تو مناسب ہوگا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اس فہرست میں کتاب کا پورا نام، ایڈیشن، سن، صفحہ کتاب، پھر یہ بتایا گیا کہ محضر نامہ کا جو صفحہ ہے اس میں کون کون سی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ اس کے مطابق ساتھ ساتھ تشریح کی گئی۔ میں عرض کر دوں یہ کتابیں تئیس بنڈلوں میں تقسیم کر کے اور دو صندوقوں میں جمع کر کے قومی اسمبلی میں ان کو پہنچائی گئی تھیں اور اس وقت مولانا عطاء الکریم

صاحب شاہد ابن خالد احمدیت حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب اور مولوی دین محمد شاہد صاحب جو اس وقت مربی سلسلہ راولپنڈی تھے، میرے ساتھ تھے۔ دفتر سے باقاعدہ رسید لی گئی جو میرے پاس محفوظ ہے۔

ان کے علاوہ خلیفہ صباح الدین صاحب اور مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب کے ولی عہد، منیرالحق صاحب قائد خدام الاحمدیہ بھی تھے۔ ایک پوری پارٹی مجاہدانہ شان کے ساتھ لگی رہتی تھی، ان کی قیادت تھی اس وقت، اللہ تعالیٰ جزائے عظیم بخشے۔

اسمبلی میں جمع کروائی گئی کتب

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ مولانا آخر میں اس قیمتی علمی خزانہ میں شامل ان کتابوں کی فہرست بتا دیجئے جو محضرنامے کے ساتھ اسمبلی میں جمع کروائی گئی تھیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اصل محضرنامہ آپ دیکھیں کہ کتنی محنت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی تائید کے ساتھ مرتب ہوا تھا۔

''قرآنی فیصلے'' جلد اول

''مزاج شناس رسول'' از غلام احمد پرویز

''حقیقت جہاد'' از مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

''اسباب بغاوت ہند'' از سر سید احمد خان

''دلائل السلوک''

''سید عطاء اللہ شاہ بخاری'' از شورش کاشمیری

''اقبال اور ملا'' از ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم

''حیات طیبہ'' از جناب مرزا حیرت دہلوی

''دیوبندی مذہب''

''بخاری شریف''

''صحیح مسلم''

’’رپورٹ آف دی کورٹ آف انکوائری 1954ء‘‘

’’مختصر سیرت رسول‘‘ از حضرت محمد بن عبد الوہاب

’’دستوری سفارشات پر تنقید‘‘ از مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

’’البحر المحیط‘‘ از محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الاندلسی

’’المفردات فی غریب القرآن‘‘ از علامہ راغب اصفہانی (مشہور عالم لغت قرآن ہے)

’’تفسیر القمی‘‘ (یہ شیعہ لٹریچر میں بے مثال تفسیر ہے)

’’الحکم‘‘ 1901ء

’’آفتاب نبوت‘‘ از مولانا محمد طیب (حضرت مولانا قاسم نانوتوی صاحب کے پوتے ہیں)

’’ابن ماجہ‘‘

’’الشہاب علی البیضاوی‘‘

’’تصدیق النبی‘‘ (یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ مضمون ہے جو کہ ایک عیسائی کے تین سوالوں کے جواب میں تھا (یہ چار سوالوں کے جواب بعد میں چھپے ہیں۔) یہ ابھی ابتدائی ایام میں چھپا اور انجمن حمایت اسلام نے اس کو شائع کیا تھا۔ تو اس کو ’’تصدیق النبی‘‘ کے نام سے کتاب گھر قادیان سے شائع کیا گیا)

’’ملفوظات‘‘ جلد اول

’’ملفوظات‘‘ جلد سوم

’’الحکم‘‘ 1904ء

’’الحکم‘‘ 1905ء

’’تاریخ اقوام عالم‘‘ از مرتضیٰ احمد خان میکش

’’اشاعۃ السنۃ‘‘۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی ادارت میں چھپنے والا رسالہ

’’موضوعات کبیر‘‘ از علامہ علی القاری

ترجمہ اردو کنوز الحقائق از حضرت علامہ مناوی

’’سوانح احمدی‘‘ از مولانا محمد جعفر تھانیسری

''تکملہ مجمع البحار'' از حضرت محمد طاہر گجراتی

''البدر'' قادیان

''ظفر علی خان کی گرفتاری'' از حبیب الرحمٰن خان کابلی

''فتویٰ علماء اسلام'' از انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور (یہ وہی فتویٰ ہے جس میں لکھا ہے کہ مرزائیوں کی اولاد کو بھی اور انہیں بھی کتوں کی طرح گڑھوں میں ڈال دیا جائے)

''اشارات فریدی'' از حضرت خواجہ غلام فرید صاحب

''نصرۃ الابرار'' از مولوی محمد صاحب (جس میں انہوں نے کھلے لفظوں میں کہا ہے کہ انگریزی حکومت کے خلاف جہاد حرام ہے)

''تبلیغ رسالت'' جلد ششم، ہشتم

''اشاعۃ السنۃ'' جلد ۷

''سلسلہ احمدیہ'' از قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ۔

''حرف محرمانہ'' از ڈاکٹر غلام جیلانی برق

''فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں'' از مفکر احرار چوہدری افضل حق

''صاعقہ ربانی بر فتنہ قادیانی'' از سمیع فاروقی

''اظہار مخادعت مسیلمہ قادیانی'' از مولوی عبدالاحد خانپوری

''حسام الحرمین'' از مولانا احمد رضا خان بریلوی

''فتاویٰ شریعت غراء''

''شرعی فیصلہ''

''تحریک قادیان'' مصنفہ سید حبیب صاحب مدیر سیاست

''الحیات بعد الممات'' (یہ مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی کی سوانح حیات ہے)

''ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک'' از مسعود عالم ندوی

''تاریخی حقائق'' یہ بریلوی عالم کی کتاب ہے

''صراط مستقیم'' از حضرت شاہ اسماعیلؒ صاحب

''ردقول الجاہلین فی نصر المؤمنین'' از زبدۃ المحدثین والمفسرین مولوی محمد صدیق نیشاپوری

ہفت روزہ ''ترجمان اسلام'' 31/مارچ 1972ء

روزنامہ ''زمیندار'' 21/اکتوبر 1945ء

ہفتہ وار ''رضوان'' چکڑالویت نمبر

''الشہاب الثاقب'' مولوی حسین احمد صاحب مدنی (بریلوی حضرات نے یہ تحقیق کی ہے کہ ٹانڈوی کہلانا چاہئے ان کو۔ یہ ٹانڈہ میں پیدا ہوئے تھے۔ مدنی اس لئے کہلاتے ہیں کہ مدینہ میں کچھ عرصہ تک رہے۔ اب یہ حیرت کی بات ہے کہ کوئی شخص اگر مدینہ دو چار سال رہ آئے تو پھر وہ مدنی کہلاتا ہے۔ ایک طرف یہ بات ہے دوسری طرف ہمیں قادیانی کہتے ہیں۔ حالانکہ میری پیدائش قادیان میں نہیں ہوئی تھی۔)

''وہابیہ دیوبندیہ کی نسبت علماء کا متفقہ فیصلہ''

''الملفوظ'' حصہ دوم مرتبہ مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان

''انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمکائد والمفاسد'' (یہ مختلف کتابوں کا مجموعہ ہے)

ہفت روزہ ''زندگی'' 10 نومبر 1969ء (جس میں کہ مفتی محمود صاحب کا فتویٰ ہے کہ مودودی صاحب دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

ان کا ایک اور فتویٰ مجھے یاد آیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر کسی مودودی کی قبر کے اوپر گھاس اگ آئے اور کوئی گائے یا بکری اس کو کھا جائے تو اس کا گوشت بھی حرام ہے۔ اس کا دودھ بھی حرام ہے۔ سبحان اللہ جو انڈسٹری ہے فتویٰ سازی کی اس کو climax تک پہنچا دینے کا کیسا شرف حاصل ہے ان افراد کو!!)

''قرآن مجید مترجم'' از شیخ الہند مولانا محمود الحسن و شبیر احمد صاحب عثمانی (اسی میں یہ لکھا ہے خاتم النبیین کے متعلق کہ آنحضرت ﷺ نبیوں کی مہر ہیں اور اس کے معنی یہ ہیں کہ جتنے نبیوں کو نبوت ملی محمد رسول اللہؐ کی مہر لگ کر ملی)

''حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب'' از مولوی احمد علی صاحب

''غلام احمد پرویز کے متعلق علماء کا فتویٰ''

''ردالرفضۃ'' از احمد رضا خان بریلوی صاحب

ماہنامہ ''طلوع اسلام'' مئی 1953ء (اس میں وہ اشتہار تھا کہ مطالبات۔ دیوبندی امت کو اسلام سے خارج

قرار دیا جائے۔ 1953ء میں جو کراچی میں شائع کیا گیا تھا)

’’مرزائیت نئے زاویوں سے‘‘ از مولوی محمد حنیف ندوی صاحب

’’المنتظر‘‘ (یہ امامیہ فرقہ کا ترجمان ہے)

’’انوار الصوفیہ‘‘ جلد 7۔ ستمبر 1911ء اور جلد 11۔ اگست 1915ء (یہ مولوی سید جماعت علی شاہ صاحب کا ترجمان رسالہ نکلتا تھا۔)

’’شمع توحید‘‘ از مولوی ثناء اللہ

’’مے خانہ درد‘‘ از ناصر نذیر فراق (حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح)

’’سلک السیر فی نظم الدرر‘‘ مصنفہ علامہ دہر وفہامہ عصر المعتصم باللہ ملاّ صفی اللہ صاحب (یہ پیر کوٹھہ شریف کے متعلق ہے)

’’قلائد الجواہر‘‘ (حضرت شاہ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح ہے)

’’چٹان‘‘ لاہور۔ شورش کاشمیری کا رسالہ

’’ارشاد رحمانی و فضل یزدانی‘‘ (یہ درویش پریس دہلی سے چھپی ہے)

’’گلدستۂ کرامات‘‘ (حضرت پیران پیر عبد القادر جیلانیؒ کی سوانح کا ترجمہ)

’’تقویۃ الایمان‘‘ از حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ

’’اقتراب الساعۃ‘‘ از مولانا نور الحسن خان

’’تجدید و احیائے دین‘‘ از ابوالاعلیٰ مودودی

’’روداد جماعت اسلامی‘‘ حصہ پنجم

’’مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش‘‘ از ابوالاعلیٰ مودودی

’’ترجمان القرآن‘‘ جنوری فروری 1945ء

’’سوانح عمری حضرت مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی‘‘

’’اثبات الالہام والبیعۃ‘‘

’’ترجمان وہابیہ‘‘ از نواب صدیق حسن۔

’’ترجمان افغان‘‘ جلد 31

''نظام ربوبیت'' از غلام احمد پرویز

''فردوس گم گشتہ'' از غلام احمد پرویز

''خدااور سرمایہ دار'' از غلام احمد پرویز

''اشاعت القرآن'' (یہ چکڑالویوں کا رسالہ تھا)

سولہویں بنڈل میں یہ شامل کیا گیا۔

''سنی شیعہ اتحاد کے لئے مخلصانہ اپیل'' از محمد دین صاحب بٹ لنڈا بازار لاہور (جس میں انہوں نے کہا ہے حضرت یزید خلیفہ برحق تھے اور امام حسین کا کوئی حق نہیں تھا کہ ان کے خلاف جنگ کرتے)

''نوادرات'' از اسلم جیراجپوری

''غنیّۃ الطالبین'' از حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ

''ظہور علیؓ بمقام قاب قوسین'' از مبلغ اعظم محمد اسماعیل صاحب بانی درس آل محمد (اس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ قاب قوسین میں جب رسول اللہؐ پہنچے تو حضرت علیؓ اس وقت رونق افروز تھے۔)

''قاطع الانف الشیعۃ الشنیعۃ''۔ (یہ کتاب پشاور سے شائع ہوئی۔ اس میں شیعوں کے اصل عقائد بیان کئے گئے ہیں۔ مگر شیعوں کے احتجاج کی وجہ سے گورنمنٹ انگریزی نے اس کو ضبط کر لیا تھا۔)

''تحفۃ العوام''

''مواضع مباہلہ''

''الفروع من جامع الکافی'' (یہ سب شیعہ حضرات کا لٹریچر ہے) از محمد بن یعقوب بن اسحاق الکلینی الرازی

''فتاویٰ رشیدیہ'' (یہ مولانا رشید گنگوہی صاحب کے فتاوٰی ہیں)

''رسالہ طوفان'' (یہ بریلوی حضرات کا رسالہ تھا 23 مارچ 1956ء)

''الفضل'' (رجسٹر مختلف تواریخ کے)

''آفاق''

''تسنیم'' کی فائلیں

''رئیس الاحرار'' از عزیز الرحمٰن جامعی (جو انہوں نے اپنے والد حبیب الرحمٰن صاحب کی جن کو انہوں نے رئیس الاحرار کہا ہے، سوانح لکھی ہے اور یہ دلّی سے چھپی ہے)

’’حجۃ الاسلام‘‘ از علامہ محمد قاسم نانوتویؒ

’’تحذیر الناس‘‘ از علامہ محمد قاسم نانوتویؒ (اس میں حضرت مولانا قاسم نے کہا ہے کہ آخری نبی معنی کرنا یہ عوام کے معنی ہیں اصل معنی یہ ہیں کہ باقی نبی امتیوں کے باپ تھے اور محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں یعنی نبیوں کے بھی باپ ہیں)

’’من لا یحضرہ الفقیہ‘‘ از حضرت ابو جعفرؒ

’’منار الہدیٰ‘‘ از شیخ علی البحرانی

’’تفسیر کبیر‘‘ مصنفہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ

’’حیات سعدی‘‘ از مولانا الطاف حسین حالی

’’تذکرۃ الاولیاء‘‘ از حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ (جس میں ظلی حج کا ذکر تھا، یہ وہ کتاب ہے)

’’وفیات الاعیان‘‘

’’فتاویٰ ثنائیہ‘‘

’’فیصلہ قرآنی‘‘

کل تیئیس بنڈل تھے اور اس پر وصولی کے دستخط ہیں دفتر کی طرف سے۔

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا یہ تو وہ کتابیں ہیں، رسائل ہیں جن کے محضر نامہ میں حوالے دیئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی کچھ کتب اور رسائل جمع کروائے گئے۔ کچھ قلمی نسخے، کچھ مزید رسائل؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ وہ فہرست میں آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں۔

نمبر 1۔ ’’ہم مسلمان ہیں‘‘ حضرت مسیح موعودؑ کی روح پرور تحریرات۔

نمبر 2۔ ’’صفات باری کے مظہر اتم انسانیت کے محسن اعظم کی عظیم روحانی تجلیات‘‘ از حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثالثؒ۔

نمبر 3۔ ’’مقام ختم نبوت یعنی مقام محمدیتؐ کی تفسیر‘‘ حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا خطبہ۔

نمبر 4۔ خطبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بعنوان ’’آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد پر تبصرہ‘‘۔

نمبر 5۔ ’’ہیومن رائیٹس اینڈ کانسٹی ٹیوشن آف پاکستان‘‘

نمبر 6۔ ’’ہمارا موقف‘‘ یہ حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب نے لکھا لیکن مسودے پر نظر ثانی

سیدی حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے قلم سے ہوئی اور آپ نے ہی اس کے اختتام پر الفاظ کا اضافہ کیا۔

نمبر 7۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کی کتاب ''القول المبین فی تفسیر خاتم النبیین''

نمبر 8۔ ''مقربان الٰہی کی سرخروئی'' یہ کتاب خاکسار نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ہدایت پر ہنگاموں کے ایام میں خاص طور پر ممبران اسمبلی کے لئے لکھی تھی اور لنڈن سے اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

نمبر 9۔ ''تحریک پاکستان میں جماعت احمدیہ کا کردار''۔ یہ بھی خاکسار ہی کی تالیف ہے۔

نمبر 10۔ ''خاتم الانبیاءؐ''۔ یہ بھی حضورؒ کے ارشاد پر میں نے مرتب کی۔ اور اس میں صدی کے لحاظ سے تمام آئمہ اور محدثین اور صوفیاء نے جو معنی ختم نبوت کے کئے ہیں، وہ اس میں درج کئے اور اس میں خاص اہتمام حضورؒ کے ارشاد پر یہ کیا گیا کہ ہر صوفی اور بزرگ کی تاریخ ولادت اور وفات بھی ساتھ ہی شامل کی گئی تا کہ پڑھنے والے یہ سمجھ سکیں کہ ہر صدی میں وہی عقیدہ قائم رہا ہے۔ جس کو آج تیرہ سو سال کے بعد مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت پیش کر رہی ہے۔

نمبر 11۔ ''حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور تحریف قرآن کے بہتان کی حقیقت'' یہ ایک پمفلٹ تھا جو حضرت قاضی محمد نذیر صاحب، میرے استاد کے قلم سے لکھا گیا اور وہ اس میں شامل کیا گیا۔

نمبر 12۔ بارہویں نمبر پر ایک کتاب خاکسار کی ''مودودی شہ پارے'' کے نام سے شامل کی گئی۔ جو پہلے مولانا محمد اجمل صاحب سابق مجاہد افریقہ نے راولپنڈی سے شائع کی، پشاور سے بھی چھپی اور اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس کو آفسٹ کے اوپر شائع کرایا تھا۔ اور پھر اس کا بنگالی میں بھی ترجمہ شائع ہوا۔ اور عجیب بات ہے کہ مولویوں نے بھی میرا نام لئے بغیر اپنے رسالے میں اس کو شائع کیا ہے۔ وہ اصل رسالے میرے پاس موجود ہیں۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ مولانا صاحب! اس کے علاوہ بھی بعض اور کتب اور قلمی دستاویزات فائلوں کی صورت میں وہاں پر پیش کی گئیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اتمام حجت کا کوئی پہلو نہیں تھا کہ جماعت نے جو اٹھا رکھا ہو!

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ وہ تفصیل ہمیں آپ بتائیں گے۔؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ محضر نامہ خود ایک بہت بڑی عظیم دستاویز تھی، انسائیکلو پیڈیا تھی دراصل۔ اور پھر کتابی شکل میں گیارہ ضمیمے جو پیش کئے گئے تھے، اس کے علاوہ قلمی دستاویزات جو داخل کی گئیں۔ وہ یہ تھیں:۔

نمبر 1۔ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

نمبر 2۔ میمورنڈم جماعت احمدیہ جو 1947ء میں باؤنڈری کمیشن کے سامنے پیش کئے گئے۔ جس میں جماعت نے یہ مطالبہ کیا کہ ہمارا تعلق اسلام سے ہے۔ ہماری اکثر جماعتیں پاکستان میں ہیں۔ ہمارا تمدن، ہماری سولائیزیشن (Civilization) ہماری تبلیغ کا تعلق اسلام کے ساتھ ہے اور ساری دنیا کو Feed کرنے والا مرکز قادیان ہے۔ اس کو اس لحاظ سے بھی پاکستان کا حصہ بنانا چاہئے۔

نمبر 3۔ ''مباحثہ راولپنڈی''۔ یہ مباحثہ مولانا ابوالعطاء صاحب اور مناظر احسن صاحب گیلانی کے درمیان ہوا تھا۔

نمبر 4۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''ایک غلطی کا ازالہ''

مندرجہ ذیل قلمی نوٹ پیش کیے گئے۔

نمبر 5۔ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کا خاکہ

نمبر 6۔ ظلی اور بروزی اصطلاح کے متعلق اصطلاحات گذشتہ اولیاء اور مسیح موعودؑ کی نظر میں۔

نمبر 7۔ مسیح موعود کی آمد سے متعلق بزرگان سلف کی تحریرات۔

نمبر 8۔ الف۔ احمدی مسلمانوں کی اسلامی خدمات۔ نمبر ب۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی اسلامی خدمات۔ ہاف فل سکیپ سائز کے ایک سو بہتر صفحات پر مشتمل۔

نمبر 9۔ احمدی مسلمانوں کی اسلامی خدمات متعلقہ تحریک آزادئ کشمیر مرتبہ چوہدری ظہور احمد صاحب مرحوم ناظر دیوان صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ ہاف فُل سکیپ سائز کے بیاسی صفحات پر مشتمل۔

نمبر 10۔ انتخاب خلافت اور ہجری شمسی کیلنڈر کے ناموں کی وجہ تسمیہ۔ یہ چیئرمین صاحب نے کہا تھا کہ آپ نے زبانی بہت ہی تاریخی بات بیان کی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس کو تحریری شکل میں ہمارے سامنے پیش کریں۔

نمبر 11۔ پیشگوئی مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری۔ مفصل تحقیق مع حوالہ جات۔

نمبر 12۔ پیشگوئی متعلقہ محمدی بیگم۔ اس سلسلہ میں مواد ایک مسودے کی شکل میں دیا گیا۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل کی کتاب ’’پیشگوئی متعلقہ مرزا احمد بیگ اور اس کے متعلقات کی وضاحت‘‘۔ یہ مجلد شکل میں دی گئی۔

نمبر 13۔ اور تیرھویں میرا خیال ہے۔ پیشگوئی متعلقہ ڈوئی کے متعلق مطالبہ تھا۔ اس کے مطابق ’’پیشگوئی متعلقہ ڈوئی‘‘ کے نام سے بھی ان کی خدمت میں مسودہ پیش گیا۔ فوٹو کاپیاں جو دی گئیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ جی میری درخواست ہے۔ بتا دیں تو ریکارڈ میں آجائیں گی۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔

نمبر 14۔ اشتہار بجواب ڈاکٹر کلارک امرتسر 1893ء۔

نمبر 15۔ اشتہار **لن یجعل اللہ للکافرین سبیلا**۔ یہ امرتسر 1893ء میں چھپا۔

نمبر 16۔ اخبار ’’چودھویں صدی‘‘ راولپنڈی یکم فروری 1897ء۔ یہ وہ معرکۃ الآراء اخبار ہے کہ جس میں انہوں نے ثابت کیا کہ جلسہ مذاہب عالم میں قرآن کے وہ نکات معرفت حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے مضمون میں ہم نے دیکھے وہ آج تک ہم نے نہیں سنے۔ اور قرآن مجید کا اس شان کے ساتھ بیان ہونا ایسا اثر انگیز ہوا کہ غیر مسلم بھی پکار اٹھے کہ آج اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔

نمبر 17۔ ہفت روزہ ’’حق‘‘ جس میں کہ انہوں نے بتایا کہ یہ جو جشن منایا جا رہا ہے۔ بغداد کے سقوط کی وجہ سے نہیں بلکہ جنگ کے خاتمہ کی وجہ سے ہے۔

نمبر 18۔ محمدی بیگم صاحبہ کے صاحبزادہ مرزا محمد اسحٰق صاحب کا اشتہار بیعت۔ (26 فروری 1933ء)

نمبر 19۔ اخبار "Daily Dawn" 18 اکتوبر 1945ء۔ اس میں حضرت قائداعظم نے پریس ریلیز جاری کی کہ جماعت احمدیہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم آئندہ الیکشن میں مسلم لیگ کی حمایت کریں گے۔ اس کی فوٹو کاپی دی گئی۔

نمبر 20۔ مولوی ظہور الحسن صاحب سیالکوٹ کے سینیٹر تھے۔ انہوں نے خاکسار کی کتاب ’’تحریک پاکستان میں جماعت احمدیہ کے کردار‘‘ کے تین سو نسخے سینٹ کے معزز ممبروں کو پیش کئے۔ یہ تفصیل ہے جو آپ کے سوالات کے جواب میں عرض کر دی ہے۔

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا! محضر نامہ کے ساتھ اس میں درج حوالہ جات کے مأخذ پر مبنی لٹریچر کے علاوہ اور کئی کتابیں، فوٹو سٹیٹس اور قلمی نسخے، فائلیں اسمبلی میں جمع کروائی گئیں۔ جب واپس لی گئیں تو اس وقت کیا ان سے استفادہ کیا گیا تھا؟ کیا حالت تھی ان کی؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ سبحان اللہ۔ یہ شانِ بے اعتنائی کا ایک مظاہرہ تھا۔ جب ہم وہاں پر گئے تو ہم نے دیکھا کہ دونوں ٹرنک گرد وغبار سے اٹے ہوئے ہیں۔ جب ہم نے کہا کہ یہ ٹرنک ہیں؟ ان کا تو حلیہ ہی بگڑ گیا ہے۔ تو جو صاحب کتابوں کے دینے والے تھے اور جنہوں نے ہمیں اطلاع دی تھی کہ یہ فارغ ہوگئی ہیں۔ آپ لے جائیں۔ تو وہ ذہین آدمی تھے۔ ہمارے اس سوال پر کہنے لگے۔ مولانا آپ کیا بات کرتے ہیں۔ یہ بڑے اونچے دماغ کے لوگ تھے۔ ان کو ضرورت ہی نہیں پڑی، نہ نوبت آئی ہے کہ ان کو دیکھ سکیں۔ اس واسطے جس طرح آپ رکھ گئے تھے ویسے ہی حاضر ہیں۔ جالا بھی لگا ہوا ہے اور گرد وغبار سے بھی اٹی ہوئی ہے۔

قیاس کن زِگلستان من بہار مرا

’’محضر نامہ کا خلاصہ‘‘

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہ جو محضر نامہ پیش کیا گیا یہ حضرت امام جماعت احمدیہ کی طرف سے تھا یا ناظر اعلیٰ کی طرف سے تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ جماعت کی طرف سے تھا۔ اشاعت اس کی ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ نے کی تھی مگر پڑھ کر سنانے والے خود حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ تھے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ مولانا ہم چاہیں گے کہ جو ابواب ’’محضر نامہ‘‘ میں دیئے گئے ان کے عناوین پڑھ کر سنا دیں تا کہ پھر بات چیت کو آگے بڑھایا جا سکے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ بہت ہی اہم چیز ہے۔ حافظہ کو ریکارڈ کرنے کا یہ

بہترین طریقہ آپ نے سوچا ہے۔

پہلا عنوان تو تھا:

’’ایوان کی حالیہ قراردادوں پر ایک نظر‘‘

دوسرا عنوان تھا:

’’مسلمان کی تعریف اور جماعت احمدیہ کا مؤقف‘‘

اس کے بعد عنوان یہ تھا:

’’مقام خاتم النبیینؐ اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی عارفانہ تحریرات‘‘

اس کے بعد وہ تحریرات دی گئیں اور پھر عنوان ہے:

’’ذات باری کا عرفان از افاضات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ‘‘

ازاں بعد جو عنوان دیا گیا وہ یہ تھا:

’’قرآن عظیم کی اعلیٰ وارفع شان حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی نظر میں‘‘

ہم لوگ رات کو ایک دفعہ گئے تو محضر نامہ مکمل ہو چکا تھا، حضورؒ نے فرمایا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات خدا تعالیٰ کے متعلق اور قرآن کے متعلق اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وہ ضرور اس میں شامل کئے جانے چاہئیں۔ تو اس وقت فوری طور پر حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ نے راتوں رات یہ صورت کی کہ حضرت سید میر داؤد احمد صاحب کی کتاب ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوۃ والسلام۔ اپنی تحریروں کی رُو سے‘‘ میں جو ارشادات تھے ان میں سے حوالے فوٹو کاپی کر کے ان کو فوری طور پر محضر نامہ میں شامل کیا گیا۔

اگلا عنوان ہے:

’’شان خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بانی سلسلہ احمدیہ کی نگاہ میں‘‘

ایک عنوان تھا:

’’آیت خاتم النبیین کی تفسیر‘‘

اور پھر

’’انکار جہاد کے الزام کی حقیقت‘‘

پھر عنوان:

''بعض دیگر الزامات کا جائزہ''

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اس میں کون کون سے الزامات کو لیا گیا تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ ہاں اس میں بعض دیگر الزامات، احمدی دوسرے مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور نہ جنازہ ادا کرتے ہیں اور نہ ان سے شادی بیاہ کا تعلق قائم کرتے ہیں۔ اہم ترین پہلو یہی تھے اور پھر عنوان تھا:

''معزز ارکان اسمبلی کی خدمت میں ایک اہم گزارش''

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اس عنوان کے کوئی ذیلی عناوین بھی بنائے گئے تھے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اس کا ایک ذیلی عنوان ''**مطالبات**'' کے نام سے تھا۔ یہ ایک اشتہار تھا جو ان دنوں شائع کیا گیا کراچی سے اور ''ماہنامہ طلوع اسلام'' نے اس کو شائع کیا۔ یہ اشتہار دراصل اس زمانے کا نہیں بلکہ 1953ء کا ہے اور اس عنوان پر تھا اور یہ کراچی کی گلی گلی میں لگایا گیا تھا۔ اس کا عنوان تھا ''مطالبات''۔ فرقہ دیوبندیہ کو علیحدہ اقلیتی فرقہ تسلیم کیا جائے اور اس کے علاوہ خلافت راشدہ کانفرنس جو اہلسنت و جماعت نے ملتان میں کی تھی۔ اس میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ شیعہ مسلمانوں سے الگ ہیں۔ ان کا نصاب علیحدہ کیا جائے۔ ان کے اوقاف علیحدہ کئے جائیں اور ان کو مسلمان تسلیم نہ کیا جائے اور کلیدی اسامیوں سے ان کو علیحدہ کیا جائے۔

اور اس کے بعد عنوان تھا:

''پاکستان کے مختلف فرقوں کے عقائد جو دوسرے فرقوں کے نزدیک محلّ نظر ہیں۔''

ان میں بریلوی اور دیوبندی، اہلحدیث، جماعت اسلامی، چکڑالوی اور پرویزی فرقہ اور شیعہ مذہب کے خیالات اور ان کے عقائد مخصوصہ جن کی وجہ سے قتل و غارت تک نوبت پہنچی، تکفیر تک نوبت پہنچی۔ ہنگامے ہوئے تو یہ اصل کتابوں کے حوالے اس میں پیش کئے گئے کہ اگر آپ ان دنوں میں پڑھیں گے تو ایک بہت بڑا فساد عظیم برپا ہو جائے گا۔

آخری عنوان تھا۔

”حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا پُر درد انتباہ“

اور پھر اختتام اس عارفانہ محضر نامے کا ”دعا“ کے مبارک الفاظ تھے۔

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا صاحب! یہ نہایت اہم دستاویز ہے جماعت احمدیہ کے عقائد کے حوالے سے۔ اس کے کچھ نمونے آپ اگر پیش فرمائیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ ہاں یہ بہت ضروری چیز ہے۔ یہ جو پہلا عنوان ہے:

”ایوان کی حالیہ قراردادوں پر ایک نظر“

اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ صرف پاکستان نہیں بلکہ دنیا کا مسلمہ بین الاقوامی اصول ہے کہ عقیدہ وہی تسلیم کیا جاتا ہے جس کا اظہار انسان خود کرے۔ بنیادی حقوق کے لحاظ سے بھی یہ ضروری ہے۔ اور دنیا کی تاریخ بھی یہی بتاتی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ ایک شخص اپنے تئیں مسلمان کہے اور اس کو کسی اور مذہب کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ یہ بنیادی انسانی حقوق کے مطابق ہے نہ پاکستان کی دستور کے مطابق ہے۔ کیونکہ جو شقیں ہیں دستور پاکستان کی۔ اس کی دفعات ہیں وہ پہلے 1956ء کے دستور سے لے کر آج تک بنیادی حق اس میں یہ موجود ہے کہ ہر شخص کو اپنے مذہب کی اشاعت کا حق حاصل ہے اور یہ وہ چارٹر ہے کہ جو مستقل شق کے طور پر UNO کا چارٹر ہے۔ اور اس پر پاکستان نے دستخط کئے ہیں اور اسلام کا واضح فیصلہ ہے کہ جو قوم کوئی عہد کرتی ہے اسے نبھانا اس کا فرض ہے ورنہ وہ غدار ہوگا۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہ ساری وضاحت اس محضر نامے میں موجود ہے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ وضاحت یہ ہے کہ سیاسی، عقلی لحاظ سے، بین الاقوامی قوانین کے لحاظ سے، حقوق کے اعتبار سے یہ جواز ہی نہیں ہے اس بات کا کہ اسمبلی اس بات کی طرف متوجہ ہو، خاص طور پر اس لئے بھی کہ محمد عربی ﷺ کی سپریم کورٹ کا فیصلہ یہ ہے کہ **ستفترق هذه الامة على ثلاث و سبعين ملة كلها فى النار الا واحدة** (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر القرآن سورۃ آل عمران باب **وانی اعیذھا بک و ذریتھا**) یہ کس کے الفاظ ہیں؟ نبیوں کے سردار خاتم النبیین، خاتم المرسلین، خاتم المومنین، خاتم العارفین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے کہ میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ان میں سے بہتّر آگ میں جائیں گے، یا آگ لگانا شروع کر دیں گے

اور ایک کو الگ کر دیں گے اور وہی مسلمان فرقہ ہوگا۔

چنانچہ آگے لکھا ہے کہ اس کے متعلق سعودی عرب کے مذہبی پیشوا جن کو ہم بھی مجدد سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب ''مختصر سیرۃ الرسول'' میں لکھا ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ آپ کی مراد حضرت محمد بن عبدالوہاب سے ہے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضرت مولانا محمد بن عبدالوہاب صاحب جو اپنی صدی کے مجدد تھے۔ بہت ہی عظیم الشان، توحید کے علمبردار اور سنت کے ایسے عظیم الشان وہ مجاہد تھے کہ انہوں نے انتہا درجہ کی وہ بت پرستی جو اس وقت حجاز میں ہو رہی تھی اس کا نام ونشان تک مٹا دیا۔ بعد میں مبالغے بھی ہوئے۔

انہوں نے لکھا ہے یہ حدیث دے کر کہ

" فهذه المسئلة اجل المسائل فمن فهمها فهو الفقيه
فمن عمل بها فهو المسلم. "

(''مختصر سیرۃ الرسول ﷺ'' صفحہ 13-14 مطبوعہ قاھرہ)

فرمایا یہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد راہنما اصول ہے کہ آخری زمانے میں عالم اسلام جب تہتر (73) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گا تو ان فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ مسلمان ہوگا۔ اور بہتّر (72) فرقے ناری ہوں گے۔ کہتے ہیں کہ یہ سب سے بڑا مسئلہ ہے آج جو اس کو جانتا ہے وہ فقیہہ کہلانے کے مستحق ہے۔ کوئی مفتی نہیں کہلا سکتا جب تک کہ یہ ایمان نہ رکھے کہ تہتر میں سے ایک مسلمان ہے۔

و من عمل بها فهو مسلم

اور جو اس کے مطابق عمل کرتا ہے وہی مسلمان ہے۔ وہ مسلمان ہی نہیں ہے جو کہ بہتّر کو مسلمان کہے اور ایک کو کافر کہے۔ مسلمان وہ ہے جو آنحضرتؐ کے ارشاد کے مطابق بہتّر (72) کو Non Muslim اور غیر مسلم کہے اور ایک کو مسلمان کہے۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ اس حدیث پر مجدد اہل سنت (ملا علی القاری) نے ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' کی پہلی جلد میں یہ جو تہتر (73) فرقے ہیں، ان کا تجزیہ فرمایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک الہامی اور القائی صورت تھی جو وحی ربانی کی شکل میں حضرت علامہ ملا علی قاری (اصل میں ملاّ کا لفظ

اگرچہ افغانستان میں اور دوسری جگہ پر علامہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے لیکن یہاں اور معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے میں علامہ ہی کہہ رہا ہوں۔ یہ بالکل ویسی ہی بات ہے جس طرح مثلاً مرزائی کا لفظ ہے۔ آپ ’’غیاث اللغات‘‘ کو دیکھیں تو مرزائی کے معنی شہزادہ کے ہوتے ہیں اور یہ جو کراچی سے سائنس بورڈ کی طرف سے مفصل پندرہ بیس جلدوں میں اردو مستند لغت شائع ہوئی ہے اس میں لکھا ہے کہ مرزائی کا لفظ اتنا بڑا لقب تھا کہ سادات کو بھی جب کوئی منصب دیا جاتا ایرانی بادشاہوں کی طرف سے تو وہ مرزائی کا لفظ تھا۔)

اسی طرح حضرت علامہ علی القاری رحمہ اللہ علیہ نے جو مدفون ہیں مکہ شریف میں، لکھا ہے کہ یہ جو رسول اللہ نے فرمایا ہے **و الفرقة الناجية** آنحضرتؐ جس کو مسلمان فرقہ ناجیہ قرار دے رہے ہیں۔

فتلک الفرقة الناجية هم اهل السنة البيضاء المحمدية

وہ فرقہ اہل سنت میں سے ہے یعنی وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پہلا خلیفہ، حضرت عمرؓ کو دوسرا، حضرت عثمان غنیؓ کو تیسرا خلیفہ اور حضرت علیؓ کو آنحضرتؐ کی حدیث کے مطابق چوتھا خلیفہ تسلیم کرتے ہے۔ فرمایا وہ فرقہ جو تہترواں ہوگا اور محمد رسول اللہ ﷺ کی مہر تصدیق کے مطابق مسلمان سمجھا جائے گا وہ اہلسنت و جماعت میں سے ہوگا مگر اس کی نشانی کیا ہوگی؟ دیکھیں کس طرح آج سے پانچ سو سال پہلے خدا نے الہام کے ذریعے محمد رسول اللہ ﷺ کے ایک عاشق صادق کو راہنمائی فرمائی۔ فرماتے ہیں:۔

و الفرقة الناجية هم اهل السنة البيضاء المحمدية و الطريقة النقية الاحمدية

(’’مرقاۃ المصابیح شرح مشکوٰۃ المصابیح‘‘ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ صفحہ 248
ناشر مکتبہ امدادیہ۔ ملتان)

ہوگا وہ اہلسنت مگر اس کی شناخت کیا ہوگی وہ احمدی فرقہ ہوگا۔ خدا کی تقدیر نے اس قرارداد میں احمدی کا لفظ خود لکھوا دیا ہے۔ قیامت تک خدا نے مہر لگا دی کہ فرقہ ناجیہ جس کی نشاندہی محمد رسول اللہ نے فرمائی تھی۔ وہ احمدیہ فرقہ یہ ہے جس کا نام قرارداد میں لیا گیا ہے۔

ع اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوف کردگار

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ دوسرے موضوعات میں سے کوئی تفصیل بیان فرمائیں تو

ممنون ہوں گا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ مسلمان کی تعریف۔

چونکہ یہ بنیادی چیز ہے۔ مسلمان کی تعریف کے متعلق رسول اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہے کہ جو اپنے تئیں مسلمان کہتا ہے وہ مسلمان ہے۔ حدیث میں یہ بھی ہے:

”مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَ اسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَ اَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا
فَذٰلِکَ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ لَہٗ ذِمَّۃُ اللّٰہِ وَ ذِمَّۃُ رَسُوْلِہٖ“

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب فضل استقبال القبلۃ)

کہ جو ہمارا ذبیحہ کھالے، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے، ہماری طرح نمازیں پڑھے، حج کرے۔ فرمایا یہ خدا کے دفتر میں مسلمان ہے اور Constitution میں اس کو مسلمان تسلیم کیا جانا چاہئے اور آگے فرمایا:

فَلَا تُخْفِرُوْا اللّٰہَ فِیْ ذِمَّتِہٖ

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب فضل استقبال القبلۃ)

یہ خدا کی گارنٹی (Gaurantee) ہے کہ ایسا شخص مسلمان ہے اس واسطے تم خدا کے اس ارشاد کے خلاف غداری نہ کرو اور بغاوت کی راہ رسول اللہؐ کے خلاف اختیار نہ کرو۔ اس پر مودودی صاحب نے لکھا تھا کہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ جو لوگ کثرت کو اپنے لئے باعث نجات سمجھتے ہیں وہ جھوٹے ہیں کیونکہ رسول اللہؐ کے ارشاد کے مطابق فرقہ ناجیہ جو ہو گا وہ اقلیت میں ہو گا۔ اکثریت میں نہیں ہو گا۔ (ترجمان القرآن جنوری فروری 1945ء صفحہ 175-176)

اب جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں دیکھیں تین اصطلاحیں ہیں۔ ایک ہے غیر مسلم، ایک ہے مسلم، تیسری اصطلاح ہے غیر احمدی۔ حضورؒ نے اسمبلی کے سوالوں کے جواب میں بھی فرمایا۔ اور اس میں اشارۃً موجود ہے۔ جماعت کے لٹریچر میں غیر مسلم صرف اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے تئیں مسلمان نہیں سمجھتا۔ جو شخص اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہے خواہ ہمیں مرتد ہی قرار دے، ہم اس کو قانونی طور پر لازماً مسلمان سمجھتے ہیں، ان کے لئے ہم نے کبھی غیر مسلم کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

آج بھی جو لوگ ہمیں غیر مسلم یا کافر، مرتد، واجب القتل قرار دیں، رسول اللہؐ کی حدیث کے مطابق قانون اور Constitution کے لحاظ سے ہم ان کو مسلمان تسلیم کر لیں گے اور یہ حکومت کا فرض ہے کہ ان کو وہ تمام سہولتیں اور بنیادی حقوق عطا کرے جو ایک مسلمان کے قانون کے لحاظ سے ہونے چاہئیں۔ اس سلسلے میں حضورؒ نے جو وہاں مؤقف پیش کیا۔ اور اس میں بھی جھلک ہے، اس کے پیچھے ایک فلسفہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں جو حضرت مصلح موعودؓ نے بھی بیان فرمایا تھا اور اسی سے ہی یہ ساری چیز دراصل منعکس ہوئی اور بہت ہی لطیف ہے۔

دیکھیں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں فرمایا۔ ان میں سے 72 جہنمی ہوں گے اور ایک مسلمان ہوگا۔ اب اس کو آپ غور سے دیکھیں جس طرح کہ وکیل اپنا موقف پیش کرتا ہے تو قانون پر بنیاد رکھتا ہے۔ ایک لفظ کے نتیجے میں بعض اوقات فیصلے بدل جاتے ہیں، پھانسی پر چڑھنے والا آدمی بری ہو جاتا ہے۔ تو محمد عربی ﷺ کے الفاظ معمولی نہیں ہیں۔ ہر لفظ قانون ہے۔ اس کو پڑھیں۔ آپ ایک طرف فرماتے ہیں کہ تہتر فرقے میری امت کے ہیں ''سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَسَبْعِیْنَ مِلَّةً'' (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

یہ تہتر فرقے میری امت میں شامل ہیں اور پھر فرماتے ہیں مگر ایک فرقہ ان میں سے مسلمان ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایک زاویہ نگاہ سے آنحضرتؐ کا فیصلہ ہے کہ سارے فرقے جو اپنے تئیں مسلمان کہتے ہیں جن میں وہ بہتر (72) بھی شامل ہیں جو جہنمی ہیں وہ محمد رسول اللہؐ کی امت میں شامل ہیں مگر دوسرا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ اس بڑے سرکل کے اندر ایک چھوٹا سا سرکل ہے جو ایک ہے چھوٹا اور باقی 72 اس سے الگ ہیں۔

اب یہ کتنا لطیف اشارہ ہے۔ کوئی کھربوں روپے اس پر لگانے کی کیا ضرورت تھی۔ محمد رسول اللہؐ نے فیصلے کئے ہیں۔ یہ سب سے بڑا ظلم وستم ہوا ہے کہ ان نام نہاد فیصلوں نے دنیا میں یہ بات اٹھائی کہ اسلام ایسا ناقص مذہب ہے کہ اس میں مسلم کی تعریف ہی موجود نہیں ہے اور چودہ سو سال کے بعد کمیونسٹ حکومت کو شرف حاصل ہوا کہ اس ناقص چیز کو شامل کریں کہ اصل تعریف تو یہ تھی۔ آنحضرتؐ کے زمانہ میں لوگوں کو پتا چلا نہ سارے خلفاء کو پتہ چلا۔ آئمہ اور متکلمین اور نہ ہی مفسرین کو اور اگر انکشاف ہوا۔ تو بھٹو صاحب پر یہ انکشاف ہوا ہے یا ان کی پارٹی پر انکشاف ہوا ہے تو

میں حیران رہ جاتا ہوں کوئی عاشق رسول اس کا تصور کرے، غشی طاری ہو جاتی ہے کہ کیا ہوا ہے۔ وہ کہا ہے عبیداللہ علیم صاحب نے۔ ؎

ہوا گلاب تو کانٹے چبھا گیا اک شخص
بنا چراغ تو گھر ہی جلا گیا اک شخص

ختم نبوت کا نام لے کر دنیا میں اعلان کیا گیا کہ اسلام کی جو تعریفیں عام بتائی جاتی ہیں وہ غلط ہیں۔ اصل تعریف اب ہمیں تلاش کرنی چاہئے اور وہ تعریف یہ ہے کہ غیر مشروط آخری نبی مانیں تو مسلمان، نہ مانیں تو غیر مسلم۔ حالانکہ قرآن میں تعریف موجود ہے لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِناً (النساء:95) فرمایا کہ اے مسلمانو! تم یہ حرکت نہ کرنا۔ جنگ کے دوران بھی تمہیں کوئی شخص السلام، سلام کہہ دے مسلمانوں والا، تم ان کو مسلمان سمجھنا۔ رسول اللہ کی حدیث ہے جو ہماری طرح نماز پڑھے، روزے رکھے، قبلہ کو قبلہ سمجھے، وہ مسلمان ہے۔ اور دیکھو بغاوت نہ کرنا میرے اس فیصلہ کے خلاف۔ یہ بخاری شریف کی حدیث ہے۔

اس کے علاوہ ایک حدیث یہ بھی ہے۔ بہت کم لٹریچر میں یہ آئی ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں، میں نے ایک سوال و جواب کی مجلس کا جب خلاصہ لکھا تو حضورؒ نے فرمایا کہ یہ بالکل نئی ہے۔ اس کی فوٹو کاپی بھجوائی جائے۔ یہ مسند احمد بن حنبل میں حدیث ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ” مسلمان وہ ہے (اس کی کچھ شرائط حضورؐ نے بیان کیں) کہ جو جماعت سے وابستہ ہوتا ہے، ایک امام کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے، جہاد کرتا ہے، دو تین اور چیزیں تھیں اور جو شخص ان میں سے کوئی ایک چیز بھی ایسی ہے جس کو وہ چھوڑتا ہے تو حضورؐ نے فرمایا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ (مسند احمد بن حنبل۔ حدیث الحارث الاشعری) وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ یعنی اگر کوئی شخص جماعت سے علیحدہ ہوتا ہے تو وہ بھی اسلام کے دائرہ سے خارج ہے۔ جہاد نہیں کرتا وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

جہاد جہاد کہنے والوں کے لئے تو پہلا موقع تو کشمیر کا آیا تھا۔ اس وقت مودودی صاحب نے یہ اعلان فرمایا کہ یہ شرعاً ناجائز ہے۔ تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جہاد کے وقت جو جہاد میں نہیں جاتا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ پھر ہم ایسے شخص کو غیر مسلم کہیں؟ حضورؐ نے کیا فرمایا؟ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں تم ان کو اسی نام سے یاد کرو جس نام سے خدا نے

ان کو یاد کیا ہے یعنی مسلمان کے نام سے۔ کتنی لطیف بات ہے یہ۔ حضورؒ نے فرمایا کہ حقیقی مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ جماعت میں امام کے ماتحت ہے۔ جہاد میں شامل ہوتا ہے، جو نہیں کرتا وہ اس اسلام سے ضرور خارج ہے جو خدا اور محمد رسول اللہ کے دفتر میں اسلام ہے۔ حقیقی اسلام کے دائرہ سے یہ سب خارج ہیں۔

لیکن جہاں تک قانون، دستور، آئین (Constitution) کا تعلق ہے، رسول اللہؐ فرماتے ہیں جو اپنے تئیں مسلمان کہتا ہے اگرچہ وہ خدا کے دفتر میں مسلمان نہیں مگر دستور مملکت میں لازمی طور پر وہ مسلمان تسلیم کیا جائے۔

اکبرالہ آبادی نے یہی بات کہی ہے کہ ؎

مسلماں تو وہ ہیں جو ہیں مسلماں علم باری میں
کروڑوں یوں تو ہیں لکھے ہوئے مردم شماری میں

احمدی کہتے ہیں کہ ہمیں تو یہی چاہئے کہ دنیا خواہ کچھ ہمیں کہے مگر خدا کے دفتر میں مسلمان ہیں اور یہی مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔ ؎

عشق خدا کی مے سے بھرا جام لائے ہیں
ہم مصطفیٰ کے ہاتھ پر اسلام لائے ہیں

تو ہماری تو کوئی بات ہی نہیں۔ ہم کب کہتے ہیں کہ دنیا ہمیں مسلمان سمجھتی ہے۔ حضرت حسین علیہ السلام کو کب اس زمانے کی اسمبلی نے مسلمان سمجھا تھا۔ حضرت امام بخاریؒ پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس دور میں مجھے ارشاد فرمایا کہ تیرہ صدیوں میں جو بڑے بڑے بزرگ ہیں جن پر کفر کے فتوے علماء کی طرف سے لگائے گئے، ان کی تاریخ لکھ کر یہ بھی ہم نے ایوان کو دینی ہے۔ ''مقربان الٰہی کی سرخروئی'' کے عنوان سے میں نے وہ کتاب لکھی۔ حضورؒ نے فرمایا کہ یہ نظارت علیاء کی طرف سے نہیں بلکہ تم اپنے نام سے شائع کرو۔ حالات کچھ اس قسم کے تھے۔ تو اس میں حضرت امام حسینؓ سے لے کر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تک میں نے ثابت کیا ہے کہ اکابر امت میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کو غیر مسلم قرار نہ دیا گیا ہو اور کافر نہ سمجھا گیا ہو۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ یہ کفر بھی دراصل ایک برکت ہے جو کہ خدا والوں کو ہی

حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ صوفیاء کے تو کشف ہیں۔ لکھا ہے کہ ایک شخص سے قبر میں سوال کیا گیا کہ تمہیں کسی نے کافر بھی کہا ہے یا نہیں۔ کہنے لگا کہ مجھے تو کئی کافر کافر کہتے تھے۔ تو کہا گیا چلو پھر تمہاری نجات ہوگئی۔ یہی کافی ہے کہ تمہیں کافر کہا گیا ہے۔ ؎

ہے بہت سہل مسلمان کو کافر کہنا
کاش کوئی کافر بھی مسلمان بنایا ہوتا
وہ جو انجیل سنانے یہاں آتے ہیں
ان کو قرآن وہاں جا کے سنایا ہوتا

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہ تو تھا نا مسلمان کی تعریف کے بارے میں جماعت کا مؤقف؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔اس میں یہ ہے کہ فتاویٰ کفر کی حیثیت اتنی ہے کہ ایک دستوری اسلام ہے۔ ایک حقیقی اسلام ہے۔ تو کفر کے فتووں کا تعلق جو ہے وہ حقیقی اسلام کے متعلق سمجھنا چاہئے۔ دستورِ اسلام کے لحاظ سے تو جو شخص اپنے تئیں مسلمان کہتا ہے، وہ مسلمان ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اس میں جو تحریرات دی گئی ہیں ان میں سے مقام خاتم النبیین کے بارہ میں نمونہ کے طور پر کوئی تحریر پیش فرمائیے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔خاتم النبیین کے مقام کے متعلق یہ تحریریں تو ایسی ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ چودہ سو سال کے عشق رسولؐ کے لٹریچر کو اگر آپ اکٹھا کریں۔ ایک پلڑے میں وہ سارا لٹریچر ہو اور دوسرے پلڑے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر ہو تو یہ پلڑا بھاری رہے گا۔

نمونہ کے طور پر میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی شان کے متعلق۔ پھر قرآن مجید کی شان۔ پھر آنحضرت ﷺ کی شان کے متعلق روح پرور تحریرات ہیں۔ انسان کی روح وجد کر اٹھتی ہے۔ آپ اگر عربی قصیدہ ہی پڑھیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب میں لکھ چکا تو خدا نے مجھے بشارت دی کہ جو شخص اس کو حفظ کرے گا تو خدا تعالیٰ اس کی بصیرت میں اور اس کے ایمان میں اضافہ کرے گا اور زیارت محمدؐ بھی نصیب ہوگی اور عملاً ایسا ہوا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجد آفرین اقتباسات کا نمونہ ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اور یہ سارے اقتباسات ممبران اسمبلی کے سامنے محضر نامہ میں پیش کئے گئے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یقینی طور پر، بالکل پیش کئے گئے۔ صرف یہ محضر نامہ ہی نہیں دیا گیا بلکہ ضمیمہ کے طور پر کئی کتابیں بھی پیش کی گئیں۔ مثلاً خاکسار نے ایک کتابچہ لکھا تھا۔ ’’خاتم الانبیاء‘‘ جس میں کہ تمام صلحاء امت کے بیان کردہ ختم نبوت کے معنے شامل کئے گئے۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو تعریف کی ہے اس بارے میں ایک کتاب ’’ہم مسلمان ہیں‘‘ عربی، اردو، فارسی، وہ بھی ساتھ شامل تھی۔

اسی طرح حضورؒ کے وہ خطبات جو کہ آزاد کشمیر کی اسمبلی کی قرارداد کے وقت حضورؒ نے دیئے جس میں خاتم النبیین کے معنی بیان کئے اور ایک کتابچہ ’’احمدی مسلمان غیر احمدیوں کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے۔‘‘ آٹھ دس کے قریب کتابیں تھیں، ساتھ دی گئی تھیں اور ہر ایک میں شان خاتم النبیین ﷺ کا ذکر آتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ’’سراج منیر‘‘ میں فرمایا:۔

’’ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں۔‘‘

ایک ایک لفظ سونے کے پانی سے لکھنے والا ہے اور اس طرح چمک رہا ہے قیامت تک کے لئے جس طرح کہ چاند اور ستارے چمکتے ہیں اور صاف نظر آتا ہے کہ عشق رسولؐ کے چشمے سے نکلے ہوئے یہ الفاظ ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

> ’’ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں۔‘‘

یہ الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے استعمال کئے ہیں۔

’’یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر، تمام مرسلوں کا سرتاج‘‘

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص بدقسمت ہے کہ جس کے سامنے میرا نام پڑھا جائے اور وہ درود پڑھنے کے لئے تیار نہ ہو۔ **اللھم صل علی محمد و علی اٰل محمد کما**

صلیت علی ابراھیم و علی اٰل ابراھیم انک حمید مجید۔ فرماتے ہیں:

> ”جس کا نام محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ ﷺ ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی۔“

(سراج منیر صفحہ 72 طبع اوّل)

یہ ختم نبوت کا عرفان جاننے والا ہی کہہ سکتا ہے۔ خشک ملاں نہیں کہہ سکتا جس نے کہ ختم نبوت کے نام کاروبار کے لئے اپنی دکان کھولی ہو۔ پھر فرماتے ہیں۔ یہ ”حقیقۃ الوحی“ کا ایک اقتباس ہے۔ فرماتے ہیں:

> ”میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس **عالی مرتبہ کا نبی** ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ **توحید** جو دنیا سے گم ہوچکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو **تمام انبیاء** اور تمام **اوّلین وآخرین** پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے، وہ انسان نہیں ہے بلکہ **ذریت شیطان** ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک **معرفت** کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اِسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی **بزرگ**

نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔‘‘

(حقیقۃ الوحی صفحہ 115-116 طبع اوّل۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 118-119)

مصطفیٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

اب آخر میں ایک چھوٹا سا اقتباس ہے۔ فرماتے ہیں ’’تجلیات الٰہیہ‘‘ میں:

’’اگر میں آنحضرت ﷺ کی امت نہ ہوتا...‘‘

امتی نبی کے معنی بھی اس سے واضح ہوتے ہیں۔

’’اگر میں آنحضرت ﷺ کی امت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔‘‘

(تجلیات الٰہیہ صفحہ 25 طبع اول۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 411-412)

تمام نبوتیں ختم ہوگئیں مگر محمدؐ کی نبوت قیامت تک کے لئے جاری ہے یہ عقیدہ ہے جماعت احمدیہ کا۔

(محضر نامہ میں) اس کے بعد عنوان ہے:

’’آیت خاتم النبیین کی تفسیر‘‘

اس میں بتایا گیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی خود قرآن نے بیان کئے ہیں اور وہ معنی اس تفصیل کے ساتھ ہیں کہ سورۃ النساء میں یہاں تک بتایا گیا ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان منعمین کے ساتھ ہوگا جو نبی تھے، صدیق تھے، شہداء تھے اور صالحین تھے یعنی اللہ تعالیٰ انہیں نبیوں میں شامل کرے گا یا صدیقوں میں شامل کرے گا یا شہیدوں میں شامل کرے گا یا صالحین میں شامل کرے گا۔ تو یہ خاتم کا لفظ جو ہے اس کی تشریح قرآن نے کردی ہے۔ کیونکہ خاتم النبیین کی اصطلاح ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں صرف محمد عربی ﷺ کے لئے استعمال کی گئی ہے۔ یہ خطاب عرش کے خدا نے صرف محمد رسول اللہ ﷺ کو دیا ہے۔ یہ تخت آنحضرت ﷺ کو حاصل ہے۔

اس لئے خدا ہی کا فرض تھا کہ وہ بتا تا کہ خاتم النبیین کے معنے کیا ہیں؟ یہ نہیں کہ چودہ صدیوں کے بعد دیوبند کے رہنے والے یا بھٹو صاحب اس کے معنے بیان کریں۔ اَلْقُرْآنُ یُفَسِّرُ بَعْضُہ‘ بَعْضًا (الکشاف تفسیر سورۃ ھود آیات: 106-107) پوری امت کا اس بات پر اتفاق ہے قرآن خود اپنے معنی بیان کرتا ہے۔ فرمایا اس میں اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلاً وَّ مِنَ النَّاسِ (الحج: 76) کہ خدا فرشتوں میں بھی اور انسانوں میں سے بھی رسول چنتا ہے اور چنتا رہے گا۔ یہ مضارع کا صیغہ ہے۔ Past Tense نہیں ہے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ (الاعراف: 36)

اے بنی آدم اگر تمہارے پاس میرے رسول آئیں جو میری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائیں تو جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہوئے ان کی باتوں پر کان دھریں گے اور اصلاح کے طریق اختیار کریں گے ان کو آئندہ کسی قسم کا خوف نہ ہوگا اور نہ ہی گذشتہ غلطیوں پر انہیں کسی قسم کا غم ہوگا۔

اس آیت میں صاف بتایا گیا ہے کہ امت محمدیہ میں رسول آتے رہیں گے۔ اس کے بعد لغت عرب کی رو سے خاتم النبیین کے معنی بتائے گئے ہیں۔ پھر آخر میں یہ بتایا گیا ہے کہ خاتم لفظ کوئی نیا لفظ نہیں ہے۔ زبان عربی میں یہ ہزاروں سال پہلے سے استعمال ہوتا ہے اور اس کے معنے ہمیشہ اگر وہ ترکیب میں استعمال کیا جائے، اضافت میں استعمال کیا جائے تو اس کے معنے یقینی طور پر افضل کے ہوتے ہیں۔ اس کی مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ خاتم الشعراء، خاتم العلماء، خاتم الاولیاء، خاتم الائمہ، خاتم المہاجرین، خاتم المحققین۔

خود رسول اللہ ﷺ نے خاتم المہاجرین حضرت عباسؓ کو قرار دیا ہے۔ خاتم الخلفاء حضرت علیؓ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ خاتم الاولیاء کا لفظ تفسیر میں موجود ہے۔ اسی طرح حضرت علیؓ خاتم الاوصیاء تھے۔ منار الہدیٰ میں موجود ہے۔ شیخ الصدوق کو خاتم المحدثین کہا گیا ہے۔ خود دیوبندی علماء انور شاہ کشمیری صاحب کو خاتم المحدثین لکھتے ہیں۔ تو یہ کوئی نئی ڈکشنری نہیں ہے۔ عربی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے۔ پشتو میں نہیں نازل ہوا، نہ پنجابی میں نازل ہوا ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہ ساری مثالیں جو ہیں محضرنامہ میں شامل ہیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ سارا محضر نامہ کو ہی میں پیش کر رہا ہوں۔ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہہ رہا۔ جو بات اگر کسی جگہ کہنے کی ضرورت ہو تو وہ میں ساتھ بتا دیتا ہوں وضاحت کرتے ہوئے۔

اور پھر قرآن مجید کی آیات کے بعد پھر احادیث کی رو سے بتایا گیا ہے مثلاً خود رسول پاک ﷺ کی حدیث ہے **”لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا“** (سنن ابن ماجه كتاب الجنائز باب ما جاء في الصلوٰة على ابن رسول الله صلى الله عليه وسلم و ذكر وفاته) آپؐ کے فرزند حضرت ابراہیمؑ فوت ہوئے تو اس موقع پر حضورؐ نے فرمایا، ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ اگر میرا یہ بیٹا زندہ رہتا تو وہ یقینی طور پر سچا نبی ہوتا۔ ان کی وفات سے پہلے خاتم النبیین کی آیت نازل ہو چکی تھی۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ 5 ہجری میں۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ 5 ہجری میں اور حضرت ابراہیمؑ کا وصال جو ہوا ہے وہ دو تین سال کے بعد ہوا ہے۔ اور اب اگر اس کے معنے ختم کرنے کے ہوتے حالانکہ قرآن میں **خاتَم** کا لفظ ہے **خاتِم** کا لفظ نہیں ہے۔ عربی میں **عالَم** کے اور معنی ہیں اور **عالِم** کے بالکل اور معنی ہیں۔ **خاتَم** کے معنی مہر کے ہوتے ہیں اور مہر بادشاہ کو ملتی ہے جو سب سے افضل ہوتا ہے اور وہ تصدیق بھی کرنے کے لئے ہوتی ہے۔

یہ میں وضاحت کے لئے اتنا عرض کروں، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد کے مطابق ایک سوال و جواب کی مجلس تھی تو وہاں کوئٹہ کے ایک غالباً وکیل تھے اور ایک جج تھے تو یہ مسئلہ شروع ہوا۔ میں نے کہا آپ کے لئے تو بڑی واضح چیز ہے مثلاً عدالت کی طرف سے یہ لکھا ہوتا ہے کہ مہر عدالت سے جاری ہوا۔ مہر عدالت سے کوئی بند ہوا استعمال نہیں کرتا۔ تو مہر جاری کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ فیضان وہ جاری کرتا ہے جو سب سے افضل ہوتا ہے اس لئے یہ بالکل واضح بات ہے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ آیت خاتم النبیین نازل ہو چکی ہے اس واسطے اگر زندہ بھی رہتا تب بھی نبی نہ بن سکتا تھا۔ اس کے معنے امام اہلسنت نے یہ لکھے۔ یہ ”موضوعات کبیر“ علامہ علی القاری صفحہ 59 ناشر مطبع مجتبائی دہلی میں موجود ہے۔ فرماتے ہیں:۔

” فَلَا يُنَاقِضُ قَوْلَهُ تَعَالٰى خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ اِذَا الْمَعْنٰى “

یہ پانچ سو سال پہلے گذرنے والے ایک بلند پایہ عالم دین اور مجدد اہل سنت کے معنی ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

" اِذَا الْمَعْنٰی اَنَّهُ لَا یَأْتِی نَبِیٌّ بَعْدَهُ یَنْسِخُ مِلَّتَهُ وَ لَمْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِهٖ"

فرمایا خاتم النبیین کے معنی صرف یہ ہیں کہ اب آنحضرت ﷺ کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپؐ کا امتی نہ ہو۔" یہ شرط ہے دراصل اور یہ معنی ہے خاتم النبیین کے۔

(محضرنامہ میں) اس کے بعد ہے:

"انکار جہاد کے الزام کی حقیقت۔"

اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالوں سے پہلے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کا ایک ایک لفظ قیامت تک کے لئے ہے۔ قرآن میں جہاد کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ قرآن کو جہاد کبیر قرار دیا گیا ہے۔ حدیث میں جہاد بالنفس کو بھی جہاد کے زمرے میں شامل کیا گیا ہے۔ اور جب کوئی دشمن طاقت کے زور پر اسلامی حکومت کے اوپر حملہ آور ہو جائے تو پھر تلوار کا جواب یعنی طاقت کا جواب طاقت سے دینا دفاع کے طور پر، یہ بھی جہاد ہے۔ مگر باقی جہاد ہر وقت جاری ہیں۔ قرآن کا جہاد، نفس کا جہاد، قرآن کی رو سے **جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ وَ اَنْفُسِکُمْ** (التوبہ:41) جہاد بالنفس بھی ہے، جہاد بالاموال بھی ہے۔ اس کے لئے کوئی وقت جو ہے مخصوص نہیں مگر جہاں تک جہاد بالسیف کا تعلق ہے قرآن خود کہتا ہے کہ ان لوگوں سے لڑائی کرو جو تم سے لڑائی کرتے ہیں **قَاتِلُوْا** کا لفظ ہے اور کہا ہے " **اَلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ** " (البقرۃ:191) جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ دفاع کے طور پر تمہارا فرض ہے۔ چنانچہ پہلی آیت جو کہ جہاد کے فرض ہونے کے سلسلہ میں نازل ہوئی وہ بڑی واضح ہے۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ (الحج:40) فرمایا ان لوگوں کو جنگ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ کن لوگوں کو؟ **بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا** جن پر ظلم کیا گیا ہے اور اتنا بڑا ظلم کہ انہیں اپنے وطن سے بھی نکلنا پڑا ہے اور ہجرت کر کے ایک دوسرے مقام پر آنا پڑا ہے۔ فرمایا ہم ان کو اجازت دیتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضورؐ نے جب تک کہ حضورؐ مکہ میں رہے، یہی فرمایا۔ ایک حدیث میں

موجود ہے خود تکلیفیں برداشت کیں۔ صحابہ کے متعلق یہاں تک لکھا ہے کہ حضورؐ گلی میں تشریف لے جارہے تھے تو آل یاسر میں سے بعض بزرگوں کو تکلیفیں دی جارہی تھیں۔ مارا پیٹا جارہا تھا۔ حضور ﷺ رقّت سے بھر گئے اور فرمایا ”اِصْبِرُوْا آلَ یَاسر (المعجم الکبیر للطبرانی باب السین . سمیة بنت خباط مولاة ابی حذیفة بن المغیرة) اے آل یاسر صبر سے کام لو۔ اللہ کا یہی ارشاد ہے۔ حضرت سمیہؓ سب سے پہلے شہید ہوئیں۔ اور ابوجہل نے نیزہ ان کی شرمگاہ میں چبھو کر ان کو شہید کیا۔ مگر پھر بھی حضورؐ نے فرمایا کہ صبر کرنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت یہاں موجود ہے کہ تیرہ سال تک حضورؐ نے صبر کیا پھر آپ نے ہجرت کی۔ ہجرت کے باوجود ان ظالموں نے تعاقب کیا اور پھر حملہ آور ہو گئے۔ اس موقع پر خدا نے اذن دیا۔ یہ ہے جہاد کی حقیقت۔

اور یہی حقیقت ہے اور آگے پھر اس میں بتایا ہے کہ آئمہ دین بھی جہاد بالسیف کے متعلق وہی نظریہ رکھتے ہیں جو حضرت بانی جماعت احمدیہ نے پیش کیا تھا۔ چنانچہ حضرت سید احمد بریلویؒ سے جب پوچھا گیا کہ انگریزوں کے خلاف جہاد جائز ہے یا نہیں تو انہوں نے فرمایا:۔

> ”سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے۔“

یہ کون کہہ رہے ہیں! حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جو تیرھویں صدی کے مجدد تھے اور جن کا مرقد مبارک بالاکوٹ میں ہے۔

> ”ہم ان کے ملک میں اعلانیہ وعظ کہتے اور ترویج کرتے ہیں۔ وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی بلکہ اگر ہم پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو سزا دینے کو تیار ہیں۔...ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون بلا سبب گرادیں۔“

(”سوانح احمدی“ مرتبہ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری صفحہ 71)

حضرت شاہ اسماعیل صاحب شہیدؒ کا فتویٰ یہ ہے کہ:۔

> ”گورنمنٹ انگلشیہ سے ہمارا کوئی جہاد نہیں اور ہم براہ راست سکھوں کے خلاف جہاد کر رہے ہیں۔“

اہلحدیث عالم جن کو ''شیخ الکل'' کہتے ہیں۔ آگے تفصیل آئے گی۔ حضورؒ نے اس وقت جو جہاد کے موضوع پر کہا ہے ''فتاویٰ نذیریہ'' جلد 4 کا ایک ٹکڑا اس میں ہے۔ حضورؒ نے اس کی پوری عبارت پڑھ کر سنائی تھی۔ وہ اپنے وقت پر میں بھی سناؤں گا متعلقہ حصہ کے لحاظ سے:۔

> ''جبکہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی تو جہاد کا یہاں کرنا سبب ہلاکت اور معصیت ہوگا''۔ (''فتاویٰ نذیریہ'' جلد 4 صفحہ 472)

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہ مولوی نذیر حسین صاحب کا فتویٰ ہے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ مولوی سید نذیر حسین صاحب ''شیخ الکل'' جن کے شاگردوں میں مولوی محمد حسین بٹالوی بھی تھے۔ یہ ان کا فتویٰ ہے اور یہ فتویٰ 1857ء کے قریب کا ہے جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فتویٰ تو 1900ء میں دیا گیا۔

پھر خلیفۃ المسلمین کا فتویٰ اس میں درج ہے کہ خلیفۃ المسلمین نے 1857ء میں:۔

> ''اس مضمون کا فتویٰ لکھ کر انگریزوں کو دے دیا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو انگریزوں سے نہیں لڑنا چاہئے کیونکہ وہ خلافت اسلامیہ کے حلیف اور مددگار ثابت ہو چکے ہیں''۔

(''تاریخ اقوام عالم''، صفحہ 639 از مرتضیٰ احمد خان میکش ناشر مجلس ترقی ادب لاہور)

یہ فتویٰ خلیفۃ المسلمین ترکی کا تھا۔ اور 1857ء میں تھا اور جماعت قائم کب ہوئی ہے؟

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ 1889ء میں۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اور فتویٰ کب دیا ہے مسیح موعود علیہ السلام نے؟

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ 1900ء میں۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ حقیقت ہے! پھر علماء اسلام لاہور کا فتویٰ جن میں بڑے بڑے اکابر علماء کے دستخط ثبت ہیں، یہ پیش کیا گیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب اہلحدیث لیڈر کا یہ فتویٰ بھی شامل ہے۔

> ''اہل اسلام ہندوستان کے لئے گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت اور بغاوت حرام ہے'' (رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' جلد 6 نمبر 10 صفحہ 287)

> ''مفسدہ 1857ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے، وہ سخت گنہگار اور بحکم قرآن وحدیث وہ مفسد اور باغی اور بدکردار تھے۔''

(رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' جلد 9 نمبر 10)

اب تو ملّاں نے بنا دیا ہے کانگریس کی وجہ سے، کہ یہ تحریک آزادی تھی حالانکہ تحریک بربادی تھی مسلمانوں کے لئے۔ تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جوان کی نگاہ میں سب سے پہلے محافظ ختم نبوت ہیں، وہ کہتے ہیں کہ 1857ء میں فساد کرنے والے قرآن اور حدیث کی رو سے مفسد تھے۔ دہشتگرد تھے اور باغی تھے اور بدکردار تھے۔

> ''اس گورنمنٹ سے لڑنا یا ان سے لڑنے والوں کی (خواہ ان کے بھائی مسلمان کیوں نہ ہوں) کسی نوع سے مدد کرنا صریح غدر اور حرام ہے۔''

(رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' جلد 9 نمبر 10 صفحہ 38-48)

اس موقع پر میں بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اس موضوع پر مسلسل مضامین اشاعۃ السنہ میں شائع کیے۔ ''الاقتصاد فی مسئلۃ الجہاد'' شائع کیا اور اس میں واضح کیا کہ اس وقت ہمارا اتحاد ہے انگریز حکومت کے ساتھ۔ اس وقت جہاد کرنے والے دراصل فساد کرتے ہیں۔ وہ Terrorist ہیں۔ وہ باغی ہیں اور مفسد ہیں۔ اس پر گورنمنٹ انگریزی نے ان کو چار مربع زمین دی۔ خود انہوں نے اعتراف کیا ہے اور اس کے علاوہ شمس العلماء کا خطاب دیا۔ چنانچہ 1911ء میں شاہ ایڈورڈ کی تاجپوشی کی اگر آپ روداد دیکھیں۔ اس میں لکھا ہوا موجود ہے کہ تاجپوشی کے موقع پر جن علماء کو بلایا گیا اور شرف مصافحہ بخشا گیا اور کچھ ایڈریس بھی کیا گیا۔ ان میں مولوی محمد حسین صاحب بھی تھے۔ انہوں نے ایک قصیدہ گورنمنٹ انگریزی اور بادشاہ کے حق میں پڑھا۔ اور اس کے علاوہ وہ اس مجلس میں کرسی نشینوں میں شامل رہے۔ یہ 1911ء کی بات تھی۔ جماعت کا قیام 1889ء میں ہوا ہے۔ بائیس سال بعد کی بات تھی۔ کوئی احمدی تھا جو اس وقت کرسی نشینوں میں شامل ہو؟ کسی کو انگریز نے شمس العلماء کا خطاب دیا ہو؟ شبلی صاحب کا نام شمس العلماء شبلی۔ دارالعلوم دیوبند کے ناظم محمد احمد صاحب شمس العلماء کا خطاب لے کر 1911ء کی تاجپوشی کے اجلاس میں موجود تھے۔ مربعے ملتے ہیں مولوی محمد حسین بٹالوی کو اور مسیح موعود علیہ السلام کے آباء کی جو جاگیر اسّی

دیہات کی دلی کی مغلیہ حکومت نے دی تھی، غدر کے وقت وہ ساری جاگیر ضبط کر لی جاتی ہے۔ عجیب بات ہے مسیح موعودؑ کے خاندان کی جاگیریں ضبط کی جاتی ہیں اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جنہوں نے مسیح موعود علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے، انہیں ان جاگیروں سے نوازا جاتا ہے اور شمس العلماء کا خطاب دیا جاتا ہے اور پھر کہتے ہیں جی خود کاشتہ پودا مرزا صاحب ہیں۔ اسی طرح سر سید کا فتویٰ ''اسباب بغاوت ہند'' میں ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ 104 ناشر اردو اکیڈمی سندھ مشن روڈ۔ کراچی)

آخر میں سب سے اہم ہے۔ 1857ء میں فتویٰ مکہ کے مفتیوں نے دیا اور کہا کہ ہندوستان دارالسلام ہے اور اس میں جو قائم شدہ انگریز کی حکومت ہے اس کی اطاعت قرآن کی رُو سے فرض ہے اور اس کے اوپر مہر لگانے والے حنفی مفتی جمال الدین بن عبداللہ، مالکی مفتی مکہ معظّمہ حسین بن ابراہیم اور مفتی مکہ معظّمہ شافعی احمد بن الذہبی کے دستخط موجود ہیں۔ شورش کاشمیری صاحب نے بھی اپنی کتاب میں اس کو نقل کیا ہے۔ (کتاب ''سید عطاء اللہ شاہ بخاری'' صفحہ 31) پہلے سر سید نے اس کو ''اسباب بغاوت ہند'' میں لکھا ہے۔ اس میں بنگال کے مسلمانوں کے متعلق بھی لکھا ہے۔ لیکن پیش یہ کیا جاتا ہے کہ گویا سارا عالم اسلام اس وقت جہاد کر رہا تھا اور انگریز نے مرزا صاحب کو کھڑا کیا کہ جہاد کو ختم کر دیں۔ جہاد کہاں ہو رہا تھا؟ بتایئے!! جماعت احمدیہ کے قیام سے پہلے خلیفۃ المسلمین، مکہ کے مفتی، ہندوستان کے چوٹی کے علماء سارے اس بات پر متفق تھے کہ انگریز کی قائم شدہ حکومت کے خلاف جہاد کرنا قرآن و حدیث کے لحاظ سے بغاوت ہے اور فساد ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو اتنا کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا تھا یَضَعُ الْحَرْبَ کہ مسیح موعود لڑائی کو بند کر دیں گے۔ یہ رسول اللہؐ کا فرمان تھا جس کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ میں خلیفۃ المسلمین، اور مکہ مفتی اور ہندوستان کے تمام علماء کے اس فتویٰ کی تصدیق کرتا ہوں۔ بات اتنی ہے ساری۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ آپ نے مولانا! ابھی حضرت بانی سلسلہ کا پُر درد انتباہ بھی پیش کرنا تھا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ آخری الفاظ تھے۔ حضورؑ نے پُر شوکت جو بیان دیا ہے۔ یہ محضر نامہ اس پر ختم ہوتا ہے۔ بہت ہی درد بھرا پیغام ہے۔ انسان آنسوؤں سے لبریز ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔"

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دوہرایا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ ہیں۔ "تحفہ گولڑویہ" صفحہ 8 اور 9 میں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے محضر نامہ کے آخر میں یہ پڑھ کر سنائے۔ یہ 23 جولائی کا واقعہ ہے۔ نہایت رقت بھرے انداز میں فرمایا اور حق یہ ہے کہ آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتی ہیں ان کو پڑھ کر، ان کا تصور کر کے:۔

> "دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ اُن لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔۔۔ اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائے اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا اور نہیں رکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کر لے اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے اور منہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔ خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا۔ میں اس زندگی پر لعنت بھیجتا ہوں جو جھوٹ اور افتراء کے ساتھ ہو اور نیز اس حالت پر بھی کہ مخلوق سے ڈر کر خالق کے امر سے کنارہ کشی کی جائے۔ وہ خدمت جو عین وقت پر خداوند قدیر نے میرے سپرد کی ہے اور اسی کے لئے مجھے

پیدا کیا ہے ہر گز ممکن نہیں کہ میں اس میں سستی کروں اگرچہ آفتاب ایک طرف سے اور زمین ایک طرف سے باہم مل کر کچلنا چاہیں۔ انسان کیا ہے محض ایک کیڑا۔ اور بشر کیا ہے محض ایک مضغہ۔ پس کیونکر میں ایک حی و قیوم کے حکم کو ایک کیڑے یا ایک مضغہ کے لئے ٹال دوں۔ جس طرح خدا نے پہلے مامورین اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا۔ اسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا کے مامورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو! یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو۔‘‘

(’’ضمیمہ تحفہ گولڑویہ‘‘ صفحہ 8-9 طبع اوّل۔ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 49-50)

’’ضمیمہ اربعین نمبر 4‘‘ صفحہ 5 اور 7 میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو تحریر فرمایا وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی زبان مبارک سے ملک کے دانشوروں نے سنا۔ فرمایا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے:۔

’’میں محض نصیحتاً للہ مخالف علماء اور ان کے ہم خیال لوگوں کو کہتا ہوں کہ گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں ہے۔ اگر آپ لوگوں کی یہی طینت ہے تو خیر آپ کی مرضی لیکن اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ مساجد میں اکٹھے ہو کر یا الگ الگ میرے پر بد دعائیں کریں اور رو رو کر میرا استیصال چاہیں۔ پھر اگر میں کاذب ہوں گا تو ضرور وہ دعائیں قبول ہو جائیں گی۔ اور آپ لوگ ہمیشہ دعائیں کرتے بھی ہیں‘‘۔

میں ضمناً عرض کرتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک شعر اس وقت ذہن میں آ گیا تھا۔ ؎

میں اگر کاذب ہوں کذابوں کی دیکھوں گا سزا
پر اگر صادق ہوں پھر کیا عذر ہے روز شمار

تو فرمایا:۔

’’اگر میں کاذب ہوں گا تو ضرور وہ دعائیں قبول ہو جائیں گی اور

آپ لوگ ہمیشہ دعائیں کرتے بھی ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ اگر آپ اس قدر دعائیں کریں کہ زبانوں میں زخم پڑ جائیں اور اس قدر رورو کر سجدوں میں گریں کہ ناک گھس جائیں اور آنسوؤں سے آنکھوں کے حلقے گل جائیں اور پلکیں جھڑ جائیں اور کثرت گریہ وزاری سے بینائی کم ہو جائے اور آخر دماغ خالی ہو کر مرگی پڑنے لگے یا مالیخولیا ہو جائے تب بھی وہ دعائیں سنی نہیں جائیں گی کیونکہ میں خدا سے آیا ہوں۔ ...کوئی زمین پر مر نہیں سکتا جب تک آسمان پر نہ مارا جائے۔ میری روح میں وہی سچائی ہے جو ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ مجھے خدا سے ابراہیمی نسبت ہے۔ کوئی میرے بھید کو نہیں جانتا مگر میرا خدا۔ مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پودا نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں۔ ...اے خدا تو اس امت پر رحم کر۔ آمین‘‘

(روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 471-473)

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اس کے بعد جو اختتام تھا وہ بھی سنا دیجئے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ وہ عنوان تھا

’’دعا‘‘

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ اس میں ایک بڑا دلچسپ واقعہ بھی آپ بیان فرمایا کرتے ہیں۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ بات یہ ہوئی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جب اس پُرشوکت بیان کو پڑھ چکے۔ ایک وجد کی کیفیت اس وقت پورے ایوان پر تھی یعنی ایوان سے مراد خصوصی کمیٹی کے ممبران پر اور ان کی شکلوں سے، ان کے خدوخال سے یہ بات بالکل عیاں ہو رہی تھی۔ حضور نے اس کے بعد عنوان پڑھا ’’دعا‘‘۔ اب جو ملّاں بیٹھے ہوئے تھے اپوزیشن کے بنچوں پر، کہنے لگے نہیں! نہیں!! مرزا صاحب دعا ہم خود کریں گے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ عنوان ہے اصل عبارت کا جو میں اب پڑھنے لگا ہوں۔ اس کے بعد حضور نے یہ عبارت پڑھی۔ اب میں وہ سناتا ہوں۔ یہ اختتام ہے۔

’’دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے معزز ارکان اسمبلی کو ایسا

> نورِ فراست عطا فرمائے کہ وہ حق وصداقت پر مبنی ان فیصلوں تک پہنچ جائیں جو قرآن وسنت کے تقاضوں کے عین مطابق ہوں اور پاکستان کی ترقی وسربلندی اور عروج واقبال کے اس عظیم الشان مقام تک پہنچ جائے جس کا تصور جماعت احمدیہ کے دوسرے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1947ء میں درج ذیل الفاظ میں پیش کیا تھا۔"

یہاں خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے الفاظ اس وقت موجود تھے۔ اسمبلی میں بھی سنائے گئے تھے۔ ہم لوگ قانون کی اتباع کرنے والے ہیں۔ چونکہ یہ تاریخ کا معاملہ ہے اس وقت رضی اللہ عنہ کے الفاظ استعمال کئے گئے اور چھپ بھی گئے اور شائع بھی ہوئے۔ گورنمنٹ کے ریکارڈ میں موجود ہیں۔ میں نے امیر المؤمنین کا لفظ بھی اسی Sense میں استعمال کیا تھا۔ اس لئے کہ 1974ء کی بات ہو رہی ہے۔ بتا رہا ہوں مؤرخ کو، تاریخ کے اوراق دنیا کے سامنے پیش کرنے ہیں۔ میرا فرض تھا کہ میں اس موقع پر امیر المؤمنین کا لفظ ہی استعمال کروں کیونکہ اس وقت حضرت مرزا ناصر احمد نہیں تھے امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث کی حیثیت سے وہاں پر گئے تھے اور یہ تاریخ کا نوشتہ ہے۔ لکھا ہوا موجود ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کو مٹا نہیں سکتی۔ اب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جن الفاظ میں تصور پیش کیا، وہ یہ تھے:۔

> "ہم نے عدل اور انصاف پر مبنی پاکستان کو اسلامک یونین کی پہلی سیڑھی بنانا ہے۔ یہی اسلامستان ہے جو دنیا میں حقیقی امن قائم کرے گا اور ہر ایک کو اس کا حق دلائے گا۔ جہاں روس اور امریکہ فیل ہوا، صرف مکہ اور مدینہ ہی انشاء اللہ کامیاب ہوں گے"۔

(روزنامہ الفضل 23 مارچ 1956ء)

و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العالمین .

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ محضر نامہ کا یہ مختصر خلاصہ تھا اور بعض جگہ پر وہ تحریرات بھی پیش کی گئی ہیں۔ حضور نے یہ محضر نامہ 22 اور 23 جولائی 1974ء کو قومی اسمبلی پاکستان کی خصوصی کمیٹی کے سامنے پڑھ کر سنایا۔

شاہ احمد نورانی کے مغالطہ آمیز بیان کا پوسٹ مارٹم

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب: ۔ مولانا! 24 مئی 1983ء کے اخبار جنگ لاہور میں مولانا شاہ احمد صاحب نورانی کا یہ بیان چھپا تھا کہ 1974ء میں جب پاکستان کی قومی اسمبلی قادیانیوں کے سربراہ (حضرت) مرزا ناصر احمد پر جرح کر رہی تھی اور (حضرت) مرزا ناصر احمد نے اپنا اسی (80) صفحات پر مشتمل محضر نامہ پڑھنا شروع کیا تو کسی پرندے کا ایک پر جو غلاظت سے بھرا ہوا تھا، چھوٹے پنکھے سے نکل کر آہستہ آہستہ گھومتا ہوا سیدھا مرزا ناصر احمد کے محضر نامہ پر گر گیا اور لوگوں نے دیکھا کہ ناصر احمد کا محضر نامہ گندگی میں بھر گیا۔ یہ واقعہ ہوا یا نہیں ہوا؟ اس بارے میں آپ ایک چشم دید گواہ کی حیثیت سے اور ایک راوی کی حیثیت سے کچھ بتایئے کیونکہ آپ اُس وقت قومی اسمبلی ہال میں موجود تھے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔ جزاکم اللہ۔ میں آپ کا بہت ممنون احسان ہوں۔ یہ بہت ہی اہم سوال تھا جو اگر رہ جاتا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ساری گفتگو تشنہ رہ جاتی۔ جس وقت 24 مئی 1983ء میں یہ خبریں شائع ہوئیں جنگ میں بھی اور دوسرے اخباروں میں بھی۔

تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اُس وقت ربوہ میں ہی تھے۔ جونہی میں نے یہ خبر پڑھی تو اس پر ایک مختصر سا مضمون لکھا جسے پہلے ہفتہ وار ''لاہور'' نے 18 جون 1983ء کو اور پھر اخبار الفضل نے 23 جون 1983ء کی اشاعت میں شائع کیا۔ اُس کا عنوان تھا ''قومی اسمبلی ہال میں آنحضرت ﷺ کا زندہ معجزہ'' میں یہ مختصر مضمون جو اس لحاظ سے جامعیت کا حامل ہے، لفظاً لفظاً سنانا چاہتا ہوں۔ مضمون کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

> ''دور حاضر میں یہ فخر اور امتیاز تحریک احمدیت کو ہی حاصل ہے کہ وہ 1889ء یعنی اپنی بنیاد کے آغاز سے دنیا بھر میں یہ پُرشوکت منادی کر رہی ہے کہ آنحضرت ﷺ سلسلہ انبیاء میں سے واحد زندہ نبی ہیں جن کے فیضان، کرامات، خوارق، نشانات اور معجزات کا حیرت انگیز سلسلہ قیامت تک کے لئے جاری ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ ؎

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغ محمد سے ہی کھایا ہم نے
مصطفیٰ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

معجزات کی غرض وغایت

معجزات اور اقتداری نشانات کی غرض وغایت خدائے عزوجلّ کی زندہ ہستی اور اس کے برگزیدہ بندوں کی صداقت ثابت کرنا ہے۔ لہٰذا اگر کسی امر سے یہ مقصد پورا نہ ہو تو وہ ہرگز معجزہ قرار نہیں پا سکتا۔ مثلاً ایک عالم دین احسن علی سنبلی صاحب نے کرامات صحابہ صفحہ نمبر 81 میں (فاطمۃ الزہراء) سیدۃ النساء کی یہ کرامت لکھی ہے کہ معاذ اللہ انہوں نے بچپن میں کفار مکہ کو بڑی جرأت سے گالیاں دیں۔

(یہ معجزے میں شمار فرمایا ہے۔

ع جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی)

اسی طرح حافظ محمد اسحٰق صاحب دہلوی نے اپنی کتاب معجزات مسیح صفحہ 97 میں یہ انکشاف فرمایا ہے۔ (یہ کراچی سے چھپی ہے۔) کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو یہ معجزہ دیا گیا کہ ان کی توجہ سے پانچ ہزار انسان مسخ ہو کر خنزیر بن گئے۔

(یہ معجزہ نہیں دیا گیا کہ خنزیروں کو انسان بنا دیا گیا!! معجزہ یہ دیا گیا ہے کہ انسان تھے اور اپنی توجہ اور کرامات سے ان کو خنزیر بنا دیا۔)

فرضی اور جعلی

بالکل اسی طرح کا فرضی اور جعلی معجزہ کالعدم جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ جناب شاہ احمد نورانی صاحب نے حال ہی میں فرانس میں بیان فرمایا

ہے۔ (اس کی تفصیل جو 24 مئی 1983ء کے اخبار ''جنگ'' میں شائع ہوئی ڈاکٹر صاحب آپ بیان فرما چکے ہیں۔)

''یہ محضر نامہ جس کے گندگی سے بھر جانے کا فسانہ جناب نورانی صاحب نے تیار کیا ہے دراصل ایک ایسی بصیرت افروز دستاویز تھا جو قرآن مجید اور احادیث اور بزرگان امت کے قیمتی افکار کا مرقع تھا۔ ایسی مقدس اور حقیقت افروز تحریر کے گندگی سے بھر جانے کو معجزہ قرار دینا معاذاللہ آنحضرت ﷺ کی ایسی شرمناک توہین ہے جس کا تصور کر کے بھی ایک عاشق رسول کے دل و دماغ کانپ اٹھتے ہیں۔ اور میں اسمبلی میں جماعت احمدیہ کے ایک نمائندہ وفد کے رکن کی حیثیت سے خدائے ذوالجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ بیان سراسر افتراء اور سیاہ جھوٹ ہے جس میں صداقت کا ذرہ برابر بھی شائبہ نہیں۔ اور جیسا کہ اسمبلی کے سپیکر اور اس کے تمام ممبران شاہد ہیں کہ یہ عاجز ان ایام میں پوری کارروائی میں حاضر رہا۔ اور اسمبلی کے ممبران میں سے کوئی ممبر بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ ان میں سے کوئی ممبر بھی حضرت امام ہمام حافظ مرزا ناصر احمد صاحب کے وجود مقدس سے مجھ سے زیادہ قریب نہیں تھا۔ کیونکہ ممبران اس میز سے دور فاصلے پر تھے جو حضورؒ اور حضورؒ کے خدام کے لئے سپیکر کے ڈائس کے پاس رکھی گئی تھی اور راقم الحروف کی نشست حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بالکل ساتھ بائیں طرف مخصوص تھی۔ اور میں ڈنکے **کی چوٹ کہتا ہوں کہ نورانی صاحب کا بیان سو فیصدی بے بنیاد اور بے حقیقت ہے۔** ایسا کوئی واقعہ سرے سے رونما ہی نہیں ہوا۔ اور پھر ایک فرضی، جعلی اور خود تراشیدہ بات کو معجزہ رسول ﷺ قرار دینا آنحضرت ﷺ کی افسوسناک توہین ہے۔ ہاں میں یہ ضرور کہوں گا کہ قومی اسمبلی میں ایک عظیم الشان علمی معجزہ ضرور دیکھنے میں آیا جو ہفت روزہ ''اہلحدیث'' لاہور (13 دسمبر 1974ء صفحہ 5) کے الفاظ میں یہ ہے۔

’’قاسم نانوتوی نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی بھی آ جائے تو ختمِ نبوت میں فرق نہیں آتا۔ مولوی اسماعیل کہتا ہے کہ خدا ہزاروں محمد پیدا کر سکتا ہے۔ چنانچہ مرزائیوں نے قومی اسمبلی میں انہیں پیش کر کے ان مولویوں کی زبان بند کر دی تھی۔‘‘

اس علمی معجزے کا اعتراف نورانی صاحب کے عقیدت مند مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب کو بھی ہے چنانچہ وہ اپنے رسالہ ’’کل پاکستان صنعتی کانفرنس ملتان‘‘ کے صفحہ 20 پر لکھتے ہیں۔

’’تحریک نے اس قدر زور پکڑا کہ یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش ہوا۔ مرزا ناصر احمد کو وضاحت پیش کرنے کے لئے اسمبلی میں بلایا گیا۔ اس نے دیگر ثبوت پیش کرنے کے علاوہ بانی دارالعلوم دیو بند مولوی محمد قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس سے اس قسم کی عبارات پیش کیں کہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ وہاں دیوبندی علماء بھی موجود تھے۔ وہ کیا جواب دیتے؟۔

(یعنی بالکل خاموش اور ساکت ہو گئے۔ وہ بالکل ایسے ہی ہے جیسا کہ یہ مجھے خیال آیا۔ حضرت مصلح موعود کا شعر ہے۔ ؎

میرے پکڑنے پہ قدرت کہاں تجھے صیاد
کہ باغ حسن محمد کی عندلیب ہوں میں)

آخر میں میں نے اس مضمون کے لکھا کہ

’’مولانا شاہ احمد نورانی صاحب کو ان کے عقیدت مند دین محمد کی آبرو اور دین رسالت مآب کو زندہ کرنے والے اور پرچم مصطفیٰ کو سر بلند کرنے والے قرار دیتے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب نورانی صاحب کو آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی سے ظاہر ہونے والے اس عظیم الشان علمی معجزے کو چھوڑ کر ایک

سراسر جھوٹی کہانی وضع کرنے کی آخر ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس کا جواب کالعدم جمعیت علماء اسلام کے ایک دوسرے نامی گرامی رہنما علامہ خالد محمود کے نہایت مختصر مگر جامع الفاظ میں صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے۔

مولانا سید شاہ احمد نورانی اور ان کے رفقاء بیرونِ ملک تبلیغ کے نام پر فرقہ وارانہ کشیدگی کو ہوا دے رہے ہیں اور اس سلسلہ میں انتہائی غیر ذمہ داری سے کام لیتے ہیں۔" ("مشرق" لاہور 9 جنوری 1983ء صفحہ 3)

سچ فرمایا مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "**مِنْهُمْ تَخْرُجُ الْفِتَنُ وَ فِيْهِمْ تَعُوْدُ**۔"

(ہفت روزہ "لاہور" 18 جون 1983ء صفحہ 5۔ "الفضل" ربوہ 23 جون 1983ء صفحہ 4)

ع دین ملا فی سبیل اللہ فساد

مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ایک میجر صاحب کے ساتھ میں ریل گاڑی میں سرگودھا سے ربوہ آ رہا تھا۔ وہ میجر صاحبِ ذوق تھے۔ میں خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے اس وقت بعض اکابر اور قدیم شعراء کے بعض اشعار سنائے۔ میں تو اس خیال میں تھا کہ کہیں کوئی ایسی بات ہو تو میں احمدیت کا ذکر ان کے سامنے پیش کروں۔ اسی سلسلہ میں جب وہ اس بات پر پہنچے کہ اب میں آپ کو داغ جیسے نامور شاعر کے بعض اشعار سنانا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا ارشاد فرمائیں۔ انہوں نے ان کے کلام میں سے یہ شعر پڑھا۔ ؎

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے راکھ نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

میں نے کہا میجر صاحب بالکل اسی قسم کا مضمون ایک سیاسی لیڈر نے بھی اپنے ایک شعر میں بیان کیا ہے۔ کہنے لگے وہ کیا ہے۔ میں نے کہا ان کا شعر یہ ہے۔ ؎

کروڑ دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آئے کرے شکار میرا

اس کے بعد میں نے کہا کہ ایک مذہبی لیڈر کا بھی شعر ہے اور مضمون یہی ہے اگرچہ قافیہ اور

ردیف الگ ہیں۔ مگر ہے وہ روحانیت میں ڈوبا ہوا۔ اگر اجازت دیں تو میں سناؤں۔ کہنے لگا وہ تو ضرور سنانا چاہیئے۔ ایک روحانی لیڈر کے سامنے ایک سیاسی لیڈر اور شاعر کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ ضرور سنائیں۔ اس وقت پھر میں نے خوش الحانی سے یہی شعر پڑھا۔ ؎

میرے پکڑنے پہ قدرت کہاں تجھے صیاد
کہ باغ حسن محمد کی عندلیب ہوں میں

وہ تو جناب پھڑک اٹھا۔ کہنے لگے کہ جس طرح سورج کے مقابلے پر ذرے کی کوئی حیثیت نہیں اسی طرح داغ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کہنے لگے دوسرے کون ہیں میں نے کہا وہ امیر شریعت احرار ہیں۔ میں نے بتایا کہ آخری شعر امام جماعت احمدیہ سیدنا محمودؓ کا ہے۔ کہنے لگے کہ جتنی ایک ذرے کی حیثیت سورج کے مقابل پر ہوتی ہے اس کے مقابل ان اشعار کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ شعر تو ایک عارف انسان اپنے نقطۂ معراج پر پہنچ کر کہہ سکتا ہے۔

کتابچہ ”ہمارا موقف“

حافظ محمد نصر اللہ صاحب: جزاکم اللہ۔ مولانا صاحب! قومی اسمبلی میں جو کتب اور رسائل پیش کیے گئے، ان میں ایک کتابچہ ”ہمارا موقف“ بھی ممبران کو خصوصی طور پر پیش کیا گیا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اور حوالہ جات موجود ہیں۔ ازراہ کرم اس کتابچہ کا خلاصہ اور کچھ حوالہ جات ناظرین کے لئے پیش فرمائیں!

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ بات یہ ہے کہ کتابچہ ”ہمارا موقف“ صمدانی عدالت کے لئے تیار کیا گیا تھا اور اس کا خلاصہ یہ ہے۔ عنوان تو یہ ہے:

”ہمارا موقف“

”بانی سلسلہ احمدیہ کو حضرت خاتم الانبیاء ﷺ سے ایک احقر خادم کی نسبت ہے۔“

”حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ختم نبوت کا اقرار اور حضرت خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر ایمان کا نہایت شدّ و مدّ سے اعلان فرمایا ہے۔“

آگے پھر حضرت مسیح پاکؑ کی زبردست تحریرات کے وہ حوالے دیئے گئے ہیں جن میں کہ ختم نبوت

کے عقیدہ پر زور دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر حضورؑ فرماتے ہیں کہ:۔

> ''میں جناب خاتم الانبیاء کی نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔''

(''تقریر واجب الاعلان'' 23 اکتوبر 1891ء)

یہ دعویٰ مسیحیت کے پہلے سال کی تحریر ہے۔ پھر فرماتے ہیں:۔

> ''ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ**۔ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گذران سے کوچ کریں گے، یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا۔ اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔''

(''ازالہ اوہام'' صفحہ 137 طبع اوّل تالیف 1891ء۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 169-170)

یہ دو نمونے ہیں ورنہ حوالے اور بھی تھے۔ ایک عنوان اس میں تھا:۔

> ''سوال کیا جاتا ہے کہ
>
> (۱) باوجود اس اعلان کے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے کس قسم کی نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟''
>
> (۲) کیا امت محمدیہ کے موعود کے لئے اس قسم کی نبوت کا ذکر سلف صالحین کی کتب میں موجود ہے۔
>
> (۳) اگر سلف صالحین کی کتب میں بھی اس قسم کا ذکر موجود تھا تو علماء وقت حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر اس دعویٰ کی وجہ سے کفر کا فتویٰ کیوں لگاتے ہیں؟''

اس پہلے سوال کے جواب میں متعدد حوالوں میں سے یہ حوالہ دیا گیا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے واضح الفاظ میں فرمایا ہے:۔

> ''اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی

> نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔ ''

(''تجلیات الٰہیہ'' صفحہ 25 طبع اوّل تالیف 1906ء۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 412)

جہاں تک سرور کونین حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ سے نسبت کا سوال ہے، حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنا مقام ایک ادنیٰ غلام کا مقام بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:۔

> ''یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبیؐ کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سرتاج ہے۔ ''

(''براہین احمدیہ حصہ چہارم'' صفحہ 500 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3۔ روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 594)

پھر فرماتے ہیں کہ

> ''آنحضرت ﷺ کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں جب تک اس کو امتی بھی نہ کہا جائے جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرتؐ کی پیروی سے پایا ہے نہ براہ راست۔ ''

(''تجلیات الٰہیہ'' صفحہ 9 حاشیہ طبع اوّل تالیف 1906ء۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 170)

پھر فرماتے ہیں:۔

> ''کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی ﷺ کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے، ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے۔ ''

(''ازالہ اوہام'' صفحہ 138 طبع اوّل تالیف 1891ء۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 170)

پھر فرماتے ہیں:۔

> ''میں نے محض خدا کے فضل سے، نہ اپنے کسی ہنر سے، اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ **فخر الانبیاء** اور **خیر الوریٰ حضرت محمد** مصطفیٰ ﷺ کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اُس پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی

انسان بجز پیروی اُس نبی ﷺ کے، خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔''

(''حقیقۃ الوحی''صفحہ 62 طبع اوّل تالیف 1907ء۔روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 64-65)

یہ تحریر 1907ء کی ہے یعنی وصال سے صرف ایک سال پہلے۔

پھر فرماتے ہیں:۔

> ''میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور **رسول کریم** ﷺ سے سچی **محبت** رکھنا اور سچی **تابعداری** اختیار کرنا انسان کو **صاحب کرامات** بنا دیتا ہے اور اسی کامل انسان پر علوم غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دنیا میں کسی مذہب والا روحانی برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ **چنانچہ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں**۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ بجز **اسلام** تمام مذہب **مردے**، ان کے خدا **مردے** اور خود وہ تمام پیرو **مردے** ہیں اور **خدا** تعالیٰ کے ساتھ **زندہ تعلق** ہو جانا بجز اسلام قبول کرنے کے ہرگز ممکن نہیں، ہرگز ممکن نہیں''

(''ضمیمہ رسالہ انجام آتھم''صفحہ 61-62 طبع اوّل تالیف 1897ء۔روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 345-346)

آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خود مجھے دین اسلام کی حمایت کے لئے حُجج قاطعہ عطا فرمائے ہیں۔ آج دنیا معترف ہے کہ ان دلائل و براہین اور آسمانی نشانوں کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ ''کیتھولک ہیرلڈ'' نائیجیریا 19 اگست 1955ء کی اشاعت میں عیسائی مشن کے ایک سرگرم اور سرکردہ ممبر کا یہ بیان شائع کرتا ہے۔

> ''آج سے تیس سال قبل (یعنی 1925ء کی طرف اشارہ ہے۔)
> مسلمان نہایت پسماندگی کی حالت میں زندگی گزار رہے تھے لیکن جب سے احمدیہ جماعت نے اپنی ترقی پسندانہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانا شروع کیا ہے مسلمانوں میں حیرت انگیز تبدیلی واقع ہوگئی ہے''

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہ حوالہ بھی اسی کتابچہ میں درج کیا گیا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ جی اسی کے میں اقتباس پیش خدمت کر رہا ہوں۔ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں لکھا ہے۔ (یہ حوالہ اگرچہ پہلے آچکا ہے لیکن یہاں ضروری ہے جو اس کو سنایا جائے۔) فرماتے ہیں:۔

> ''اسی زمانہ میں پادری لیفرائے پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لے کر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنا لوں گا۔ ولایت کے انگریزوں سے روپیہ کی بہت بڑی مدد اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا۔... حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر بجسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیاءؑ کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کے لئے اس کے خیال میں کارگر ہوا۔ تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہو گئے اور لیفرائے اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰؑ جس کا تم نام لیتے ہو۔ دوسرے انسانوں کی طرح سے فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں اور جس عیسیٰؑ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں۔ پس اگر تم سعادت مند ہو تو مجھ کو قبول کر لو۔ اس ترکیب سے اس نے لیفرائے کو اس قدر تنگ کیا کہ اس کو اپنا پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا۔ اور اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی۔''

(دیباچہ صفحہ 30 مرتب وناشر مولوی نور محمد قادری نقشبندی چشتی مالک اصح المطابع وکارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی)

تین سوال تھے جو اٹھائے گئے تھے، ان میں سے دوسرے سوال کے سلسلہ میں بتایا گیا کہ

> ''جس قسم کی نبوت کا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے دعویٰ فرمایا ہے اس کا ذکر آنے والے موعود کے لئے سلف صالحین کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ اور خود رسول اکرم ﷺ نے آنے والے موعود کو چار مرتبہ **نبی اللہ** کے لفظ سے یاد فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت النواس بن سمعانؓ سے یہ روایت موجود ہے۔'' (''صحیح مسلم'' جلد 2 صفحہ 515-516 مطبوعہ مصر)

اس کے بعد وہ حوالے جو کہ محضر نامہ میں موجود تھے اس میں دیئے گئے ہیں اور بتایا گیا ہے

کہ امت کے سلف صالحین بھی آنے والے موعود کو بہرحال نبی مانتے ہیں اور خاتم النبیین کی وہی تعریف کرتے ہیں جو تعریف حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے فرمائی ہے اور جماعت احمدیہ جس پر عمل پیرا ہے۔ اس میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت امام محمد طاہرؒ گجراتی اور اسی طرح حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہم کے ارشادات پیش کیے گئے ہیں۔

مثلاً اس میں حضرت محی الدین ابن عربیؒ کا حوالہ اس موقف میں یہ دیا گیا:۔

” فالنبوۃ ساریۃ الیٰ یوم القیامۃ فی الخلق و ان کان التشریع قد انقطع. فالتشریع جزء من اجزاء النبوۃ “

(”فتوحات مکیہ“ جلد 2 صفحہ 90 ناشر دار صادر۔ بیروت)

ترجمہ۔ یہ نبوت مخلوق میں قیامت تک جاری ہے۔ اگرچہ شریعت کا لانا منقطع ہو گیا۔ پس شریعت کا لانا نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

اس کے بعد اہلسنت کے مشہور امام حضرت امام علی القاریؒ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ

”فلا یناقض قولہٗ خاتم النبیین اذ المعنیٰ انہٗ لا یاتی نبی بعدہٗ ینسخ ملتہٗ ولم یکن من امتہ“

(”موضوعات کبیر“ صفحہ 69)

ترجمہ۔ حدیث (**لو عاش لکان صدیقا نبیا**) اللہ تعالیٰ کے قول خاتم النبیین کے ہرگز مخالف نہیں کیونکہ خاتم النبیین کے تو یہ معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہو سکتا جو آپ کے دین کو منسوخ کرے اور آپ کا امتی نہ ہو۔

شیعہ مسلک کی مشہور کتاب ”بحار الانوار“ میں لکھا ہے:۔

” یقول یا معشر الخلائق الا ومن اراد ان ینظر الیٰ ابراھیم و اسماعیل فھا انا ذا ابراھیم و اسماعیل الا ومن اراد ان ینظر الیٰ موسیٰ و یوشع فھا اناذا موسیٰ و یوشع الا ومن اراد ان ینظر الیٰ عیسیٰ و شمعون فھا انا ذا عیسیٰ و شمعون الا ومن

اراد ان ینظر الیٰ محمد و امیر المومنین صلوات اللہ علیہ فھا انا ذا محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ و امیر المومنین“

(”بحارالانوار“ جلد13 صفحہ 202)

ترجمہ:۔ امام مہدی کہیں گے اے لوگوں کے گروہ جو چاہتا ہو کہ وہ ابراہیم اور اسماعیل کو دیکھے تو مجھے دیکھ لے میں ابراہیم اور اسماعیل ہوں اور جو شخص موسیٰ اور یوشع کو دیکھنا چاہے تو وہ موسیٰ اور یوشع میں ہوں اور جو چاہے کہ عیسیٰ اور شمعون کو دیکھے تو میں وہی عیسیٰ اور شمعون ہوں۔ اور جو چاہتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور امیر المومنین صلوٰت اللہ علیہ کو دیکھے تو سنو! میں محمد اور امیر المومنین ہوں۔“

شق سوم میں یہ بتایا گیا ہے کہ

”سلف صالحین اس بات کے قائل تھے کہ امت میں غیر تشریعی امتی نبی آ سکتا ہے اور اس کا آنا ختم نبوت کے منافی نہیں۔۔۔۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر موجودہ علماء حضرات بانی سلسلہ احمدیہ پر کفر کا فتویٰ کیوں لگاتے ہیں۔ تو ہم اس بارے میں اتنا ہی عرض کر سکتے ہیں کہ ”اولیاء امت“ پہلے سے اس کی خبر دے چکے ہیں۔ متعدد حوالہ جات میں سے صرف چند ایک حوالے نقل کئے جاتے ہیں۔“

اس میں میں اصل متن پڑھنا چاہتا ہوں اگر چہ اشارۃً میں پہلے بتا چکا ہوں۔

”دنیائے اسلام کے ممتاز اور بلند پایہ صوفی اور مفسر حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے پیشگوئی فرمائی:۔

”واذا خرج ھٰذا الامام المھدی فلیس لہٗ عدوّ مبین الّا الفقھاء خاصۃ فانہٗ لا تبقیٰ لھم ریاسۃ ولا تمییز عن العامّۃ“

(”فتوحات مکیہ“ جلد3 صفحہ 337 مطبوعہ دار صادر۔ بیروت)

یعنی جب یہ امام مہدی آئیں گے تو ان کے سب سے زیادہ دشمن اور مخالف ومعاند شدید

اس زمانہ کے علماء اور فقہاء ہوں گے کیونکہ (مہدی معہود کی بعثت کے بعد) عوام پر ان کی برتری اور ان کا امتیاز باقی نہ رہے گا۔

قطب الاقطاب حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت 971ھ بمطابق 1564ء۔ وفات 1034ھ بمطابق 1624ء) نے فرمایا۔

> ''نزدیک است کہ علماء ظواہر مجتہدات... نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام از کمال دقّت و غموض مأخذ انکار نمایند و مخالف کتاب و سنت دانند۔''

(''مکتوبات امام ربانی'' جلد 2 مکتوب 35 صفحہ 107)

علماء ظواہر حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مجتہدات سے ان کے ماخذ کے کمال دقیق اور پوشیدہ ہونے کے باعث انکار کر جائیں گے اور ان کو کتاب وسنت کے مخالف جانیں گے۔

جناب نواب صدیق حسن خان صاحب مجدد اہلحدیث (ولادت 1248ھ بمطابق 1835ء۔ وفات 1307ھ بمطابق 1889ء) نے لکھا:

> ''چوں مہدی علیہ السلام مقاتلہ بر احیاء سنت و اماتت بدعت فرماید علمائے وقت کہ خوگر تقلید فقہاء و اقتدائے مشائخ و آباء خود باشند گویند ایں مرد خانہ بر انداز دین و ملت ماست و بمخالفت برخیزند و بحسب عادت خود حکم تکفیر و تضلیل وی کنند''

(''حجج الکرامہ'' صفحہ 363 مطبوعہ 1291ء در مطبع شاہجہانی بھوپال)

1291ھ کے معنی یہ بنے کہ جماعت احمدیہ کا قیام 1306ھ میں ہوا ہے۔ اور یہ 1291ھ میں شائع ہوئی ہے۔ اس طرح قیام جماعت سے تقریباً پندرہ سال پہلے۔

اس کا ترجمہ یہ ہے:۔

جب امام مہدی علیہ السلام سنت رسولؐ کو جاری کرنے اور بدعت کو مٹانے کی جنگ میں مصروف ہوں گے، علمائے زمانہ جو اپنے فقہا کی تقلید اور اپنے مشائخ کی اقتدا کے خوگر ہیں، کہیں گے کہ یہ شخص (یعنی یہ مہدی ہونے کا مدعی) تو ہمارے دین وملت کے طریق کے برخلاف ہے۔ اس

لئے اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جائیں گے اور اپنی سابقہ عادت کے موافق ان کو کافر اور گمراہ قرار دینے لگیں گے۔

پھر اس میں لکھا ہے:۔

> ’’یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جہاں تک علماء کے کفر کے فتوے کا تعلق ہے، کوئی فرقہ اس سے محفوظ نہیں رہا۔ جیسا کہ ’’منیر انکوائری رپورٹ‘‘ (یعنی تحقیقاتی عدالت 1954ء کی منیر انکوائری رپورٹ۔ ناقل) میں ہے کہ فتوؤں کو دیکھا جائے تو کوئی ایک پاکستانی بھی مسلمان نہیں رہتا۔ جو آنحضرت ﷺ کے اس واضح ارشاد کو نظر انداز کر دینے کا نتیجہ ہے کہ ’’**من صلیٰ صلوٰتنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی لہٗ ذمة اللہ و ذمة رسولہٖ فلا تخفروا اللہ فی ذمّتہٖ.**‘‘

(’’بخاری شریف‘‘ کتاب الصلوٰۃ باب فضل استقبال القبلۃ مصری جلد 1 صفحہ 56)

(حضور ﷺ کے ارشاد مبارک کا) ترجمہ (یہ ہے۔)

’’جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے۔‘‘ یہ دستوری اور قانونی تعریف ہے مسلم کی جو خود محمد عربی سرتاج مدینہ فخر دو عالم خاتم النبیین خاتم المرسلین خاتم الصالحین خاتم العارفین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔ فرمایا:۔

> جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھالے وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی امان ہے پس اللہ کی امان کے متعلق عہد کو مت توڑو۔

’’خلاصہ کلام‘‘

آخر میں لکھا ہے:۔

> **’’خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ نے فرمایا کہ میں صرف امتی نبی ہوں۔ میرا اپنا کچھ نہیں ہے جو کچھ ہے وہ سیدنا و مولانا حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہے۔ جس طرح نظام شمسی میں چاند**

اپنے نور کے لئے کامل طور پر سورج کا محتاج ہوتا ہے اور سورج کے نور کے بغیر چاند کا اپنا کوئی معنوی وجود باقی نہیں رہتا اسی طرح روحانی دنیا میں حضرت رسول اکرم ﷺ کا وجود سراج منیر ہے اور آپؐ کے نور کے کامل انعکاس سے فیض یاب ہو کر چودہویں صدی کو منور کرنے والا وجود ہرگز کسی علیحدہ فضیلت کا دعویدار نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے نور کی ہر شعاع حضرت محمد مصطفیٰ خاتم الاصفیاء ﷺ کے سرچشمۂ نور کی مرہون منت ہوگی اور اس کے فیض کے بغیر کامل تاریکی ہوگی۔ بعینہٖ یہی صورت حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دعویٰ کی ہے۔ چنانچہ آپ نے آنحضور خاتم الانبیاء ﷺ سے اپنی نسبت بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں؟ بس فیصلہ یہی ہے‘‘

یہ ’’خلاصہ کلام‘‘ حضرت سیدنا طاہرؒ کے الفاظ میں لکھا گیا ہے۔ باقی حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب نے تحریر فرمایا تھا۔

علماء کی طرف سے پیش کردہ محضر نامے

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے تو ابھی ذکر ہوا کہ محضر نامہ پیش کیا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے دو دن میں اپنی زبان مبارک سے سنایا تو کیا علماء کی طرف سے بھی کوئی محضر نامہ پیش کیا گیا اسمبلی میں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ بات یہ ہے کہ دو محضر نامے اس وقت پیش کئے گئے۔ ایک تو مولوی غلام غوث صاحب ہزاروی نے لکھا۔ اس کا نام ہی محضر نامہ تھا اور دوسرا مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے یوسف بنوری صاحب کی (جو ساری ایجی ٹیشن کی رہبری کر رہے تھے) نگرانی میں لکھا گیا

اور وہ لکھنے والے مولوی تقی عثمانی صاحب تھے۔ جو غالباً شریعت کورٹ کے جسٹس بھی رہے ہیں اور دوسرے سرحد کے مشہور دیو بندی عالم مولوی سمیع الحق صاحب تھے اور اس کا عنوان تھا...

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اس کا نام ''ملت اسلامیہ کا موقف'' رکھا گیا تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہاں میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا کاروبار کرنے والوں کا جو محضر نامہ ہے، اس کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن ذکر سے پہلے دو باتیں مجھے ضرور عرض کرنی چاہئیں۔ ایک تو یہ جو محضر نامہ ہے اس کا نام ''ملت اسلامیہ کا موقف'' رکھا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ تقی عثمانی صاحب اور مولوی سمیع الحق صاحب کو کس ملت اسلامیہ نے اپنا وکیل اور سفیر مقرر کیا۔ اس سے بڑھ کر کوئی دجل وفریب نہیں ہوسکتا کہ دو آدمی گھر بیٹھ کر ساری دنیا کے لوگوں کی طرف سے سفیر بن جائیں اور وکیل بن جائیں۔

یہ دونوں حضرات دیو بندی ہیں۔ ان حضرات نے جو لکھا ہے خود ان کے متعلق مسلمانوں نے کیا لکھا ہے۔ آیا کسی مسلمان فرقے نے بطور نمائندہ کے ان کو چنا ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ بہت نمایاں طور پر جس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ سفیر تو وہ ہوتا ہے جس پر اعتماد ہو۔ یہ دونوں دیو بندی حضرات جنہوں نے گھر بیٹھے ہوئے اپنے تئیں خود ہی اتنی بڑی عیاری اور مکاری کی کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کا اپنے تئیں سفیر قرار دے دیا۔ سفیر تو سعودی عرب والے بھی نہیں، ان کو بھی کوئی مانتا نہیں ہے سفیر۔ ان کے مذہب کو نجدی مذہب کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نجد سے شیطان کی قرن نکلنے والی تھی، رسول اللہؐ کا ارشاد ہے اور وہ نجدی فرقہ ہے۔ یہی سعودی عرب کی حکومت ہے، تو دو مولویوں کی سفارت تو الگ رہی سعودی عرب کو کوئی اپنا سفیر نہیں سمجھتا۔ مسلمان ان کو کیا سمجھتے ہیں؟ یہ فیصلے 1974ء سے پہلے ہو چکے ہیں۔ اور مسلمان وہ فیصلہ کر چکے ہیں!!

وہ فیصلہ انہوں نے اس وقت کیا 1935ء میں، پاکستان کے قیام سے بھی بارہ سال پہلے جس وقت کہ ان لوگوں نے ووٹ لینے کی خاطر سکھوں سے سودا کیا۔ ان کے سامنے، ان کے دفتر کے ساتھ ہی مسجد شہید گنج کو سکھوں نے شہید کر دیا مگر انہوں نے ووٹ لینے کی خاطر محض تماشائی ہونا قبول کیا۔ مسلمانوں نے اپنی جانیں دیں اس موقع پر۔ جہاں جہاں بھی مسلمان تھے انہوں نے شدید احتجاج کیا اور ایجی ٹیشن کرتے ہوئے بالاتفاق اعلان کیا کہ احرار کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یہ

اسلام کے غدار ہیں۔

یہ فیصلہ صرف پاکستان کے چند صوبوں کے مسلمانوں نے نہیں کیا۔ متحدہ ہند کے چپے چپے میں رہنے والے مسلمانوں نے کیا۔ اور کس وقت کیا؟ 1935ء میں۔ پاکستان کے قیام سے بارہ سال پہلے۔ یہ اس دور کی بات ہے ’’کتاب الاشرار‘‘ محمد یحییٰ خان اناؤ یوپی اس کے مرتب ہیں اور لکھنؤ کے یوسفی پریس سے وہ شائع ہوئی۔ 1935ء کی کتاب ہے۔ اس میں ’’زمیندار‘‘ اخبار 10 اگست 1935ء سے مولانا ظفر علی خان صاحب کی نظم شائع کی۔

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ 1934ء میں قادیان کی احرار کانفرنس میں جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والوں کی تائید کرنے کے لئے جو حضرات اٹھ کھڑے ہوئے، ان میں مولانا بھی شامل تھے۔ مولانا ظفر علی خان ایڈیٹر اخبار ’’زمیندار‘‘ لاہور۔ عنوان یہ تھا:۔

’’احرار کا جنازہ‘‘

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور چودھری افضل حق کی اسلام فروشی کے کندھوں پر

(منقول از۔ زبان خلق)

اللہ کے قانون کی پہچان سے بیزار
اسلام اور ایمان اور احسان سے بیزار
ناموس پیمبرؐ کے نگہبان سے بیزار
کافر سے موالات۔ مسلمان سے بیزار
اور اس پر دعویٰ کہ ہیں اسلام کے احرار
احرار کہاں کے، یہ ہیں اسلام کے غدار
پنجاب کے احرار۔ اسلام کے غدار

آگے کہتے ہیں:۔

بے گانہ یہ بدبخت ہیں تہذیب عرب سے
ڈرتے نہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے
مل جائے حکومت کی وزارت کسی ڈھب سے

سرکار مدینہ سے نہیں ان کو سروکار
پنجاب کے احرار۔ اسلام کے غدار

(لیکن ختم نبوت کی مہر اوپر ضرور لگاتے ہیں۔ کانگرس سے تعلق ضرور ہے، کمیونسٹوں سے ضرور ہے مگر سرکار مدینہ سے احرار کا کوئی تعلق نہیں ہے۔)

جا کر کہے ان سے کوئی اللہ کا بندہ
جب دین کی حرمت کا گلے میں نہیں پھندہ
اور شرع کی تذلیل ہے احرار کا دھندہ
پھر کیوں ہیں مسلمان سے چندہ کے طلبگار
پنجاب کے احرار۔ اسلام کے غدار

(احرار کی پوری تاریخ اس بات پر شاہد ناطق ہے۔ جتنے بھی اشتہار دیکھیں گے پہلے احمدیوں کو گالیاں دی گئیں۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ کھالوں کے لئے فلاں سے رابطہ کریں۔ چندہ ہمیں دیا جائے۔ آگے لکھتے ہیں مولانا ظفر علی صاحب:)

کھاتا ہے مسلمان کوئی سینے میں جو گولی
گالی اسے دیتی ہے ان احرار کی ٹولی
اسلامیوں کے خوں سے چلے کھیلنے ہولی
''احرار'' کو پھر آج سے لکھیں نہ کیوں ''اشرار''
پنجاب کے احرار۔ اسلام کے غدار
سوجھی شہداء پر انہیں مردار کی پھبتی
سکھوں کی یہ پھبتی ہے نہ سرکار کی پھبتی
توحید کے بیٹو! یہ ہے احرار کی پھبتی
گمراہ ہیں خود اور ہمیں کہتے ہیں غلط کار
پنجاب کے احرار۔ اسلام کے غدّار
اللہ کے گھر کو ڈھا دے تو یہ خوش ہیں

مسجد کا نشاں کوئی مٹا دے تو یہ خوش ہیں
پنجاب کے احرار۔ اسلام کے غدّار

(اس لئے اذان کو گوارا نہیں کرتے)

مردان مجاہد سے جو اس طرح کٹے ہیں
اللہ کے رستے سے جو اس طرح ہٹے ہیں
اسلام کی فوجوں کے مقابل جو ڈٹے ہیں
پھر کیوں نہ یہ کمبخت ہوں رسوا سر بازار
پنجاب کے احرار۔ اسلام کے غدّار

یہ ایک دوسری نظم ''سیاست'' اخبار 16 اگست 1935ء صفحہ 13 کی ہے۔ اس کو اگر غزل کہا جائے تو اس کا مطلع ہے۔

ع ''احرار کہاں اور کہاں خدمت اسلام''

احرار کہاں اور کہاں خدمت اسلام
چندے کی اسے فکر لگی ہے سحر و شام
یہ شیخ، یہ مولانا، یہ سید، یہ میاں جی
سب پیٹ کے بندے ہیں انہیں چندے سے ہے کام
جمع ہوں جہاں چند غلامان محمدؐ
نازل ہوئے چندے کے لئے صورت الہام
جب وقت مصیبت پڑا قوم پر آ کر
اور چھا گئی ہر سمت قیامت کی سیاہ شام

(1935ء کے اس خطرناک قیامت خیز واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ شہید گنج کی شکل میں)

یہ ''خادم ملت'' یا ''غلامان محمدؐ''
خاموش کھڑے تکتے رہے صورت اصنام

اب ووٹ کی خاطر یہ تگ و دو بھی عبث ہے
بہتر ہے کہ دنیا سے مٹا ڈالیں تیرا نام
سرکار کی چوکھٹ پہ بھی ہو ناصیہ فرسا
ہندو سے بھی مل سکھ سے بھی نامہ وپیغام

(انگریز کے خود کاشتہ پودے بھی ہیں)

اسلام نوازی کا اٹھا چہرے سے پردہ
اب منہ کو چھپانے کی نہ کر کوشش ناکام
دنیا میں بہت چندے کی خاطر کی تگ و دو
بہتر ہے کہ اب گوشۂ تربت میں کر آرام

(اب تمہیں اس زمین میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے)

ہاتھوں میں ترے ساغر کوثر کی بجائے
مے خانۂ انگریز کا ہے ٹوٹا ہوا جام

کون تھا خود کاشتہ پودا؟ احراری جس کو ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں نے خود کاشتہ پودا انگریز کا قرار دیا، اسلام کا غدار قرار دیا۔ یہ فیصلہ ہے۔ اس قوم کے یہ ترجمان بن سکتے ہیں؟ کتنا بڑا فراڈ ہے۔ کتنا بڑا جھوٹ ہے۔ کتنا بڑا ابہتان ہے!!

اب میں بتاتا ہوں کہ ان کے متعلق مذہبی حلقوں نے کیا کچھ فیصلہ کیا؟ کیا کچھ شائع کیا؟ بریلوی حضرات نے کھلے لفظوں میں۔ یہ کتاب ہے ''نماز قضاء عمری پڑھنے کا طریقہ'' اس کے آخر میں لکھا ہے۔ یہ دیوبندی گستاخ رسول ہیں۔ اس کا کوئی تعلق اسلام کے ساتھ نہیں۔ یہ مسلمان کہلانے کے بھی مستحق نہیں ہیں۔ (صفحہ 13 مصنفہ انیس احمد نوری ناشر مکتبہ نوریہ رضویہ وکٹوریہ مارکیٹ سکھر)

مولوی محمد مقبول احمد قادری نے یہاں پاکستان میں لاہور سے کتاب شائع کی۔ اس کا نام تھا ''بھیڑ نما بھیڑیئے'' اور اس میں لکھا کہ تم لوگ احمدیوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہو کہ یہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔

''تم عجیب انسان ہو۔ مرزائی ایک آیت کا مفہوم بگاڑ کر پیش کریں

یعنی خاتم النبیین کی آیت کے منکر نہیں ہیں، کوئی مرزائی یہ نہیں کہتا کہ نبی آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتا۔ صرف مفہوم کو بگاڑتے ہیں۔''

یعنی یہ بھی احمدی نہیں کہتا کہ ہم آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ اتنا ہے کہ صرف اس کے مفہوم کو بگاڑتے ہیں۔ یہ حنفی عالم کہہ رہے ہیں:۔

''ان کے پیچھے لٹھ لئے پھرتے ہو''

یہ لکھنے والے مولانا محمد مقبول احمد صاحب قادری جامعہ مسجد رحیمیہ اہلسنت والجماعت سلیم پارک چاہ میراں لاہور۔ عنوان کیا ہے؟ ''بھیڑ نما بھیڑیے'' تو کہتے ہیں کہ احمدیوں کے پیچھے لٹھ اٹھائے ہوئے ہو حالانکہ وہ خاتم النبیین کو مانتے ہیں۔ معنی میں اختلاف ہے۔

آپ ضرور حیران ہوں گے میں نے جس طرح کہ عرض کیا ہے پینتیس معنی امت مسلمہ کے علماء نے کئے ہیں خاتم النبیین کے۔ اور جماعت احمدیہ سارے معنوں کو تسلیم کرتی ہے۔ صرف وہ معنی جن سے مسیح کو خاتم النبیین تسلیم کرنا پڑے ہم ان کو رد کرتے ہیں۔ تو لکھتے ہیں۔

''مگر خود علم مصطفیٰ ﷺ کا انکار کر کے سارے قرآن اور آپ کی نبوت کے منکر ہو کر بھی دین اسلام کے علمبردار کہلاتے ہو۔''

(''بھیڑ نما بھیڑیے'' ناشر جامع مسجد رحیمیہ اہلسنت سلیم پارک چاہ میراں لاہور صفحہ 13)

تم ختم نبوت ہی کے منکر نہیں بلکہ سارے قرآن کے منکر ہو۔

اسی طرح اب دیکھیں کہ خود ان حضرات نے، دیوبندیوں نے، دوسروں کے متعلق جن کے کہ یہ سفیر بنے ہوئے ہیں دونوں حضرت، کیا کہا ہے۔ اب یہ آپ سوچیں؟ یہ دیوبندی عالم جن کا مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ بڑا گہرا تعلق تھا بلکہ انہوں نے ان کی سوانح بھی لکھی ہے۔ علامہ عبدالرزاق ملیح آبادی۔ انہوں نے یہاں پاکستان میں پمفلٹ لاکھوں کی تعداد میں شائع کئے کہ

یہ جو اہلسنت والجماعت کہلاتے ہیں اور یا عبدالقادر جیلانی کہنے والے ہیں، یہ سارے کے سارے مشرک ہیں۔ ان کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ (''مسلمان مشرک'' شائع کردہ ڈاکٹر عثمانی توحید روڈ کیماڑی۔ کراچی)

یہ علامہ عبدالرزاق ملیح آبادی ہیں۔ اب آپ دیکھتے ہیں کہ کون سی ملت اسلامیہ ہے۔

جہاں تک اہلسنت کا تعلق ہے، دیوبندی مذہب کے مطابق یہ سارے مشرک ہیں۔ یہ تھا عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی کا ارشاد۔

اب آپ ''امیر شریعت'' صاحب کا ارشاد سنیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ ؎

ز کافِ کعبہ تا کافِ کراچی
سراسر کفر و کفر دون کفر

کعبہ کے کاف سے لے کر کراچی کی کاف تک ہر طرف کفر ہی کفر ہے۔ کفر ہی مسلط ہے۔ (''حیات امیر شریعت'' صفحہ 420)

یہ ملت ہے جس کا موقف بیان کر رہے ہیں؟

مولانا حسین احمد صاحب مدنی چوٹی کے عالم دین۔ انہوں نے ''الشہاب الثاقب'' میں لکھا ہے کہ

> ''رسول مقبول علیہ السلام دجال بریلوی اور ان کے اتباع کو سحقاً سحقاً فرما کر اپنے حوض مورد و شفاعت محمود سے کتوں سے بدتر کر کے دھتکار دیں گے اور امت مرحومہ کے اجر و ثواب و منازل و نعیم سے محروم کئے جاویں گے۔''

(صفحہ 111 ناشر کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور)

اہلسنت والجماعت جن کی دنیا میں اکثریت ہے۔ یہ ان کے متعلق مولانا حسین احمد صاحب مدنی کا عقیدہ ہے۔ مودودی صاحب کے متعلق دیکھیں۔ مفتی محمود صاحب جو کہ اپوزیشن لیڈر تھے اس وقت اور خصوصی کمیٹی کے روح رواں بھی تھے۔ یہ ہفت روزہ زندگی لاہور 10 نومبر 1969ء میں شائع شدہ ہے اور اسے الگ بھی مفتی محمود صاحب کی تنظیم جمیعت گارڈ لائلپور نے شائع کرایا ہے۔ یہ میں مفتی محمود صاحب کا فتویٰ پڑھ رہا ہوں:۔

> ''میں آج یہاں پریس کلب حیدر آباد میں فتویٰ دیتا ہوں کہ مودودی گمراہ، کافر اور خارج از اسلام ہے۔ اس کے اور اس کی جماعت سے تعلق رکھنے والے کسی مولوی کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز اور حرام ہے۔''

کون کہہ رہا ہے؟ مولانا مفتی محمود صاحب! جو نام نہاد محافظین ختم نبوت کے سرخیل اور قافلہ سالار تھے۔

''اس کی جماعت سے تعلق رکھنا صریح کفر اور ضلالت ہے۔''

اے کاش مولوی فضل الرحمان صاحب بھی اس فتویٰ کو سن لیں اور آگے لکھتے ہیں:۔

''وہ امریکہ اور سرمایہ داروں کا ایجنٹ ہے''

تو مولوی فضل الرحمان صاحب کے والد اور تحفظ ختم نبوت کے چیمپیئن مفتی محمود صاحب کا فتویٰ مودودی صاحب کے متعلق یہ ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور امریکہ کے ایجنٹ ہیں۔ یہ اشتہار قاری عبدالحمید صدیقی تحصیل گلی بنوں سٹی کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ 1963ء کا اشتہار ہے یعنی 1974ء سے گیارہ سال پہلے کی بات ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''فتنہ مودودیت کے استیصال کے لئے علماء پاکستان کا اولین فرض ہے کہ وہ شریعت محمدی کا پوسٹمارٹم کرنے والے اور تجدید واحیائے دین کے علمبردار مودودی کے ملحدانہ عقائد اور اسلام کش سرگرمیوں کو عوام میں بہت جلد بے نقاب کریں اور اس کی مخرب اسلام مطبوعات بذریعہ حکومت ضبط و تلف کرائیں۔ مودودی اور مودودے اپنی حاصل کردہ ملحدانہ طاقت اور خوشنما الفاظ میں ملبوس پُر فریب جماعت (جماعت اسلامی) کے ذریعہ ماڈرن اسلام پھیلا کر بہت جلد ملت اسلامیہ کے قلوب سے روح اسلام نکال دینا چاہتے ہیں۔ ڈکٹیٹرانہ ذہنیت کے مالک خدا اور رسول کے احکام سے بے نیاز اور اسلاف کی شان میں گستاخیاں روا رکھنے والے دریدہ دہن مودودی کا مشن ناقابل برداشت ہے۔''

پھر سب بڑی تو تعداد جماعت اہلسنت کی تھی۔ اس میں پھر مودودی صاحب کا میں ذکر کر رہا ہوں اور مودودی صاحب کے متعلق اب سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کا کیا قول ہے؟ دیکھیں:

> ''میں بخاری ہوں۔ مودودی نہیں ہوں۔ آج وہ کہتا ہے کہ میں تحریک (تحریک ختم نبوت) میں شامل نہیں تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر مودودی شامل نہیں تھا تو ان سے حلفیہ بیان کا مطالبہ نہیں کرتا۔ صرف یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اپنے لڑکوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر اعلان کر دیں، سچ اور جھوٹ سامنے

آ جائے گا۔‘‘

اور آخر میں لکھتے ہیں کہ:۔

’’مودودی صاحب تحریک کی ذمہ داری سے ہزار دامن بچائیں لیکن میں ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔ میں تحریک میں شامل تھا۔ جو شامل تھا اس نے سال (کی سزا) کاٹی۔ جو شامل نہیں تھا اس نے دو سال کاٹی۔ جب میں رہا ہوا تو جیل کی ڈیوڑھی پر آ کر کہا کہ جنہوں نے تقریریں کیں وہ رہا ہوئے۔ جنہوں نے سر ہلایا وہ پھنسے رہے۔‘‘

آگے لکھتے ہیں:۔

’’کیا یہی دیانت ہے کہ ہزاروں کو مروا کر کہا جائے کہ میں شامل نہ تھا‘‘

آگے پھر مودودی کو للکار کر کہتے ہیں:۔

’’ارے تم سے تو کافر گلیلیو ہی اچھا تھا جس نے زہر کا پیالہ پی لیا تھا۔‘‘

(’’نوادرات امیر شریعت‘‘ صفحہ 61۔ ادارہ کریمیہ تعلیم القرآن اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور)

یہ امیر شریعت کا فتویٰ مودودی صاحب کے بارے میں ہے۔

یہ ملت اسلامیہ ہے!! جس کے ترجمان اور سفیر مولوی تقی صاحب اور مولانا سمیع الحق صاحب ہیں؟ اب آخر میں ایک بہت بڑا گروہ اہلسنت کا اور فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کا آتا ہے اس بارے میں آپ حیران ہوں گے کہ کراچی سے دیوبندیوں نے کتاب شائع کی ’’تاریخی دستاویز‘‘۔ یہ چھ سو صفحہ کی کتاب ہے اور سارے کے سارے انہوں نے خود شیعہ حضرات کی کتابوں کے عکس دئے ہوئے ہیں اور کس غرض سے دیئے ہیں؟ مطالبہ کیا گیا، اس وقت نواز شریف کی حکومت تھی اور وزیر مذہبی امور اس وقت میانوالی کے مسلم لیگی لیڈر جو کہ 1953ء میں روپوش ہو گئے تھے داڑھی منڈوا کر، مولوی عبدالستار صاحب نیازی۔ ان کی تحریک پر اہل سنت والجماعت کی طرف سے اور دیوبندیوں کی طرف سے خصوصاً دیوبندی حضرات کیونکہ یہ کتاب صرف دیوبندیوں نے شائع کی ہے اور سپاہ صحابہ کے سرپرست ضیاء الرحمان فاروقی نے اس کا مندرجہ ذیل دیباچہ لکھا ہے۔

’’لمحہ فکریہ‘‘

> ’’قارئین کرام سے خصوصی گذارش ہے کہ تاریخی دستاویز کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ شیعہ کے عقائد کے مطابق کلمہ طیبہ کی تبدیلی، عقیدہ تحریف قرآن، تکفیر صحابہ اور عقیدہ امامت میں امت مسلمہ کے عقائد سے یکسر انحراف کر کے من گھڑت اور خود ساختہ نئی شریعت اور نئے دین کی ترویج کی گئی ہے۔
>
> ان عقائد کا محمدی شریعت اور اسلامی عقائد سے دور کا بھی تعلق نہیں۔
>
> اس سے یہ بات واضح ہوگئی ہے (دیوبندی کہتے ہیں) کہ سپاہ صحابہ کی طرف سے شیعہ کے کفر کے اعلان کو محض تعصب اور تنگ نظری پر محمول کرنا حقائق سے انحراف ہے۔ شیعہ کے مذکورہ عقائد کے بعد اگر ایرانی حکومت یا دنیا بھر کا شیعہ اپنے اسلام کے دعویٰ میں اگر اسی طرح اصرار کرتا رہے گا تو شرعی ذمہ داری کے مطابق ان کے کفر کا اعلان بھی اسی قوت اور جرأت کے ساتھ ہوتا رہے گا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ کفریہ عقائد کو اسلام کا نام دے کر دولت کے بل بوتے پر عام کیا جائے تو اس پر مسامحت یا چشم پوشی یا خاموشی اختیار کی جائے۔ شیعہ عقائد کی تکفیر پوری امت مسلمہ کا بنیادی فریضہ ہے‘‘۔

(تاریخی دستاویز صفحہ 744)

اور یہی نہیں بلکہ مفتی احتشام الحق صاحب نے انہی دنوں میں یہ بیان جاری کیا جب احمدیوں کو ناٹ مسلم قرار دیا گیا کہ اب مودودیوں کو بھی غیر مسلم قرار دیا جانا چاہئے، اب میں آپ سے پوچھتا ہوں خدا کے لئے بتائیں اور سوچیں کہ وہ کون سی ملّت اسلامیہ ہے جس کے سفیر اور جن کے وکیل ہونے کی حیثیت سے انہوں نے یہ موقف لکھا تھا۔ سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ ملت اسلامیہ سے مراد ان کی اصطلاح میں دیکھیں۔ یہ تو تمام دنیا مانتی ہے اور متکلمین کا مشہور یہ علم کلام کے لحاظ سے کہ لِکُلٍّ اَنْ یَّصْطَلِحَ ہر شخص اپنی Terminology بنا سکتا ہے، اختیار ہے۔ اس میں کسی کو اعتراض کرنے کی ضرورت نہیں۔

یہ بالکل ویسی ہی بات ہے کہ جس طرح ایک دیوبندی شخص تھا اس سے کسی نے پوچھا کہ

آپ بادشاہی مسجد میں کیوں نہیں گئے۔ کہنے لگے کہ نہیں میں بادشاہی مسجد میں گیا تھا اور نماز وہیں پڑھتا ہوں۔ کہنے لگا میں نے تو نہیں دیکھا۔ کہنے لگے میں نے اپنی چارپائی کا نام بادشاہی مسجد رکھا ہوا ہے۔ تو میں نماز ہمیشہ بادشاہی مسجد ہی میں پڑھتا ہوں اور مراد میری چارپائی ہے۔ تو حضرت اگر یہ حضرات اپنا نام اصطلاح کے لحاظ سے ملت اسلامیہ رکھیں تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ مگر انہیں یہ نہیں کہنا چاہئے کہ مسلمانوں کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہے۔ مسلمان تو ان کو پہلے ہی اسلام کا غدار قرار دے چکے ہیں۔ ان کو تو اپنا نام کہتے ہوئے ہی شرم کھانی چاہئے تھی، مگر یہ عجیب بات ہے کہ اسلام کے غدّاروں نے اس زمانہ میں آ کر کتاب لکھی اور کہا کہ آج ہم غدار نہیں آج ہم ملت اسلامیہ کے ترجمان اور سفیر کی حیثیت سے پیش ہوں گے۔ شیطان نے بہت جھوٹ بولے ہوں گے لیکن میرا خیال ہے کہ بیسویں صدی میں اس سے بڑا کوئی جھوٹ نہیں ہوگا۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ مولانا آپ نے بتایا کہ ایک محضر نامہ تو وہ تھا جو کہ مجلس تحفظ ختم نبوت والوں کی طرف سے پیش کیا گیا اور اس کا نام انہوں نے ''ملت اسلامیہ کا موقف'' رکھا۔ اور اس کا آپ نے بڑی تفصیل کے ساتھ پوسٹمارٹم کیا ہے کہ ملت اسلامیہ اصل کیا تھی اور کس طرح انہوں نے اس کا نام چرایا۔ اس میں جو دوسرا محضر نامہ پیش کیا گیا وہ مولانا غلام غوث ہزاروی کی طرف سے پیش کیا گیا تھا۔ کیا آپ مولانا غلام غوث ہزاروی کے بارے میں کچھ کہنا چاہیں گے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ ایک خاص چیز بیان کرنی ہے۔ بہت دلچسپ اور دو باتیں عرض کرنی چاہتا ہوں۔ ان کے محضر نامہ میں جو خاص بات کہی گئی اور ''ملت اسلامیہ'' یعنی مولوی تقی صاحب اور سمیع الحق صاحب نے نہیں بیان کی۔ وہ یہ تھی کہ یہ زمانہ جمہوریت کا ہے اور ہمیں اختیار ہے کہ ہم جس کو چاہیں کافر سمجھیں اور جس کو چاہیں فیصلہ کریں کہ کافر نہیں ہے اور اس کے لئے تاریخی ثبوت ہمارے پاس یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خلاف قریش مکہ نے دارالندوہ میں فیصلہ کیا تھا اور یہ ان کا حق ہے کیونکہ اکثریت آنحضرتؐ کے خلاف تھی۔ اس وجہ سے انہوں نے فیصلہ صادر کیا۔ اسی طرح آج ہمارا حق ہے کہ اکثریت ہونے کی وجہ سے ہم بانیٔ جماعت احمدیہ اور جماعت کے متعلق فیصلہ کریں۔ یہ عجیب بات ہے میں سوچ رہا تھا اور اس پر میں نے مقالہ لکھا ہے ہفت روزہ ''لاہور'' میں چھپا۔ یہ ہفت روزہ ''لاہور'' 24 مارچ 1975ء صفحہ 10 تا 13 میں شائع شدہ ہے پھر اس کے بعد ''الفضل

انٹرنیشنل‘‘ یکم ستمبر 2000ء صفحہ 10 تا 12 میں بھی شائع کیا گیا۔ کینیڈا میں بھی چھپ چکا ہے۔

تحقیق سے میں نے ثابت کیا ہے کہ گریگورین کیلنڈر (Gregorian Calendar) کا ہجری کیلنڈر کے ساتھ اگر توافق کیا جائے اور تاریخ الخمیس کو دیکھا جائے جو کہ انتہائی مستند تاریخ ہے اسلام کی۔ اس میں 28 صفر تاریخ بتائی گئی ہے دارالندوہ کے فیصلہ کی اور اگر آپ گریگورین کیلنڈر کو دیکھیں، یہ ٹھیک 7 ستمبر بنتی ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یعنی آنحضرت ﷺ کے خلاف جو فیصلہ کیا گیا وہ بھی 7 ستمبر کو ہوا ہے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ آنحضرت ﷺ کے خلاف جو فیصلہ کیا گیا، قریش مکہ نے کیا، ابوجہل نے کیا، عتبہ نے کیا، شیبہ نے کیا، نجدیوں نے کیا، وہ فیصلہ بھی ٹھیک 7 ستمبر کو ہوا تھا۔ اب آپ دیکھیں یہی وجہ ہے کہ موجودہ مؤرخ جن میں مبارک پوری صاحب بھی اور دوسرے بھی ہیں اور مصر کے مشہور ماہر فلکیات محمد مختار پاشا جو ہیں جنہوں نے دو ہزار سالہ گریگورین کیلنڈر کا توافق دیا ہے اپنی کتاب ’’التوفیقات الہامیہ‘‘ میں جو 1894ء کی شائع شدہ ہے۔ 20 ستمبر 622ء آنحضرتؐ کے ورود قبا کی تاریخ انہوں نے بتائی ہے۔ 20 ستمبر اگر ورود قبا کو سمجھا جائے تو آپ یہ دیکھیں کہ اس دور میں سفر کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ آٹھ دن میں پہنچے ہیں ہجرت کر کے غار ثور سے اور آٹھ دنوں میں ہی حجۃ الوداع کے موقع پر مدینہ سے مکہ میں پہنچے ہیں۔

اب بالکل واضح طور پر آپ کے سامنے یہ تصویر آ جائے گی کہ 7 ستمبر کو فیصلہ ہوا۔ 7 اور 8 ستمبر کی درمیانی رات غار ثور تک پہنچنے میں گزری۔ اور 9، 10، 11 تین دن غار میں رہے۔ یہ تین دن 11 کو ختم ہوتے ہیں۔ بارہ کو چلے ہیں اور آٹھ دن میں 20 ستمبر کو پہنچے ہیں تو ٹھیک 7 ستمبر کو یہ فیصلہ ہوا۔ میں سمجھتا ہوں اور اکثر خیال آتا ہے کہ اگر بھٹو صاحب کو اور مولویوں کو پتا ہوتا کہ 7 ستمبر ہی کو اسلام کے دشمنوں نے محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلاف فیصلہ کیا تھا تو پھر وہ 7 ستمبر کی تاریخ نہ رکھتے۔ اگر خواہ ہم ہزاروں لاکھوں روپے بھی دے دیتے۔ لیکن یہ خدا کی تقدیر تھی۔ ؎

وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

اور عجیب بات ہے کہ کوئٹہ میں مولوی تاج محمود صاحب نے جو کہ وہاں کے ختم نبوت کے چوٹی کے لیڈر سمجھے جاتے ہیں، عدالت میں بیان دیا اور وہ مصدقہ بیان ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا یہ جو تکلیفیں آپ احمدیوں کو دے رہے ہیں یہ مسلمانوں کو بھی دی جاتی تھیں؟ انہوں نے کہا کہ وہ تکلیفیں جن میں یہ ہے کہ کلمہ کی وجہ سے، مسجد سے نکالنے کے لحاظ سے، یہ وہی کام ہے جو مشرکین مکہ محمد رسولؐ اللہ کے خلاف کرتے تھے، وہی کچھ ہم کر رہے ہیں۔ تو خدا نے ان کی زبان سے کہلوا دیا کہ خاتم النبیینؐ کے بروز کون ہیں اور دشمنان خاتم النبیینؐ کے بروز کون ہیں۔ یہ تو پہلی بات تھی۔

مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی نے اپنے محضر نامہ میں اس نکتہ کو پیش کیا۔ یہ خدا کی تقدیر ہے۔ یہ جواز کی بنیاد ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مولانا غلام غوث ہزاروی کا گہرا مطالعہ کرنے والے اور ان کے رفیق کار مجلس احرار پشاور کے صدر سید عبداللہ شاہ صاحب تھے۔ اب وہ فوت ہو چکے ہیں۔ عرصہ تک یہ پشاور میں مجلس احرار اسلام کے صدر رہے ہیں اور اسی زمانہ میں مولانا غلام غوث ہزاروی بھی تھے، وہ بھی احرار میں ہی شامل تھے اس وقت۔ سید عبداللہ شاہ صاحب نے اپنی یادداشتیں، سوانح حیات ''میری یادداشتیں'' کے نام سے شائع کی ہیں۔ اس میں مولانا صاحب کے متعلق یہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

ان کو میں نے بہت نزدیک سے دیکھا ہے۔ جب میں مجلس احرار اسلام کا صدر تھا تو یہ چوٹی کے لیکچراروں میں سمجھے جاتے تھے اور چندہ بٹورتے تھے۔ دوسری طرف کانگریس سے ان کو وظیفہ ملتا تھا۔ تیسری طرف وہ CID کے وظیفہ خوار تھے۔ تین طرف سے چندے حاصل کرنے میں یہ ایسے ماہر تھے کہ اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ احراری بھی تھے۔ انگریز کے خود کاشتہ پودا بھی تھے۔ کانگریس کے خود کاشتہ پودے بھی تھے۔ تو یہ ہیں مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی۔

(ملاحظہ ہو ''میری زندگی کی یادداشتوں کا چوتھا حصہ'' از سید عبداللہ شاہ مدیر روزنامہ الفلاح پشاور صفحہ 38)

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ جزاکم اللہ آپ نے مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب کا بھی تعارف کروا دیا اور نام نہاد ''ملت اسلامیہ کا موقف'' پیش کرنے والے جو لوگ تھے ان کا بھی۔

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا صاحب! یہ بھی بعض اوقات ہم نے سنا کہ حضورؒ جوابات کے لئے اگلے دن کا وقت لے لیا کرتے تھے اس میں کیا حکمت تھی؟ یا کس قسم کے سوالات تھے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ بات یہ ہے کہ خلیفۂ وقت کی زبان خدا کی زبان ہے۔ حضورؒ اس شان کے ساتھ سوالوں کا جواب دیتے تھے کوئی چوٹی کا محقق بھی ہو تو اس پر حرف نہیں رکھ سکتا تھا۔ حضورؒ اکثر سوالات کے اسی وقت جواب دیتے اور خود چاہتے تھے کہ جتنی جلدی ہو سکے، حق و صداقت کا پیغام میں پہنچاؤں، لیکن بعض اوقات حوالے ان کتابوں کے تھے جن کتابوں کو دیکھنا ضروری ہوتا تھا۔ تو حضورؒ نے فرمایا اور کھلے بندوں حضورؒ نے اظہار کیا کہ میں قرآن مجید کا حافظ ہوں لیکن بانی جماعت احمدیہ کی کتابوں اور سلسلہ کے لٹریچر کا حافظ نہیں ہوں۔ تحقیق کرنے کے لئے ضروری ہے اور اپنے منصب کے لحاظ سے بھی کہ اصل کتابوں کو دیکھ لیا جائے اور اصل کتاب کو دیکھنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ حضورؒ نے فرمایا کہ میرا ایمان ہے کہ بانی جماعت احمدیہ کی کتابیں روح القدس کی تائید سے لکھی گئی ہیں اور جو اعتراض آج کئے جارہے ہیں ان کے سیاق وسباق میں خدا نے آپ کے قلم سے ہی ان کے جواب بھی بتا دیئے ہیں۔ تو اس واسطے میں دیکھے بغیر آج جواب نہیں دوں گا۔ کل جواب دے سکتا ہوں۔ یہ فلسفہ تھا جو کارفرما تھا۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ لیکن ایسا کبھی کبھار ہوا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ بہت کم ہوا۔ ''سیرۃ الابدال'' کے موقع پر خاص طور پر اور ایک آدھ اور موقع پر ورنہ فوری طور پر جواب دینا خود حضورؒ کا اپنا مسلک تھا۔ کیونکہ خدا کی طرف سے جو ارشاد تھا خلیفہ راشد کو، وہ یہی تھا ملّاں تو یہی چاہتا ہے کہ خواہ ساری دنیا دہریہ ہو جائے، کمیونسٹ ہو جائے لیکن احمدیوں کو اسلام کے دائرے سے خارج ضرور کرنا ہے، لیکن آپ کا فرض یہ ہے کہ ایسا طریقہ اختیار کریں کہ جو اسلام سے دور ہیں، اسلام کے قریب آجائیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے پوچھے گئے سوالات کا پہلا دور (5 تا 10 اگست 1974ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا سوانحی خاکہ

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ جزاکم اللہ مولانا! اب ہم ان سوالات کی طرف آتے

ہیں جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ سے 5 اگست 1974ء سے 10 اگست 1974ء کے درمیان کئے گئے اسی ترتیب کے ساتھ کہ جس طرح قومی اسمبلی میں حضورؒ پر سوالات کئے گئے وہ ہم دونوں دوست آپ کی خدمت میں پیش کردیں گے تو حضورؒ نے جو جوابات اس کے پیش فرمائے وہ ہم چاہیں گے کہ آپ کی زبان سے ناظرین تک پہنچ جائیں۔

اس ضمن جب حضورؒ سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ کا تعارف کیا ہے اور آپ کا سوانحی خاکہ کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضورؒ نے کیا فرمایا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس موقع پر اپنی زبان مبارک سے بتایا کہ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے ریکارڈ کے مطابق 16 نومبر 1909ء کو قادیان میں میری ولادت ہوئی۔ 17 اپریل 1922ء کو حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ جولائی 1929ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ 1934ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ 6 ستمبر 1934ء آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلستان روانہ ہوا اور 1938ء میں واپس آیا۔ مئی 1944ء سے تعلیم الاسلام کالج قادیان کا پرنسپل مقرر کیا گیا۔ 8 نومبر 1965ء کو خلیفۃ المسیح منتخب ہوا۔

احمدیوں کی تعداد

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ حضورؒ سے دوسرا سوال یہ پوچھا گیا کہ احمدیوں کی کیا تعداد ہے اس وقت؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے فرمایا:۔ ایک کروڑ۔

حافظ محمد نصر اللہ صاحب: اس پر کوئی جرح بھی ہوئی۔ تعداد کے حوالہ سے، علماء نے کی؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ نہیں نہیں علماء تو کر ہی نہیں سکتے تھے۔ اٹارنی جنرل صاحب نے بھی اتنا ہی سوال کیا تھا اور جواب بھی حضورؒ نے اتنا ہی دیا تھا۔

حضورؒ کا اصل مقام

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ حضورؒ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ آپ کا اصل مقام کیا ہے۔

اس کا جواب حضورؒ نے کیا دیا تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے ارشاد فرمایا کہ میرا اصل مقام خلیفۃ المسیح کا ہے۔ باقی جماعت کے دوست مجھے امام جماعت احمدیہ کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔ امیر المؤمنین بھی کہتے ہیں۔

اگر غیر مسلم قرار دیا گیا تو کیا ردعمل ہوگا؟

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ ایک اگلا سوال انہوں نے یہ کیا کہ اگر آپ کو غیر مسلم قرار دے دیا جائے تو آپ کا کیا ردعمل ہوگا۔ اور بات یہ پیش کی کہ اس قانون سے آپ کے سیاسی حقوق محفوظ ہو جائیں گے۔ تو حضورؒ نے اس بات کا کیا جواب ارشاد فرمایا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے یہ سوال سن کر مسکراتے ہوئے یہ بات کہی کہ میری سمجھ سے بالا سوال ہے۔ اور فرمایا کہ میں اس لئے سمجھ نہیں سکا کہ ایک شخص اگر سنی ہو تو اسے شیعہ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ ایک کہے کہ میں مسلمان ہوں اور اسمبلی کہے کہ ہم تمہیں سکھ اور عیسائی کے شیڈیول میں شامل کرتے ہیں تو یہ مینٹل کیس ہے۔ سکھ کبھی ہو نہیں سکتا۔

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ اٹارنی جنرل صاحب خود شیعہ تھے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اٹارنی جنرل نے تو یہ پوچھا تھا کہ ردعمل کیا ہوگا؟ تو اس پر شروع میں ہی چیئرمین صاحب جوش میں آ گئے اور کہنے لگے کہ

"You are eye witness. You must reply this fundamental question."

اس بنیادی اور مرکزی سوال کا جواب بحیثیت شاہد کے، گواہ کے، آپ کو دینا پڑے گا۔ اس پر حضورؒ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ پاکستان تو چند ڈویژنوں کا نام ہے۔ پاکستان نہیں، سعودی عرب نہیں، سارا عالم اسلام بلکہ U.N.O بھی ہمیں غیر مسلم قرار دے تو میں اس فیصلہ کو غلط قرار دے کر اپنا فیصلہ خدا پر چھوڑ دوں گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے آقا خاتم النبیین محمد عربی ﷺ نے آخری زمانے کے متعلق فرمایا تھا سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّ سَبْعِیْنَ مِلَّةً وَ کُلُّھُمْ فِی النَّارِ

اِلَّامِلَّۃً وَّاحِدَۃً (مرقاۃ المصابیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) میری امت فرقوں میں بٹ جائے گی۔ بہتّر (72) ناری ہوں گے۔ ایک جنتی اور حقیقی مسلمان ہوگا۔ اب آپ سارے حضرات یہاں فیصلہ کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ آپ کو اپنی کرسیاں مضبوط نظر آتی ہیں مگر میں بحیثیت خلیفۃ المسیح آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر یہ فیصلہ ہو کہ باقی بہتّر تو مسلمان ہیں اور احمدی دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو یہ فیصلہ ہمارے خلاف نہیں بلکہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی سپریم کورٹ کے خلاف ہوگا۔ محمد ﷺ کی سپریم کورٹ جانے اور آپ جانیں۔

حقیقی مسلمان کی تعریف

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اگلا سوال یہ کیا گیا تھا کہ حقیقی مسلمان سے کیا مراد ہے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ پُر معارف تحریر پڑھ کر سنائی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم سے ''آئینہ کمالات اسلام'' طبع اول صفحہ 60 تا 62 میں موجود ہے۔ وہ پوری تحریر پڑھنے کے لائق ہے، سننے کے لائق ہے اور سینے میں بسانے کے لائق ہے اور دل میں سجانے کے لائق ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''مقدمہ حقیقت اسلام'' کے عنوان سے تحریر فرمایا:۔

> ''**اسلام کی حقیقت** نہایت ہی اعلیٰ ہے اور کوئی انسان کبھی اس شریف لقب اہل اسلام سے حقیقی طور پر ملقب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنا سارا وجود معہ اس کی تمام قوتوں اور خواہشوں اور ارادوں کے حوالہ بخدا نہ کر دیوے اور اپنی انانیت سے معہ اس کے جمیع لوازم کے ہاتھ اٹھا کر اسی کی راہ میں نہ لگ جاوے۔ پس حقیقی طور پر اسی وقت کسی کو مسلمان کہا جائے گا جب اس کی غافلانہ زندگی پر ایک سخت انقلاب وارد ہو کر اس کے نفس امارہ کا نقش ہستی معہ اس کے تمام جذبات کے یکدفعہ مٹ جائے اور پھر اس موت کے بعد محسن للہ ہونے کے نئی زندگی اس میں پیدا ہو جائے اور وہ ایسی پاک زندگی ہو جو اس میں بجز طاعت خالق اور ہمدردی مخلوق کے اور کچھ بھی نہ ہو۔

خالق کی اطاعت اس طرح سے کہ اس کی عزت وجلال اور یگانگت ظاہر کرنے کے لئے بے عزتی اور ذلت قبول کرنے کے لئے مستعد ہو اور اس کی وحدانیت کا نام زندہ کرنے کے لئے ہزاروں موتوں کے قبول کرنے کے لئے تیار ہو اور اس کی فرمانبرداری میں ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو بخوشی خاطر کاٹ سکے اور اس کے احکام کی عظمت کا پیار اور اس کی رضا جوئی کی پیاس گناہ سے ایسی نفرت دلا وے کہ گویا وہ کھا جانے والی ایک آگ ہے یا ہلاک کرنے والی ایک زہر ہے۔ یا بھسم کر دینے والی ایک بجلی ہے جس سے اپنی تمام قوتوں کے ساتھ بھاگنا چاہیے۔ غرض اس کی مرضی ماننے کے لئے اپنے نفس کی سب مرضیات چھوڑ دے اور اس کے پیوند کے لئے جانکاہ زخموں سے مجروح ہونا قبول کر لے اور اس کے تعلق کا ثبوت دینے کے لئے سب نفسانی تعلقات توڑ دے۔

اور خلق اللہ کی خدمت اس طرح سے کہ جس قدر خلقت کی حاجات ہیں اور جس قدر مختلف وجوہ اور طرق کی راہ سے قسّام ازل نے بعض کو بعض کا محتاج کر رکھا ہے، ان تمام امور میں محض للہ اپنی حقیقی اور بے غرضانہ اور سچی ہمدردی سے جو اپنے وجود سے صادر ہو سکتی ہے، ان کو نفع پہنچاوے اور ہر ایک مدد کے محتاج کو اپنی خداداد قوت سے مدد دے اور ان کی دنیا و آخرت دونوں کی اصلاح کے لئے زور لگاوے۔"

("آئینہ کمالات اسلام"۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 60-62)

؎ اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترک رضائے خویش پے مرضی خدا

کتنے احمدی حقیقی مسلمان ہیں

حافظ محمد نصر اللہ صاحب: ۔ اس سے اگلا سوال ہوا کہ مرزا صاحب کی مسلمان کی تعریف کے

مطابق کتنے احمدی حقیقی مسلمان ہیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے بڑے اختصار سے جواب دیا۔ چند ہزار۔

امتی نبی

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ امتی نبی کے بارے میں بھی سوال کیا گیا تھا حضورؒ پر۔ اس کا حضورؒ نے کیا جواب دیا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ بہت ہی پیارا جواب تھا۔ حضورؒ نے اس موقع پر یہ فرمایا کہ جس کا اپنا کچھ نہیں سب کچھ نبی متبوع کا ہے، یہ دراصل خلاصہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کا اور اس کا ایک نمونہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان اشعار میں بھی موجود ہے کہ ؎

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

اور پھر کس شان سے فرماتے ہیں:۔

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

دائرہ اسلام کیا ہے؟

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ دائرہ اسلام سے متعلق سوال کیا گیا کہ آپ کے نزدیک دائرہ اسلام کیا ہے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک تو عمومی دائرہ ہے جس میں تہتر فرقے شامل ہیں اور ان تہتر فرقوں کو (اس کی تفصیل پہلے آ چکی ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت قرار دیا ہے۔ سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ کے الفاظ ہیں اور یہ قانونی اور آئینی

دائرہ ہے۔ دوسرا دائرہ صرف ایک فرقے پر مشتمل ہے جسے آنحضرتؐ نے **الجماعۃ** کہا ہے اور **مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ** قرار دیا ہے۔ **الجماعۃ** کے معنی ہیں کہ جو ایک امام کی پیروی کرنے والی ہو۔ اور **مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِی** یہ جو میں اس وقت عرض کر رہا ہوں میرے ذہن میں اس وقت بھی یہ تشریح تھی اور اب بھی یہ تشریح ہے جو واضح کرنا بہت ضروری ہے کہ **ما انا علیہ و اصحابی** سے قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ہر حدیث کا سرچشمہ دراصل قرآن مجید ہے۔ ؎

یا الٰہی! تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

قرآن میں آیت موجود ہے کہ **اَدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ** (یوسف: 109) کہ میں اور میرے اصحاب خدا کی دعوت علی البصیرت دیتے ہیں۔ اس پر غور کریں یہ **ما انا علیہ و اصحابی** (سنن الترمذی ابواب الایمان باب ماجاء فی افتراق ھذہ الامۃ) کا مفہوم ہے۔ خدا کو ماننے والے تو آج بھی بہت سارے ہیں۔ آنحضرتؐ کے زمانے میں اگرچہ بت پرستی بھی تھی مگر خدا کو ماننے والے بھی تھے۔ آنحضرتؐ اور آپؐ کے صحابہ دنیا میں دعوت الی اللہ کرتے تھے۔ صرف یہ نہیں کہتے تھے کہ خدا ہے۔ بلکہ علی وجہ البصیرت بتاتے تھے کہ خدا ہم سے ہمکلام ہوتا ہے اور ہم اس کے زندہ ہونے پر گواہ ہیں۔ پہلی اذان میں آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے، جیسا کہ خواب کے ذریعے سے ایک صحابی کو بتایا گیا، یہ الفاظ رکھے قیامت تک۔ کیا ہر مسلمان اذان میں یہ الفاظ نہیں کہتا؟

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان محمد رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح، اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ

یہ اذان ہے جو رسول پاکؐ نے سکھائی ہے۔ اس کے آغاز میں ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ موجود نہیں۔ اب مجھے آپ بتائیں کہ شہادت کا لفظ قانون کی رُو سے سنی سنائی بات پر چسپاں ہوسکتا ہے؟

کوئی عدالت سیشن کورٹ کی ہو، ہائی کورٹ کی ہو، سپریم کورٹ کی ہو، کسی کو گواہ نہیں قرار دیتی جو کہہ دے کہ میں نے بات سنی تھی۔ جو Eye Witness ہو اس کو گواہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ تو سچا

مسلمان وہ ہے کہ گواہی دے کہ خدا زندہ موجود ہے اور آج دنیا میں کون ہے جو کہے کہ محمد رسولؐ زندہ نبی ہیں اور خدا زندہ ہے۔ اور مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسلام آج موسیٰ کا طور ہے جہاں خدا کلام کرتا ہے۔

(''ضمیمہ انجام آتھم'' صفحہ 62۔ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 346)

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ مولانا! آپ نے اس کی تشریح فرمائی۔ میں چاہوں گا کہ اس سوال کا جو حضورؒ نے جواب دیا وہ آپ دوبارہ پڑھ دیجئے گا کہ دائرہ اسلام کیا ہے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے فرمایا کہ دو دائرے ہیں۔ ایک قانونی اور دستوری دائرہ ہے جو اپنے تئیں مسلمان کہتا ہے وہ اس دائرے میں شامل ہے اور تہتر فرقے اس میں شامل ہیں اور ایک دائرہ ہے خدا کی جناب میں حقیقی مسلمان کا اور حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی تشریح ''آئینہ کمالات اسلام'' میں کی گئی ہے اور اسی کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا ہے کہ اس دائرہ میں چند ہزار احمدی ہیں۔

اسلامی نقطۂ نگاہ سے مرتد کون؟

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے مرتد کون ہے؟ یہ سوال بھی کیا گیا تھا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے بڑا فیصلہ کن جواب دیا تھا۔ اصل میں حضورؒ کی زبان پر خدا تعالیٰ کے فرشتوں اور روح القدس کی تائید کے ذریعے سے جو کوثر جاری ہوا وہ حیران کن تھا۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب فرمانے لگے کہ ساری عمر ہم نے مناظروں میں گذاری ہے مگر حضورؒ کی زبان مبارک سے جو جواب ہم نے سنے ہیں، وہ ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں تھے۔

اب دیکھیں مرتد لفظ اتنا استعمال ہوا ہے آج بھی۔ آج بڑھ گیا ہے دہشت گردی کے زمانہ میں اور مرتد کے ساتھ قتل وغارت ایک لازمی چیز ہے۔ جس طرح ایک شاعر نے کہا ہے کہ کمبخت نے اتنی دفعہ شراب کا ذکر کیا کہ منہ سے شراب کی بدبو آنے لگی۔ مرتد کا لفظ اتنی دفعہ ان لوگوں نے استعمال کیا ہے کہ ارتداد کی بدبو ان کے قلم اور ان کی زبانوں دونوں سے جاری ہوگئی ہے۔ حضورؒ نے جو جواب دیا آپ وہ سنیں۔ حیران ہو جائیں گے۔ ساری دنیا کے نام نہاد مفکرین اسلام بھی جمع ہو جائیں

تو اس کا جواب نہیں دے سکتے چونکہ اس کی بنیاد قرآن پر ہے۔

حضورؒ نے اس سوال کے جواب میں ایک حیرت انگیز نکتہ قرآن مجید سے پیش کیا۔ حضورؒ نے فرمایا کہ مرتد وہ ہے جو خود دین اسلام سے خارج ہونے کا اعلان کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَنْ یَرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَیَمُتْ وَ ھُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ** (البقرۃ : 218) یہ بیان کرنے کے بعد حضورؒ نے اس کا ترجمہ بھی فرمایا کہ تم میں سے جو اپنے دین سے ارتداد اختیار کرے تو وہ کافر ہے۔ یعنی اس نے انکار کر دیا ہے۔ اس کا نتیجہ اسے خدا کے عذاب کی شکل میں بھگتنا پڑے گا کیونکہ اس کے تمام اعمال جو وہ دنیا میں بجالاتا رہا وہ حبط ہو گئے اور اس لئے آخرت میں بھی صریح طور پر خیر و برکت سے محروم رہے گا۔ حضورؒ کا یہ استدلال تھا اور کسی ماں نے ایسا بیٹا نہیں جنا جو اس کا جواب دے سکے۔ الفاظ ہیں کہ مَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ جو تم میں سے خود اعلان ارتداد کرتا ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی اور دوسرا شخص فتویٰ دیتا ہے تمہارے خلاف۔ یہ تھا جواب سیدنا و امامنا و مرشدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا۔

اب میں اس پر آپ کی اجازت سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس مذاکرہ میں واضح ہے کہ سرفہرست وہی جواب ہیں جو کہ خدا کے خلیفہ کی زبان مبارک سے سنے گئے۔ لیکن ایک پہلو میں آپ کی خدمت میں ضرور عرض کرنا چاہوں گا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جو تاریخ احمدیت کی تصنیف کے سلسلے میں مجھے ہدایات دیں ایک تو ان میں سرفہرست یہ ہدایت تھی کہ پچھلی صدیوں میں سپین سے لے کر مصر تک یا الجیریا تک اور الجیریا سے جنوبی ایشیا تک اور جنوبی ایشیا سے انڈونیشیا تک جو اسلامی حکومتیں معرض وجود میں آئیں۔ ان پر ریسرچ کرنے کے لئے مأخذ مستشرقین کی کتابیں نہیں ہوسکتیں۔ بنیاد وہ لٹریچر ہے جو قدیم مسلم مؤرخوں نے اپنے زمانہ میں مرتب فرمایا تھا۔

دوسری بات حضورؒ نے یہ فرمائی کہ میرے یا جماعت کے کسی عالم دین کے کسی جواب سے خواہ وہ لٹریچر میں آ چکا ہو، یہ بالکل نہیں سمجھنا چاہئے کہ احمدیت کا علم کلام کا ذخیرہ اتنا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا بھر کی حکومتوں کے لشکر تو شاید گنے جائیں مگر احمدیت کے دلائل کبھی شمار میں نہیں آ سکتے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ سمندر کے قطرے بھی گنے جا سکتے ہیں مگر احمدیت کی صداقت کے دلائل کبھی ختم

نہیں ہو سکتے۔ اس واسطے ہمیشہ زندگی بھر کوشش کرتے رہنا کہ جہاں سے بھی کوئی نئی تحقیق آئے اس کو جماعت کے سامنے پیش کرنا ہے۔ تو میں اس کی تعمیل میں آگے وضاحت کرتا چلا جاتا ہوں پہلے بھی اور آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

اب میں مَنْ یَّرْتَدِدْ کے سلسلے میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ قرآن مجید نے یہاں اتنا ہی فرمایا ہے کہ ارتداد کے نتیجے میں جو ردعمل خدا کی طرف سے اور خدا کی جماعت کی طرف سے ہوسکتا ہے وہ ایک ہی ہے کہ یہ بہت بدقسمت انسان ہے جس نے خدا اور محمد مصطفیٰ ﷺ کا انکار کیا ہے۔ اور آگے فرمایا کہ اس کی سزا خود اسی کو بھگتنی پڑے گی کیونکہ خدا کی جناب میں اس کے سارے اعمال حبط ہو جائیں گے۔ اس میں سیاسی سزا یا تعزیرات کا کوئی سوال نہیں ہے اور آنحضور ﷺ کی زندگی میں بھی کوئی ایک واقعہ ایسا نہیں ملتا کہ محض ارتداد کی وجہ سے آنحضور ﷺ نے کسی فرد واحد کو سزا دی ہو۔ عبدالرحمٰن بن ابی سرح آپؐ کا کاتب وحی تھا۔ اس نے کھلم کھلا طور پر یہ کہا کہ جو کچھ آپؐ کہہ رہے ہیں میری زبان پر یہی جاری ہو گیا ہے۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحَاکِمِیْنَ (التین:9) اس کے بعد ارتداد اختیار کیا۔ کوئی مؤرخ ہے جو ثابت کرسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ حکم دیا ہو کہ جاؤ اور اس کو قتل کر دو۔ مدینہ میں ایک شخص آیا اور بیعت کی پھر اگلے دن آکر کہنے لگا کہ میری بیعت واپس کریں کیونکہ مجھے بخار ہو گیا ہے۔ آنحضور ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ تمہاری بیعت ختم ہو گئی۔ تو سرور دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ اور مدینہ کی پہلی حکومت کا یہ اسوہ ہے۔

قرآن کہتا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ (المائدۃ:55) عرش کے خدا نے کتنی بڑی خوشخبری سنائی ہے کہ ایک شخص جو کہ ایسا عضو تھا جو کہ نہ صرف یہ کہ خود اسلام سے علیحدہ ہو گیا بلکہ دوسرے جسم کو بھی وہ تباہ کرنا چاہتا تھا۔ واضح بات ہے کہ ڈاکٹر اس عضو کو بھی نکال دیتے ہیں۔ اس آپریشن کا نتیجہ جسم کے لئے مفید ہوتا ہے۔ کوئی واویلا نہیں کرتا ایسے موقع پر، بلکہ سمجھتا ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ اس ٹکڑے کے نکل جانے کے بعد پورا جسم صحت یاب اور شفایاب ہو گیا ہے۔ یہی فلسفہ جناب الٰہی کی طرف سے بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ (المائدۃ:55) فرمایا اے مومنو! خدا اور مصطفیٰؐ پر ایمان لانے والو! اور اس

کے عاشقو! مرتد ہونے والے کی فکر نہ کرو بلکہ خوشیاں مناؤ، جشن مناؤ کہ ایک گندہ عضو تم سے کاٹ لیا گیا ہے۔ جو شخص اگر ایک بھی تم میں سے مرتد ہو تو اس ایک مرتد کے نتیجے میں تم پر کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ بلکہ خدا کا وعدہ ہے فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ (المائدۃ:55) یہ محمدؐ رسول اللہ کے خدا کا وعدہ ہے کہ اگر ایک بھی مرتد ہو گیا تو خدا اس کے بدلے میں پوری قوم لے آئے گا۔

اب اس کے مقابل پر آپ حیران ہوں گے کہ مودودی صاحب نے اپنی کتاب ''ارتداد کی سزا اسلامی قانون میں'' میں یہ لکھا ہے کہ جب اسلام کی حکومت کے قیام کا ہم اعلان کریں گے تو یہ بھی اعلان کر دیں گے کہ ایک سال تک یا تو صحیح معنوں میں مسلمان ہو جاؤ اور یا اگر اسلام کے دائرہ میں شامل نہیں رہنا چاہتے تو علیحدہ ہو جاؤ۔ اس کے بعد اگر کوئی شخص مسلمان کا لیبل لگائے گا اور پھر اعلان کرے گا تو اسلامی معاشرہ کی طرف سے ایک ہی سزا ہو گی کہ اس کا قتل عام کر دیا جائے۔

(ناشر مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان اچھرہ لاہور بار اوّل جون 1951ء صفحہ 80-81)

اب آپ یہ سوچیں قرآن اور محمد عربیؐ کا تو اسوہ وہ ہے۔ تو یہ مودودی اسلام ہے، محمدؐ رسول اللہ کا اسلام تو نہیں ہے جس طرح کہ سر اقبال شاعر مشرق نے یہ کہا ہے۔ ؎

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں ہرگز
ملّاں کی اذاں اور ہے غازی کی اذاں اور

تو ملّاؤں کا اسلام بالکل اور ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ اگر یہ ایک لمحے کے لئے بھی فرض کر لیا جائے کہ اسلام کسی ایسے شخص کا وجود برداشت نہیں کرتا جو دیانتداری سے یہ سمجھتا ہو کہ مجھے اسلام میں نہیں رہنا چاہئے۔ کسی نے اس کو صحیح حقائق ہی بیان نہیں کئے۔ کوئی شخص کہتا ہے کہ میں نے جہاں تک مطالعہ کیا ہے یا ملّاؤں نے جو کچھ ہمیں بتایا ہے میں اسلام پر راضی نہیں ہوں، میں کسی اور کی تلاش میں ہوں، تو ملّا یہ کہتا ہے کہ اگر وہ تصور بھی کرے گا تو اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ اس کے معنے کیا ہوئے؟ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اسلام یہ تو گوارا کرتا ہے کہ کوئی شخص دل میں نفرت کی وجہ سے اسلامی معاشرے میں منافق بنا رہے اعلان نہ کرے کیونکہ جونہی اعلان کرے گا خاتمہ اس کا یقینی ہے۔ حالانکہ قرآن ہی ہے جو یہ کہتا ہے کہ منافق کافروں سے بھی بدتر ہیں، ان کو سزا دی جائے گی۔ معاذ اللہ یہ اتنا بڑا اتہام ہے اس اسلام پر جو یہ کہتے ہیں کہ کفر کو تو ہم برداشت کریں گے، منافقت کو

برداشت نہیں کریں گے۔

دوسری بات یہ ہے اور پاکستان کے قانون میں یہ لکھا ہوا موجود ہے کہ کسی شخص کو ایک جرم میں دو سزائیں نہیں مل سکتیں۔ یہ پاکستان کا بھی اصول ہے اور اسلام کا بھی اصول ہے۔ اسلام کا ایک اور اصول بھی ہے جو قرطبہ کے بہت بڑے بین الاقوامی شہرت رکھنے والے عالم جن کی کتاب مشہور ہے آنحضور ﷺ کے فتاویٰ اور قضایا کے متعلق، اس میں لکھا ہے کہ جن اعمال کو قرآن مجید نے اچھا قرار دیا ہے، اس پر کسی کو سزا نہیں دی جا سکتی۔ سزا ان باتوں میں دی جا سکتی ہے جو منکرات ہوں۔ ضیاء کے رسوائے عالم آرڈیننس کے ساتھ انہی اصولوں کو تصور میں لانا چاہئے۔

یہ لکھا ہے کہ ایک جرم کی اگر ایک دفعہ سزا دی جا چکی ہے تو اس جرم کی دوبارہ سزا نہیں دی جا سکتی۔ 1974ء کی اسمبلی کے لحاظ سے احمدیوں کو کتنی بڑی سزا دی گئی کہ تمہارا دامنِ محمدؐ سے کوئی تعلق نہیں۔ دائرہ اسلام سے تمہیں خارج کیا جاتا ہے۔ اس سے بڑی کوئی گالی دنیا میں نہیں ہے۔ ایک عاشق رسولؐ کے تڑپانے کے لئے یہ کافی ہے۔ جو ہر وقت محمد عربیؐ کے لئے فدا ہو رہا ہے کہ تمہارا شمار اسلام اور رسولؐ پاک کے دشمنوں میں کیا جاتا ہے۔ اس سے بڑی سزا دنیا تجویز ہی نہیں کر سکتی۔ ایک احمدی تصور ہی نہیں کر سکتا کہ وہ عشق رسولؐ کے سوا زندہ کیسے رہ سکتا ہے؟

مجھے یاد آیا جب میں 1990ء میں گوجرانوالہ کی ڈسٹرکٹ جیل میں تھا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب، حضرت مولانا سید عبدالحی شاہ صاحب اور ایک اور بزرگ تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ کی طرف سے تشریف لائے اور یہ احمدیت کے بین الاقوامی نظام اخوت کا بہت بڑا شاہکار تھا۔ ڈاکٹر صاحب! آپ بھی تشریف لائے تھے۔

تو جب مجھے اور میرے نو، دس ساتھیوں کو جن میں مولانا شبیر احمد صاحب ثاقب پروفیسر جامعہ احمدیہ بھی تھے۔ (اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے)۔ تو ہم لوگ پہلی رات جب جیل میں اکٹھے ہوئے۔ ایک بہت بڑا وسیع کمرہ تھا۔ ہم دس ایک طرف تھے۔ باقی پورا کمرہ بھرا ہوا تھا اور بعد میں پتا چلا کہ نمازیں پڑھتے تھے وہ لوگ مگر امام وہ شخص تھا جو اغوا کے کیس میں چار دفعہ پہلے جیل میں آ چکا تھا۔ خیر نمازیں ہم نے ایک طرف ہو کر پڑھیں۔ اس کے بعد بیٹھ گئے۔ میں اس طرف بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ہی نماز پڑھائی تو ایک نوجوان جو اہلحدیث تھا، میرے پاس آیا۔ کہنے لگا مولانا آپ کس جرم

میں گرفتار ہوئے ہیں۔ میں نے کہا جی بڑا خوفناک جرم ہے۔ ؎

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

میں اپنا جرم تو بعد میں بتاتا ہوں اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں نے بارگاہ رسالت محمد عربیؐ شاہ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ہدیہ نعت پیش کرنے کے لئے چند ٹوٹے پھوٹے اشعار کہے تھے کسی زمانے میں اور میں نے اپنے امام حضورؒ کی خدمت میں بھی پیش کئے تھے، چھپ بھی چکے ہیں۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں، پہلے وہ سنا دوں۔ کہنے لگے ہاں سنائیں آپ۔ (دراصل اس کا پہلا جو مصرعہ ہے وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے شعری کلام سے ماخوذ ہے) یعنی اگر اس کو غزل کہا جائے تو مطلع کا مصرعہ ہے۔ وہ چند اشعار ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں بھی میں نے سنائے تھے اور حضرت سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوریؓ نے بھی ان پر نظر ثانی فرمائی تھی۔ بلکہ انہوں نے اس کو پڑھ کر مجھے کہا کہ تم شاعری کے متعلق کتابیں لکھنؤ سے صدیق بک ڈپو والوں سے منگواؤ۔ وہ میں نے کتابیں منگوائی تھیں۔ شاعری کی پہلی کتاب جلال لکھنوی کی تھی جن سے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے طالب علمی کے زمانہ میں اصلاح لی ہے۔ تو بہت مشہور شخصیت ہیں انہی کی کتاب مجھے صدیق بک ڈپو سے ملی۔

وہ اشعار یہ ہیں۔ ؎

مولیٰ میری بگڑی ہوئی تقدیر بنانے والے
فرش سے عرش تلک جلوہ دکھانے والے
ترے احسانوں کا ہو شکر بھلا کیسے ادا
ہم غریبوں کو محمدؐ سے ملانے والے
ارض یثرب تیری عظمت پہ ہیں افلاک جھکے
شہ لولاک کو سینہ پہ بسانے والے
اک نظر شاہد تشنہ کی طرف بھی آقاؐ
آب کوثر سے بھرے جام پلانے والے

یہ چند اشعار سنانے کے بعد میں نے کہا میں جب تلونڈی موسیٰ خان میں پہنچا ہوں تو گوجرانوالہ کے ملاّؤں نے تحفظ ختم نبوت کے نام پر جھوٹی رپٹ لکھا دی کہ میں نے گستاخی رسولؐ کی ہے۔ حالانکہ میں نے تقریر ہی کوئی نہیں کی تھی۔ جلسہ ابھی شروع نہیں ہوا تھا کہ پولیس نے آ کر جلسہ کو ختم کر دیا تھا۔ تو میں یہ بتا رہا تھا کہ سب سے بڑی سزا ایک عاشق رسولؐ کے لئے یہ ہے کہ تمہارا محمد رسول اللہؐ سے کوئی تعلق نہیں۔ اب اس کے بعد ملاّں نے جو یہ کھیل کھیلا کہ جی اس کے اب تقاضے پورے کئے جائیں۔ اب احمدیوں کو اذان کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔ اب احمدی رضی اللہ کا لفظ نہیں لکھ سکتے۔ اب احمدی فلاں کام نہیں کر سکتے۔ ایک جرم کی دوبارہ سزا کیسے دی جا سکتی ہے۔ سب سے بڑی سزا اگر کوئی عاشق رسولؐ ہو تو یہی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ تصور ہی ایک احمدی کے لئے قیامت ڈھا دینے والا ہے کہ اس کے متعلق ایک سیکنڈ کے کروڑویں حصہ کے متعلق بھی خیال کیا جائے کہ اس کا نبیوں کے سردار محمد مصطفیٰؐ سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ اس کے بعد اس سے بڑی کیا سزا ہو سکتی ہے؟ مجھے ایک شعر یاد آ گیا۔ حضرت میاں غلام احمد صاحب نے مجھے وہ شعر سنایا۔ کہتے ہیں کہ میں نے ٹیلی ویژن پر سنا ہے۔ وہ شعر یہ تھا۔

رحمت سید لولاک پہ کامل ایمان
امت سید لولاک سے ڈر لگتا ہے

(ہفت روزہ ''تسخیر'' یکم تا 17 اگست 1997ء)

تو جس امت سے ڈر اور خوف آتا ہے۔ اس کا تصور ہی کیا ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کو یہ سب سے بڑی گالی دی جائے اور سب سے بڑی سزا دی جائے کہ تمہارا دین محمدؐ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احمدیوں نے اپنی جانیں نچھاور کر دیں لیکن کلمہ محمدؐ کو نہیں چھوڑا۔

نیا کلمہ

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا صاحب! اس کے بعد ایک سوال کیا گیا۔ یہ سوال جسٹس صمدانی کی کورٹ میں بھی ڈسکس ہوا تھا کہ نائیجیریا کی احمدیہ مسجد میں لا الٰہ الا اللہ احمد رسول اللہ لکھا گیا ہے۔ تو اس کا حضورؒ نے کیا جواب ارشاد فرمایا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے فرمایا کہ صمدانی عدالت نے بھی (حضورؒ صمدانی عدالت میں بھی تشریف لے گئے تھے) تسلیم کیا کہ احمد نہیں محمد ہی لکھا ہے اور یہ محض رسم الخط کا ایک انداز ہے۔ حضورؒ نے یہ بھی واضح فرمایا کہ یہ جو رسم الخط افریقہ میں اختیار کیا گیا ہے، بہت سارے رسم الخط ہیں افریقی، پرانے اگر آپ documents دیکھیں بلکہ قرآن مجید کے ابتدائی نسخوں کی فوٹو کاپی انسائیکلو پیڈیا میں موجود ہے۔ پنجاب کے انسائیکلو پیڈیا میں بھی اس کے نمونے موجود ہیں۔ وہ بالکل اور انداز ہے۔ تو وہ اس طرز پر لکھا ہے کہ الف اور میم کو اوپر سے ملا دیا گیا ہے اور میم کے اوپر شدّ ڈالی گئی ہے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ شدّ احمد لفظ اگر ہوتا تو ڈالی ہی نہیں جا سکتی تھی۔ اتنی موٹی بات ہے یہ، لیکن مقصد تو دراصل اشتعال پیدا کرنا تھا۔ اور فضا ایسی قائم کرنی تھی کہ جس میں سانحہ ربوہ کے متعلق منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچے۔

حضورؒ نے یہ بھی اس موقع پر فرمایا کہ دنیا میں صرف نائیجیریا میں ہی تو مسجد نہیں ہے۔ جماعت احمدیہ نے ساری دنیا میں مسجدیں بنائی ہیں۔ کسی بھی مسجد میں جا کر دیکھو گے **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کے سوا کوئی بھی کلمہ موجود نہیں ہے۔ تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ساری دنیا میں تو کلمہ میں محمد لکھا جائے اور نائیجیریا کی کسی مسجد میں احمدی یہ لکھوا دیں۔ یہ بات ہی نہیں بنتی۔ یہ محض جھوٹا پراپیگنڈہ ہے۔

اس سلسلے میں پہلی بات میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں۔ اصل جواب جو حضورؒ نے اپنی زبان مبارک سے دیا وہ تو میں عرض کر چکا ہوں۔ حضورؒ نے اتنا ہی جواب دیا تھا۔ یہ میں وضاحت کی غرض سے کرنا چاہتا ہوں۔ نئے نوجوانوں کے لئے، ان کی معلومات میں اضافے کے لئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ”حجۃ الاسلام“ صفحہ 12-13 طبع اوّل میں یہ کھلے لفظوں میں لکھا ہے کہ یہ عاجز اس لئے دنیا میں آیا ہے کہ دنیا کو یہ بتائے کہ دارالنجات کا دروازہ **لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ہے۔ آپ کی بعثت کا مقصد ہی **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کی آواز کو پہنچانا ہے۔ پھر حضرت مصلح موعود نے لکھا ہے کہ احمدی تو سوائے **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کے کوئی اور کلمہ مانتے ہی نہیں ہیں۔ یہ جو کلمے لکھے گئے ہیں کہ **لا الٰہ الا اللہ آدم صفی اللہ۔ لا الٰہ الا اللہ موسی کلیم اللہ۔ لا الٰہ الا اللہ عیسی روح اللہ۔** یہ

بالکل غلط ہیں اور میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ یہ ایسا نظریہ ہے کہ صرف جماعت احمدیہ عشق رسول کے نظریہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ باقی آپ دیکھیں گے تو عجیب وغریب کلمے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے اور وہ روایت دیوبندی عالم مولانا اشرف علی صاحب تھانوی جنہیں کہ مجدد سمجھا جاتا ہے اور علوم ظاہری اور باطنی کے ماہر بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ اس ترجمہ قرآن کے اوپر عبارت ہے جو دلی سے ان کا ترجمہ قرآن شائع کیا گیا ہے۔ وہ مجدد ہیں دیوبندی دنیا میں۔ انہوں نے حضرت عمر بن الخطابؓ کی یہ روایت ''نشر الطیب'' میں درج کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جب آدم سے سہواً کوئی بات ہوئی جو بعد میں معاف کی گئی تو حضرت آدم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عرض کیا کہ الٰہی مجھے محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰؐ کے طفیل بخش دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ تمہیں کیسے علم ہوا کہ سب سے بڑا میرا محبوب اور نبیوں کا سردار محمد رسول اللہؐ ہیں۔ کہنے لگے کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تو میں نے عرش پر دیکھا تو اس میں یہ کلمہ لکھا ہوا تھا **لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** تو میں نے اس سے یہ سمجھا (حضرت آدم نے عرض کیا) کہ آپ نے اپنے نام کے ساتھ اس وجود کو رکھا ہے جو آپ کی نگاہ میں تمام کائنات میں سب سے افضل ہے۔ (''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ''صفحہ 13-14 ناشر تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور) تو حدیث سے ثابت ہوا کہ کلمہ صرف ایک ہے باقی سب فرضی کلمے ہیں۔

اب آپ دیکھیں کہ کتنے کلمے بنائے گئے ہیں۔ میں جب 1985ء میں پہلی دفعہ انگلستان گیا تو غالباً بریڈفورڈ میں ایک سوال وجواب کی مجلس تھی۔ کہنے لگے کہ جی احمدی بچے خوامخواہ یہ کلمے کا بیج لگاتے ہیں۔ اور دوسرے احمدی بھی لگاتے ہیں اور فیصل آباد کے کئی احمدی بچوں کو اسیر راہ مولیٰ بننا پڑا ہے۔ کیا ضرورت ہے یہ بیج لگانے کی؟ حضور کا ارشاد تھا کہ ہم نے یہ اعلان کرنا ہے کہ کچھ کرلو کلمہ طیبہ سے تعلق تم کبھی ہم سے توڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ ہماری روح ہے، یہ ہماری جان ہے، احمدیت کا خلاصہ یہی ہے۔

میں نے کہا جی اس کی کئی وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ یہ کلمہ طیبہ تھا جس سے آنحضرتؐ کے زمانہ سے آج تک مسلمان ہوتے رہے ہیں۔ بلکہ شیخ الاسلام ترکی سے پوچھا گیا۔ ہنوور جرمنی کا ایک شخص تھا۔ اس نے کہا کہ مسلمان ہونے کا طریقہ کیا ہے؟ کہنے لگا کہ بس ایک ہی طریقہ ہے کہ تم

گھر بیٹھے ہوئے اتنا کہہ دو کہ **لا اله الا الله محمد رسول الله۔** تم مسلمان بن جاؤ گے۔ نہ کسی مولوی کی سفارش کی ضرورت ہے۔ نہ تصدیق کرنے کی ضرورت ہے۔ صرف خدا کے سامنے کہہ دو کہ **لا اله الا الله محمد رسول الله۔**

مسٹر آرنلڈ نے اپنی کتاب Preaching of Islam میں اس کو بیان کیا ہے۔

(The Preaching of Islam by T.W. Arnold page 461 Printed by Sh. Muhammad Ashraf, Kashmiri Bazar.Lahore 1961)

تو میں نے کہا کہ اسلام میں داخلے کے لئے تو ایک ہی کلمہ ہے **لا الٰه الا الله محمد رسول الله۔** ملّاؤں نے سوشلسٹ، کمیونسٹ حکومت سے یہ پاس کرایا کہ احمدی کروڑوں دفعہ بھی کلمہ پڑھیں، وہ مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ نیا کلمہ جو ایجاد کیا گیا ہے، ملّاؤں اور بھٹو صاحب کی سازش کے نتیجے میں، اس پر ایمان نہ لایا جائے۔ احمدی جو بیج لگاتے ہیں وہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ کلمہ محمدﷺ کو دنیا کی کوئی طاقت منسوخ نہیں کر سکتی۔ اسی کلمہ سے پہلے مسلمان ہوئے اور اس کلمہ سے اب مسلمان ہوں گے اور جماعت احمدیہ کے ذریعہ سے ہوں گے کیونکہ خدا نے ان لوگوں کو کلمہ عطا کر دیا ہے جو کلمہ سے مسلمان کرنے والے ہیں۔

دوسرا میں نے کہا۔ اس کے علاوہ بھی بڑے کلمے بنائے گئے ہیں۔ یہ دیکھیں **”الامداد“** ان کے القاب دیکھیں۔ ’’حضرت‘‘ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، جیسا کہ میں نے بتایا کہ انہیں ’’علوم ظاہری اور باطنی سے پُر‘‘ اور ’’مجدد اسلام‘‘ کہا جاتا ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں پڑھ رہا ہوں۔ **اللھم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی** اور کلمہ **لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول الله** خواب میں پڑھتا ہوں۔ تو کہنے لگے۔ بہت مبشر خواب ہے۔ (’’الامداد‘‘ جلد 3 نمبر 8 بابت صفر المظفر 1336ھ صفحہ 34-35 مطبع امداد المطابع بھون) **لا الله الا الله اشرف علی رسول الله۔** میں نے کہا ایک کلمہ تو یہ ہو گیا۔

پھر یہ احمدیت کے پکے معاند مولوی محمد عالم صاحب آسی معتمد انجمن خدام الحنفیہ ہاتھی دروازہ امرتسر، کی کتاب ہے۔ ’’الکاویہ علی الغاویہ‘‘ 1930ء کی کتاب ہے۔ اس میں کلمے لکھے ہیں مثلاً یہ لکھا ہے ایک دفعہ حضرت عبدالقادر سے ایک شخص نے مرید ہونے کے لئے کہا تو حضرت غوث

اعظم عبدالقادر جیلانی نے یہ فرمایا **اتشهد انی محمد رسول الله** ۔ اس نے تردید کی۔ آگے لکھتے ہیں ابوبکر شبلی نے ایک مرید سے کہا کہ اگر تم مرید ہونا چاہتے ہو تو یہ کلمہ پڑھو **لا الـه الا الـله شبلی رسول الله** ۔ ایک اور صوفیاء کی کتابوں میں یہ دلچسپ بات لکھی ہوئی ہے کہ حضرت ابوبکر شبلیؒ کے پاس جن کا شمار بڑے طبقہ اولیٰ کے کبار صوفیوں میں ہوتا ہے ایک مرید آیا۔ اس نے کہا کہ میں آپ کی بیعت سے مشرف ہونا چاہتا ہوں۔ کہنے لگے کہ کہو **لا الـه الا الله شبلی رسول الله** کہنے لگا **لا حول و لا قوة الا بالله** ۔ اس پر حضرت شبلیؒ نے بھی کہا **لا حول و لا قوة الا بالله** ۔ شبلیؒ نے پوچھا کہ تم نے اس پر **لاحول** کیوں پڑھا۔ کہنے لگا۔ میں نے **لاحول** اس لئے پڑھا کہ ایسا گستاخ ہے **محمد رسول الله** کا کہ وہ محمد رسول اللہ کی بجائے اپنا کلمہ پڑھانا چاہتا ہے۔ کہنے لگا تم نے **لاحول** کیوں پڑھا ہے۔ علامہ شبلیؒ کہنے لگے (یہ ان کی روایات ہیں) میں نے اس لئے لاحول پڑھا ہے کہ ایسے بے دین کے سامنے میں نے پُراسرار معرفت کی بات کیوں بیان کردی ہے۔ (صفحہ 48 تا 50 مطبوعہ آفتاب برقی پریس امرتسر۔ اگست 1930ء)

اسی طرح ایک صوفی کی کتاب میرے پاس موجود ہے۔ یہ غالباً کراچی کے ہیں۔ اس میں ایک بزرگ کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے اور ان کی کتابیں گنج بخش روڈ لاہور میں مکتبہ نبویہ میں بھی میں نے دیکھی ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے یہ کہا کہ میں نے کلمہ تو بہت دفعہ پڑھا ہے مگر مجھے اس سے شفا نہیں ہوتی۔ کہنے لگے کہ نہیں اب وہ کلمہ جو ہے وہ out of date ہو گیا ہے۔ آپ اس کی بجائے یہ کلمہ پڑھا کرو۔ وہ کلمہ کیا تھا۔ **لا الـه من کان الا الله تن کان** ۔ کہنے لگے اس مرید نے یہ کلمہ پڑھا۔ پھر وہ صحت یاب ہو گیا۔

(''حق نمائے'' صفحہ 123 طبع پنجم 1976ء)

تو احمدی جو پڑھتے ہیں، جو کلمہ پڑھتے ہیں، وہ یقین کر کے پڑھتے ہیں کہ سوائے **لا الـه الا الـله محمد رسول الله** کے کوئی کلمہ نہیں اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اور کسی کلمہ کو ہم ماننے کے لئے تیار نہیں خواہ وہ بھٹو کا بنایا ہوا ہو، یا مفتی محمود کا بنایا ہوا ہو، یا بنوری صاحب کا بنایا ہوا ہو، یا تقی عثمانی صاحب کا بنایا ہوا ہو۔ کسی ماں نے ایسا بیٹا نہیں جنا جو محمد کے کلمے کو منسوخ کرے اور انشاء اللہ دنیا پر ثابت کریں گے، اسی کلمے سے غیر مسلموں کو مسلمان بنا کر دکھائیں گے۔ کیونکہ یہ محمدؐ

کا کلمہ ہے۔ اس محمدؐ کا جو زندہ خدا کا زندہ رسول ہے۔ اللھم صل علی محمد و علی اٰل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی اٰل ابراھیم انک حمید مجید.

پیشگوئی بابت محمدی بیگم، ثناء اللہ امرتسری و ڈاکٹر عبدالحکیم

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا! قومی اسمبلی میں محمدی بیگم کے حوالے سے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے سوال کیا گیا۔ تو اس کے جواب میں حضورؒ نے کیا ارشاد فرمایا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ بات یہ ہے کہ اصل سوال تو بنیادی طور پر پہلے سے طے شدہ فیصلہ کے مطابق وہی تھے جو خود بھٹو حکومت کی طرف سے اپنے اٹارنی جنرل کو دئے گئے تھے۔ مگر ملّاں کی اشک شوئی کے لئے اور اس کی ذہنی عیاشی کی تسکین کے لئے بھی کچھ سوالات پیش کئے گئے جن کا براہ راست یا بالواسطہ کوئی بھی تعلق نہیں تھا اور جن کو پیش کر کے ملّاں ہمیشہ ہی استہزاء اور خبث باطن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ تو ان میں ایک یہ سوال بھی تھا۔ حضورؒ نے اس سلسلہ میں نہ صرف محمدی بیگم کا سوال بلکہ مولوی ثناء اللہ صاحب سے مباہلہ، جس سے انکار کر دیا مولوی ثناء اللہ نے کھلے طور پر اور کہا کہ قرآن مجید میں تو لکھا ہے کہ جو خبیث اور بدمعاش ہیں، ان کی عمریں لمبی ہوتی ہیں اس لئے میں آپ کی اس تحریر کو قبول نہیں کرتا۔

پھر عبدالحکیم مرتد کے متعلق بھی سوال کیا گیا۔ اس نے پہلے لکھا تھا کہ 4 اگست تک وفات ہوگی۔ پھر چند دنوں کے بعد کہا کہ نہیں میرے خدا نے کہا ہے کہ 4 اگست کو ہوگی، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی پیشگوئی کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کو 26 مئی کو بلا لیا۔ تو وہ ''کو' والا جو الہام تھا، وہ باطل ثابت ہوا، اور بلایا بھی کس طرح؟

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے حضور علیہ السلام کے وصال سے پہلے خواب دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک تخت پر رونق افروز ہیں اور ایک کتاب تصنیف فرما رہے ہیں کہ اسی دوران دروازے پر آواز آتی ہے۔ میں باہر جاتی ہوں تو مجھے کہا جاتا ہے کہ آپ کی خدمت میں یہ اطلاع کر دوں کہ صحابہ اور خود محمد عربی ﷺ تشریف لا رہے ہیں آپ کو لینے کے لئے۔ کب آئیں گے آپ؟ تو خواب میں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ یہ خوشخبری

ملی ہے۔ تو حضور ایک کتاب لکھ رہے تھے تو حضرت مسیح موعود نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ بس جونہی یہ کتاب ختم ہوگی، میں حاضر ہو جاؤں گا۔ اب عجیب بات یہ ہے کہ ''پیغام صلح'' جب ختم ہوئی، چند گھنٹوں کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربار میں پہنچ گئے۔

اور عجیب بات ہے کہ موجودہ تحقیق ''تاریخ احمدیت'' (جلد دوم ایڈیشن جدید صفحہ 552) میں میں نے واضح طور پر لکھی ہے اور یہ تحقیق ایسی ہے جس میں علامہ شبلی بھی اور اسی طرح مشرقی پاکستان کے بہت بڑے سکالر تھے پروفیسر شہید اللہ فوت ہو چکے ہیں، جب میں بنگال گیا تھا تو ان کے مزار کی طرف بھی گیا۔ ان کی بھی تحقیق یہی ہے۔ قریباً ملتی جلتی ابوالکلام آزاد صاحب کی بھی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ آنحضورؐ کی وفات کا دن 12 ربیع الاول نہیں بلکہ یکم ربیع الاول ہے۔ اور "Gregorian Calendar" کو اگر اس سے توافق دیں تو یہ ٹھیک 26 مئی بنتی ہے۔

علامہ شبلی نے بھی تاریخیں دی ہیں ''سیرت النبی'' میں کہ یہ دوسری تاریخیں جن پر کہ مدتوں تک آنحضورؐ کا دن منایا جاتا رہا ہے، وہ تاریخیں غلط ہیں۔ اصل تاریخ یکم ربیع الاول بنتی ہے اور اس پر انہوں نے جو حساب کیا، اس کا آغاز انہوں نے حجۃ الوداع سے کیا، پھر حضرت ابراہیم کی وفات کے لحاظ سے سارے زاویے دیکھنے کے بعد علامہ شبلی اس نتیجے پر پہنچے ہیں۔ اور یکم ربیع الاول کو آپ دیکھیں تو وہ ٹھیک 26 مئی کی تاریخ بنتی ہے، تو **یدفن معی فی قبری** اس تاریخ کو وفات ہوگی جس تاریخ کو، جس وقت کہ آپؐ کی وفات ہوئی۔ تو یہ ایک نیا پہلو اللہ تعالیٰ نے چمکتے ہوئے نشان کے طور پر ثابت کیا، تو اس پیشگوئی کے مطابق مسیح موعود علیہ السلام کی واپسی ہوئی۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے سامنے تینوں مسئلے اکٹھے آئے تھے تو حضورؒ نے تینوں کے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ یہ چونکہ تفصیل طلب چیزیں ہیں، ہم ان پر تین الگ الگ مقالے پیش کریں گے۔ چنانچہ اللہ کے فضل سے جماعت کی طرف سے یہ تین مقالے پیش کئے گئے۔

پیشگوئی دربارہ محمدی بیگم

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ مولانا! یہ آپ نے فرمایا کہ محمدی بیگم، مولوی ثناء اللہ صاحب اور عبدالحکیم مرتد کے بارے میں بھی وہاں مقالے پیش کئے گئے تھے اور اس کی نقول آپ

کے پاس محفوظ ہیں۔ تو میں یہ چاہوں گا کہ محمدی بیگم کے حوالے سے جو مقالہ وہاں پیش کیا گیا اس کے کچھ نکات ناظرین کے سامنے پیش فرما دیں۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ بہت ہی ضروری اور اہم سوال ہے۔ اس مقالہ میں بنیادی بات یہ پیش کی گئی ہے کہ محمدی بیگم کے نکاح کا معاملہ دراصل عشق رسولؐ کا ایک شاہکار ہے۔ اور یہ نہیں ہے کہ جس طرح کہ ملّاں لوگ اپنے ذوق کی تسکین کے لئے اور بدنامی کے لئے اس کو ایک معاشقہ کی شکل دیتے ہیں جس طرح کہ آنحضورؐ کے خلاف بد باطن مستشرقین کا طریقہ ہے۔ ان حضرات پر حیرت آتی ہے کہ دعویٰ تو اسلام کا ہے مگر آپ حیران ہوں گے کہ جن نبیوں کو وہ تسلیم کرتے ہیں کہ خدا کے پاکباز نبی تھے، ان کی طرف معاشقہ منسوب کرتے ہوئے کبھی ذرہ شرم وحیا نہیں محسوس ہوتی اور تفسیر کی کتابیں اب تک پڑھائی جارہی ہیں۔ حضرت یوسفؑ پر الزام ہے زلیخا کا۔ یہاں تک لکھا ہے کہ اللہ کی طرف سے جب انتباہ کیا گیا تو تب قصہ ختم ہوا۔ ورنہ حضرت یوسف علیہ السلام تو آخری حدوں پر پہنچے ہوئے تھے۔ تصور کریں حضرت داؤدؑ کے متعلق لکھا ہے کہ ننانوے بیویاں تھیں، اوریا ایک افسر تھا اس کی بیوی کو انہوں نے محل کے جھروکے سے دیکھ لیا اور خاوند کو لڑائی میں بھجوا دیا اور بعد میں اس سے شادی کر لی۔

سب سے بڑھ کر خود محمد عربی ﷺ کی ذات کو ان ظالموں نے نشانہ بنایا ہے۔ بیضاوی میں یہ روایت موجود ہے اور اس کو پڑھایا جاتا ہے کہ معاذ اللہ، معاذ اللہ آنحضرت ﷺ ایک دفعہ اپنی پھوپھی زاد بہن زینب کے پاس گئے اور زید، ان کا خاوند موجود نہیں تھا۔ تو ان کا سفید چہرہ دیکھ کر فوراً انہوں نے دعا کی۔ **یا مقلب القلوب** اے کاش اس کی محبت کا رخ میری طرف ہو جائے۔ اللہ نے اسی وقت الہام کیا کہ تم بغیر کسی نکاح کے ان سے تعلق قائم کر سکتے ہو اور پھر یہ قرآن میں نازل کیا گیا۔ یہ ساری کی ساری انتہائی خبیثانہ تفسیر ''بیضاوی'' میں موجود ہے۔

(تفسیر سورہ الاحزاب الجزء الرابع صفحہ 232 ناشر مؤسسۃ التاریخ العربی بیروت)

چونکہ ضیاء الحق پکا احراری تھا، جب اس نے سیرت کانفرنس منعقد کی۔ احمدیوں کو تو علیحدہ رکھا جنہوں نے کہ سیرت النبیؐ کے جلسوں کا آغاز کیا تھا۔ جماعت احمدیہ ہی ہے تمام دنیا میں پہلی جماعت۔ پہلے تو میلاد کے جلوس نکلتے تھے۔ قوالیاں ہوتی تھیں اور اب بھی ہوتی ہیں مگر سیرت النبیؐ کے

جلسے جن میں کہ دوسروں کو بھی اپنے پلیٹ فارم پر بلا کر محمد عربیؐ کی شان اور عظمت کے متعلق وضاحت کی جائے اور بتایا جائے کہ آج دنیا کا امن آنحضرتؐ کی تعلیم پر عمل کرنے میں مضمر ہے، سب سے پہلے جماعت احمدیہ نے 1928ء میں اس کا آغاز کیا اور آج یہ ایک بین الاقوامی عظیم الشان ادارہ بن گیا ہے تمام دنیا میں اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے سیرت النبیؐ کے جلسوں پر سورج غروب نہیں ہوتا۔

ہم ہر ایسے اعتراض کو رد کرتے ہیں جو آنحضور ﷺ کی سیرت کو داغدار کرنے والا ہو۔ ہم تو حضرت داؤدؑ کے متعلق یہ خیال کر سکتے ہیں نہ حضرت یوسفؑ کے متعلق اور محمد عربی ﷺ تمام دنیا کے مقدسوں کے سردار اور شہنشاہ دو عالم تھے جن کی خاطر کائنات بنی، جن کی منادی کرنے کے لئے اور انتظام کرنے کے لئے تمام نبیوں کو دنیا میں بھیجا گیا تو یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ مگر احراری بیضاوی کے اس اصول کو آج تک مانتے ہیں۔ چنانچہ ضیاء الحق صاحب نے سیرت کانفرنس کی۔ احمدیوں کو تو الگ رکھا اور اس کے مقابل پر ایک انگریز مارٹن لنگس کو بلایا گیا اور اس کا مقالہ اول قرار دیا گیا۔ فرسٹ پرائز اس کو دیا گیا۔ پانچ ہزار ڈالر۔ آپ دیکھ لیں کہ پاکستانی کرنسی میں اس کی کیا قیمت ہے۔ یہ ضیاء ظالم نے عوام کے خزانہ میں سے اس کو دیا اور اس میں زینبؓ کے معاشقہ کا ذکر اس بدقماش انسان نے کیا ہے۔ یہ ان لوگوں کی ذہنیت ہے۔

(MUHAMMAD His life and earliest source by Martin Lings, ملاحظہ ہو
Page 212-213 Sohail Academy Lahore)

تو ان پر تو کوئی افسوس نہیں کہ محمدی بیگم کے نام سے جو چاہیں اچھالتے چلے جائیں۔

مجھے تو اب تک حیرت آتی ہے۔ اسمبلی کے دوران کی بات ہے۔ حضورؒ آگے تشریف لے جا رہے تھے۔ میں پیچھے پیچھے جا رہا تھا تو نورانی صاحب مجھے دیکھ کر اپنے ایک شاگرد کو کہنے لگے کہ یہ مرزا جو تھا نا، وہ عاشق تھا ایک محمدی بیگم کے اوپر، یہ صرف مجھے سنانے کے لئے کہا، یہ بات کہہ کر وہ شخص آگے چلا گیا۔ دل کی تاریکیوں کی انتہا یہ ہے جو اس وقت میں نے دیکھی۔ پھر نورانی صاحب اور علماء کے متعلق جو افسانے میں نے سنے، میں بس صرف اشارے ہی کر سکتا ہوں۔ یہ آپ سمجھ لیں کہ مولانا روم سے کسی نے کہا کہ میں ملاّں کو انسان نہیں فرشتہ سمجھتا ہوں تو آپ کا کیا خیال ہے؟

مولانا روم فرمانے لگے کہ فرشتہ تو بہرحال نہیں ہے۔ باقی ملّاں انسان ہے یا نہیں؟ یہ بعد میں فیصلہ کیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے ایسی ایسی غلیظ داستانیں سننے کا موقع ملا کہ انسان تصور ہی نہیں کرسکتا۔ ؎

چوں بخلوت مے روند
آں کار دیگر مے کند

تو یہ محض ان کے ذوق کی تسکین کے لئے اور مذاق اڑانے کے لئے چیز تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشاد پر جو مقالہ بھجوایا گیا اس میں بتایا گیا کہ محمدی بیگم کا خاندان اسلام کے بدترین دشمنوں میں سرفہرست تھا اس زمانہ میں، اور عیسائیوں کے ہاتھ پر کھیل رہا تھا۔ عیسائیوں نے ہی دراصل سب سے پہلے اس پیشگوئی کو اچھالا ہے یاد رکھیں آپ۔ اور وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ اسلام اور آنحضرتؐ کا مذاق اڑاتے تھے اور ان کا خیال یہ تھا ہندوؤں کی طرح کہ پھوپھی زاد بہن یعنی زینب سے نکاح کرنا جائز ہی نہیں تھا! ۔ اندازہ کریں یہ تصور تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ’’آئینہ کمالات اسلام‘‘ میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ میں بیٹھا تھا اور رونے لگا اور ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ یہ ایسے بدقماش لوگ ہیں کہ میرے سامنے قرآن مجید کے اوپر انہوں نے پاؤں رکھا (نعوذ باللہ) اور اس کے بعد پھر آنحضرتؐ کی شان میں انتہا درجہ کی گستاخیاں کیں۔ تو حضور علیہ السلام پر بڑی رقت طاری ہوگئی۔ جناب الٰہی کی طرف سے یہ بتایا گیا کہ اس خاندان پر خدا کا قہر اور عذاب نازل ہوگا چونکہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی شادی کے متعلق اعتراض کیا ہے۔ اب ان کے بچاؤ کی ایک صورت ہے کہ وہ اپنی بیٹی محمدؐ کے غلام کو دیں ورنہ ان کے بچاؤ کا کوئی سامان نہیں۔ خدا کا قہر ان پر نازل ہونے والا ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد نمبر 5 صفحہ 568-569)

دراصل یہ Background تھا۔

اور ساتھ ہی مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ مجھے الہام یہ کیا گیا کہ اگر خدا کے اس حکم کے خلاف محمدی بیگم کے والد نے بغاوت کی تو تین سال میں وہ خدا کے قہر سے مر جائے گا۔ اس کے بعد جس کے ہاں شادی ہوئی اگر وہ بھی اسی طرح انہی کے ڈگر پر چلتا رہا اور گستاخ رسول بنا رہا تو اڑھائی سال

کے بعد وہ بھی اس دنیا سے راہی ملک عدم ہو جائے گا اور اس کے بعد پھر یہ محمدی بیگم میرے عقد میں آئے گی اگر وہ توبہ نہ کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پہلے دن جو الہام کیا اس میں یہ تھا کہ یَمُوْتُ وَ یَبْقٰی مِنْہُ کِلابٌ مُّتَعَدِّدَۃٌ (اشتہار 15 جولائی 1888ء مجموعہ اشتہارات جلد دوم ایڈیشن جدید صفحہ 140) کہ عملاً یہ صورت ہوگی کہ خاندان میں ایک ہی گستاخ رسول مرے گا یعنی محمدی بیگم کا والد اور دوسرا معافی مانگے گا اور اسلام کے ساتھ محبت کا اظہار کرے گا تو خدا اس عذاب کو ٹال دے گا۔ نتیجہ کیا نکلے گا کہ چونکہ بیوہ ہونے کے بعد اس نے آنا تھا مگر خدا نے رحم کر کے اس کے خاوند کی توبہ قبول کر لی۔ اس کے نتیجے میں اسلام کے دشمن جن میں سرفہرست عیسائی اور اس کے بعد ملّاں ہیں، یہ پھر استہزاء کریں گے جس طرح کہ خدا کے نبیوں کی پیشگوئیوں پر استہزاء کیا جاتا ہے۔ الفاظ یہی ہیں یَمُوْتُ وَ یَبْقٰی مِنْہُ کِلابٌ مُّتَعَدِّدَۃ عیسائی اور ان کے ہمنوا کتوں کی طرح بھونکیں گے۔

یہ بیک گراؤنڈ بیان کرنے کے بعد اس میں دو چیزیں نمایاں کی گئیں، اس ثبوت کے لئے کہ یہ تو ایک واقعہ ہے اور عجیب بات ہے کہ عیسائی اور ان کے ہمنوا مولوی کبھی بیان نہیں کرتے کہ محمدی بیگم کا والد واقعی طور پر پیشگوئی کے مطابق تین سال کے اندر مر گیا تھا اور اس کے نتیجے میں کہرام مچ گیا۔ قیامت ٹوٹ پڑی پورے خاندان پر اور نتیجہ یہ نکلا کہ پورے خاندان نے عملاً توبہ کی اور خود محمدی بیگم کے خاوند نے بھی نہ صرف توبہ کی بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عقیدت کا اظہار کیا۔

چنانچہ سلسلہ کی تاریخ میں ان کے خط کا عکس شائع شدہ ہے۔ وہ الفاظ جو محمدی بیگم کے خاوند نے انبالہ چھاؤنی سے 29 مارچ 1913ء کو تحریر کیے ہیں:

> ”برادرم
>
> السلام علیکم
>
> نوازش نامہ آپ کا پہنچا۔
>
> یاد آوری کا مشکور ہوں۔ میں جناب مرزا جی صاحب مرحوم کو نیک، بزرگ، اسلام کا خدمت گزار، شریف النفس، خدا یار، پہلے بھی اور اب بھی خیال کر رہا ہوں۔ مجھے ان کے مریدوں سے کسی قسم کی مخالفت نہیں بلکہ افسوس کرتا ہوں کہ چند امورات کی وجہ سے ان کی زندگی میں ان سے شرف نہ حاصل کر سکا۔

نیاز مند

سلطان محمد از انبالہ۔‘‘

اور آگے اپنے جس رسالہ میں وہ فوجی ملازمت کر رہے تھے اس کا نمبر 9 دیا ہے۔ یہ تو عکس تھا جو اس میں شامل کیا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد محمدی بیگم کے بیٹے نے 1933ء میں اشتہار شائع کیا۔ ان کا جو تحریری بیان ہے وہ مکمل میں پڑھ کر سنانا چاہتا ہوں۔

’’برادران

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پیشتر اس کے کہ میں اپنا اصل مدعا ظاہر کروں، یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ واللہ میں کسی لالچ یا دنیوی غرض یا کسی دباؤ کے ماتحت جماعت احمدیہ میں داخل نہیں ہوا (یعنی وہ پیشگوئی جس پر کہ آج تک ملّاں پبلک میں استہزاء کا مظاہرہ کر کے ثابت کرتا ہے کہ خدا کے نبیوں کے ساتھ استہزاء کیا جاتا ہے وہ ہم کر رہے ہیں۔ خود محمدی بیگم کا بیٹا اعلان کر رہا ہے کہ میں اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی وجہ سے جماعت احمدیہ میں شامل ہو رہا ہوں۔ ناقل۔) ’’واللہ میں کسی لالچ، یا دنیوی غرض یا کسی دباؤ کے ماتحت جماعت احمدیہ میں داخل نہیں ہوا بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ماتحت ایک لمبے عرصہ کی تحقیق کے بعد اس بات پر ایمان لایا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب اپنے ہر دعویٰ میں صادق اور مامور من اللہ ہیں اور اپنے قول و فعل میں ایسے صادق ثابت ہوئے ہیں کہ کسی حق شناس کو اس میں کلام نہیں ہو سکتا۔ آپ کی تمام پیشگوئیاں ٹھیک ٹھیک پوری ہوئیں۔ یہ الگ سوال ہے کہ بعض لوگ تعصب یا نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض پیشگوئیاں پیش کر کے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ پوری نہیں ہوئیں۔ مثلاً ان میں سے ایک پیشگوئی مرزا احمد بیگ صاحب وغیرہ کے متعلق ہے۔‘‘

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ مرزا احمد بیگ محمدی بیگم کے والد تھے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ جی محمدی بیگم کے والد تھے اور یہ اشتہار دینے والے محمدی

بیگم کے بیٹے تھے۔ مرزا محمد اسحاق بیگ صاحب پھر لکھتے ہیں:

''اس پیشگوئی کو ہر جگہ پیش کر کے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اس کا پورا ہونا ثابت کرو حالانکہ وہ بھی صفائی کے ساتھ پوری ہوگئی۔ میں اس پیشگوئی کے متعلق ذکر کرنے سے پیشتر یہ بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ ایک انذاری پیشگوئی تھی اور ایسی انذاری پیشگوئیاں خدا تعالیٰ اپنے نبی کے ذریعہ اس لئے کراتا ہے کہ جن کے متعلق ہوں ان کی اصلاح ہو جائے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا کہ ہم انبیاء کو نشانات اس لئے دیتے ہیں کہ لوگ ڈر جائیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اصل بیان فرما دیا ہے کہ ایسی انذاری پیشگوئیاں لوگوں کی اصلاح کی غرض سے کی جاتی ہیں۔ جب وہ قوم اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے اور اپنی اصلاح کی طرف رجوع کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے معلق عذاب بھی ٹال دیتا ہے۔ جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا واقعہ نیز حضرت موسیٰؑ کی قوم کے حالات '' وَلَمَّا وَقَعَ عَلَیْهِمُ الرِّجْزَ '' سے ظاہر ہے۔ اس صورت میں انذاری پیشگوئی کا لفظی طور پر پورا ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ یہی نقشہ یہاں نظر آتا ہے کہ جب مرزا صاحب کی قوم اور رشتہ داروں نے گستاخی کی، یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی ہستی سے انکار کیا۔ نبی کریم ﷺ اور قرآن پاک کی ہتک کی اور اشتہار دے دیا کہ ہمیں کوئی نشان دکھایا جائے۔ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کے مامور کے ذریعہ پیشگوئی فرمائی۔ اس پیشگوئی کے مطابق میرے نانا جان مرزا احمد بیگ صاحب ہلاک ہوگئے اور باقی خاندان اصلاح کی طرف متوجہ ہوگیا۔ جس کا ناقابل تردید ثبوت یہ ہے کہ اکثر نے احمدیت قبول کر لی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت غفور و رحیم کے ماتحت قہر کو رحم میں بدل دیا۔.... پھر میں زوردار الفاظ میں اعلان کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کی یہ پیشگوئی بھی پوری ہوگئی۔ میں ان لوگوں کو جن کو احمدیت قبول کرنے میں یہ پیشگوئی حائل ہے عرض کرتا ہوں کہ مسیح الزمان پر ایمان لے

آ ئیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں یہ وہی مسیح موعود ہیں جن کی نسبت نبی کریمؐ نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ ان کا انکار نبی کریم ﷺ کا انکار ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا درست فرمایا ہے۔ ؎

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

مرزا محمد اسحاق بیگ ولد مرزا سلطان محمد بیگ صاحب
آف پٹی ضلع لاہور
حال وارد چک 165-EB’’

ایک واقعہ

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ حضرت مصلح موعودؓ کے عہد مبارک کے آخری دور کا واقعہ ہے کہ جلسہ سالانہ کے لئے پرالی کی ضرورت تھی۔ اس وقت ابھی احمد نگر میں چاول وغیرہ بونے کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اس وقت صدر صدر انجمن احمدیہ تھے۔ حضورؒ نے مجھے تحریر فرمایا۔ وہ تحریر میرے پاس محفوظ ہے۔ تمام خلفاء کی تحریریں خدا کے فضل سے پلاسٹک کے لفافوں میں محفوظ ہیں۔ سب سے بڑا خزانہ تو یہی ہے جو میں اپنی اولاد کے لئے چھوڑ رہا ہوں۔

حضورؒ نے اس میں لکھا کہ آپ کو پندرہ دن کے لئے تحصیل حافظ آباد میں بھجوایا جاتا ہے تاکہ آپ وہاں سے حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کے لئے پرالی بھجوائیں۔

ان دنوں میں خدام الاحمدیہ میں تھا۔ خالد کا ایڈیٹر تھا۔ شاید اس وجہ سے کسی نے حضرت صاحبؒ کو بتایا کہ اس کے بڑے تعلقات ہیں اور ساتھ ہی حضورؒ نے مجھے ایک چٹھی اپنی جو رائس ملز تھی جس کو گنیش مل کہتے تھے حافظ آباد کی۔ بالکل سٹیشن کے سامنے واقع تھی اور سامانہ کے ایک خادم تھے حضورؒ کے، وہ حضورؒ کی طرف سے وہاں پر سارا کام کر رہے تھے۔ تو حضورؒ نے انہی کے نام عطا

فرمائی۔ (نام مجھے یاد نہیں ورنہ میں ضرور اس موقع پر بیان کرتا کیونکہ انہوں نے بڑی محنت کے ساتھ میری راہنمائی کی اور کامیابیوں میں بھی بہر حال ان کا بڑا دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تربت پر بے شمار رحمتوں کی بارشیں نازل فرمائے۔)

چٹھی میں یہ تھا کہ یہ آرہے ہیں تو آپ پہلے تو کولوتارڑ ان کو بھجوائیں، اس کے بعد پھر مختلف وہ جگہیں جہاں احمدی چاول کاشت کرتے ہیں، ان سے رابطہ کرا دیں۔ وہاں پر میں سب سے پہلے کولوتارڑ گیا پھر اس کے بعد پیر کوٹ اور چک چٹھہ، یہ سارے علاقے چوہدری سردار احمد صاحب موہلنکے والے اور بڑے فدائی تھے احمدیت کے، میرے ساتھ تھے۔ کام کے ساتھ ساتھ بعض جگہ پر مثلاً کولوتارڑ میں تو گفتگو ہوئی اور وہ اتنی کامیاب تھی کہ چوہدری فیروز محمد صاحب نے جو کہ وہاں ہمارے پریذیڈنٹ تھے، حضور کی خدمت میں تار دیا کہ جتنے دن تک آپ کے نمائندے مولوی دوست محمد صاحب یہاں رہیں گے میں عہد کرتا ہوں کہ تین بوگیاں روزانہ حافظ آباد سے بھجواؤں گا۔ اس کے بعد ہم وہاں سے چلے پیر کوٹ اور دوسری جگہوں پر۔

پیر کوٹ میں مجھے اچھی طرح سے یاد ہے، وہاں پہنچے تو مجھے دیکھتے ہی پریذیڈنٹ صاحب نے کہا کہ اب مغرب کی نماز کا وقت ہے آپ نماز پڑھائیں۔ نماز پڑھائی۔ اور کہنے لگے اب درس بھی دے دیں۔ درس دے کر میں باہر نکلنے لگا تو پریذیڈنٹ صاحب کہنے لگے کہ ”کوئی خاص مقصد ہے جو آپ تشریف لائے ہیں۔“ میں نے کہا ”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کے لئے آپ نے پرالی مہیا کرہی دینی تھی اس لئے مجھے اعلان کی کیا ضرورت تھی۔“ کہنے لگے ”اچھا پرالی لینے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔“ بس میں تبلیغی لیکچر دیتا رہا اور وہ پرالی جمع کرتے رہے۔

میں حافظ آباد پہنچا تو ایک احراری ٹائپ کا آدمی مجھے مل گیا۔ اس نے کہا کہ جی محمدی بیگم کے ساتھ بڑے معاشقے کئے ہیں مرزا صاحب نے اور وہ پیشگوئی بھی پوری نہیں ہوئی۔ میں نے کہا خدا کی قسم اگر مرزا صاحب کی صرف یہی پیشگوئی جو میری نگاہ میں پوری ہوئی ہے، اگر کسی غیر کے سامنے پیش کر دی جائے، میں احمدی ہوں اگر میں احمدی نہ ہوتا تو خدا کی قسم صرف اس پیشگوئی کی وجہ سے احمدی ہو جاتا۔ کہنے لگا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ میں نے کہا میں آپ کو بتاتا ہوں۔ میں نے انہیں کہا

کہ یہ اس شان کی پیشگوئی ہے کہ مسیح موعود کی سچائی کے لئے کافی ہے۔

ع اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

اس پر میں نے جو بات کہی سب سے پہلی تو یہ تھی کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک آیت میں آنحضرت ﷺ سے وعدہ کیا ہے کہ اگر تو ان نو بیویوں کو طلاق دے دے گا تو اس کے بدلے میں ان سے اچھی محمدی بیگم تمہیں عطا کی جائیں گی۔ کم از کم 9 محمدی بیگم کا خدا نے محمد رسول اللہ ﷺ سے وعدہ کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ سورۃ التحریم ہے اور آیت ہے چھ۔ فرمایا۔ **عَسٰی رَبُّہٗۤ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَہٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَآئِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَآئِحَاتٍ ثَیِّبَاتٍ وَّ اَبْکَارًا** (التحریم: 6)۔ فرمایا۔ عَسٰی رَبُّہٗ' قریب ہے کہ محمد رسول اللہ کا خدا، اگر اے ازواج! رسول تمہیں طلاق دے دے تو وہ تم سے زیادہ اچھی بیویاں بدل کر اس کو دے دے، جو مسلمان بھی ہوں، مومن بھی ہوں، فرمانبردار بھی ہوں، توبہ کرنے والی، عبادت کرنے والی، روزہ رکھنے والی، بیوہ بھی ہوں اور کنواریاں بھی۔

اب اس میں عَسٰی رَبُّہٗ' کا لفظ ہے۔ یاد رکھیں جب خدا کے لئے عَسیٰ کا لفظ آئے تو وہ شک کے لئے نہیں ہوتا۔ علامہ سیوطیؒ نے بھی اتقان میں لکھا ہے کہ اللہ کے لئے جب **عسیٰ** کا لفظ آئے تو وہ یقین کے معنوں میں ہوتا ہے۔ دیکھیں سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا** (الاسراء: 80) قریب ہے یا رسول اللہ کہ آپؐ کو مقام محمود پر فائز کیا جائے۔ اب یہ نہیں کہہ سکتے کہ جی یہ شک والی بات ہے۔ ممکن ہے کہ مقام محمود نہ عطا کیا جائے۔ مگر تمام مفسر یہ تسلیم کرتے ہیں اور اس کے بغیر چارہ کار کوئی نہیں ہے کہ یہ یقینی بات ہے۔ تو خدا نے فرمایا یہ یقینی بات ہے ''عَسٰی رَبُّہٗ''، جس طرح محمدی بیگم کے متعلق بھی حضورؑ نے فرمایا تھا کہ یہ خدا کا وعدہ ہے کہ جب اس کا خاوند مر جائے گا تو بیوہ ہو جانے کے بعد ضرور میرے پاس آئے گی۔

تو یہاں اسی یقین کے ساتھ خدا نے رسول اللہؐ سے وعدہ کیا ہے اس وقت حضور علیہ السلام کے عقد میں جو بیویاں تھیں ان کی تعداد 9 تھی۔ حضرت خدیجہؓ کا پہلے انتقال ہو چکا تھا سورہ تحریم سے پہلے اور حضرت ام المساکینؓ بھی وفات پا چکی تھیں۔ خود حضور علیہ السلام نے ان کا جنازہ پڑھا مدینہ

میں اور جنت البقیع میں سپرد خاک کی گئیں۔ تو اس وقت آنحضرتؐ کے عقد میں جبکہ یہ سورۃ تحریم نازل ہوئی ام المؤمنین حضرت سودہؓ تھیں، ام المؤمنین حضرت عائشہؓ، ام المؤمنین حضرت حفصہؓ، ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ، ام المؤمنین حضرت زینبؓ، ام المؤمنین حضرت جویریہؓ (حضرت ابراہیم کی والدہ) اور ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ، ام المؤمنین حضرت میمونہؓ، ام المؤمنین حضرت صفیہؓ۔ تو یہ نو تھیں۔

خدا فرماتا ہے کہ یقینی طور پر ان بیویوں کے بدلے میں خدا تعالیٰ ان سے بہتر نو تمہیں عطا کرے گا۔ میں نے کہا کہ مرزا صاحب نے تو ایک محمدی بیگم کی بات کی تھی یہاں تو نو محمدی بیگم کی بات کی گئی ہے۔ کیونکہ محمدی بیگم کے معنی ہی یہی ہیں جو محمد رسول اللہ کی بیگم ہو۔ تو نو محمدی بیگم کے دیئے جانے کا عرش کے خدا نے وعدہ کیا تھا۔ بتاؤ ایک بھی ملی ہے یا نہیں ملی۔ کہنے لگا کہ جی اس میں شرط تھی۔ میں نے کہا کہ محمدی بیگم کے بارے میں بھی شرط تھی۔ یہ مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

میں نے کہا دوسری بات یہ ہے کہ یہ پیشگوئی ایسی ہے کہ اس کا اقرار تو خود آپ کی ”شریعت کے امیر“، ”شریعت احرار کے امیر“ عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری اور تمام احراری حضرات کرتے ہیں۔ کہنے لگے وہ کیسے! ان دنوں امروز کے سٹاف رپورٹر نے ایک انٹرویو عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری سے لیا تھا۔ وہ امروز میں شائع ہوا۔ اس وقت ”امروز“ کا ایک ایڈیشن ملتان سے چھپتا تھا۔ ایک لاہور سے چھپتا تھا۔ تو میں جس وقت پرالی کی مہم پر چلا ہوں وہ اس وقت ایک آدھ دن قبل مجھے ملا وہ میں نے ساتھ ہی رکھ لیا۔ کیونکہ میں نے کوئی سفر نہیں کیا جس میں کوئی کتاب نہ ہو کیونکہ دعوت الی اللہ تو بنیاد ہے ہماری۔ تو وہ میں نے اپنے بیگ میں رکھ لی۔ حافظ آباد جب گیا تو اس وقت بیگ میں میرے پاس تھا۔ میں نے کہا جی بانی جماعت احمدیہ کی پیشگوئی اتنی تھی۔ الہام میں یَمُوْتُ وَ یَبْقٰی مِنْہُ کِلَابٌ مُّتَعَدِّدَۃ کہ بالآخر خدا کی تقدیر یہ ہے کہ خاندان میں دو نہیں مریں گے، ایک ہی مرے گا یعنی مرزا احمد بیگ (محمدی بیگم کا والد) اور چونکہ خاوند توبہ کی وجہ سے بچا لیا جائے گا۔ تو عیسائی اور ان کے ہمنوا جتنے بھی ملاّں ہوں گے وہ استہزاء کریں گے اور الفاظ یہ تھے یَمُوْتُ وَ یَبْقٰی مِنْہُ کِلَابٌ مُّتَعَدِّدَۃ کتے بھونکتے رہیں گے۔ یہ جو بھونکنے کا لفظ ہے یہ تو ان کی زبانوں پر چڑھا ہوا ہے۔ چوہدری افضل حق نے ایک دفعہ اپنے خطبات ”خطبات احرار“ صفحہ 99 میں پاکستان کی تحریک کے علمبرداروں کو مخاطب کر کے لکھا۔ اندازہ کریں۔

''کتوں کو بھونکتا چھوڑ و''

حضرت قائداعظم بھی مخاطب ہیں۔ مسلم لیگی زعماء بھی مخاطب ہیں۔ تحریک پاکستان کا ہر علمبردار مخاطب ہے۔ یہ یکم دسمبر 1941ء کی تقریر ہے۔

> ''کتوں کو بھونکتا چھوڑ و۔ کاروان احرار کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو۔ احرار کا وطن لیگی سرمایہ دار کا پاکستان نہیں۔ احرار اس ''پاکستان'' کو ''پلیدستان'' سمجھتے ہیں''۔ (صفحہ 83،99)

یہ ریلوے روڈ لاہور کی چھپی ہوئی کتاب ہے۔ اوران کے Socalled محافظ ختم نبوت شورش کاشمیری نے اس کو شائع کیا ہے۔ وہی اس وقت جنرل سیکرٹری تھے۔ شائع کرنے والا مکتبہ احرار لاہور ہے۔ بار اوّل مارچ 1944ء۔ میں نے کہا خدا کے الفاظ یہ تھے کہ پیشگوئی تو پوری ہوجائے گی مگر کتے پھر بھی بھونکتے رہیں گے۔ اب دیکھیں شریعت احرار کے امیر صاحب نے جو ابھی حال ہی میں بیان دیا ہے وہ کیا ہے۔

> ''امروز کا سٹاف رپورٹر کہتا ہے کہ میں نے شاہ صاحب سے پوچھا یعنی سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری امیر شریعت احرار، (احرار کی شریعت کے امیر) ''شاہ جی آپ کو ذیابیطس کی شکایت کب سے ہے۔ جواب دیا یہ مرض سکھر جیل میں میرے ساتھ آلگا تھا۔ ابھی تک سنگت نبھا رہا ہے''۔

اُن دنوں جبکہ آپ اس قدر بیمار تھے۔ یہ فالج کے حملہ سے بیکار ہو گئے۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب اور مکرم مولانا غلام باری سیف صاحب بھی ملنے کے لئے گئے تھے۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب سے بخاری صاحب نے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے، تو مولانا ابوالعطاء صاحب کا نام تو ان کو اچھی طرح یاد تھا۔ لیکن حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب نے کہا کہ (یہ مجھے عبدالحفیظ صاحب ایڈووکیٹ نے بعد میں بتائی جو آج کل میرے خیال میں کینیڈا میں ہیں۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب 1934ء سے پہلے ان کو جس نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ پیدائشی نام ''اللہ دتہ'' تھا) کہنے لگے کہ جی میرا نام اللہ دتہ ہے۔ جب واپس آئے تو چوہدری عبدالحفیظ صاحب نے ''خالد احمدیت'' سے پوچھا کہ حضرت یہ تو پرانا نام ہے اور احمدی نوجوانوں کے سامنے یہ بیگانہ سا ہے۔ تو آپ نے

ابوالعطاء کیوں نہ کہہ دیا۔ کہنے لگے بات یہ تھی کہ ابوالعطاء کے معنی ہیں عطاء کا باپ تو میں نے گوارا نہ کیا کہ دل میں یہ نہ محسوس کریں کہ وہ عطاء اللہ شاہ بخاری ہے اور میں اپنے تئیں اس کا باپ کہتا ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے تقویٰ کی راہیں بیان کی ہیں تو میں نے اپنا پہلا نام بیان کیا ہے۔ یہ ایک ضمنی بات آ گئی تھی۔

سٹاف رپورٹر کا تذکرہ میں کر رہا تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہ جو میں اس وقت پڑھ رہا ہوں یہ امروز سے براہ راست نہیں پڑھ رہا۔ ''امروز'' کا پرچہ میرے پاس محفوظ ہے۔ یہ میں مشہور احراری جانباز مرزا کی کتاب ''حیات امیر شریعت'' سے پڑھ رہا ہوں۔ اس میں انہوں نے خاص اہتمام سے اس کو درج کیا ہے ''امیر شریعت کے تبرکات'' کے اعتبار سے۔ یہ صفحہ 436 ہے جو میں اس وقت پڑھ رہا ہوں اور کتاب کے اوپر لکھا ہے ''حیات امیر شریعت'' اور آگے لکھا ہے ان کی پہلی مکمل اور مستند سوانح حیات۔ لکھتے ہیں۔

> میں نے پوچھا شاہ جی سے ''ان دنوں جبکہ آپ اس قدر بیمار ہیں اور پبلک لائف سے بھی ریٹائر ہو چکے ہیں، کبھی دیرینہ رفقاء میں سے کوئی ملنے آیا؟''

یہ سوال سٹاف رپورٹر نے کیا۔ لکھا ہے۔

> ''تو جواب میں مسکرائے اور کہا بیٹا! جب تک یہ کتیا (زبان) بھونکتی تھی، سارا برصغیر ہندو پاک ارادتمند تھا۔ اس نے بھونکنا چھوڑ دیا ہے تو کسی کو پتا ہی نہیں رہا کہ میں کہاں ہوں۔''

میں نے کہا اب آگے چلیں۔ میں نے یہ بتایا تھا کہ یہ شاہ جی کی جو سنت ہے اور کچھ ہو یا نہ ہو جس طرح بخاری صاحب نے کہا تھا کہ شریعت نہ ماننے کے لئے ان ظالموں نے میرا نام امیر شریعت رکھ دیا ہے۔ (''فرمودات امیر شریعت'' صفحہ 78 ناشر مکتبہ تعمیر حیات چوک رنگ محل۔ لاہور) لیکن شاہ جی کی اس سنت کو کسی احراری مولوی نے نہیں چھوڑا۔ حتی کہ اسمبلی میں بھی نہیں چھوڑا اور آج تک بھی نہیں چھوڑا۔ یعنی نام ختم نبوت کا ہوگا کہ آج یوم ختم نبوت منایا جا رہا ہے اور اس میں مسیح موعودؑ کو گالیاں ضرور دیں گے۔

یہ احرار کا سرکاری آرگن ''آزاد'' 27 ستمبر 1958ء ہے جس کا حوالہ میں پیش کر رہا

ہوں۔ احراری لیڈر خود کس شان سے لکھتے ہیں:۔

> ”یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مجلس احرار کے خطیبوں میں جذباتیت، پھکڑ بازی (گالیاں دینا) بھونکنا اور اشتعال انگیزی کا عنصر غالب ہے۔ یہ ٹھیک ہے مگر یہ بھی تو دیکھئے کہ ہماری قوم کی ذہنیت اور مذاق کیا ہے۔ آپ ذرا حقیقت پسند، سنجیدہ اور متین بن جائیں پھر آپ مسلمانوں میں مقبول ہو جائیں اور کوئی تعمیری اور اصلاحی کام کرلیں تو ہمارا ذمہ۔ یہی تو ہماری سب سے بڑی کمزوری ہے کہ ہم حقائق و واقعات سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔“

تاریخ حقائق و واقعات کا دراصل عکس ہوتی ہے۔ کہتے ہیں، ہم جو کہتے ہیں وہ حقائق اور واقعات کے خلاف کہتے ہیں۔ مگر پھکڑ بازی اور اشتعال انگیزی میں ہمارا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ناقل) کہتے ہیں:۔

> ”یہی تو ہماری سب سے بڑی کمزوری ہے کہ ہم حقائق اور واقعات سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ آپ بڑے بڑے دیانتدار، بااخلاق اور سنجیدہ، متین پہاڑوں کو کھودیں تو اشتعال کا چوہا نکلے گا۔ (کہتے ہیں) یہ ہمارا ہی قصور نہیں تمام مسلمان کہلانے والے مولویوں اور جماعتوں کا قصور ہے۔
>
> الیکشن بازی میں تو دیندار اور بے دین سب کے سب اشتعال انگیزی سے ہی کام لیتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس سے کوئی کم کام لیتا ہے کوئی زیادہ۔ (اب اپنے کاروبار کے متعلق لکھتے ہیں۔ ناقل) ہمارے احراری بزرگ اس میں سب سے آگے ہیں اسی لئے وہ رشک وحسد کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔“

یہ ہے اصل چیز اور اسی وجہ سے پھر دنیا کے دوسرے مفکر مسلمانوں نے اس بات کا کھل کر اظہار کیا ہے۔

چنانچہ دیکھیں غیروں کے متعلق آنحضورؐ کی حدیث علامہ السیوطیؒ نے اپنے جامع الصغیر میں لکھی ہے۔ فرمایا کہ ”**جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ ... بِأَلْسِنَتِكُمْ**“ مشرکوں کے خلاف زبانوں سے بھی جہاد کرو۔

اب اس کا تو صاف مطلب ہے کہ قرآن مجید اور اس کے حقائق، اس کے دقائق اور آنحضورؐ کی سیرت مقدسہ پیش کرو تا کہ جس طرح ابتداء میں اسلام میں آنے والے لوگ سیرت رسول اور قرآن کے دلائل کے ذریعہ سے محمد عربی ﷺ کے قدموں میں آئے تھے وہ تمہارے اس جہاد باللسان کے ذریعے سے رسول اللہ کے عاشق بن جائیں۔ مگر احراری ملّاں اور ان کے بڑے بڑے پیر و مرشد جو گذرے ہیں جنہیں محدث قرار دیا جاتا ہے۔ بڑا چرچا ہے کہ جی حدیث کے علوم کا سرچشمہ دیو بند شریف ہے۔ اب اس حدیث کا مفہوم کیا بیان کیا جاتا ہے۔ مشکوٰۃ کے حاشیہ میں بھی درج ہے اور مکتبہ نعمانیہ میں یا جس جگہ سے بھی یہ دوبارہ چھپی، ہے اس کے حاشیہ میں یہ لکھا ہے ”**بان تخوفوھم و توعدوھم**“ جہاد باللسان کے معنی یہ ہیں کہ تم مشرکوں کو ڈراؤ دھمکاؤ۔ ”**بالقتل و الاخذ**“ ان کو دھمکی دو کہ اگر نہیں مانو گے تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ یہ جہاد باللسان ہو رہا ہے ”**والاخذ والنھب**“ تمہارے مالوں کو لوٹ لیں گے۔ ”**و نحو ذلک وبان تذموھم و تسبوھم**“ ان کو برا بھلا بھی کہو اور گالیاں بھی دو۔ (ناشر نور محمد مالک اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب بالمقابل آرام باغ فریر روڈ۔ کراچی صفحہ 332) یہ جہاد باللسان ہے جناب۔ اب یہ جہاد باللسان جس طرح کر رہے ہیں، ڈاکٹر غلام جیلانی برق صاحب لکھتے ہیں۔ جو معاندین احمدیت کی صف اول میں شامل ہیں لیکن اقرار کیا ہے۔ خدا نے اقرار کروایا ہے۔

فرماتے ہیں:۔

> ”آج تک احمدیت پر جس قدر لٹریچر علمائے اسلام نے پیش کیا ہے اس میں دلائل کم تھے اور گالیاں زیادہ۔ ایسے دشنام آلود لٹریچر کو کون پڑھے اور مغلظات کون سنے۔ میٹھے انداز اور ہمدردانہ رنگ میں کہی ہوئی بات پر ہر شخص غور کرتا ہے۔ مگر گالیوں کو کوئی نہیں سنتا۔“

ان کی کتاب ”حرف محرمانہ“ طبع اوّل 1954ء صفحہ 11 اور 12 پر یہ اقتباس ہے۔ ”شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور“ کے مشہور ناشر ادارے نے بہ اہتمام شیخ نیاز احمد پرنٹر و پبلشر اس کو شائع کیا ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جس کا جواب میرے استاد حضرت مولانا قاضی محمد نذیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ و نور اللہ مرقدہ نے ”تحقیق عارفانہ“ کے نام سے شائع کیا ہے۔

آگے سنیں! جماعت اسلامی کے نعیم صدیقی صاحب کہتے ہیں۔ احرار کے متعلق انہوں نے رسالہ ''چراغ راہ'' کراچی مارچ 1954ء صفحہ 18 پر ان کی تحریک ختم پاکستان، جس کو یہ تحریک تحفظ ختم نبوت کہتے ہیں، تبصرہ کیا ہے۔ تحقیقاتی عدالت نے اس کو ''تحریک ختم پاکستان'' قرار دیا ہے اور بتایا ہے چوہدری فضل الٰہی صاحب کے بیان کے ذریعہ سے جو اس وقت حکومت پنجاب کے وکیل کے طور پر تحقیقاتی عدالت میں پیش ہوئے تھے۔ فاضل ججوں نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ دراصل دولتانہ صاحب یہ چاہتے تھے کہ مذہب کے نام پر ایسی ایجی ٹیشن چلائی جائے کہ خواجہ ناظم الدین کو الگ کر دیا جائے اور ان کے بعد پھر مجھے پرائم منسٹر بنا دیا جائے اور اس کے بعد ان کے چونکہ کمیونسٹوں کے ساتھ مراسم تھے۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ پاکستان کو کمیونسٹ حکومت بنا دیا جائے۔

(''رپورٹ تحقیقاتی عدالت'' 1953ء صفحہ 304)

مسلمان کمیونسٹوں میں سرفہرست تو مجلس احرار ہی ہیں۔ اس واسطے گٹھ جوڑ ہوا۔ ورنہ ارادہ دولتانہ کا یہی تھا کہ یہاں پر کمیونزم کو لایا جائے۔ تو یہ 1953ء کے حالات پر تبصرہ کر رہے ہیں نعیم صدیقی صاحب۔ کہتے ہیں:۔

> ''ان کی زبان اور ان کا انداز بیان بسا اوقات رکاکت اور ابتذال (یعنی بازاری زبان۔ ناقل) اور تمسخر (جو کہ خدا کے نبیوں کے خلاف کیا جاتا ہے۔ ناقل) اور استہزاء کے حد کو چھو جانے کی وجہ سے کبھی اپیل نہیں کر سکا۔''

پھر مولوی عبدالرحیم صاحب اشرف جو کبھی بہت پکے احراری تھے اور کئی مناظرے ہوئے اور (حضرت سیدہ آپا طاہرہ صدیقہ صاحبہ کے والد حضرت خان عبدالمجید صاحب نے اپنے قلم سے مجھے لکھ کر جو تحریر دی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ''تاریخ احمدیت'' کی زینت بننے والی ہے۔ اس میں ان کا خاص طور پر ذکر کیا ہے کہ یہ پکے احراری تھے) اور انہوں نے ہر جگہ پر احمدیت کی مخالفت کی۔ لکھتے ہیں:۔

> ''استہزاء، اشتعال انگیزی، یاوہ گوئی، بے سروپا لفاظی، اس مقدس نام کے ذریعے مالی غبن، لادینی سیاست کے داؤ پھیر، خلوص سے محروم اظہار جذبات، مثبت اخلاق فاضلہ سے تہی کردار، ناخدا ترسی سے بھرپور مخالفت کسی بھی غلط تحریک کو ختم نہیں کر سکتی اور ملت اسلامیہ پاکستان کی ایک اہم محرومی یہ

> ہے کہ ''مجلس احرار'' اور ''تحفظ ختم نبوت'' کے نام سے جو کچھ کیا گیا ہے اس کا اکثر وبیشتر حصہ انہی عنوانات کی تفصیل ہے۔''

(''المنیر'' 6 جولائی 1956 صفحہ 7)

''المنیر''، فیصل آباد سے نکلتا تھا اور اس وقت ابتداء میں جب ڈیکلریشن لیا گیا تو ''المنیر'' نام تھا بعد میں پھر نقطہ کاٹ کر ''المنبر'' کر دیا اور اس میں حسن ذوق اور حسن ادب کی بات ہے۔ بہرحال ''المنیر'' 6 جولائی 1956ء میں یہ عبارت موجود ہے۔

اسی طرح المنیر 9 مارچ 1956ء صفحہ 4 پر انہوں نے لکھا:۔

> ''اگر مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی یہ تقریریں جو وہ قادیانیت کے خلاف کر رہے ہیں (جن میں سے آیات کی تلاوت اور ان کے بعض مطالب کی تبلیغ کا حصہ جو فی الحقیقت ان کی تقریروں کا 1/1000 حصہ ہوگا مستثنٰی کر لیا جائے۔) اگر انہیں دربار رسالت کی پسندیدگی حاصل ہے تو ہم اس اسلام کو جو کتاب وسنت میں پیش کیا گیا ہے اور جس میں ذہن، قلب، زبان اور اعضاء کو مسئولیت سے ڈرایا گیا ہے، خیر باد کہنے کو تیار ہیں۔''

پھر ''المنیر'' 10 اگست 1955ء صفحہ 4 و 11 میں لکھا:۔

> ''خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کام کا جواب نعروں سے، مسلسل جدوجہد کا توڑ اشتعال انگیزی سے، علمی سطح پر مساعی کو ناکام بنانے کا داعیہ صرف پھبتیوں اور بیہودہ جلوسوں اور ناکارہ ہنگاموں سے پورا نہیں ہوسکتا۔ اس لئے جب تک وہ انداز اختیار نہ کیا جائے جس سے فکری اور عملی تقاضے پورے ہوں، ہنگامہ خیزی کا نتیجہ وہی برآمد ہوگا جس پر مرزا صاحب کا الہام **انی مھین من اراداھانتک** صادق آئے گا''

اور آخر میں مجیب الرحمان شامی کے قلم سے آپ سنئے۔ رسالہ ''لیل ونہار'' لاہور سے شائع ہوتا تھا۔ 8 جولائی 1974ء میں انہوں نے یہ اداریہ سپرد قلم کیا۔

جناب شامی صاحب نے لکھا:۔

> ”کوتاہ نظروں کی کوتاہ نظری نے مرزائیت کے خلاف اس طرح کا محاذ بنایا کہ جو اہل مرزائیت کو اشتعال دلانے اور اپنے عقیدے میں مضبوط بنانے میں معاون ثابت ہوئے۔ سستی نعرہ بازی، اوچھے حملوں اور فحش گالیوں سے مرصع گفتگو کسی کو قائل تو نہیں کر سکتی، غصہ ضرور دلا سکتی ہے۔ چنانچہ مرزائیت کے خلاف کئی ایسے مبلغین بھی ابھرے جنہوں نے عامیوں کے ذوق کو ابھار کر داد تحسین تو حاصل کر لی، فاتح قادیان اور فاتح ربوہ بھی کہلائے لیکن مرزائیت کی جڑ نہ مار سکے۔“

یہ خدا کی نصرت کا نشان ہے جو ہمیشہ ہی ان پھبتیوں اور گالیوں کے مقابل پر عرش کے خدا نے مسیح موعودؑ کی جماعت کے لئے دکھایا ہے۔

ع ایک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

مجھے ایک خیال چھوٹا سا آ گیا ہے۔ وہ بھی اس کا ایک ضمیمہ ہے بہت اہم۔ ان گالیوں میں سب سے بڑی صورت جو سیاسی دماغوں نے سوچی ہے مخالفین کے لئے، وہ ہمیشہ سے دنیا کی ہر جگہ پر، اپوزیشن استعمال کرتی ہے، مخالفین استعمال کرتے ہیں۔ مذہبی سطح پر بھی، سیاسی سطح پر بھی اور معاشرتی انداز سے بھی کہ کسی قوم یا جماعت یا کسی شخص کا اصل نام بگاڑ کر پہلے تو ایک نام تجویز کیا جاتا ہے، پھر ساری برائیاں اس کی طرف منسوب کر کے اس انداز میں پبلک کو بتایا جاتا ہے کہ جس وقت وہ نام عوام کے سامنے آئے تو اس نام کی وجہ سے تمام برائیاں خود بخود منعکس ہو جائیں۔ یہ ہتھکنڈہ اور حربہ مدت سے شیطان کے چیلے اختیار کرتے چلے آ رہے ہیں۔ قرآن تو کہتا ہے وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ کہ دیکھو ایسے ناموں سے یاد نہ کیا کرو جو دوسرے کے لئے دل آزاری کا موجب ہوں یا حقیقت کے خلاف ہوں۔

اب دیکھیں ظالمانہ بات ہے کہ اہلحدیث نے کبھی اپنے تئیں وہابی نہیں قرار دیا۔ محمد بن عبدالوہاب تو ابن تیمیہ کے شاگرد تھے اور ان کا تعلق اور ان کا مسلک حضرت امام احمد بن حنبل کے ساتھ تھا۔ تو اہل حدیث بزرگ تو کہتے ہیں کہ ہم آئمہ کی تقلید نہیں کرتے وہ غیر مقلد ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ۔ یہ

برگزیدہ لوگ تھے، بہت معزز تھے۔ ہم احترام ضرور کرتے ہیں مگر ان کی تقلید نہیں کرتے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ پر مجھے اکبر الہ آبادی صاحب کا یہ شعر یاد آیا جس میں حضرت امام حنبلؒ کے لفظ کو انہوں نے بڑے انگریزی الفاظ میں مرصع کیا ہے وہ یہ ہے کہ ؎

ہر طرح اب ہے عاجزی ہم میں
ہمارے امام ”Humble“ ہیں

اور حنبل سے مراد ”Humble“ ہیں۔ انہوں نے اس کے قوسین میں یہ بات لکھی ہے انگریزی کے لفظ ”Humble“ مگر تلفظ کے لحاظ سے جب آپ پڑھیں گے تو امام حنبلؒ کی طرف اشارہ ہوگا۔ یہ بھی ان کے استعارات کا بہت بڑا شاہکار ہے۔

بہرحال یہ نام دیا جاتا ہے مرزائی کا اور جب مرزائی کا لفظ یہ لوگ استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ ہم بانی جماعت احمدیہ کے ارشاد کے مطابق احمدی کہلاتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جب پوچھا گیا تو حضورؑ نے فرمایا کہ لوگوں نے بعض علماء کی طرف اپنے تئیں منسوب کیا ہے، بعض نے صوفیاء کی طرف کیا ہے، بعض نے آئمہ کی طرف کیا ہے۔ کوئی قادری کہلاتا ہے، کوئی سہروردی کہلاتا ہے، کوئی حنفی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، کسی نے کوئی اور نام رکھا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے دو نام تھے محمدؐ بھی اور احمدؐ بھی۔ محمد شان جلالی کا مظہر ہے اور احمد شان جمالی کا لفظ ہے۔ شان احمدیت آخری دور میں رسول پاک ﷺ کے لئے مقدر تھی۔ اس لئے دیکھیں کہ پہلے بزرگوں کو بتایا گیا، یہ حوالہ میں بتا چکا ہوں۔ حضرت ملا علی القاری نے فرمایا کہ وہ تہتر واں فرقہ ہوگا اہلسنت میں سے مگر طریقہ احمدیہ کے اوپر ہوگا۔

(”مرقاۃ المصابیح“ شرح مشکوۃ صفحہ 248 ناشر مکتبہ امدادیہ۔ ملتان)

اسی طرح حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ”مبدأ و معاد“ میں لکھا ہے کہ:۔

> ”میں ایک عجیب بات کہتا ہوں جو اس سے پہلے نہ کسی نے سنی اور نہ کسی بتانے والے نے بتائی، جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے صرف مجھے بتائی اور صرف مجھ پر الہام فرمائی ہے اور وہ بات یہ ہے کہ آں سرور کائنات علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کے زمانۂ رحلت سے ایک ہزار اور چند سال

> بعد ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے کہ حقیقت محمدی اپنے مقام سے عروج فرمائے گی اور حقیقت کعبہ کے مقام میں متحد ہو جائے گی۔ اس وقت حقیقت محمدی کا نام حقیقت احمدی ہو جائے گا''۔

(''مبدأومعاد'' مع اردو ترجمہ صفحہ 205 ناشرادارہ مجددیہ ناظم آباد۔ کراچی)

تو ہم رسول اللہ کی پیشگوئی کے مطابق اپنا نام احمدی رکھتے ہیں۔ احمدی کہلاتے ہیں اور احمدؐ کی طرف منسوب ہوتے ہیں مگر یہ لوگ اس دجالی اور شیطانی پراپیگنڈہ کو استعمال کرنے کی وجہ سے مرزائی کا نام دیتے ہیں اور اس کے بعد پروپیگنڈہ اس طرز پر کرتے ہیں کہ اس کے اندر برائیاں منسوب کرتے جاتے ہیں اور جب یہ نام لیا جائے تو ساری برائیاں سامنے آجائیں۔

اب میں آپ کو ایک دلچسپ بات بتاتا ہوں۔ میں دفتر میں بیٹھا ہوا تھا تو حضرت مولانا عبدالمالک خان صاحب ناظر اصلاح وارشاد (اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے۔ خلافت کے عاشق تھے) سرگودھا کے ایک سُنّی بزرگ کو ساتھ لے کر آئے۔ اب مجھے پتا نہیں تھا کہ ان کا مسلک کیا ہے۔ کہنے لگے کہ یہ تشریف لائے ہیں ربوہ کی زیارت کرنے کے لئے۔ میں لائبریری لے کر آیا ہوں تم سے بھی مل لیں۔ میں نے کہا مولانا آپ کی موجودگی میں؟ کہنے لگے میں پسند کروں گا کوئی بات آپ بھی کہیں۔ حضرت مولانا بیٹھے۔ میں نے خیر مقدم کیا اور حضرت مولانا صاحب نے کہا تھا یہ ہمارے ایک غیر احمدی بزرگ ہیں جو سرگودھا سے آئے ہیں۔

میں نے کہا حضرت مولانا معذرت کے ساتھ میں بات کہتا ہوں، میں نے ان سے پوچھا۔ میری فراست نے ان کی شرافت کو دیکھ کر اور ان کے چہرے کے انداز کو دیکھ کر اور داڑھی کو دیکھ کر اور یہ دیکھ کر کہ سرگودھا سے آئے ہیں تو میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ یہ سیال شریف والوں کے مرید ہیں۔ حالانکہ کوئی بات انہوں نے از خود نہیں کی۔ تو میں نے مولانا سے کہا حضرت مولانا! (میں ان سے پوچھتا ہوں) حضرت! آپ آنحضرت ﷺ کو احمد مانتے ہیں؟ کہنے لگے یقینی طور پر۔ میں نے کہا کبھی اپنے تئیں غیر احمدی نہ کہا کریں اور مولانا یہ میں آپ سے بھی عرض کرتا ہوں کہ ان کو غیر احمدی آپ نہیں کہہ سکتے کیونکہ جو خود کہتا ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کو احمد مانتا ہوں۔ احمد تو ہیں ہی حقیقی معنوں میں محمد عربی ﷺ تو آپ کو غیر احمدی کہنے کا حق نہیں آپ واپس لیں۔ حضرت مولانا بہت

مسکرائے ۔ کہنے لگے۔ میں واپس لیتا ہوں۔

میں نے کہا یہ آپ کی مہربانی ہے ورنہ ایک عیسائی سے حضرت مولانا قاضی محمد نذیر صاحب کا مناظرہ ہو رہا تھا۔ گوجرہ کی بات ہے پارٹیشن سے بہت پہلے۔ حضرت قاضی صاحب اسلامیہ سکول فیصل آباد میں (اس وقت وہ لائلپور تھا) استاد تھے۔ مناظرہ ہو رہا تھا جس عیسائی کے ساتھ اس کا نام تھا رلیا رام۔ اس نے کوئی ایسی حرکت کی۔ آنحضرت ﷺ کا نام لیتے ہوئے اس نے انتہائی بدقماش ہونے کا ثبوت دیا تو قاضی صاحب کہنے لگے کہ یہ چیز واپس لو یہ بہت ظالمانہ بات ہے اور شرم آنی چاہئے تمہیں۔ تم محبت کے دعوے کرتے ہو اور رسول پاک ﷺ کے اسم گرامی کے متعلق تم نے یہ بکواس کی ہے اور کہنے لگے تم نے یہ بات کی ہے۔ تمہارا نام رلیا رام ہے۔ میں تمہیں دمڑی رام بنا کر چھوڑوں گا۔ خیر وہ ایسی جلالی بات تھی پادری رلیا رام کہنے لگا میں واپس لیتا ہوں۔ کہنے لگے اب میں واپس دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

میں نے جب سرگودھا سے آئے مہمان سے پوچھا دوبارہ کہ یہ ٹھیک ہے نا جی کہ آپ رسول اللہ ﷺ کو مانتے ہیں، تو کبھی اپنے تئیں غیر احمدی نہ کہلائیں۔ جہاں جائیں آپ کہیں کہ میں احمدی ہوں۔ وہ بھی بڑے ہوشیار آدمی تھے۔ کہنے لگے میں احمدی تو ہوں مرزائی نہیں ہوں۔ جونہی انہوں نے بات کہی، میں نے اسی وقت کتاب منگوائی۔ سیال شریف والوں کے بزرگ حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ بہت بڑے اکابر صوفیاء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت قاضی اکمل صاحب اور ان کے والد حضرت مولوی امام الدین صاحب یہ ان کے مریدوں میں شامل تھے۔ بعد میں احمدیت میں آئے۔ بہت بلند پایہ بزرگ مسیح موعود کے آنے سے پہلے بے شمار ستارے گذرے ہیں۔ آسمان پر چمکتے رہے جن کے طفیل برصغیر میں اسلام پھیلا ہے۔ ملّاں نے تو مسلمانوں کو کافر بنایا ہے۔ کافروں کو مسلمان بنانے والے تو اہل اللہ ہی تھے جن میں حضرت خواجہ شمس الدین بھی تھے۔ میں نے کتاب منگوائی ’’مرأۃ العاشقین‘‘ میں نے کہا کہ اب سنیں یہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کی کتاب آپ نے پڑھی ہے ’’ مرأۃ العاشقین‘‘۔ کہنے لگے کتاب تو نہیں پڑھی مگر میں تو ان کا مرید ہوں۔ سنائیں کیا لکھا ہے۔ میں نے کہا سنیں۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے مرید سید محمد سعید صاحب نے ان کی سوانح لکھی ہے۔ لکھتے ہیں کچھ آپ کے ملفوظات کا تذکرہ کرنے کے بعد کہ:۔

> ''بعدازاں آپ کے پوتے (حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے پوتے۔ناقل) صاحبزادہ محمد امین صاحب آئے۔ آپ نے پوچھا۔ اے بیٹے کون سی سورت پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا سورت نور۔ آپ نے تبسم کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔ ؎
>
> صورت مرزے یار دی ساری سورت نور
> و الشمس والضحیٰ پڑھیا رب غفور
>
> بندہ نے عرض کیا۔ مرزا سے کیا مراد ہے (اب یہ غور فرمائیں) بندہ نے عرض کیا۔ مرزا سے کیا مراد ہے۔ فرمایا رسول خدا (محمد مصطفیٰ ﷺ)'' پھر فرمایا عاشقوں کا دستور ہے کہ وہ اپنے معشوق کو مرزا یا رانجھا کہہ کر یاد کرتے ہیں۔''

(اردو ترجمہ ''مرأت العاشقین'' صفحہ 272 ناشر اسلامک بک فاؤنڈیشن 249.N سمن آباد لاہور)

وہ بہت شریف النفس بزرگ تھے۔ کہنے لگے آج سے میں احمدی بھی ہوں اور مرزائی بھی ہوں۔ میں نے کہا آپ کو اس سلسلے میں ایک اور بات بھی بتاؤں۔ یہ تو بات تھی حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کی اور چشتی خانوادے میں حضرت خواجہ غلام فریدؒ کا مقام تو آپ کے سامنے ہے۔ ''مقابیس المجالس'' ان کے ملفوظات کی کتاب ہے۔ اس کے ترجمہ کے صفحہ 560-561 میں لکھا ہے کہ

> حضرت خواجہ صاحب کے سامنے قوالوں نے دوھڑے پڑھے اور
>
> ''آخری مصرعہ پر حضرت خواجہؒ پر بہت گریہ طاری ہوا۔ اس کے بعد حضرت اقدس کے حکم سے مہاروی قوالوں نے گانا شروع کیا۔
>
> اشعار یہ تھے۔ ؎

میں نہیں لائق صاحباں مرزا ہے لجپال
مرزا دی شان عظیم کون جانن کی سیال
کر بسم اللہ صاحباں لیسؔ سبق قرآن
صورت مرزے یار دی لیسؔ الف پہچان
صاحباں رات معراج دی صاندل وچ رہی
مرزا دی لقا توں کیتیؔس رب سہی
ناں اے کلمہ کفر ہے نہ اے ترک ادب
میں مرزا دی بندی ہاں مرزا میرا رب

قوال نے جب یہ پڑھا تو لکھا ہے کہ خواجہ صاحب پر بڑی وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ کھڑے ہو کر رقص کرنے لگے جس سے آپ کے سر سے ٹوپی بھی گر گئی اور ایک خادم نے کمال ادب سے اٹھا کر آپ کے سامنے رکھی۔ اس کے بعد آپ بیٹھ گئے۔ پھر قوالی کرنے والوں نے دوبارہ یہ مصرعہ کہا اور اس کے بعد آپ نے اس کیفیت کے بعد پھر خیرات بھی تقسیم کی۔

(ناشر اسلامک بک ڈپو فاؤنڈیشن لاہور وصوفی فاؤنڈیشن بہاولپور)

(یہ بات میں کہنا چاہتا تھا جو آپ کی ذرّہ نوازی سے میں نے بیان کی ہے۔)

کیا مسیح موعود علیہ السلام شرعی نبی ہیں

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا! حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے اسمبلی میں ایک سوال یہ بھی کیا گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف ''اربعین'' میں شرعی نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کا حضورؒ نے کیا جواب ارشاد فرمایا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے اس سوال کے جواب میں جو میری یادداشت ہے۔ اس کو دوبارہ دیکھ لیتا ہوں۔ حضورؒ نے اس کے جواب میں یہ نہایت جامع اور مانع فقرہ ارشاد فرمایا۔

> ” یہ محض غلط فہمی ہے ۔پیش کردہ عبارت میں قرآنی آیات میں الہامات کے نزول کا ذکر ہے۔ اور قرآنی آیات میں بزرگان سلف کو بھی الہام ہوئے ہیں۔ مثلاً حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جو آئمہ اہل بیت میں آسمان روحانیت کے ستارے ہیں اور حضرت مولوی سید عبداللہ غزنویؒ۔“

یہ حضورؓ کا جواب تھا۔

اب میں اسی ذیل میں ’اربعین‘ کا ایک آدھ حصہ آپ کے سامنے سناتا ہوں اور پھر جہاں تک حضرت امام جعفر صادقؒ کا تعلق ہے ان کی سوانح میں اس بات کا جا بجا ذکر ہے۔ ”تذکرۃ الاولیاء“ میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ جب تک کسی شخص کو الہام نہیں ہوتا اس کی کوئی بات بھی قابل قبول نہیں۔ یہ شان ہے اور آج اسی شان سے خدا نے تمام ملّاؤں کو محروم رکھا ہے۔ الہام کے دروازے تو مسیح موعودؑ کے خدام پر خدا نے جاری کئے ہیں جو رسول پاک ﷺ کے حقیقی خادم ہیں۔

دیوبندی عالم نے ایک کتاب لکھی ہے۔ ”فضائل تبلیغ۔“ مولوی محمد زکریا صاحب نے جو تبلیغی جماعت کے بہت بڑے لیڈر تھے۔ حدیث رسول لکھی ہے **اذا ترکت الامر و النھی حرمت عن برکۃ الوحی** فرمایا جب اسلام کی تبلیغ امت محمدیہ سے علماء چھوڑ دیں گے خدا ان کو وحی کی برکتوں سے محروم کر دے گا۔ تو یہ برکتیں آج اسلام کی تبلیغ کرنے والی جماعت کو خدا نے عطا کی ہیں۔ تمام دنیا کے مسلمان، آج کوئی ایک بھی مولوی دعویٰ نہیں کرتا کہ خدا نے مجھے الہام کے ساتھ نوازا ہے۔

طاہر القادری صاحب نے خواب بیان کی تھی۔ غار حراء میں فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے تمہیں مقرر کیا ہے۔ اگلے دن پریس میں شائع ہوئی۔ تمام مولویوں نے کفر کا فتویٰ لگایا تیسرے دن کہا کہ یہ بات غلط شائع ہوگئی ہے، میں نے کہی ہی نہیں۔

تو یہ امتیاز ہے آج دنیا میں کہ وحی کی برکتیں خدا نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ سے جماعت احمدیہ کو عطا کی ہیں اور پہلے بزرگ جیسا کہ حضورؓ نے اپنے جواب میں فرمایا، ان کو مکالمہ مخاطبہ کا شرف یہاں تک حاصل تھا کہ قرآن کی آیتیں ان پر نازل ہوتی تھیں۔ یہ تو نہیں اس سے

مراد کہ شرعی نبی ہونے کا انہوں نے دعویٰ کیا۔

اب میں آپ کو بتاتا ہوں حضرت عبداللہ صاحب غزنویؒ کی سوانح عمری جوان کے بیٹے مولوی عبدالواحد غزنوی نے لکھی ہے۔ یہ مولانا عبدالواحد غزنوی داماد ہیں حضرت خلیفۃ المسیح الاول حضرت مولانا نورالدینؓ کے اور مولوی اسماعیل غزنوی جوان کے بیٹے تھے، حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے نواسے تھے اور خالد غزنوی جو ریسرچ سکالر ہیں انہوں نے حدیث اور سائنس اور طب کے متعلق بہت لٹریچر لکھا ہے اور ماشاءاللہ بہت ہی شاندار ہے۔ اس پر انہیں انعام بھی دیا گیا۔ وہ مولوی اسماعیل صاحب غزنوی کے بیٹے ہیں۔ مولوی اسماعیل صاحب غزنوی نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں یہ لکھا کہ میری نگاہ میں آج دنیا میں سب سے بڑے عالم دین آپ ہیں۔ یہ خط میرے پاس محفوظ ہے۔ تو یہ مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی نے اپنے والد مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی سوانح عمری شائع کی ہے اور ناشر ہیں عبدالحمید پسر مولانا عبدالواحد غزنوی تاجر کتب مسجد چینیاں والے لاہور، رفاہ عام سٹیم پریس لاہور سے باہتمام مولوی نورالحق صاحب یہ کتاب چھپی ہے۔ اس میں انہوں نے بتایا ہے کہ کس طرح میرے والد پر قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں۔ اب آپ غور فرمائیں کہ یہ آیات قرآن میں موجود ہے یا نہیں۔

ایک آیت الہام ہوئی ''**وَ نُیَسِّرُکَ لِلْیُسْرٰی**'' (الاعلیٰ:9) پھر الہام ہوا ''**فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ اِنَّہٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا اَنَّکُمْ تَنْطِقُوْنَ**'' (الذاریات:24) پھر ایک الہام ہوا ''**وَاِنَّھُمْ عِنْدَنَالَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ** '' (صٓ:47) یہ قرآن کی آیت ہے یا نہیں؟ ''**اِنْ ھُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ**'' (الزخرف:60) یہ بھی حضرت مولوی عبداللہ غزنوی کو الہام ہوا ہے۔ ''**فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْاوَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ**'' (الانعام:46)۔ قرآن مجید کی آیت ہے یا نہیں؟ پھر الہام ہوا ''**وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآءَھُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ** '' (البقرۃ:121) قرآنی آیت ہے یا نہیں؟

یہ سب الہام کن کو ہوئے؟

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ حضرت مولانا عبداللہ غزنوی صاحب کو؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضرت مولوی عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کو اور آگے دیکھیں یہ

بھی الہام ہوا ”صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا“ (الاحزاب: 57) یہ دیکھ لیجئے۔ پھر الہام یہ بھی ہوا لکھتے ہیں۔ ”قُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ “ (البقرۃ:239) اس میں کچھ قرآن کی آیت ہے کچھ الہام الٰہی کے الفاظ ہیں۔ تو اب یہ دیکھ لیں کہ سب الہام حضرت مولانا عبداللہ صاحب غزنوی پر نازل ہوئے اور ان میں سے وہ الہام بھی تھے جو خالصۃً رسول پاک محمد عربی ﷺ کی مقدس شخصیت کے ساتھ خاص طور پر مخصوص تھے۔ تو اب کوئی شخص اگر محض اس وجہ سے کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرآن مجید کی آیات میں الہام ہوئے، اعتراض کی بات بنالے تو اس کا کیا علاج۔

حضورؑ ”اربعین“ میں لکھتے ہیں کہ یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن مجید میں جو یہ ارشاد ہے کہ ”لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ“ سورۃ الحاقہ میں کہ اگر آنحضور ﷺ اپنی طرف سے کوئی بات بنا دیں تو خدا آپ کی شہ رگ کو کاٹ دیتا۔ تو یہ Criterion ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنے دیباچہ ”تفسیر ثنائی“ میں یہ بات لکھی ہے۔ کہتے ہیں کہ نظام عالم اس بات کا گواہ ہے کہ دعویٰ نبوت کاذبہ مثل زہر کے ہے۔ جو کوئی زہر کھائے گا وہ مارا جائے گا اور دنیا میں کسی ایک جھوٹے نبی کی امت نہیں کہی جاسکتی۔ کسی جھوٹے نبی کی امت اس کے مرنے کے بعد قائم نہیں رہی۔ اور دنیا کی تاریخ اس پر گواہی دے رہی ہے۔ چنانچہ مولانا تحریر فرماتے ہیں:

> ”یہ عبارت زیر خط واضح طور پر ہمیں ایک قانون الٰہی سے آگاہ کرتی ہے اور بتلاتی ہے کہ نظام عالم میں جہاں اور قوانین خداوندی ہیں، یہ بھی ہے کہ کاذب مدعی نبوت کی ترقی نہیں ہوا کرتی بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے۔ واقعات گزشتہ سے بھی اس امر کا ثبوت پہنچتا ہے کہ خدا نے کبھی کسی جھوٹے نبی کو سرسبزی نہیں دکھائی۔“

اور پھر حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

> ”دعویٰ نبوت کاذبہ مثل زہر کے ہے، جو کوئی زہر کھائے گا، ہلاک ہوگا۔“

(دیباچہ ”تفسیر ثنائی“ جلد اوّل صفحہ 17 مطبع چشمہ نور امرتسر۔ شوال 1313ھ)

تو یہ حضور نے Criterion پیش کیا اور فرمایا کہ پہلے بزرگ بھی یہ کہتے رہے ہیں کہ

آنحضرت ﷺ کو دعویٰ نبوت کے بعد خدا نے تئیس سال کی زندگی عطا فرمائی۔ تو یہ پیمانہ ہے صداقت کا، Criterion ہے کسی مدعی الہام کے لئے۔ یہ خدا کی طرف سے معیار ہے کہ محمد رسول اللہؐ کو خدا نے تئیس سال تک زندہ رکھا اور کوئی آپ کو شہید نہ کر سکا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ جی یہ Criataria جو ہے وہ شریعت والوں کے لئے ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ شریعت کیا چیز ہے، امر اور نہی ہے۔ مجھے بھی خدا نے قرآنی الہامات قرآن مجید کی آیات امر اور نہی میں سکھائی ہیں۔ مثلاً ”یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ“ (النور: 31) اب یہ قرآن کی آیت ہے کوئی نئی شریعت نہیں جو کہ آپ پر نازل کی گئی ہے۔

اب میں اس سلسلہ میں آخری ایک اور بات عرض کرنی چاہتا ہوں۔ حضرت مرزا عبدالحق صاحب (اللہ تعالیٰ آپ پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے) نے ایک سوال و جواب کی مجلس کا انتظام کیا۔ یہ خلافت ثالثہ کے زمانے کی بات ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں میرے متعلق کہا کہ سوالوں کے جوابات کے لئے اسے بھجوایا جائے۔ سوال و جواب انہی کی کوٹھی میں شروع ہوئے تو ایک عالم دین کھڑے ہو گئے۔ کہنے لگے جی ایک سوال ایسا ہے کہ جتنے بھی علماء اکابر سمجھے جاتے ہیں میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا مگر کوئی جواب نہیں دے سکا۔ میں نے کہا فرمایئے میں تو جن بزرگ علماء کا آپ نے ذکر کیا ہے، خاک پا بھی ہو جاؤں تو میرے لئے باعث سعادت ہے۔ فرمایئے اگر میرے ذہن میں بات آ گئی تو میں عرض کر دوں گا ورنہ اللہ کے سپرد کروں گا۔ **لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا** (البقرۃ:33) خدا ہی ہے جو اپنے فضل سے علم کے چشمے جاری فرماتا ہے زبان پر بھی اور دل اور دماغ پر بھی نازل کرتا ہے۔ کہنے لگے یہ Criterion وغیرہ نہیں ہے۔ یہ آپ لوگ دنیا کو دھوکہ دیتے ہیں کہ Criterion ہے۔ یہ تو آنحضرت ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ کوئی جھوٹی بات بنائیں تو خدا ان کی شہ رگ سے پکڑ لے اور ان کو سزا دے دے اور سلسلہ ختم ہو جائے۔ اس میں کہاں Criterion اور کہاں کون سا معیار ہے۔ یہ تو آنحضرت ﷺ کو خطاب ہے اور یہ خصوصیت آنحضرت ﷺ کی ہے، کوئی معیار نہیں ہے۔ خیر یہ کہہ کر بیٹھ گئے اور ساتھ ہی انہوں نے کہا؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

بڑے طنطنے اور رعب کے ساتھ انہوں نے یہ سوال پیش کیا اور ایک بڑا مناظرانہ اور مکابرانہ انداز اختیار کیا اور تمام لوگ اس سوال سے متاثر تھے۔

میں نے ان سے عرض کیا کہ میں سوال کا جواب از خود دینے کی بجائے یہ چاہتا ہوں کہ ہم دونوں محمد مصطفیٰؐ کے دربار میں پہنچیں اور حضورؐ کی خدمت میں پیش کریں اور حضورؐ کی زبان سے جو جواب ملے، اس پر صاد کریں۔ تو میں حضور نبی اکرم ﷺ کی زبان سے آپ کو اس کا جواب دیتا ہوں۔ نوٹ کرلیں آپ۔ آپ نے چیلنج کیا ہے کہ یہ Criterion نہیں ہے۔ حدیث میں لکھا ہے کہ ایک عورت آنحضور ﷺ کی خدمت میں ایک بہت ہی وقیع اور سربرآوردہ خاندان کی عورت تھی، پیش کی گئی جس نے چوری کی تھی یعنی اتنی چوری کہ جس پر حد جاری ہو جائے کیونکہ **السَّارِقُ** کا لفظ ہے۔ تو اس کے ساتھ صحابہ کے بھی تعلقات تھے اور ویسے بھی ایک بہت نمایاں درجہ کے خاندان سے اس کا تعلق تھا۔ صحابہ جن کی قیادت حضرت اسامہ بن زیدؓ کر رہے تھے، وہ حضور ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! پہلی دفعہ اس نے یہ حرکت کی ہے اور عالی پایہ خاندان اور خانوادے سے اس کا تعلق ہے۔ حضور ﷺ اگر نظر کرم فرمائیں تو اس کو بخش دیں۔ اس پر آنحضور ﷺ پر ایک جلالی شان طاری ہوئی اور حضور ﷺ نے انتہائی پُرشوکت اور پُرتمکنت الفاظ میں فرمایا۔

”و اللّٰہ لو سرقت فاطمة بنت محمد لقطعت یدھا“

(سنن النسائی کتاب قطع السارق ذکر اختلاف الفاظ الناقلین)

اللہ کی قسم تم اس عورت کی بات کرتے ہو، اگر میری بیٹی فاطمہ الزہراءؓ بھی اس جرم کا ارتکاب کرتیں **لقطعت یدھا** تو میں بلا تامل یہ حد اس پر بھی جاری کرتا۔ میں نے کہا سورۃ الحاقہ کی آیت کی پڑھیں آپ۔ **لَقَطَعنَا مِنهُ الوَتِينَ** کے الفاظ ہیں۔ وہ بھی **قطع** کا لفظ ہے، محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے بھی **قطع** کے الفاظ ہیں۔ وہاں شہ رگ کے کٹنے کا ذکر ہے، یہاں ہاتھوں کے کاٹنے کا ذکر ہے۔ پر ہے دونوں جگہ **قطع** اور **لَو** کا لفظ **تَقَوَّلَ** سے پہلے ہے اور **لَو** کا لفظ اس حدیث میں بھی

موجود ہے۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ حضرت فاطمہ کے ساتھ ہی مخصوص تھا کہ اگر وہ چوری کرتیں تو ان کے ہاتھ کاٹ دیئے جاتے۔ باقی سارے چوروں کو قیامت تک کے لئے رسول اللہ نے کھلی چھٹی دے دی کہ اگر وہ چوری کریں گے تو ان کو تو میں کچھ نہیں کہوں گا لیکن اگر میری بیٹی نے سرقہ کا ارتکاب کیا تو میں ضرور اس کے ہاتھ کو کاٹ دوں گا۔ میں نے کہا کیا یہ معنی ہیں؟ کون ظالم ہے جو یہ معنی پیش کرتا ہے۔ اس کے ایک ہی معنی ہیں کہ یہ ایسا خطرناک جرم ہے کہ اگر فاطمہ میری لخت جگر ہے جو **سیدۃ النساء اھل الجنۃ** ہے۔ (**صحیح البخاری کتاب اصحاب النبی ﷺ باب مناقب فاطمۃ علیھا السلام**) جو حسنؓ اور حسینؓ کی والدہ ہیں جو خود شبان جنت کے سردار ہونے والے ہیں۔ اگر ایسی برگزیدہ شخصیت بھی خدا کے حکموں کو توڑنے والی ہوگی تو میں حد کو ضرور جاری کروں گا۔

پس اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ یہ ایسا خطرناک جرم ہے خدا کے قانون، آسمان کے قانون میں کہ اگر محمد رسول اللہ ﷺ جیسا انسان جو شاہِ لولاک ہیں، جو شہنشاہ نبوت ہیں، جن کی خاطر کائنات بنائی گئی، جن کے استقبال کے لئے اور انتظام کے لئے تمام نبیوں کو بھیجا گیا، اگر وہ بھی اس کا ارتکاب کرتے تو خدا کی جو قہری تجلی تھی وہ ضرور اس سے انتقام لینے کے لئے حرکت میں آجاتی تو مرزا غلام احمد صاحب کی کیا حیثیت ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابل پر۔ تو خدا نے بتانے کے لئے کہ یہ خطرناک ترین جرم ہے جو کہ کسی انسان سے سرزد ہوسکتا ہے۔ جس جرم میں رسول اللہ کو خدا تعالیٰ نہیں چھوڑ سکتا وہ بانی جماعت احمدیہ کو کیسے چھوڑ سکتا تھا!!

میں نے آخر میں ان کو بتایا کہ یہ اتنی واضح بات ہے کہ ابن حزم اور دوسرے متکلمین نے عیسائیوں کے مقابلہ پر حربہ ہی یہی استعمال کیا ہے، وہ ہمیشہ چیلنج کرتے رہے ہیں۔ اس کے سوا اور کوئی دلیل نہیں تھی کہ بتاؤ دنیا میں کوئی ایسا انسان کہ جس نے آنحضرت ﷺ کی طرح نبوت کا دعویٰ کیا ہو اور دعویٰ کرنے کے باوجود تیئس سال تک ان کو خدا نے زندگی عطا فرمائی ہو۔ میں نے کہا یہ معیار تھا جو عیسائیوں کے سامنے متکلمین اسلام بغداد سے لے کر ہندوستان تک استعمال کرتے چلے آئے۔ یہی ہتھیار ہے اور یہی Criterion ہے جو آج مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت کرنے کے لئے بالکل نمایاں ہے۔ خدا کے فضل سے انہوں نے اس کے بعد بیعت کا اعلان کیا۔

مختصر سوانح حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ جزاکم اللہ۔ مولانا! حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے یہ پوچھا گیا تھا کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مختصر سوانح کیا ہے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اس پر بھی حضورؒ نے یہ ارشاد فرمایا وہ تو بڑی تفصیلی چیز ہے۔ ہم اس پر بھی ایک مختصر سا مقالہ پیش کر دیں گے۔ وہ مقالہ بھی پیش کر دیا گیا۔

ملت میں کون داخل اور کون خارج ہے؟

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ ایک سوال یہ ہوا حضورؒ سے کہ ملت میں کون داخل اور کون خارج ہے۔ اس حوالے سے حضور نے کیا ارشاد فرمایا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس سوال کے جواب میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے ایک بیان کا اقتباس اپنی زبان مبارک سے پڑھ کر سنایا جو حضرت مصلح موعودؓ نے 1953ء کی تحقیقاتی عدالت میں ارشاد فرمایا تھا۔ اس کے الفاظ یعنی اس کا مکمل متن میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ یہ وہ موقع تھا جبکہ جماعت اسلامی کے ایڈووکیٹ جو بعد ازاں انڈسٹری کے وفاقی وزیر بھی مقرر ہوئے۔ چوہدری نذیر احمد صاحب کی کتاب ''داستان پاکستان'' کا حوالہ میں دے چکا ہوں۔ ان کی جرح میں جو سوالات اٹھائے گئے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ''کیا آپ اب بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں جو آپ نے کتاب ''آئینہ صداقت'' کے پہلے باب میں صفحہ 35 پر ظاہر کیا تھا۔ یعنی یہ کہ تمام وہ مسلمان جنہوں نے مرزا غلام احمد صاحب کی بیعت نہیں کی خواہ انہوں نے مرزا صاحب کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج۔'' یہ سوال تھا جو جماعت اسلامی کے ایڈووکیٹ چوہدری نذیر احمد صاحب نے پیش کیا تھا۔ اب حضرت مصلح موعودؓ کا جو جواب ہے جسے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پیش فرمایا۔ اس کے الفاظ سنیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے 14 جنوری 1954ء کو جواباً فرمایا:

''یہ بات خود اس بیان سے ظاہر ہے کہ میں ان لوگوں کو جو میرے

ذہن میں ہیں مسلمان سمجھتا ہوں۔ پس جب میں کافر کا لفظ استعمال کرتا ہوں تو میرے ذہن میں دوسری قسم کے کافر ہوتے ہیں جن کی میں پہلے ہی وضاحت کر چکا ہوں۔ یعنی وہ جو ملت سے خارج نہیں۔ جب میں کہتا ہوں کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو میرے ذہن میں وہ نظریہ ہوتا ہے جس کا اظہار کتاب مفردات راغب کے صفحہ 240 پر کیا گیا ہے۔ جہاں اسلام کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں، ایک دون الایمان اور دوسرے فوق الایمان۔ دون الایمان میں وہ مسلمان شامل ہیں جن کے اسلام کا درجہ ایمان سے کم ہے۔ فوق الایمان میں ایسے مسلمانوں کا ذکر ہے جو ایمان میں اس درجہ ممتاز ہوتے ہیں کہ وہ معمولی ایمان سے بلندتر ہوتے ہیں، اس لئے جب میں نے یہ کہا تھا کہ بعض لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو میرے ذہن میں وہ مسلمان تھے جو فوق الایمان کی تعریف کے ماتحت آتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں بھی ایک روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی ظالم کی مدد کرتا اور اس کی حمایت کرتا ہے وہ اسلام سے خارج ہے۔''

(''تحقیقاتی عدالت میں حضرت امام جماعت احمدیہ کا بیان'' صفحہ 14-15 ناشر دار التجلید اردو بازار لاہور)

یہ جواب تھا جو حضرت مصلح موعودؓ نے تحقیقاتی عدالت میں پیش کیا اور اس کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پوری شان کے ساتھ دانشوران پاکستان کے سامنے پیش کیا تھا۔ اب اس میں، میں سمجھتا ہوں عربی کے الفاظ روایت رسول کے بیان ضرور ہونے چاہئیں اور یہ روایت علامہ سیوطیؒ نے لکھی ہے۔ اصل کنز العمال میں دوسری جگہ بھی موجود ہے۔

''من مشی مع ظالم و ھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من ربقۃ الاسلام''

جو شخص کسی ظالم کے ساتھ ہوا اور اسے پتا ہے کہ یہ ظالم ہے اور غاصب ہے فرمایا **فقد خرج من ربقۃ الاسلام** وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔''

کیا احمدی اپنے آپ کو اقلیت سمجھتے ہیں؟

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ جزاکم اللہ۔ ایک سوال الفضل 13 نومبر 1946ء کے حوالے سے کیا گیا تھا کہ اس میں حکومت برطانیہ سے عرضداشت کی گئی ہے کہ پارسیوں کی طرح ہمیں بھی علیحدہ حقوق دیئے جائیں، گویا آپ لوگ پہلے دن سے ہی اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ اقلیت سمجھتے ہیں۔ اس کا جواب حضور نے کیا دیا تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اس کا نہایت پیارا جواب تھا۔ حضورؒ نے فرمایا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے یہ خطبہ تو آل انڈیا مسلم لیگ کی تائید میں دیا تھا اور اس میں آپ نے یہ ذکر فرمایا تھا کہ ہم لوگ تحریک پاکستان کی پُر زور حمایت کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہ حضرت مصلح موعودؓ نے اس خطبہ میں بیان فرمایا ہے۔؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اس خطبہ میں حضور نے برطانیہ کو مخاطب کرتے ہوئے اور پبلک کے سامنے، سیاسی جماعتوں کے سامنے اپنا نظریہ اور اپنا مسلک پیش کیا تحریک پاکستان کے سلسلے میں۔ فرمایا کہ ہم احمدیوں کی پارسیوں سے بڑھ کر تعداد ہے اور پاکستان کی جو مخالف تحریکیں ہیں، انہوں نے اپنی تحریک کو مضبوط بنانے کے لئے بعض دوسرے غیر مسلموں کو پاکستان کی تحریک کے خلاف استعمال کیا ہے اور حکومت برطانیہ نے بھی ان دوسری جماعتوں کو جو Pro Congress ہیں ان کو ایک مستقل اقلیت کی حیثیت سے قانون میں جگہ دی ہے اور اس کے نتیجے میں کانگریس کو بڑی تقویت ہوئی اور وہ اپنے اس موقف کو اور زیادہ زوردار پیرایہ میں بیان کر رہی ہے کہ کانگریس حقیقتاً آل انڈیا پلیٹ فارم پر مخاطب ہو رہی ہے اور وہی دراصل آئینی اور جمہوری انداز سے ملک کی اصل تنظیم ہے اور اصل وہی وکیل ہے۔

تو اس واسطے یہ نتیجہ نکلا کہ پارسیوں کو اور دوسرے فرقوں کو جو مذہبی فرقے کہلاتے ہیں ان کو گورنمنٹ نے بحیثیت اقلیت کے حقوق دیئے۔ مگر جماعت احمدیہ جو کہ تائید کرتی ہے مسلم لیگ کی، ہمیں کیوں وہ حقوق نہیں دیئے جاتے؟ تا کہ پاکستان کی تحریک کے حق میں جو پراپیگنڈہ ہے، اس میں اور زیادہ قوت پیدا ہو جائے۔ یہ تو حضرت مصلح موعودؓ نے جواب دیا تھا۔ اور اسی کو حضرت خلیفۃ المسیح

الثالثؒ نے پیش کیا کہ یہ اس لئے کیا گیا تھا۔ جس طرح کانگریس نے پارسیوں کے اقلیت ہونے کی وجہ اور حقوق کی وجہ سے اپنے موقف میں زور پیدا کیا۔ حضور چاہتے تھے کہ اگر یہی Criterion ہے تو پھر برطانوی حکومت کا فرض ہے کہ پھر ہمیں بھی مسلم اقلیت میں شمار کرے اور ہم تائید کریں تا کہ پاکستان کے پلیٹ فارم سے مسلم لیگی زعماء اپنی اس تحریک کے حق میں زوردار پراپیگنڈہ کریں۔ تو یہ موقف تھا دراصل جو حضرت مصلح موعودؓ نے مسلم لیڈروں سے مشورہ کے بعد اختیار کیا۔

اب ضمناً میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ملّاں کی ہر بات ہی انوکھی ہوتی ہے، مثلاً ربوہ کے بننے کے بعد یہ مطالبہ کیا گیا کہ جی کھلا شہر ہونا چاہئے۔ اب کھلا شہر کے معنی یہ جو Terminology ہے ان کی نگاہ میں یہ ہے کہ ایسا شہر ہو کہ جس میں ہم گالیاں دے سکیں احمدیوں کو اور لوٹ مار مچا سکیں۔ لیکن جو Politically ٹرم ہے، اگر انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا کو دیکھیں اس میں Open City کے ماتحت یہ معنی بیان کئے گئے ہیں کہ ایسا شہر جس کے متعلق اقوام متحدہ یہ فیصلہ کرے کہ اگر کوئی عالمگیر سطح پر جنگ ہو تو اس شہر کو بمباری سے مستثنیٰ کیا جائے۔

ویٹی کن (Vatican) اس لئے Open City کہلاتا ہے۔ تو اصل معنی یہ ہیں اور ملّاں Open City کو ان معنوں میں استعمال کرتا ہے کہ اس میں گالیوں کی اجازت دی جائے، فتنہ پردازی کی اجازت دی جائے، جلوس نکالنے کی اجازت دی جائے، لاؤڈ سپیکر لگا کر گالیوں کی اجازت دی جائے۔ تو یہ عجیب وغریب بات ہے۔ ؎

سبو اپنا اپنا ہے جام اپنا اپنا
کئے جاؤ مے خوارو کام اپنا اپنا

تو یہ ظالم اسلام اور ختم نبوت کا نام لے کر مغربی دنیا کی Diplomatic جو پالیسی ہے اس کی Terminology تو استعمال کرتے ہیں مگر اتنا بھی عقل اور دماغ نہیں ہے کہ اس کے معنی کیا ہیں؟ اقلیت کا بھی یہی ہے۔ ہمیشہ یاد رکھیں اور ابتداء میں جب اقلیت قرار دینے کی تحریک وزیر اعلیٰ پنجاب ممتاز دولتانہ صاحب کے زمانے میں اٹھائی گئی تو انہوں نے غالباً سیالکوٹ یا پسرور میں (دولتانہ صاحب اس وقت وزیر اعلیٰ تھے) یہ تقریر کی کہ ان احمقوں کو یہ بھی خیال نہیں آتا کہ اقلیت

کا مطالبہ خود اقلیت کیا کرتی ہے۔ دنیا میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی دوسری قوم کسی کے لئے اقلیت کا مطالبہ کرے۔ احمدی تو اس بات کا مطالبہ ہی نہیں کرتے اور اقلیت کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ نظام حکومت کو چلانے کے لئے خواہ وہ فیڈرل سسٹم ہو اور خواہ وہ ایسا سسٹم ہو جس میں کہ مرکزیت ایک جماعت کو حاصل ہو۔ اس میں جو Majority رکھنے والی جماعت ہوتی ہے اس کو تو تمام حقوق حاصل ہوتے ہیں لیکن چھوٹی کم تعداد رکھنے والے جو لوگ ہیں وہ اکثر اپنے معاشی حقوق سے محروم ہو جاتے ہیں۔ سول ملازمتوں میں ان کو پیچھے رکھا جاتا ہے۔

اب دیکھیں مسلمان پاکستان سے زیادہ ہندوستان میں ہیں اور وہ اقلیت میں ہیں اور حکومت ہندوستان ان کو اقلیت میں شمار کرتی ہے مگر اس کے باوجود آپ دیکھیں وہ دس کروڑ اقلیت میں ہیں۔ جس طرح انہوں نے ہمارے متعلق کہا کہ تم اقلیت میں ہو۔ خود مسلمانوں نے کہا کہ ہمیں یہاں اقلیت کے حقوق دئے جاتے ہیں اور آج تک مسلمان یہی کہہ رہے ہیں۔ یہ نہیں کہ اس کو مرتد قرار دے کر قتل کر دیا جائے جس طرح کہ ملاّں کا مذہب ہے۔ جب یہ لوگ ہمارے متعلق اقلیت کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ تو ان کے محضر نامہ میں تھا کہ مرتد اقلیت شمار کیا جائے۔ حالانکہ یہ کوئی Terminology دنیا میں نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دیکھیں کہ اسلام کی پہلی حکومت تھی مدینہ کی۔ اس میں کوئی اقلیت یا ''مرتد اقلیت'' کا کوئی لفظ موجود تھا؟ وہاں تو میثاق مدینہ میں رسول پاک ﷺ نے جو اس وقت الفاظ لکھے، یہ ہیں کہ مدینہ کے یہود امت اسلام میں شامل ہیں۔ جو حقوق مسلمانوں کو حاصل ہیں وہ مدینہ کے رہنے والے یہودیوں کو بھی حاصل ہیں۔ وہاں کوئی اقلیت کا تصور ہی نہیں تھا۔ مرتد اقلیت تو آج ملاّں نے بنایا ہے فیج اعوج کے زمانہ کے بعد۔

اقلیت جو کہ آج دنیا میں تین چار صدیوں سے مروج ہے۔ اقلیت کا معاملہ جو تھا ہندوستان میں بھی سب سے بڑا رہا کیونکہ مسلمان اقلیت میں تھے۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب، سر آغا خان صاحب، حضرت قائداعظم ان سب نے یہ کہا کہ اگر ہم اقلیت میں ہیں تو ہمارے حقوق کو محفوظ کرنا ضروری ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں ہے جو مسلمانوں کو محروم کر سکے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم مسلمان اقلیت میں ہیں۔ مگر ہم مستقل قوم ہیں۔ اس واسطے جب تک کہ ہمارے حقوق محفوظ نہیں

ہوں گے ہندوستان کو آزاد نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ ہندوستان کو آزاد کیا جائے مگر آزادی اس شکل میں ہونی چاہئے کہ ہمیں ہندو کے رحم وکرم پر نہ چھوڑا جائے۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ انگریزوں کے جانے کے بعد ہم ہندوؤں کے مستقل غلام ہو جائیں، یہ پالیسی تھی، یہ تھیوری تھی حضرت قائد اعظم کی۔ یہی مسلک تھا جماعت احمدیہ کا۔

ہمارے بزرگ احمدی جن میں کشمیر کے بھی بعض لیڈر تھے، مجھے انہوں نے بتایا کہ اس زمانے میں مثلاً خواجہ غلام نبی گلکار مرحوم جو آزاد کشمیر کے بانی لیڈر تھے اور اس کے سب سے پہلے صدر تھے۔ وہ صوبہ سرحد میں اس زمانہ میں گئے جس وقت کہ عبوری حکومت قائم ہوگئی اور مسلم لیگ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور جماعت احمدیہ کے تعاون سے نہ صرف مرکزی اسمبلی میں بلکہ صوبائی اسمبلیوں میں بھی بھاری اکثریت حاصل ہوگئی اور جمہوری لحاظ سے یہ ثابت ہو گیا کہ ہندوستان کے مسلمان پاکستان کو چاہتے ہیں اور مسلم لیگ ہی دراصل مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے۔ تو گلکار صاحب کہتے ہیں کہ حضرت صاحب کا ارشاد تھا کہ سرحد میں جانا چاہئے اور وہاں چونکہ اس وقت حکومت عبدالغفار خان صاحب کی تھی۔ اکثریت مسلمانوں کی تھی مگر اقتدار اس وقت کانگریس کا تھا عملی لحاظ سے۔ جو جماعت احمدیہ کے وفود وہاں پر گئے تو خواجہ غلام نبی گلکار مرحوم نے مجھے بتایا کہ ہم وہاں پر Debate کرتے اور کہتے تھے کہ ہم مسلمانوں کا پاکستان لینے کا مسلک بالکل واضح ہے اور مثال یہ پیش کرتے تھے کہ دیکھو اگر ایک جگہ پر بکری ہو، ساتھ بھیڑیا کھڑا ہو، ساتھ شیر ہو، تو کتنی واضح بات ہے بکری اس وقت تک محفوظ ہے جب تک شیر موجود ہے۔ شیر ادھر ادھر ہو گیا تو پھر بکری بھیڑیے کا لقمہ بن جائے گی۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ کراؤن (Crown) کی حکومت خود اس کا Slogan، خود اس کا نشان بھی، ایسٹ انڈیا کمپنی کا بھی شیر تھا۔ (میرے پاس تو اس زمانے کے سکے بھی موجود ہیں اور ان میں شیر ہی کا نشان ہے۔) ہم کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی حیثیت ایک بھیڑ یا بکری کی ہے۔ ہندو بھیڑیا ہے اور ہمیں کھا جانا چاہتا ہے۔ ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ جب تک مسلمانوں کے حقوق محفوظ نہ ہو جائیں، شیر کو یہیں رہنا چاہئے اور یہ آواز ہر ایک مسلمان کی ہے کہ کانگریس ایک بھیڑیا ہے، اس سے بچاؤ کے لئے ضروری ہے کہ شیر بکری کی حفاظت کا سامان کر کے جائے۔ اس کے سوا ہم آزادی کو اپنے لئے

بربادی سمجھیں گے اور شیر کے جانے کے بعد مسلمانوں کا قتل عام اور خون ہو جائے گا۔

یہ مسلک تھا۔ اقلیت اس وقت کیوں کہا گیا تھا؟ مسلمان کیوں کہتے تھے کہ اقلیت کے حقوق ہمیں دیئے جائیں۔ اس لئے کہ ڈیموکریسی ہو یا فیڈریشن ہو یا کنفیڈریشن ہو اکثریتی پارٹی جو ہوتی ہے خواہ وہ مذہبی ہو، Political ہو یا معاشی بنیادوں پر قائم کی گئی ہو، جس طرح کی مثلاً ٹوری پارٹی ہے یا کنزرویٹو پارٹی ہے یا ڈیموکریٹک پارٹیاں ہیں، کینیڈا میں ہیں یا انگلستان میں۔ ہر ملک میں یہی صورتحال ہے تو واضح بات ہے کہ زیادہ تر حقوق معاشی اور ملکی جو ہیں وہ اکثریتی پارٹی کے پاس چلے جاتے ہیں۔ کلیدی اسامیاں ان کے پاس ہوتی ہیں۔ اقلیتی گروپ جو ہے وہ ہمیشہ محروم رہتا ہے، تو اقلیت اس کو قرار دیا جاتا ہے جس کے متعلق یہ تسلیم کیا جائے کہ اکثریتی پارٹی کی زد میں ان کے حقوق آجائیں گے۔ تو اصل حقوق سے بھی زیادہ ان کو دئے جاتے ہیں تا کہ عوام میں ان کی بھی آواز ہو اور سرکاری حلقوں میں ان کو بھی ملازمتیں مل سکیں۔ اقلیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم ان کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر مرتد سمجھتے ہیں اور مرتد کی سزا قتل ہے۔ یہ ہے ان کا خیال اور تصور ان کا تو میں یہ واضح کرنا ضروری سمجھتا تھا۔

لاہوری گروپ کو کیا سمجھتے ہیں؟

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ جماعت احمدیہ کا ایک گروپ جو خلافت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے حوالے سے اختلاف کے بعد ہم سے علیحدہ ہوا اور ''لاہوری گروپ'' کہلایا۔ اس حوالے سے بھی حضورؒ سے سوال پوچھا گیا کہ آپ انہیں کیا سمجھتے ہیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ بس حضور نے ایک ہی لفظ میں جواب دیا۔ احمدی۔

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ یعنی باوجود اس اختلاف کے، ہم انہیں احمدی ہی سمجھتے ہیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ احمدی ہی سمجھتے ہیں۔ اب میں آپ سے عرض کروں کہ تمام خلفاء، حضرت مصلح موعودؓ نے بھی فرمایا کہ جو لوگ خلافت سے الگ ہیں وہ نظام جماعت سے ضرور الگ ہیں مگر جب خود اپنے تئیں احمدی کہتے ہیں ہم ان کو غیر احمدی کیسے کہہ سکتے ہیں۔ یہی ہمارا مسلک ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ ہم یقیناً اس کو مسلمان کہیں گے۔ ایک کہے گا میرا

ہندوازم سے تعلق ہے ہم اس کو ہندو کہیں گے۔ تو یہ بنیادی مسلک ہے جماعت احمدیہ کا۔

اب میں ایک چھوٹی سی بات اس سلسلے میں کہنی چاہتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا جواب تو میں نے عرض کر دیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی اجازت سے ہی میں جلسوں میں جاتا تھا خواہ خدام کے جلسے ہوں۔ بدوملّہی میں مثلاً مولانا عطاء المجیب راشد صاحب اس وقت خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے صدر تھے، ان کے ساتھ وہاں پر گئے۔ اس کے علاوہ بھی کئی موقعوں پر جانے کا موقع ملا۔ تو بڑی دلچسپ بات ہوئی۔ وہاں پر کسی زمانہ میں بڑی مضبوط غیر مبائعین کی جماعت سمجھی جاتی تھی۔

وہاں دو باتیں ہوئیں۔ ایک بات تو اس وقت ہوئی جبکہ میں بدوملہی کے پریذیڈنٹ صاحب کی بیٹھک میں بیٹھا کتابیں کھولے، اپنے آخری نوٹ لکھ رہا تھا اور چار پانچ منٹ باقی ہوں گے۔ یوم مسیح موعود علیہ السلام کی تقریب تھی۔ میں کچھ لکھ رہا تھا۔ کتابوں کو ترتیب دے رہا تھا تو ایک پُر جوش داعی الی اللہ نوجوان تھے، انہوں نے السلام علیکم کہا اور آگے آئے اور ساتھ دو بڑی بڑی لمبی داڑھی رکھنے والے اہلحدیث بزرگ عالم بھی تھے۔ خاصی بڑی عمر تھی ان کی اور اِذَا جَآءَكُمْ كَرِيْمُ قَوْمٍ فَاَكْرِمُوْهُ (سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب اذا جاء کم کریم قوم فأکرموہ) آنحضورؐ کا ارشاد ہے۔ کسی قوم کا کوئی معزز شخص آئے تو اس کا خیر مقدم کرنا چاہئے۔ یہی ارشاد نبویؐ ہے یہی ہم نے اختیار کیا ہے۔

یہ نہیں ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پچھلے سے پچھلے سال (یعنی 2005ء میں) لدھیانہ سے جب گذرنے والے تھے تو وہاں حبیب الرحمان بوکے کی جو اولاد رہتی ہے۔ انہوں نے ہندوؤں کی طرح وہاں پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آمد پر آپ کے نام پر پتلے جلانے شروع کئے۔ ہندوؤں کا یہی ہوتا ہے کہ جب کسی کی مخالفت کرتے ہیں تو پھر اس کے پتلے جلاتے ہیں اور یہ صورت پھر بعد میں باہر کی دنیا نے بھی کی۔ بہر حال یہ خبر ہند سماچار میں آئی یہ ان کا اکرام کا انداز تھا! رسول اللہؐ نے تو یہ فرمایا تھا کہ اکرام کیا جانا چاہئے اور احراری چونکہ مجسم کانگرسی اور کمیونسٹ تھے انہوں نے اس وقت ہندوؤں کی طرح پتلے جلائے اور پتلے جلاتے ہیں ہندو۔ اس وقت جبکہ کوئی ہندو بیرونی ملک میں مر جائے تو اس کی چتا کو تو آگ نہیں لگا

سکتے۔ پھر وہ اس کے نام پر دراصل پتلا جلاتے ہیں۔ تو یہ اسوہ گاندھی اور اسوہ پٹیل پر انہوں نے عمل کیا۔

آنحضور ﷺ کے ارشاد پر میں نے تو بہر حال آنحضور ﷺ کے غلاموں کے ادنیٰ ترین چاکر ہونے کے اعتبار سے اِذَا جَاءَ کُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہُ کے لحاظ سے ان کا اعزاز واکرام کیا، بٹھایا ان کو۔ حالانکہ اس وقت جب دو تین منٹ رہ گئے تھے اور میں نے جانا تھا اور سینکڑوں کی تعداد میں احمدی انتظار میں تھے اور میں مرکزی نمائندہ تھا۔ میں نے کہا ارشاد فرمائیں آپ کی بڑی ذرہ نوازی ہے کہ آپ کی زیارت ہوئی، ایسے وقت میں جب دو تین منٹ میرے یہاں سے جلسہ گاہ میں جانے کے رہ گئے ہیں۔ مقصود یہ تھا کہ یہ غور فرمالیں کہ یہ لمحہ ہے میرے لئے۔ کہنے لگے کہ جی دو سوال ہم لے کر آئے ہیں۔ میں نے کہا جی فرمائیں۔ کہنے لگے کہ جی یہ جو لاہوری گروپ ہے اس کو آپ کیا سمجھتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ تمہیں دراصل الجھانا چاہتے ہیں تقریر سے پہلے۔ جس طرح حضرت مسکین فریدآبادیؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں یہ لطیفہ سنایا کہ میں حضرت نواب محمد علی خانؓ صاحب اور حضرت نواب محمد عبد اللہ خانؓ صاحب دونوں کا خادم ہوں۔ چند دن ہوئے مجھے دونوں نے آواز دی اپنے اپنے کام کے لئے۔ اب میں بڑا پریشان تھا تو میں نے اونچی آواز سے یہ لفظ کہے جو شعر کے ہیں۔ ؎

نوابین نے مجھے پکارا
مضمون ہو گیا الٹا پلٹا سارا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت مسکرائے۔

تو میں نے بھی خیال کیا کہ اب یہ لوگ مضمون کو الٹا پلٹا کرنے کے لئے آئے ہیں۔ خدا نے میرے ذہن میں ڈالا۔ میں نے کہا کہ حضرت بات یہ ہے کہ آپ نے لاہوری گروپ کے متعلق پوچھا ہے نا۔ ہمارا اتنا اختلاف لاہوریوں سے نہیں جتنا آپ کا بریلویوں سے ہے۔ آپ بریلویوں کو مشرک کہتے ہیں اور وہ آپ کو گستاخ رسولؐ کہتے ہیں۔ ہم لاہوری جماعت کو احمدی کہتے ہیں۔ انہیں گستاخ رسولؐ کبھی کہا ہے اور نہ مشرک کا نام دیا ہے۔ اختلاف صرف اتنا ہے کہ حدیث رسولؐ میں مسلم شریف میں آنے والے مسیح ابن مریم کے لئے چار دفعہ نبی اللہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ہم کہتے ہیں

کہ نبی سے مراد حقیقتاً نبی ہے اور ہمارے لاہوری احمدی بزرگ جو ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد محدث ہے۔ بس اتنا فرق ہے۔ کہنے لگے ہاں اس بارے میں تو آپ ٹھیک کہتے ہیں لیکن اصل سوال ایک اور ہے۔

میں نے کہا وہ کیا ہے۔ کہنے لگے کہ جی اصل سوال یہ ہے کہ الیکشن ہوا اور اس میں آپ نے کمیونسٹ پارٹی، پیپلز پارٹی والوں کو ووٹ دیئے اور جن پارٹیوں میں ہم علماء موجود تھے آپ نے ان کو نظر انداز کر دیا۔ یہ ایک الٰہی جماعت کے لئے تو زیب نہیں دیتا جو کہ مذہبی اور مسلمان ہونے کی علمبردار ہو۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ میں نے اس وقت جو میرے پاس چند کتابیں تھیں ان میں جلدی میں اور یہی چیز دراصل اسمبلی میں ہوئی اور اس کے پیچھے چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی روحانیت اور توجہ کام کرتی تھی اسمبلی میں بھی اور ان جلسوں میں بھی جن میں حضورؒ کے ارشاد پر میں شامل ہوتا تھا۔ تو اسی توجہ میں میں نے جلدی میں وہ کتاب رکھ لی۔ حالانکہ بظاہر یوم مسیح موعود سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ مولانا مودودی صاحب کی کتاب تھی اور ''جماعت اسلامی کا انتخابی نظریہ'' تقریباً یہی نام تھا اس کا۔ یہ اس وقت کا کتابچہ تھا جو انہوں نے پاکستان کے بعد 1950ء میں پنجاب میں ہونے والے سب سے پہلے الیکشن کے زمانہ میں لکھا تھا۔ اس میں یہ لکھا کہ مسلم لیگ تو ایک پرلے درجے کی ذلیل جماعت ہے اور اس کی وجہ سے ہی ساری گندگی پاکستان میں پھیلی ہوئی ہے، اس سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے۔ مگر حدیث میں لکھا ہے اور بہت سی حدیثوں میں ہے بلکہ مسلم شریف میں کتاب الامارۃ میں کئی حدیثیں ہیں کہ

> خدا کی قسم! آنحضورﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے کوئی عہدہ طلب کرنے کی کوشش کی۔ حضورؐ نے فرمایا خدا کی قسم! ہم کسی عہدہ طلب کرنے والے کو کوئی عہدہ دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی خائن نہیں ہے۔

میں نے کہا یہ آنحضرتﷺ کی حدیث تھی۔ یہ سب علماء خواہ مودودی ہوں خواہ بریلوی ہوں، خواہ جماعت اسلامی سے ان کا تعلق ہو یا کسی اور جماعت سے ان کا تعلق ہو۔ وہ ان حدیثوں کو ساری عمر پڑھتے رہے، درس دیتے رہے، کتابیں چھاپتے رہے۔ بھٹو تو ایک سیاستدان ہے۔ (بھٹو

صاحب اس وقت زندہ تھے) اور اس کی پارٹی ایک سیاسی پارٹی ہے۔ اس کے سوا کوئی حیثیت نہیں۔ انہوں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کی حدیث پڑھی نہ ان کو ضرورت ہے۔ ایک کمیونسٹ کو کیا ضرورت پڑی ہے۔ لیکن حیرت کی بات ہے جب یحییٰ خان صاحب کے لیگل فریم ورک کے مطابق انتخابات شروع ہونے لگے تو بھٹو پارٹی بعد میں پہنچی اور ملاّں پہلے پہنچا ہوا تھا۔

ہم نے سوچا کہ یہ لوگ ساری عمر رسول اللہ کی حدیث پڑھتے رہے۔ جن میں اہلحدیث بھی ہیں اور جماعت اسلامی والے بھی ہیں کہ ''وہ شخص سب سے بڑا خائن ہے جو خود کوئی عہدہ طلب کرنے کے لئے پراپیگنڈہ کرتا ہے یا کوشش کرتا ہے'' مگر عجیب لوگ ہیں کہ اس حدیث رسولؐ کو ردی کی ٹوکری میں ڈال کر ملاّں سب سے پہلے پہنچا ہے۔ تو جماعت احمدیہ نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم دہریہ اور کمیونسٹوں کو ووٹ دیں گے مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے ان گستاخوں کو ووٹ نہیں دے سکتے جو ساری عمر رسول اللہؐ کی حدیث پڑھتے رہے اور اقتدار کی خاطر خدا کے رسولؐ کی بات کی ایسی بے حرمتی کی کہ اس کو پارہ پارہ کر کے ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا اور اقتدار کی خاطر میدان انتخاب میں آ گئے۔ کہنے لگے تم نے ٹھیک کیا۔

میں جب واپس آیا۔ طریق یہ تھا کہ فوراً حضورؒ کی خدمت میں رپورٹ پیش کرتا تھا یا اگر نماز کا وقت ہوتا تو پھر نماز کے معاً بعد حضورؒ چلتے چلتے مجھ سے پوچھ لیتے۔ میں نے جب یہ بات کی تو حضورؒ بہت خوش ہوئے۔ فرمایا کہ تم نے بہترین وکالت اور ترجمانی کی ہے جماعت احمدیہ کی۔

توہین حسین علیہ السلام کا جواب

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی مصرع ''صد حسین است در گریبانم'' پر اعتراض کیا جاتا ہے جو اسمبلی میں بھی کیا گیا کہ اس سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی توہین ہوتی ہے۔ اس سوال کے جواب میں حضورؒ نے کیا ارشاد فرمایا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ واقعی جس طرح آپ نے فرمایا ہے اشتعال دلانے کے لئے، استہزاء کے لئے تو محمدی بیگم کی پیشگوئی اور سنّی اور شیعہ حلقوں میں اشتعال کے لئے اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ سوالات کیونکہ بے شمار تھے اور حضور حضرت خلیفۃ المسیحؒ صرف اسمبلی کے دانشوروں

کے سامنے جماعت احمدیہ کے عظیم الشان علم کلام اور مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مسلک کی حقانیت کا دن چڑھانے کے لئے نمونے پیش کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے حضورؒ نے بعض جوابات تفصیل سے دیئے اور بعض جواب اشارۃً دیئے اور خود وہ اشارہ بھی ان کے لئے دراصل کافی تھا۔

حضورؒ نے اس موقع پر علامہ نووی جو کہ برصغیر کے بہت ہی بلند پایہ شاعر تسلیم کئے جاتے ہیں ان کے دیوان کا سب سے پہلا شعر پڑھا۔ یہ شعر جو حضورؒ نے پڑھا ہے وہ عکس تھا جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے انڈیا آفس سے میسر آیا تھا۔ اس وقت ہمارے محمد اکرم خان غوری صاحب مرحوم جو کہ نیروبی افریقہ میں رہے۔ بہت ہی عظیم انسان تھے۔ خدا نے ان کو خلافت ثالثہ میں الہاماً بتا دیا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ خلیفہ بننے والے ہیں۔ ربوہ میں رہے پھر دفتر میں کام کرتے رہے۔ لندن میں گئے تو میں نے بعض چیزیں ان سے منگوائیں۔ انگریزی میں میرے جتنے بھی مقالے مولانا بشیر احمد خان صاحب رفیق نے ''مسلم ہیرلڈ'' میں شائع کئے ہیں۔ ان کا ترجمہ انہی کے قلم سے ہوا ہے۔ اس شان کے انسان تھے کہ جب نیروبی میں تھے، حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب اس وقت امیر جماعت تھے تو انہوں نے ان کی اجازت سے حضورؓ کی خدمت میں لکھا کہ حضور ٹبورہ اگر تشریف لائیں تو سارے اخراجات میں ادا کروں گا۔ یہ عکس محمد اکرم خان صاحب غوری کے ذریعہ سے مجھے ملا ہے اور اس پر انڈیا آفس کی مہر بھی لگی ہوئی ہے۔ اس قلمی نسخہ کا پہلا شعر یہ ہے۔ (فارسی دیوان ہے) ؎

صد حسین کشتہ در ہر گوشہ صحرائے من
کربلا عشقم لب تشنۂ سر تا پائے من

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ ''کربلا عشقم ''میں عشق کا کربلا ہوں اور ''لب تشنہ سر تا پائے من'' اور سر سے لے کر پاؤں تک پیاسا ہوں، تشنہ ہوں۔ ''صد حسین کشتہ در ہر گوشہ صحرائے من'' اور میرے صحراء کے ہر گوشہ میں سو سو حسین مقتول اور شہید موجود ہیں۔ تو تشبیہ دینے والوں نے تو یہاں تک کہا ہے۔ یہ جواب تھا جو حضورؒ نے دیا۔

اب اس سلسلہ میں ایک چھوٹی سی بات یہ عرض کروں جو حضورؒ کے اس ارشاد کے مطابق

تحقیق کے بعد میرے سامنے آئی۔ وہ یہ ہے۔ مولانا محمد علی جوہر صاحب کا ایک مشہور شعر ہے۔ ؎

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اب میں پوچھتا ہوں کہ یہ جو دوسرا مصرعہ ہے ''اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد'' کربلا تو ایک ہی ہے جو عراق میں ہے۔ یہ ہر کا لفظ بتاتا ہے کہ یہ تشبیہ ہے دراصل۔ استعارہ ہے، یہ مجاز اور کنایہ ہے۔ تو استعارہ میں مصیبتوں کو اور دکھوں کو کربلا کہا جاتا ہے۔ اور اس میں مبتلا ہونے والے کو حسینؓ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ یہی تشبیہ اس میں ہے تو جب ہر کربلا کے لحاظ سے بہت سے کربلا ہیں تو پھر حسینؓ بھی بہت سے ماننے پڑیں گے۔

یہ دیکھیں شعبہ اشاعت امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان گورنمنٹ ڈگری کالج ڈیرہ غازی خان کا یہ رسالہ ہے۔ ''لمحہ فکریہ'' کے عنوان پر ہے۔ اور اس میں لکھا ہے'' حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول کل یوم عاشوراء و کل ارض کربلا ہر دن ہمارے لئے دس محرم کی تاریخ ہے اور ہر ایک زمین ہمارے لئے کربلا ہے۔ اب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہر جگہ کو کربلا قرار دیا ہے کیونکہ مصائب میں مبتلا تھے۔ اور ہر دن کو یوم عاشوراء قرار دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی یہی فرماتے ہیں۔ آپ کا شعر یہ ہے۔ ؎

کربلائے ست، سیرِ ہر آنم
صد حسین است، در گریبانم

حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری تو فرمایا کرتے تھے کہ اس سے بہتر کوئی تشبیہ ہی نہیں ہوسکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ فرماتے ہیں کہ میں جو محمد عربی ﷺ کے دین کی طرف سے دفاع کر رہا ہوں، اسلام کے دشمن جن میں برہمو سماج شامل ہیں، سناتنی شامل ہیں، دیو مارگی شامل ہیں، عیسائی شامل ہیں، ہندو شامل ہیں، سکھ شامل ہیں، بدھسٹ شامل ہیں۔ ان تمام کے تمام نے میرے لئے ہر جگہ کربلا بنائی ہوئی ہے۔ ہندوستان کا چپہ چپہ میرے لئے کربلا بن گیا ہے۔ ہزاروں لاکھوں کربلا ہوئے یا نہ ہوئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے مطابق! تو فرماتے

ہیں بے شمار کربلائیں میرے لئے بنائی گئی ہیں، اسلام کے دشمنوں کی طرف سے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ''آئینہ کمالات اسلام'' میں فارسی کلام ہے۔ اس میں فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کی راہ میں اگر میں لاکھوں بار بھی شہید کر دیا جاؤں تو میرے لئے بہت بڑی سعادت ہے۔ تو یہی مضمون یہاں پر ہے۔ فرمایا کہ اسلام کے دشمن مجھ پر ہر لحہ حملہ کرتے ہیں گویا ان کی نگاہ میں ان کے مقابل پر ایک حسینؑ نہیں بلکہ سو حسینؑ نظر آتے ہیں۔ یعنی سو عشاق محمدؐ کی طاقت انہیں مجھ میں نظر آتی ہے۔ اس واسطے وہ ایک دفعہ میرے لئے کربلا نہیں بناتے، سینکڑوں بار میرے لئے کربلا بناتے ہیں۔ آپ دیکھیں کتنے مقدمے کئے گئے ہندوؤں کی طرف سے، عیسائیوں کی طرف سے اور ان میں ہندو شامل، اس میں مسلمان کہلانے والے شامل۔ اس کربلا بنانے والوں میں کتنے یزیدی اکٹھے ہو گئے تھے۔ تو فرماتے ہیں کہ مجھ پر حملہ کرنے والے اسلام کے دشمن ایک بار حملہ نہیں کرتے بلکہ سینکڑوں بار کرتے ہیں اس لئے کہ انہیں نظر آتا ہے کہ اسلام کا دفاع کرنے والا ایک حسینؑ نہیں بلکہ سو حسینؑ ہیں۔ اس لئے سینکڑوں دفعہ ان پر حملہ کیا جا رہا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر اسلام اور محمد عربی ﷺ اور امام حسینؑ کی عظمت کا تصور نہیں ہو سکتا۔

اب آخر میں خود مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں بتاتا ہوں کہ حضرت امام حسینؑ کا مقام کیا ہے؟ آج تک حضرت امام حسین علیہ السلام کی منقبت اور شان اور جلالت مرتبت کے متعلق بہت لٹریچر شائع کیا گیا ہے۔ شیعہ حضرات کی طرف سے، سنی سکالرز کی طرف سے بھی لیکن جس بصیرت کی نگاہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت امام حسینؑ کی شان بیان کی ہے، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آج تک کوئی متکلم، کوئی محدث، کوئی عالم دین، فیج اعوج کے زمانے سے لے کر آج تک کا، عرب و عجم میں ہو، شیعہ مسلک، سنی مسلک، بریلوی خیالات، جماعت اسلامی کا ہو، جس بصیرت سے، سیدنا حضرت حسینؑ کا مقام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان کیا ہے آج تک کسی نے بیان نہیں کیا۔ اب وہ الفاظ سنیں آپ۔ تمام ہندوستان میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے یہ اشتہار شائع کیا۔

یہ کتنے ظلم کی بات ہے کہ یہ شعر تو پڑھا جاتا ہے مگر جو مسیح موعود علیہ السلام کی نگاہ میں مقام حسینؑ ہے اس کا اشارہ تک نہیں کیا جاتا۔ صاف بات ہے یہ دراصل گستاخی حسینؑ ہے کہ جو شخص حسین

علیہ السلام کا عاشق صادق ہے۔ اس کے ایک شعر کو بیہودگی اور بے شرمی کے ساتھ دوسرے معنی پہنا کر خود حسین علیہ السلام کی تذلیل اور تحقیر اور گستاخی کا ارتکاب کیا جا رہا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

> ’’میں اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑہ اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنی اس میں موجود نہیں تھے‘‘

پھر فرماتے ہیں:۔

> ’’مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ وہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کا تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ (ایک ایک لفظ سے ایک بڑا مقام بن سکتا ہے۔ ناقل) اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس شخص کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ میں ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کا قدر مگر وہی جو اُن میں سے ہے۔‘‘

یزیدیوں کو کیا علم ہے حسینؑ کی شان کیا تھی؟ فرماتے ہیں:۔

> ’’یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کا قدر مگر وہی جو اُن میں سے ہے۔ دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کرسکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ حسینؓ کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا

گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانے میں محبت کی تا حسینؓ سے بھی محبت کی جاتی‘‘۔

(اشتہار ’’تبلیغ الحق‘‘ 8 اکتوبر 1905ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 653-654)

اب آخر میں صرف چند شعر سنانا چاہتا ہوں حضرت امام حسین علیہ السلام کی منقبت میں۔ حسینؑ کا لفظ جب ایک احمدی کے سامنے آتا ہے تو کربلا کا سارا نقشہ اس کے سامنے آجاتا ہے۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگمؓ صاحبہ کی روایت ہے۔ محرم کے دن تھے۔ خود مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ اپنے سارے بچوں کو بلایا اور محرم کی کہانی دردناک انداز میں بیان کی اس صورت میں کہ حضورؑ بھی زاروقطار رو رہے تھے اور بچوں پر بھی ایک رقت کی کیفیت طاری تھی۔

عرصہ ہوا، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا زمانہ تھا اور حضورؒ بھی اس وقت کراچی میں تشریف فرما تھے۔ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب سے ملاقات کا موقع تھا۔ وہ سابق صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق صاحب سے ملنے کے لئے جانا چاہتے تھے اور تفسیر کے بارے میں کوئی بات تھی۔ حضورؒ نے مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب اور مجھے ارشاد فرمایا کہ بذریعہ ہوائی جہاز فوراً پہنچو۔ خیر حضرت مولانا تو بیمار تھے۔ میں حاضر ہوا۔ حضورؒ کے ارشادات کی تعمیل کی۔ وہ ایک دوسری بات ہے۔ ان دنوں ایک اخبار میں نے دیکھا غالباً ’’صداقت‘‘ اس کا نام تھا۔ اس میں حفیظ ہوشیار پوری کے قلم سے مرثیہ میں نے پڑھا۔ وہ چار اشعار ایسے ہیں کہ میرے دل پر نقش ہیں ہمیشہ کے لئے۔ وہ اس طرح پر تھے۔ ؎

جو حُسن میں بھی لاثانی تھا
کربل میں علی کا ثانی تھا
جو پیاس سجائے پھرتا تھا
لاشوں کو اٹھائے پھرتا تھا
تنہا تھا مگر بے دینوں سے
جو دین بچائے پھرتا تھا

اللھم صل علی محمد و اٰل محمدَ۔

کتاب ’’سیرۃ الابدال‘‘ میں مسیح علیہ السلام کی گستاخی

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ ایک سوال حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ سے یہ ہوا۔ بڑے ذو معنی فقرات اس میں استعمال کئے گئے کہ مرزا صاحب نے ’’ہمارے مسیح علیہ السلام‘‘ کے خلاف اپنی کتاب ’’سیرۃ الابدال‘‘ کے صفحہ 193 پر سخت گستاخی کی ہے۔ تو اس کے جواب پر آپ روشنی ڈالیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ بات یہ ہے کہ اٹارنی جنرل صاحب جناب یحیٰ بختیار صاحب جو بھٹو گورنمنٹ کی ترجمانی میں جرح کر رہے تھے وہ شروع سے ہی اس انداز پر چل رہے تھے کہ آپ لوگوں کا مذہب اور ہے ہمارا مذہب اور ہے، آپ کا قبلہ الگ ہے، ہمارا قبلہ الگ ہے۔ اسی دوران انہوں نے کہا کہ دیکھیں جی ہمارے مسیح علیہ السلام کی کتنی توہین کی گئی ہے۔ حضورؒ نے فرمایا۔ کیا؟ یحیٰ بختیار صاحب کے ہاتھ میں ایک چٹ تھی اور وہ چٹ اپوزیشن لیڈرز میں سے کسی کے ذریعے ان تک پہنچی تھی۔ اس میں یہ لکھا تھا کہ مرزا صاحب نے اپنی کتاب ’’سیرۃ الابدال‘‘ کے صفحہ 193 پر حضرت مسیح علیہ السلام کی سخت توہین کی ہے اور سخت گستاخی کا مظاہرہ کیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرمانے لگے کہ بانی جماعت کی یہ تحریر میں آج ضرور دیکھوں گا اور کل آ کر ہی اس کا جواب دوں گا۔

اگلے دن اجلاس میں شامل ہونے سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ہمیں یہ ارشاد فرمایا کہ ’’سیرۃ الابدال‘‘ کے متعلق کوئی یاد دہانی نہ کرائے اب۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہو گی تو یحیٰ بختیار سوال کرے گا یا اس کی مشیت نہ ہوئی تو سوال نہیں کرے گا۔ خدا کی حکمت کہ جاتے ہی جناب یحیٰ بختیار صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب یہ بڑا اہم ترین سوال تھا اور آپ نے اس کو نظر انداز کر دیا۔

فرمایا کون سا سوال؟ حضورؒ چاہتے تھے کہ یہ ٹیپ ریکارڈ ہو جائے۔

دوبارہ یحیٰ بختیار صاحب نے کہا آپ کے مرزا صاحب نے ’’سیرۃ الابدال‘‘ کے صفحہ 193 پر حضرت مسیح علیہ السلام کی جو مسلمانوں کا نبی ہے توہین کی ہے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ میں نے

وعدہ کیا تھا آپ سے۔ رات میں نے وہ کتاب دیکھی ہے۔ اس کتاب کے 193 صفحات تو الگ رہے اس کا سو صفحہ بھی نہیں ہے، اسّی بھی صفحہ نہیں ہے، ساٹھ بھی نہیں، چالیس بھی نہیں، تیس صفحہ بھی مجھے نہیں ملا اس کا، بیس بھی نہیں ملا۔ وہ عربی زبان کا ایک رسالہ ہے اور اس کے صرف سولہ صفحات ہیں اور اس میں خدا کے برگزیدہ بندوں کی علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کا ذکر ہی کوئی نہیں۔ اب یہ خدا کا عاجز بندہ سولہ صفحے کے رسالہ میں سے ایک سو ترانوے صفحہ کہاں سے لا سکتا ہے۔

جب حضورؒ نے ایک خاص انداز کے ساتھ تبسم کرتے ہوئے یہ جواب ارشاد فرمایا تو وہ منظر ایسا تھا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ کاش ہمارے پاس بھی کوئی کیمرہ ہوتا تو کم از کم یہ منظر تو دنیا کو دکھانے کے لائق تھا۔ میرے سامنے اب بھی وہ نقشہ ہے۔ اپوزیشن کے لیڈر مفتی محمود صاحب، نورانی صاحب، پروفیسر غفور صاحب، ظفر انصاری صاحب یعنی ایک بھاگڑ مچی ہوئی تھی۔ کوئی کہہ رہا تھا مرزا صاحب کی کتاب منگواؤ، کتابیں سامنے پڑی ہوئی تھیں۔ کوئی اس طرف دوڑا دیکھنے کے لئے، کوئی اپنی کتاب دیکھ رہا ہے محمدیہ پاکٹ بک، یا غالباً کوئی اور کتاب۔ اس جواب کے بعد ایک طرف تو یہ قیامت ڈھائی ہوئی تھی اپوزیشن کے مولویوں پر اور ممبروں پر اور دوسری طرف پیپلز پارٹی والوں نے ہوٹنگ کی مگر کوئی آواز نہیں بلند کی۔ یہ ان کی شرافت تھی کیونکہ ویسے بھی پروٹوکول کے لحاظ سے وہ اسمبلی ہال میں کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ لیکن اٹھ اٹھ کر مسکراتے اور اشارے بھی کرتے تھے۔ اگر ان کے اختیار میں بات ہوتی اور اس کو کر سکتے تو پھر وہ وقت تھا کہ اتنی نعرہ بازی ہوتی کہ دنیا دیکھ لیتی۔ لیکن بہرحال انہوں نے ایک حد تک ہوٹنگ کی مگر عملی طور پر کی اور جناب یحییٰ بختیار صاحب کا تو یہ عالم تھا کہ اس کے بعد جو سوال آتا کہتے کہ مرزا صاحب! یہ میرا سوال نہیں ہے۔ یہ ان حضرات کی طرف سے آیا ہے۔

اصطلاحات ’’کفر‘‘ اور ’’خارج از اسلام‘‘ کی تشریح

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب: ایک سوال کفر اور خارج از اسلام کی اصطلاحات کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے کیا گیا تھا کہ یہ اصطلاحات جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں مسلمانوں کی نسبت استعمال کی گئی ہیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس کا مختصر جواب دیا کیونکہ اصل

جواب حضرت مصلح موعودؓ کے الفاظ میں حضورؒ پہلے دے چکے تھے۔ حضورؒ نے فرمایا ہے کُـفْـرٌ دُوْنَ کُـفْـرٍ کے معنوں میں استعمال ہوئی ہے۔ ایک کفر ہے ایک دون کفر ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ ’’مَنْ تَـرَکَ الـصَّـلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ‘‘ (’’کنزالعمال‘‘ جلد 7 حدیث 18874 جدید ایڈیشن) ترجمہ اس کا یہ ہے کہ جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کر دی وہ کافر ہو گیا۔

اور کنزالعمال میں یہ حدیث ہے۔

> **’’من مشی مع ظالم و ھو یعلم انه ظالم فقد خرج من ربقة الاسلام‘‘**

(’’کنزالعمال‘‘ جلد 3 صفحہ 498)

جو شخص کسی ظالم کے ساتھ چلا تا کہ اس کی مدد کرے **و ھو یعلم** اور اسے پورا علم ہے کہ وہ ظالم اور غاصب ہے **فقد خرج من ربقة الاسلام** تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔

توہین حضرت فاطمہؓ کا مسکت جواب

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ ایک اعتراض جو علماء کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کیا جاتا ہے وہ اسمبلی میں بھی دوہرایا گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کو کشف میں دیکھا اور اس کی کچھ تفصیل بیان کی اور کہا کہ نعوذ باللہ حضورؑ نے حضرت فاطمہ کی توہین کی ہے۔ اس حوالے سے حضورؒ نے کیا بیان فرمایا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ اشتعال انگیزی کا حربہ تھا جو سننے والوں میں نفرت پیدا کرنے کے لئے استعمال کیا گیا۔ حضورؒ نے اس موقع پر جو جواب ارشاد فرمایا، وہ یہ تھا کہ:۔

> ’’نبی کے کشف کی بھی تعبیر ہوتی ہے۔ تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے خواب میں دیکھا کہ میں آنحضرت ﷺ کے مزار سے آنحضور ﷺ کی ہڈیاں چن رہا ہوں۔ جس کا مطلب آنحضرت ﷺ کی مبارک سنت کا احیاء تھا۔‘‘

یہ مقدس الفاظ تھے جو خلیفہ راشد کی زبان مبارک سے اس وقت اسمبلی کے ہال میں گونج

رہے تھے۔ آپ اگر اجازت دیں تو میں اس کے بعد کی تحقیق جو حضورؒ کے ارشاد کے مطابق میں کرتا رہا۔ اس کی چھوٹی سی جھلک آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

یہ جو حضورؒ نے حوالہ پیش فرمایا یہ تذکرۃ الاولیاء کے صفحہ 188 میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے حالات میں حضرت فریدالدین عطارؒ جیسے ولی کامل نے بیان فرمائے ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

> ''شرع و ملّت کے چراغ، دین و دولت کی شمع، ثابت حق کے نعمان، جواہر معانی اور دقائق کے عمان، عالم، صوفی، عارف، امام جہان، امام ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ ایسے شخص ہیں جن کی صفت ہر ایک نے کی ہے اور ہر مذہب کے مقبول ہیں۔ آپ کی ریاضت، مجاہدے، خلوت اور مشاہدے کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اصول طریقت اور فروع شریعت میں اعلیٰ درجہ اور گہری نظر رکھتے تھے۔ آپ نے بہت سے صحابہ کی زیارت کی ہے۔ مثلاً انس بن مالکؓ، جابر بن عبداللہؓ، عبداللہ بن اوفیؓ، واثلہؓ بن اسقع، اور عبداللہ بصری رضی اللہ عنہم اور صادق رضی اللہ عنہ کے ہم نشین رہے ہیں۔ (یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام) آپ فضیل، ابراہیم ادہم، بشر حافی اور داؤد طائی رحمۃ اللہ علیھم کے استاد تھے۔ پھر سید المرسلین ﷺ کے روضہ مبارک پر گئے اور **سلامٌ علیک یا سَیِّدَ المرسلین** کہا۔ جس کے جواب میں سنا **علیک السلام یا امام المسلمین** (صاحب کشف تھے)... منقول ہے کہ آپ نے حقیقی قبلہ کی طرف توجہ کی اور دنیا سے منہ پھیر لیا اور صوف پہن لی۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ آپ جناب رسول کریم ﷺ کی ہڈیاں لحد میں سے اکٹھی کر رہے ہیں اور بعض کو پسند کرتے ہیں اور بعض کو نہیں۔ مارے خوف کے بیدار ہوئے۔ تو ابن سیرین کے ایک صحابی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ آپ پیغمبر ﷺ کے علم اور آنحضرتؐ کی لغت کو محفوظ رکھنے میں اس درجے کو پہنچیں گے کہ اس پر متصرف ہوں گے اور ان کے صحت و سقم میں تمیز

کریں گے۔''

(اردو ترجمہ ''تذکرۃ الاولیاء'' صفحہ 188۔ ترجمہ علامہ عبدالرحمٰن شوق ناشر ملک سراج دین اینڈ سنز لاہور)

اب اس میں صحابی کا لفظ ابن سیرین کے ماننے والوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے تو جس نے وہ رسوائے عالم آرڈیننس جاری کیا ہے 1984ء کا۔ اس کو اپنے لٹریچر کا بھی پتا نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ احمدی اہل بیت کا لفظ استعمال کریں اور نہ ہی صحابی کا لفظ وغیرہ۔ تو میں بتاؤں گا کہ آنحضرت ﷺ نے تو مثلاً بلی کو بھی اہل بیت قرار دیا ہے۔ حیران کن بات ہے۔ میں بعد تفصیل میں انشاءاللہ بیان کروں گا۔

ابن سیرین جو عالم اسلام کے مشہور معبّر سمجھے جاتے ہیں ان کا تذکرہ حضرت فریدالدین عطّارؒ کر رہے ہیں اور ابن سیرینؒ کے ساتھی کو صحابی کا نام دیا جا رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں نا۔ ؎

کیونکر خدا کے عرش کے قائل ہوں یہ عزیز
جغرافیہ میں عرش کا نقشہ نہیں ملا

اسلام میں نہیں پڑھا، قرآن میں نہیں دیکھا، تاریخ اسلام کی ورق گردانی نہیں کی اور ایک نیا اسلام بنا کر جماعت احمدیہ کو بزعم خویش ختم کرنے کے لئے یہ آرڈیننس بنا دیئے اور اس لحاظ سے دنیا پر ظاہر ہو گیا کہ جن ہاتھوں نے لکھا ہے اور جن کی وجہ سے لکھا ہے۔ ان کا اسلام سے بھی تعلق نہیں تاریخ سے بھی تعلق نہیں۔

حضرت پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپؒ نے اپنی کتاب ''قلائد الجواہر'' میں لکھا ہے کہ:۔

> ''ایک شب میں نے دیکھا کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی آغوش میں داہنی چھاتی سے دودھ پی رہا ہوں۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرماتے ہیں کہ میں نے کشف میں دیکھا حضرت فاطمہؓ کو ''مادر مہربان'' کی طرح۔ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ نے بتایا کہ تمہارے خاندان میں تمہاری دادیاں، نانیاں، سادات میں سے بھی تھیں۔ یہ کشف تھا اور میں نے اپنے تئیں دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ مجھ کو اپنی گود میں اس طرح بٹھائے ہوئے ہیں جس طرح کہ ایک مہربان والدہ اپنے بیٹے کو بٹھائے ہوئے

ہوتی ہے۔ تو یہ کشف ہے جس پر اعتراض کیا گیا ہے۔

حضرت پیران پیرؒ فرماتے ہیں کہ:۔

> ’’ایک شب میں نے دیکھا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی آغوش میں داہنی چھاتی سے دودھ پی رہا ہوں۔ پھر آپ نے بائیں چھاتی نکالی اور میں نے دودھ پیا۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے داخل ہو کر فرمایا کہ اے عائشہ! یہ ہمارا حقیقی فرزند ہے۔‘‘

یہ ’’قلائد الجواہر‘‘ موجود ہے۔ یہ تو عربی میں ہے ’’قلائد الجواہر‘‘۔ آپ کے شمائل کی اردو میں کتاب ہے۔ اس کتاب میں اس کو درج کیا گیا ہے۔ یہ ایک عرب تھے صدیوں قبل کے، انہوں نے ایک کتاب لکھی۔ اس کتاب کا ترجمہ ’’گلدستہ کرامت‘‘ کے نام سے 1896ء میں شائع ہوا ہے۔ (’’قلائد الجواہر‘‘ مترجم مولانا زبیر افضل عثمانی صفحہ 187 ناشر مدینہ پبلشنگ کمپنی محمد علی جناح روڈ۔ کراچی)

اب آپ اس سلسلہ میں یہ بھی دیکھیں۔ حضرت سیّد احمد صاحب بریلویؒ کے متعلق ’’سوانح احمدی‘‘ میں ان کے مرید مولوی محمد جعفر خان صاحب تھانیسری نے لکھا ہے کہ:۔

> ’’ایک رویاء میں رسول اللہ ﷺ نے تین چھوارے اپنے دستِ مبارک سے سیّد صاحب کے منہ میں ایک دوسرے کے بعد رکھ کر بہت پیار اور محبت سے کھلائے۔ اور جب آپ بیدار ہوئے تو شیرینی ان چھواروں کی آپ کے ظاہر اور باطن سے ہویدا تھی۔ اس کے بعد ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزّہراء رضی اللہ عنہما کو سید صاحب نے خواب میں دیکھا۔ اس رات کو حضرت علیؓ نے اپنے دست مبارک سے آپ کو نہلایا اور حضرت فاطمہؓ نے ایک لباس اپنے ہاتھ سے آپ کو پہنایا۔‘‘

(’’سوانح احمدی‘‘ صفحہ 10 ناشر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ، منڈی بہاء الدین)

یہ رؤیاء کن کا ہے؟ حضرت سیّد احمد صاحب بریلویؒ کا جو ’’سوانح احمدی‘‘ میں موجود ہے۔

ایک مجدد، حضرت مجدد الف ثانیؒ بہت ہی شہرہ آفاق شخصیت ہیں۔ اپنے مکتوبات (دفتر سوم، حصہ دوم) میں اپنے ایک کشف کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:۔

> ”میں اس وقت ایسا محسوس کرتا ہوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جگہ میں رہتا ہوں اور بیٹے کی طرح اپنے باپ کے ساتھ زندگی گزارتا ہوں۔“

بالکل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انداز میں۔ کیونکہ عشق رسولؐ کا چشمہ تو دونوں کا ایک ہے۔ فرماتے ہیں:۔

> ”رسول اللہ ﷺ اور ان کے اہل بیت میرے لئے اجنبی نہیں ہیں اور میں نے اس کاغذ کو لپیٹ کر اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا ہے اور فرزندان محرم کی طرح میں بھی ان کے حرم شریف میں داخل ہو گیا ہوں۔ امہات المومنینؓ میں سے سب سے بڑی ماں نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں مجھے بعض خدمات کا اہتمام سے حکم دیا ہے اور فرمایا ہمیں تمہارا انتظار تھا۔ اس طرح کرنا چاہئے اور اس وقت میں خواب سے بیدار ہو گیا۔“

(”مکتوبات امام ربانی“ (اردو) صفحہ 1566 ناشر مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی)

یہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا کشف ہے جو مکتوبات میں موجود ہے۔

اسی طرح ایک بزرگ گزرے ہیں جن کو اپنے زمانے کا عظیم سالک بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے متعلق جناب مولوی سید محمد علی صاحب نے ”ارشاد رحمانی و فضل یزدانی“ ایک کتاب شائع کی جو عرصہ ہوا درویش پریس دہلی میں طبع ہوئی تھی۔ اس کا وہ ایڈیشن جو لکھنؤ میں چھپا تھا۔ وہ اصل میرے پاس موجود تھا۔ یہ جو میں نے اب دیکھا کہ لندن سے بھی حاصل کی ہے۔ اس کے اوپر انڈیا آفس کی مہر لکھی ہوئی ہے۔ یہاں جو میرے پاس تھا چونکہ میں جب 1985ء میں گیا ہوں تو میرا خیال تھا کہ میں بس جلسہ سن کر نمائندہ کی حیثیت سے واپس آ جاؤں گا، مگر حضورؒ (حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ) نے فرمایا چھ مہینے تم نے یہاں رہنا چاہئے اور جس طرح سوال و جواب کی مجلسیں تم ربوہ میں قائم کرتے رہے ہو وہی مجلسیں تمہیں یہاں کرنی ہوں گی۔ چنانچہ حضور خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر انگلستان میں بریڈفورڈ، ہڈرز فیلڈ، برمنگھم اور اس طرح اور دوسرے مقامات کے علاوہ پھر جرمنی اور اس کے علاوہ ناروے، سویڈن، ڈنمارک، ان علاقوں میں اللہ کے فضل سے توفیق ملی اور وہاں پر اکثر پھر اطلاعات حضورؒ کو یہی ملیں کہ

ہمیں ربوہ کا سوال و جواب کا زمانہ یاد آ گیا۔

بہر کیف چونکہ میں تو کتابیں لے کر نہیں گیا تھا۔ حضورؒ کا ارشاد تھا تو مَیں نے سات دن انڈیا آفس لائبریری میں لگائے۔ صبح ٹیوب (زیر زمین ریل) پر جاتا تھا اور شام کو آتا تھا۔ تو جتنی اہم کتابیں حوالوں کی مجھے مل سکتی تھیں میں نے ان کی فوٹو کاپی کروالی۔ یہ بھی ان میں سے ایک ہے۔ وہ جو لکھنؤ والا ایڈیشن تھا۔ یہ 1974ء سے پہلے کی بات ہے۔ میں نے حاصل مطالعہ کا ایک سلسلہ اس زمانہ میں جاری کر رکھا تھا۔ اب بھی الفضل انٹرنیشنل میں چلتا ہے۔ حضرت مولانا ابو العطاء صاحب اس کو بڑے خاص انداز سے ماہنامہ ''الفرقان'' میں سے شائع کرتے تھے۔ اس حاصل مطالعہ میں میں نے یہ حوالہ جواَب میں پڑھنے لگا ہوں یہ بھی دیا حضرت فاطمہ الزّہراءؓ کے متعلق۔ تو اس پر بڑا شور مچا۔ مختلف مذہبی حلقوں نے مرکزی حکومت کو توجہ دلائی۔ انہوں نے پھر یہاں کے ڈپٹی کمشنر صاحب کو کہا کہ ''اس ظالم'' شخص کی گرفت ہونی چاہئے۔ ایک نوٹس آیا حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کے نام کہ تم نے یہ حوالہ شائع کیا ہے اور میرے نام کے متعلق کہا کہ اس کی طرف سے شائع کیا گیا ہے اور آپ نے شائع کیا ہے اور آپ کو پتا نہیں ہے کہ اس سے تو حضرت فاطمہ الزّہراءؓ کی بہت توہین ہوتی ہے؟ تو جواب دیں کہ آپ کے خلاف کیوں نہ کارروائی کی جائے۔ تو حضرت مولانا نے مشورہ کیا تو میں نے ان سے یہ عرض کی کہ آپ وکلاء سے مل کر ان کو جواب دیں کہ یہ ہمارے حاصل مطالعہ لکھنے والے جو اہل قلم ہیں، انہوں نے تو اپنی کوئی بات ہی نہیں کی۔ یہ تو سو سال پہلے ایک عالم دین کا کشف ہے جو حوالہ کے ساتھ انہوں نے شائع کیا ہے۔ اور یہ کشف پہلی دفعہ لکھنؤ میں چھپا ہے۔ تو اگر اس میں کوئی ایسی بات تھی تو سارے متحدہ ہندوستان میں سب سے بڑا مرکز تو شیعہ حضرات کا، امامیہ فرقہ اثنا عشریہ کا لکھنو میں ہے، تو اس وقت کے شیعہ لیڈروں نے کیوں اس کے خلاف احتجاج نہ کیا۔

ڈپٹی کمشنر صاحب کی طرف سے یہ جواب آیا کہ آپ وہ کتاب بھجوا دیں جو کہ اس زمانہ میں لکھنؤ سے چھپی تھی۔ مجھے حضرت مولانا ابو العطاء صاحب کہنے لگے کہ وہ کتاب چاہئے۔ میں نے کہا کہ کیوں۔ کہنے لگے کہ یہ کتاب .D.C صاحب نے منگوائی ہے۔ میں نے کہا کہ کل عرض کروں گا۔ میں نے پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ذکر کیا۔ میں نے کہا حضورؒ یہ کتاب اگر وہاں چلی گئی تو پھر واپس نہیں آ سکتی۔ ایک مستقل ثبوت ضائع ہو جائے گا اور پھر ہم یہ بات لکھ ہی نہیں سکیں گے۔

حضورؒ نے فرمایا بالکل ٹھیک ہے۔ اس کا عکس بھجوا دو۔ اصل کتاب بالکل نہیں جانی چاہئے۔ چنانچہ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب نے اسی کے مطابق کیا۔ تو اصل کتاب اب بھی میرے پاس موجود ہے۔ یہ ایڈیشن جو دکھا رہا ہوں یہ انڈیا آفس کا ہے۔

اس میں اب الفاظ ملاحظہ کریں آپ۔ لکھا ہے:۔

> ’’ایک شب حضرت عالی اس نیاز مند سے اپنے بعض واردات اور معاملات بیان فرماتے تھے۔ ان میں ایک یہ ارشاد ہوا کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔‘‘

(یہ اپنا بتا رہے ہیں)

> ’’کہ ہمارے گھر میں جاؤ۔ مجھے جاتے ہوئے شرم آئی‘‘

(یعنی یہ واردات بیان کر رہے ہیں۔ واردات سے مراد کشف اور رؤیاء ہوتی ہے صوفیاء کی زبان میں۔)

> ’’ارشاد ہوا کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ ہمارے گھر میں جاؤ۔ مجھے جاتے ہوئے شرم آئی اس لئے تأمل کیا۔ حضرت نے مکرّر فرمایا۔‘‘

(یعنی شیر خدا حضرت علیؓ نے)

> ’’کہ جاؤ ہم کہتے ہیں۔ میں گیا۔ اندر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف رکھتی تھیں۔ آپ نے...‘‘

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ (یعنی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے)

> ’’آپ نے سینہ مبارک بالکل کھول کر مجھے سینے سے لگالیا اور بہت پیار کیا۔‘‘

اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ:۔

> ’’اس سے مقصود بلا واسطہ اور بلا حجاب اپنے کمالات باطنی سے فیض یاب کرنا ہے اور یہ امر ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مولانا مثل معصوم بچوں کے

ہیں اور ہمارے پیارے ہیں ۔ اس کی نظیر شاہ نور الدھرؒ کی حالت سے جو ملفوظات رزاقی کے صفحہ 92 میں لکھی ہے کہ حضرت عبد الرزاق ہانسوی در مدح ایشاں فرمودہ اند کہ شاہ نور الدھر را دیدہ ام کہ در آغوش حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام آں چناں بازی میکنند کہ اطفال در کنار مادرِ خود میسازند۔

چھوٹے بچے جب ماں کی گود میں کھیلتے ہیں تو کبھی ماں کے کرتے میں اپنا منہ چھپا لیتے ہیں، کبھی ماں کا پیٹ کھولتے ہیں۔ سینہ پر ہاتھ ڈالتے ہیں'' تو شاہ نور الدھر کہتے ہیں کہ میں نے خواب اور کشف میں دیکھا کہ میں اسی طرح حضرت فاطمہ الزہراءؓ کی گود میں کھیل رہا ہوں۔

(''ارشاد رحمانی و فضل یزدانی'' صفحہ 50 ناشر درویش پریس دہلی)

اب اسی سلسلہ میں آپ آخر میں سنیں۔

واقعہ کے ساتھ بیان کرتا ہوں کیونکہ واقعہ بیان کرنے سے اصل حقائق ذہن میں آ جاتے ہیں۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی عظیم صوفی گذرے ہیں اور ان کا وطن یہی ضلع جھنگ تھا۔ حضرت سلطان باہوؒ کی کتاب ''نور الہدیٰ'' ہے۔ اس کا ترجمہ فقیر نور محمد صاحب سروری قادری کلانچوی کے قلم سے پانچویں دفعہ 1976ء میں شائع ہوا اور اس کی فوٹو کاپی میرے پاس ہے۔

یہ وہی ترجمہ ہے جس کے حاشیہ میں، میں نے ایک کلمہ کے متعلق بتایا تھا اور وہ کلمہ تھا **لا الٰہ من کان الا اللہ تن کان** ۔ یہ اس کے حاشیہ میں موجود ہے کہ ایک بزرگ آئے اور انہوں نے دوسرے بزرگ سے کہا کہ میں نے سورۃ المزمّل کا چلہ کیا ہے تو میری بات ہی نہیں بنی۔ کہنے لگے اچھا تم یہ کلمہ پڑھو۔

اس میں جو لکھا ہے میں آپ کو سناتا ہوں مگر واقعہ کی شکل میں۔ بات یہ ہوئی کہ میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا، تو ایک صوفی مزاج رکھنے والے غالباً قادری فرقہ سے ان کا تعلق تھا یا چشتی تھے۔ انہوں نے آتے ہی یہ بات کہی۔ کہنے لگے کہ میں جماعت احمدیہ سے محبت رکھتا ہوں۔ لیکن ایک ایسا سوال

ذہن میں ہے۔ اس کا تصور کرتے ہی ایک خلجان اور طوفان پیدا ہو جاتا ہے۔ اے کاش کہ وہ کشف مرزا صاحب کو نہ آیا ہوتا۔ اس کو میں پیش کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اگر آپ کے پاس کوئی جواب ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ کسی احمدی کے پاس جواب ہو۔ اگر ہے تو بتائیں آپ، کیونکہ میرے راستے میں مرزا صاحب کا یہ کشف سب سے بڑا حائل ہے کہ مرزا صاحب نے حضرت فاطمہ الزّہراءؓ کے متعلق دیکھا کہ گود میں لئے ہوئے ہیں۔ تو اہل بیت میں سے امہات المومنینؓ، حضرت فاطمہؓ اور دوسروں کے متعلق ایسا دیکھنا تو سب سے بڑی گستاخی ہے اور مسلمان تو اپنی جان کی بازی لگا دیتا ہے۔ اور جماعت احمدیہ کے خلاف اشتعال پیدا کرنے کے لئے یہ سب سے بڑا حربہ مخالفوں نے یہی استعمال کیا ہے۔ اور وہ جانتے ہیں کہ اس کی وجہ سے شیعہ اور سنی دونوں کے جذبات کو ابھارا جا سکتا ہے۔ اسی لئے محضر نامہ میں بھی جیسا کہ آپ نے بتایا ہے اس کو شامل کیا گیا ہے۔

میں نے کہا کہ میں آج آپ کو بتانا چاہتا ہوں ڈنکے کی چوٹ پر یہ کشف ہی اس بات کی دلیل ہے کہ بیسویں صدی میں اہل بیت محمد ﷺ کا سب سے بڑا عاشق بانی جماعت احمدیہ کا وجود ہے۔ یہ میں نے بات کہی اور اس کے بعد کتاب ''نور الہدیٰ'' جس کا ترجمہ ''حق نمائے'' کے نام سے شائع ہوا، کے دسویں باب کی یہ عبارت پڑھی۔ یہ حضرت سلطان باہوؒ کے الفاظ ہیں۔

> ''فقر کسے کہتے ہیں اور فقر کی کیا صورت ہے اور فقیر سے کیا چیز حاصل ہوتی ہے۔ اور فقیر کن اعمال اور احوال سے پہچانا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ ابتداء میں مشق وجودیہ اور تصور اسم اللہ ذات کے ذریعے طالب کے سر سے قدم تک تمام وجود ایسا پاک اور صاف ہو جاتا ہے گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔''

یہ صوفیاء کی بہت پرانی اور نفیس اور روح پرور تحریر ہے۔ آگے فرماتے ہیں:۔

> ''اور مشق وجودیہ کی پاکی اور برکت سے مجلس حضرت محمد رسول اللہ صلعم میں ایک نوری طفل معصوم کی شکل میں حاضر ہو جاتا ہے۔''

(اب یہ سننے والے الفاظ ہیں۔ میں نہایت ادب سے درخواست کروں گا کہ وہ سنیں کہ یہ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ جیسے پاک نفس اور سلطان الاولیاء کے الفاظ ہیں۔)

فرماتے ہیں کہ وہ شخص جو فقر کی انتہائی منزل تک پہنچتا ہے اور مقدس بن جاتا ہے وہ ایک بچہ کی مانند محمد مصطفیٰ ﷺ کے حضور حاضر ہوتا ہے۔ اور

> ’’حضرت محمد رسول اللہ صلعم کمال لطف اور شفقت اور مرحمت سے اس نوری بچے کو اپنے اہل بیت پاک میں جناب امہات المؤمنینؓ، حضور حضرت فاطمہ الزہراء و حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ و حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہن کے سامنے لے جاتے ہیں۔‘‘

جب انسان عشق رسول کی معراج تک پہنچتا ہے تو جناب الٰہی سے اس پر کشفی حالت طاری ہوتی ہے اور وہ محمد رسول اللہؐ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے اور پھر عشق رسول کے نتیجے میں وہ امہات المؤمنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے بچہ کی شکل میں۔

> ’’وہاں ہر ایک ام المؤمنین اسے اپنا فرزند کہتی ہیں اور اپنا نوری دودھ پلاتی ہیں اور وہ شیر خوار اہلبیت خاص ہو جاتا ہے اور اس کا نام فرزند حضوری اور خطاب فرزند نوری ہو جاتا ہے۔‘‘

یہ مقام اس کو ملتا ہے اور فرماتے ہیں کہ مجھے بھی یہ مقام حاصل ہوا۔ آگے لکھتے ہیں کہ

> ’’حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس فقیر کو باطن میں اپنے حرم محترم کے اندر کمال شفقت اور مرحمت سے لے گئے اور حضرت امہات المؤمنین حضرت فاطمہ الزہراہ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہن نے اس فقیر کو دودھ پلایا۔‘‘

یعنی صرف حضرت فاطمہؓ نے نہیں بلکہ تمام ازواج مطہراتؓ نے۔

> ’’اور آنخضرت صلعم اور امہات المؤمنین نے مجھے اپنے نوری حضوری فرزند کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔‘‘

یہ صفحہ 224، 225 ہے اور اس کا طبع پنجم ہے جو 1976ء میں شائع ہوا۔

اور آخر میں میں دو شعر سنانا ضروری سمجھتا ہوں۔ جماعت کے ایک بہت مشہور شاعر اگرچہ وہ آج کی نسل سے فراموش ہو گئے، حافظ سلیم اٹاوی صاحب۔ ان کا شعر ہے۔

بڑے عجیب پُر کیف الفاظ میں وہ خراج تحسین ادا کرتے ہیں۔ ؎

تیرے صدقے تیرے قربان رسول عربیؐ
تجھ سے جاری ہوا فیضان رسول عربیؐ

اور حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔ ؎

کروڑ جاں ہو تو کر دوں فدا محمد پر
کہ اس کے لطف و عنایات کا شمار نہیں

اور آخر میں وہ جو ہدیہ نعت میں نے پیش کیا تھا، میں چاہتا ہوں کہ چاروں شعر اختتام پر برکت کی خاطر پڑھ دوں۔ ؎

مولیٰ میری بگڑی ہوئی تقدیر بنانے والے
فرش سے عرش تلک جلوہ دکھانے والے
تیرے احسانوں کا ہو شکر بھلا کیسے ادا
ہم غریبوں کو محمدؐ سے ملانے والے
ارض یثرب تیری عظمت پہ ہیں افلاک جھکے
شاہ لولاک کو سینے پہ بسانے والے

آخر میں عرض کیا ہے۔ مقطع ہے۔

اک نظر شاہد تشنہ کی طرف بھی آقاؐ
آب کوثر سے بھرے جام پلانے والے

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ اٰل ابراھیم۔

* * *

آخری نبی

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ محترم مولانا صاحب! ایک سوال سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی کیا گیا تھا کہ اگر حضرت مرزا صاحب امتی نبی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف نہیں لائیں گے تو پھر اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب ہی آخری نبی ہوں گے آپ کے نزدیک؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. صلّ علیٰ محمد و اٰل محمد سیّد ولد اٰدم وخاتم النبیّین.

یہ سوال جو محترم ڈاکٹر صاحب نے پیش فرمایا ہے، اس کے جواب میں سیدنا و امامنا و مرشدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا:۔

> ”جس کا یہ دعویٰ ہو کہ اس کا اپنا کوئی وجود نہیں ہے اور وہ یہ اعلان کرے
>
> ع وہ ہے، میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
>
> وہ آخری نبی کیسے ہوسکتا ہے؟ ہاں اگر حضرت عیسیٰ، موسوی امت کے نبی، دوبارہ آجائیں تو وہ یقیناً آخری نبی ہوں گے کیونکہ وہ مستقل نبی تھے۔ اور انہیں براہ راست نبوت کا منصب عطا ہوا تھا۔“

خدا ہونے کا دعویٰ؟

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ حضورؒ سے ایک سوال یہ ہوا کہ حضرت مرزا صاحب نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور کچھ تحریرات کے حوالے بھی انہوں نے دیئے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے اس کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ

> ”آپ کی طرف سے منسوب حوالہ میں جس کشف کا ذکر ہے، اس کی تعبیر خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے قلم سے بیان فرما دی ہے اور بتایا

> ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ میرے ذریعہ سے دنیا میں ایک زبردست روحانی انقلاب برپا ہوگا۔ اور یہ ایسا عظیم الشان اور عالمی انقلاب ہوگا کہ گویا زمین و آسمان ہی بدل جائیں گے۔''

یہ حضورؓ کا جواب ہے۔ اب میں آپ کی اجازت سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ عبارت آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جس میں حضورؑ نے خود اپنے الفاظ میں اس کشف کے معنی بیان کئے ہیں۔

''چشمہ ءِمسیحی'' صفحہ 58 کے حاشیہ پر حضورؑ فرماتے ہیں:۔

> ''ایک دفعہ کشفی رنگ میں میں نے دیکھا کہ میں نے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا اور پھر میں نے کہا کہ آؤ اب انسان کو پیدا کریں۔ اس پر نادان مولویوں نے شور مچایا کہ دیکھو اب اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ اس کشف سے یہ مطلب تھا کہ خدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی تبدیلی پیدا کرے گا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائیں گے اور حقیقی انسان پیدا ہوں گے۔''

(روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 375-376 حاشیہ)

پھر ''کشتی نوح'' صفحہ 7 پر فرماتے ہیں:۔

> ''خدا نے ارادہ کیا کہ وہ نئی زمین اور نیا آسمان بناوے۔ وہ کیا ہے نیا آسمان؟ اور کیا ہے نئی زمین؟ نئی زمین وہ پاک دل ہیں جن کو خدا اپنے ہاتھ سے تیار کر رہا ہے۔ جو خدا سے ظاہر ہوئے اور خدا ان سے ظاہر ہوگا اور نیا آسمان وہ نشان ہیں جو اس کے بندے کے ہاتھ سے اسی کے اذن سے ظاہر ہو رہے ہیں۔'' (روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 7)

پھر ''حقیقۃ الوحی'' میں فرماتے ہیں:۔

> ''ہر ایک عظیم الشان مصلح کے وقت میں روحانی طور پر نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے۔''

(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ 99۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 102)

مسلمانوں پر دشنام دہی؟

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ ’’آئینہ کمالات اسلام‘‘ کے حوالے سے یہ الزام عموماً دہرایا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسلمانوں کو ذریۃ البغایا کہہ کر گالی دی ہے۔ یہ سوال حضورؒ پر بھی کیا گیا۔ اس کا جواب حضورؒ نے کیا عطا فرمایا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے اس کا بڑا واضح اور جامع اور مختصر جواب یہ ارشاد فرمایا کہ اس میں متعصب اور متشدد عیسائیوں کی نسبت پیشگوئی ہے کہ وہ ہرگز اسلام نہیں لائیں گے۔ اس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ:۔

’’ **الا ذریۃ البغایا الذین ختم اللّٰہ علیٰ قلوبھم** ‘‘

پہلے ذکر ہے کہ میں اسلام کی دعوت بلند کر رہا ہوں۔ ’’براہین احمدیہ‘‘ کا ذکر ہے۔ ’’سرمۂ چشم آریہ‘‘ کا ذکر ہے۔ اور عیسائیوں کے ساتھ مقابلہ کا ذکر ہے۔ یہ ’’آئینہ کمالات اسلام‘‘ کے ضمیمہ میں جو عربی پر مشتمل ہے، آپ اس کو ملاحظہ فرمائیں تو اس میں الفاظ یہ ہیں۔ خود حضور نے **ذریۃ البغایا** کے معنی کئے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے۔ ’’ **الذین ختم اللہ علی قلوبھم** ‘‘، جن کے دلوں پر اللہ کی مہر ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہوں گے۔ ان کے سوا اللہ تعالیٰ میرے لٹریچر کے ذریعہ سے سب کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کر دے گا۔ اور یہ **ذریۃ البغایا** کا جو لفظ ہے، وہ پہلے بزرگ بھی ان معنوں میں استعمال کرتے آئے ہیں کہ جس کے معنی بدنصیب کے ہیں۔ اس کا جو روٹ (Root) ہے اصل عربی زبان کے لحاظ سے **بغی** اور دوسرے بھی ہیں۔ ان سب کے الگ الگ معنی ہیں اور ایک محقق انسان انہی معنوں کو ترجیح دے گا جو صاحب تالیف نے خود بیان کئے ہیں۔ اور اگر اس کو چھوڑ دے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے دراصل خود گالی دی ہے۔ مگر نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اس کے اوپر لگا دیا ہے۔ چنانچہ آپ حیران ہوں گے کہ مفتی محمود صاحب کی ایک کتاب ’’ **المتنبی القادیانی** ‘‘ استنبول سے شائع ہوئی تھی۔ یہ میرے پاس موجود ہے اور اس نے اصل حوالہ کی بجائے اپنی طرف سے معنی بیان کر کے پورا حوالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اب وہاں الفاظ تو یہ تھے کہ **الذین ختم اللہ علی قلوبھم** لیکن ان لوگوں

نے ایک عبارت خود بنائی۔ صرف اس لئے کہ امت مسلمہ خود گالی دینا چاہتے تھے کومگر منسوب حضرت مسیح موعود کی طرف کیا ہے۔ ان کے الفاظ تھے۔

قبلنی جمیع المسلمین ولم یرفضنی الا اولاد العاھرات والموبسات

(المتنبی القادیانی صفحہ 36 طبعة جدیدة بالأوفست حسین حلمی بن سعید استانبولی. مکتبہ اشیق شارع دار الشفقت استانبول. ترکی) کہ زنا کاروں کی جوذریت ہے اس کے سوا باقی مسلمان جو ہیں وہ سارے مجھ پر ایمان لے آئیں گے۔ حالانکہ یہ الفاظ مسیح موعود علیہ السلام کے ہیں ہی نہیں اور یہ اس لئے بنائے گئے تا کہ دنیا کو بتایا جائے کہ گالی دینے والے یہ لوگ تھے۔

اس سلسلہ میں میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ کتاب استنبول سے چھپی ہے۔ اور انہی ایام میں چھپی ہے جب کہ ہمارے خلاف استعماری طاقتیں اس تحریک کی پشت پناہی کر رہی تھیں۔ یہ دراصل عالم اسلام کو ختم کرنے کی تحریک تھی۔ پاکستان کو ختم کرنے کی تحریک تھی۔ حضرت امام جعفر صادقؑ کا یہ قول موجود ہے کہ سوائے ہمارے ساتھیوں کے اور ہماری جماعت شیعہ کے، سارے کے سارے **اولاد البغایا** ہیں۔ (''الفروع الکافی من الجامع الکافی'' جلد 3 کتاب الروضۃ صفحہ 135 مصنفہ رئیس محدثین الشیخ الامام الحافظ ثقۃ الاسلام ابی جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق الکلینی الرازی'' مطبع العالی المغربی نولکشور لکھنؤ جولائی 1886ء)۔ یہ شائع شدہ موجود ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ معاذ اللہ حضرت جعفر صادقؑ نے یہ فرمایا ہے کہ جو ہمارا مسلک نہیں رکھتا وہ **اولاد البغایا** ہے۔ کوئی بھی شریف النفس انسان ایک امام عالی شان کی طرف یہ معنی منسوب نہیں کر سکتا۔ لیکن ان لوگوں کے دل میں چونکہ بغض ہے عالم اسلام کے خلاف۔ اس بغض کو مسیح موعودؑ کے نام سے شعلہ جوالہ بنانا چاہتے ہیں۔ اور اس کا ثبوت یہی کتاب ہے جو کہ مفتی محمود صاحب کی میں نے آپ کے سامنے پیش کی ہے۔ خود عبارت بنا کے مسیح موعودؑ کی طرف منسوب کی ہے۔ حالانکہ مسیح موعود علیہ السلام کا تو کھلا فرمان یہ ہے کہ ؎

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

پھر فرماتے ہیں کہ ؎

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں کسی گاؤں کے ایک نئے احمدی ہونے والے نمبردار نے یہ فریاد کی کہ حضور احمدی ہونے سے پہلے تو میری بڑی عزت تھی اور بڑا احترام کیا جاتا تھا اور پبلک کی محبت کی نگاہیں مجھ پر تھیں۔ اور اب جہاں جاتا ہوں گالیوں کے سوا کوئی بات نہیں کرتا۔ حضورؑ اس کا جواب دینے کی بجائے گھر تشریف لے گئے اور بہت بڑا بنڈل ہاتھ میں لئے ہوئے واپس تشریف لائے جو بیرنگ لفافوں کا تھا۔ وہ ان کے سامنے رکھا اور کہا کہ میاں اس قوم نے اس موعود کو بھی نہیں چھوڑا جسے محمد رسول اللہ ﷺ نے سلام کہنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔ دیکھیں عجیب بات ہے۔ اس میں بھی پیشگوئی تھی دراصل، میں نے اس پر غور کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ یہ میں عرض کر رہا ہوں کہ یہ پیشگوئی تھی کہ دنیا اس کو گالی دے گی اور اسلام کی بجائے کفر کی طرف اس کو منسوب کیا جائے گا۔ لیکن محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ نے چودہ صدیاں پہلے امام مہدی کو بتا دیا تھا۔ تم فکر نہ کرو، ساری دنیا کی گالیوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ محمد رسول اللہؐ کی طرف سے تمہیں سلام دیا جا رہا ہے۔ جسے خدا کا نبی سلام کہتا ہے کون ہے جو اسے غیر مسلم قرار دے سکے۔ اور ان گالیوں کی کیا حیثیت ہے جو خدا کے مہدی کو دی جاتی ہیں؟

غیر احمدی بچوں کا جنازہ؟

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ اگلا سوال حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے یہ ہوا کہ غیر احمدی بچوں کا جنازہ آپ لوگ کیوں نہیں پڑھتے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے اس کا بڑا واضح جواب دیا۔ فرمایا:۔

’’ہمارا فتویٰ ہے کہ اگر کوئی غیر احمدی مسلمان وفات پا جائے۔ اور احمدیوں کے سوا اور کوئی مسلمان موجود نہ ہو تو احمدیوں پر اس کا جنازہ پڑھنا واجب ہے۔‘‘

یہ حضورؒ کا جواب تھا۔

اب اس تعلق میں مزید میں یہ ادب کے ساتھ عرض کرنا چاہوں گا کہ میرے پاس اس وقت 29 نومبر 1985ء کی ایک تحریر ہے کمال یوسف صاحب جو اس وقت ناروے میں تھے، مولانا کمال یوسف صاحب جنہوں نے سکینڈے نیوین مشن کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں فون کیا کہ ”ڈیڑھ ماہ کا غیر احمدی بچہ فوت ہو گیا ہے۔ غیر احمدیوں نے اس کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا ہے۔ بچے کے والد نے مجھ سے نماز جنازہ پڑھنے کا کہا ہے۔ آج ایک بجے جنازہ ہے۔ حضور انور سے استصواب ہے۔“ یہ پیغام حضورؒ کی خدمت میں مولانا مجید احمد صاحب سیالکوٹی نے پیش کیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قلم مبارک سے لکھا کہ ”**ان حالات میں بچے کی نماز جنازہ ضرور پڑھائی جائے۔**“ یہ موقف ہے ہمارا۔ اس کے مقابل پر غیر احمدی علماء جو کہ آج تک یہ اعتراض کرتے ہیں، ہمیں ظالم قرار دینے کے لئے اور اپنی معصومیت کا اظہار کرنے کے لئے اور مسلمانوں کو اشتعال دلانے کے لئے۔ ان کا فتویٰ بھی اب سن لینا چاہئے۔ کیونکہ تصویر کا دوسرا رخ جب تک نہ ہو صحیح تاریخ دنیا کے سامنے نہیں آسکتی۔ یہ متفقہ فتاویٰ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر 1891ء سے لگائے جا رہے ہیں۔ جو حوالے بچوں کے متعلق پڑھے جاتے ہیں ”انوار خلافت“ سے، وہ تو خلافت ثانیہ کے آغاز کے ہیں۔ یہ اس سے قبل کے فتاویٰ ہیں۔ حضورؒ نے تو اسمبلی میں یہ بیان فرمایا تھا کہ ہم نے کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ فتوے علماء نے دیئے ہیں۔ 1891ء میں کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ اس سے پہلے جماعت کی طرف سے کوئی فتویٰ دیا گیا ہو۔ برسوں کے بعد اس کے جواب میں ہم نے کارروائی کی ہے۔ تو جو ظالم ہے اس کے گریبان کو پکڑنا چاہئے۔ اب آپ دیکھیں فتویٰ کیا ہے؟ ایک طرف یہ فتویٰ اور دوسری طرف یہ ”متفقہ فتاویٰ علماء دیوبند“ 1336ھ میں پہلی دفعہ شائع ہوا اور 1369ھ میں پانچویں بار یہ شائع ہوا ہے۔ تو دیکھیں کتنی کثرت کے ساتھ اس کی اشاعت ہوئی ہے۔ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور نے یہ پانچویں بار شائع کیا ہے۔ فتویٰ کے الفاظ ہیں:۔

> ”جماعت مرزائیہ مرتد خارج از اسلام ہے۔ سب مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے۔ اور شرعاً مرتد کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی عورت اس پر حرام ہو گئی اور اپنی عورت کے ساتھ صحبت کرے گا وہ زنا ہے۔“

اب دیکھیں یہ فتویٰ کیا ہے؟ کوئی شریف النفس انسان اس کا تصور بھی کرے تو وہ حیرت

میں ڈوب جائے گا۔ پھر لکھتے ہیں:۔

> ’’اور ایسی حالت میں جو اولاد پیدا ہوتی ہے ولد الزنا ہو گی اور مرتد جب بغیر توبہ کے مرجائے تو اس پر جنازہ پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام ہے بلکہ مانند کتے کے بغیر غسل و کفن کے گڑھے میں ڈالا جائے۔‘‘

(’’متفقہ فتاویٰ علماء دیو بند بابت فرقہ قادیانی‘‘ صفحہ 10-11 ناشر ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور)

یہ فتویٰ ہے اور یہی بچے کے متعلق ہے۔ صرف یہی نہیں کہ وہ اسی طرح بغیر غسل کے کتے کی طرح ڈالا جائے بلکہ کہا ہے جو احمدی بچہ ہے وہ ولد الزنا ہے۔ اور اسی فتویٰ میں ہے۔

> ’’جو مرزائیوں کو مسلمان خیال کرے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج۔‘‘

اب یہ ایک لفظ اگر آپ دیکھیں تو اس کے بعد سب سے پہلے حضرت قائد اعظم اس کی لپیٹ میں آتے ہیں۔

چنانچہ عاشق حسین بٹالوی صاحب اپنی کتاب ’’ہماری قومی جدو جہد‘‘ میں لکھتے ہیں کہ قائد اعظم نے اسمبلی کے ایک اجلاس میں یہ کہا تھا کہ یہ جو اس وقت حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحبؓ نے تقریر کی ہے۔ حضرت چوہدری ظفر اللہ خانؓ صاحب مسلمان ہیں اور میں انہیں اپنا بیٹا سمجھتا ہوں۔ (’’ہماری قومی جدو جہد‘‘ صفحہ 21 از عاشق حسین بٹالوی) اور دیو بندی ملّا کا یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص احمدی کو مسلمان کہے وہ بھی ان تمام سزاؤں کا مستحق ہے۔ وہ بھی کافر ہے، وہ بھی مرتد ہے۔ اس کا جنازہ پڑھنے کی بجائے اس کو کتوں کے سامنے پھینک دینا چاہیے۔ یہ تو قائد اعظم کا فرمان حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خانؓ صاحب کے بارے میں ہے۔ جب قائد اعظم سری نگر میں تشریف لے گئے، آخری بار 23 مئی 1944ء کو تو اس موقع پر کشمیری صحافت کی نمائندگی میں آپ سے انٹرویو لیا گیا۔ آپ نے خطاب فرمایا۔ احمدیوں کے متعلق سوال کیا گیا تھا کہ ان کو آپ کیا سمجھتے ہیں، تو حضرت قائد اعظم نے بہت ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ

> ’’مجھ سے ایک پریشان کن سوال پوچھا گیا کہ مسلمانوں میں سے

> مسلم لیگ کا ممبر کون بن سکتا ہے؟ یہ سوال خاص طور پر قادیانیوں کے سلسلہ میں پوچھا گیا۔ میرا جواب یہ ہے کہ جہاں تک آل انڈیا مسلم لیگ کے آئین کا تعلق ہے، اس میں درج ہے کہ ہر مسلمان بلا تمیز عقیدہ و فرقہ مسلم لیگ کا ممبر بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ مسلم لیگ کے عقیدہ، پالیسی اور پروگرام کو تسلیم کرے۔ رکنیت کے فارم پر دستخط کرے اور دو آنے چندہ ادا کرے۔ میں جموں و کشمیر کے مسلمانوں سے اپیل کروں گا کہ وہ فرقہ وارانہ سوالات نہ اٹھائیں۔‘‘

(اخبار’’اصلاح‘‘ سرینگر 13 جون 1944ء صفحہ 2)

لیکن ظلم و ستم کی حد یہ ہے کہ وہ کشمیر جس کی خاطر جماعت احمدیہ نے اپنے محبوب امام کی قیادت میں کشمیر کمیٹی کے پلیٹ فارم کے ذریعہ سے سب سے زیادہ قربانیاں دیں اور آزادی کا جھنڈا لہرایا۔ سب سے پہلے اس کے غیر مسلم قرار دیئے جانے کی قرارداد کشمیر نے پیش کی اور پیش کرنے والے سردار عبدالقیوم صاحب تھے جنہوں نے اپنی کتاب ’’مقدمہ کشمیر‘‘ میں یہ لکھا ہے کہ میں جب جنگ عظیم کے دوران عرب ملکوں میں تھا تو میرے یہودیوں کے ساتھ بڑے تعلقات تھے اور اکثر جو میں مشورے دیتا تھا ان پر عمل کرتے تھے۔ (صفحہ 13) یہودیوں کے اس ایجنٹ نے سب سے پہلے کشمیر میں ہی قائداعظم کی مخالفت کرتے ہوئے مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد پیش کی۔

قائداعظم نے فرمایا کہ

> ’’میں جموں و کشمیر کے مسلمانوں سے اپیل کروں گا کہ وہ فرقہ وارانہ سوالات نہ اٹھائیں بلکہ ایک ہی پلیٹ فارم پر اور ایک جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ اسی میں مسلمانوں کی بھلائی ہے۔ اس سے نہ صرف مسلمان موثر طریقے سے سیاسی، سماجی، تعلیمی اور معاشرتی ترقی کر سکتے ہیں بلکہ دیگر اقوام بھی اور بحیثیت مجموعی ریاست کشمیر بھی۔‘‘

(’’اصلاح‘‘ سرینگر 13 جون 1944ء صفحہ 2)

قائداعظم کا جنازہ؟

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا! کیا قائداعظم کے جنازے کا بھی کوئی ذکر ہوا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ جنازے کا بھی ذکر تھا۔ حضورؒ نے، جہاں تک مجھے یاد ہے، میں حتمی بات نہیں کہہ سکتا۔ حضورؒ نے اس موقع پر جو بات بیان کی وہ یہی تھی، جہاں تک میری یادداشت کام کرتی ہے کہ جماعت احمدیہ کا ایک موقف ہے کہ جو جماعت احمدیہ میں شامل نہیں ہم ان کا جنازہ نہیں پڑھتے مگر جنازہ نہ پڑھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ معاذ اللہ خدا کی نگاہ میں وہ خدا کی عطا کردہ مغفرت سے محروم ہو جائے گا۔ یہ ایک امام زمانہ کی طرف سے اس وقت ارشاد ہوا، جبکہ احمدیوں کے بچوں کو جنازہ پڑھنے کی بجائے انہیں کتوں کی طرح پھینک دینے کا قصہ ہوا تھا۔ تو حضورؒ نے فرمایا جب ایسی صورت ہے تو کسی اور کے پاس جا کے، کسی مجمع میں پہنچ کے، کسی اور کا جنازہ پڑھنے کی بجائے ہمیں یہ چاہئے کہ ہم کسی کے جنازہ میں شامل نہ ہوں۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں خود احمدیوں کے اوپر حملہ ہونے کا اندیشہ ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اگر آپ کتاب پڑھیں ”اظہار مخادعات مسیلمہ قادیانی۔“ یہ کتاب 1901ء یا 1902ء کے قریب چھپی ہے۔ اس کے لکھنے والے پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے مرید مولوی عبدالاحد خانپوری ہیں اور مطبع چودھویں صدی راولپنڈی سے چھپی ہے۔ میرے پاس موجود ہے۔ اس کا نام ہے ”اظہار مخادعات مسیلمہ قادیانی“ اور یہ اس اشتہار کے جواب میں ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ”الصلح خیر“ کے نام سے دیا تھا۔ آپؑ نے فرمایا کہ

اسلام میں کم از کم یہ تو ہے کہ اختلاف نظریہ کے نتیجہ میں کسی دوسرے کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے تو مسلمان علماء سے کہتا ہوں کہ اختلاف اپنی جگہ پر رکھیں، میرے خلاف دلائل بھی دیں، مناظرے بھی کریں لیکن زبان تو کم از کم بازاری نہ استعمال کریں۔ شائستہ زبان استعمال کریں۔ قرآن کا یہ ارشاد ہے، حدیث کا ارشاد ہے بلکہ خدا تو فرماتا ہے کہ کافروں کو بھی گالی نہ دو۔ مشرکوں کو بھی گالی نہ دو کیونکہ اس کا ردعمل بڑا خطرناک ہوسکتا ہے۔ اس کے جواب میں راولپنڈی یہ سے کتاب چھپی، اور اس میں انہوں نے لکھا کہ دراصل مرزا صاحب نے تنگ آ کر یہ ”صلح خیر“ رکھی ہے اور اپنے مرزائی جو ماننے والے ہیں ان کو تسلی دلائی ہے کہ تمہیں جو ایک بڑی قیامت سے دوچار ہونا پڑا ہے کہ

تمہیں مسجدوں سے نکال دیا گیا اور جنازے تمہارے بغیر کفن دفن کے کسی اور قبرستانوں میں دفن کئے گئے اور اس کے علاوہ پھر اور بڑی ذلت ہوئی۔ تمہاری عورتوں کے نکاح فسخ کئے گئے۔ تو میں اس طرح کرتا ہوں کہ کم از کم مولویوں سے کہتا ہوں کہ ہم سے صلح کر لیں۔ اس طرح نہ ہمیں مسجدوں سے نکالا جائے گا اور نہ ہمیں جنازہ پڑھنے سے کوئی روکے گا۔ تو یہ Background خود علماء نے بیان کر دیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جماعت ان فتووں کے بعد 1900ء تک ان کے جنازوں میں شامل ہوتی تھی۔ نکاح شادی کے تعلق موجود تھے۔ مسجدوں میں ہم جاتے تھے۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے لیکن جب یہ صورتحال ہوئی تو حضورؑ نے فرمایا کہ اب جب انتہا تک ہمارے خلاف اشتعال پیدا ہو گیا ہے تو اب خواہ تم چاہو بھی، کسی دوسرے مسلمان کے جنازے میں جانا چاہو گے تو تمہیں نشانہ بنایا جائے گا۔ مسجدوں میں جاؤ گے تو تمہیں مسجدوں سے نکال دیا جائے گا۔ اس لئے خود اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھو اور کسی کا جنازہ پڑھنے کی بجائے خود اپنوں کا جنازہ پڑھو۔ باقی اس فتنہ میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو یہ اصل صورت تھی جس کی روشنی میں حضورؑ نے جواب دیا۔ لفظ کیا تھے وہ میں اب معین نہیں بتا سکتا۔

مرزا فضل احمد صاحب کا جنازہ

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ کیا مرزا فضل احمد صاحب کے جنازے کے حوالے سے بھی ذکر ہوا تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ ہاں! حضورؑ نے فرمایا کہ ان کا جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ اس لئے کہ وہ حضرت بانی جماعت احمدیہ پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ تو امام وقت کا ایک ارشاد تھا تو بنیاد تو یہی ہے۔ اصل سوال یہ نہیں ہے کہ جنازہ پڑھا جائے یا نہ پڑھا جائے۔ اس واسطے کہ اوّل تو بات یہ ہے کہ جنازہ جو پڑھنے کا معاملہ ہے یہ فرض کفایہ ہے۔ اگر ایک شخص بھی جنازہ پڑھ لے تو دوسرے پر اعتراض ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اب دیکھیں روزانہ ہزاروں مسلمان مرتے ہیں۔ کیا ساری دنیا ان کا جنازہ پڑھتی ہے۔؟ ایک بھی پڑھ لے تو فرض کفایہ ادا ہو گیا۔ تو کسی کے اعتراض کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مجھ سے ایک دفعہ ایک صاحب نے سوال کیا کہ آپ جنازہ کیوں نہیں پڑھتے۔ میں نے کہا میں ایک موٹی سی بات آپ سے کہتا ہوں۔ ہم تو آنحضرت ﷺ کے غلام ہیں، ہماری فقہ رسول اللہ کی فقہ ہے، ملاؤں کی بنائی ہوئی فقہ نہیں ہے۔ جس میں یہاں تک لکھا ہے اور دیو بندی اس کو مانتے ہیں، بریلوی بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں ”ردالمختار“ ابن عابدین کی کتاب ہے اور فقہ میں اس کو ایک اتھارٹی سمجھا جاتا ہے۔

نورانی صاحب اور اسی طرح دوسرے جمعیت علماء اسلام نے 1974ء سے پہلے اور بعد میں جب نظام مصطفیٰ کا نعرہ بلند کیا بھٹو کو الگ کرنے کے لئے، تو اس نعرے میں یہ کہا تھا کہ اگر ہمیں اقتدار دے دیا جائے تو ہم چوبیس گھنٹے میں اسلام نافذ کر سکتے ہیں۔ اس کے یہی معنی تھے کہ ”ردّالمختار“ یا ”فتاویٰ عالمگیری“ ہم آرڈیننس کے ذریعہ جاری کر دیں گے کہ آئندہ جس قدر بھی فیصلہ ہوں گے اس کے مطابق ہوں گے۔ تو ایک منٹ میں نظام اسلامی قائم ہو جائے گا تو یہ فلسفہ تھا اس کے پیچھے۔ اب ”ردّالمختار“ میں یہ لکھا ہے اور دیو بندیوں کے مجدد اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بطور نظیر کے پیش کیا ہے کہ **لا رعف فکتب الفاتحة**. سوال یہ تھا کہ آیا معاذ اللہ! معاذ اللہ! یہ خباثت نفس دیکھیں آپ! اس کے پیچھے کیا کارفرما ہے پوپ نے جو کچھ کہا اس کی کچھ حیثیت ہی نہیں اس فتویٰ کے مقابل پر جو دیو بندی اور بریلوی دونوں مانتے ہیں۔ فتویٰ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی نکسیر پھوٹے اور وہ ہومیو پیتھی یا ایلو پیتھی یا یونانی جو طریق ہائے علاج رائج ہیں، **لا رعف فکتب الفاتحة** اگر نکسیر کے علاج کے لئے اگر وہ کوئی ظاہری علاج کی بجائے خون کے ساتھ سورۃ فاتحہ اپنی پیشانی پر لگا دے تو وہ بھی جائز ہے۔ **وبالبول ایضاً** اور اگر سورۃ فاتحہ کو معاذ اللہ، معاذ اللہ پیشاب سے لکھ کر لگا دے اپنی پیشانی پر تو علاج ہو جائے گا اور نکسیر ختم ہو جائے گی۔ (”ردالمختار علی درالمختار“ جلد 1 صفحہ 154 طبع اوّل 1399ھ) یہ جو ختم نبوت کے چیمپئن بنے پھرتے ہیں۔ یہ دیو بندی امت کا عقیدہ ہے اور تمام اہل سنت قرار دینے والے اپنے تئیں، یہ ان کا عقیدہ ہے۔ تو ان لوگوں کی نگاہ میں تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ جو قرآن کو یہ حیثیت دینے والے ہیں۔ ان کو اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی کیا پرواہ ہے۔ تو میں یہ بتا رہا تھا کہ ہماری فقہ یہ فقہ نہیں ہو سکتی۔ جس طرح کہ شاعر مشرق ڈاکٹر سر اقبال نے بھی فرمایا ہے۔ ؎

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں ہر گز
ملّاں کی اذان اور ہے غازی کی اذاں اور

قرآن تو وہی ہے، اسلام تو وہی ہے۔ لیکن ملّا کا اسلام اور ہے ہمارا اسلام یقیناً اور ہے، کیونکہ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ قال اللہ وقال الرسولؐ کی بنا پر کہتے ہیں۔ اب میں آپ کو بتا یہ رہا تھا کہ ایک صاحب نے مجھ پر سوال کیا کہ آپ جنازہ کیوں نہیں پڑھتے۔ غالباً ضلع فیصل آباد کی ایک سوال وجواب کی مجلس میں یہ بات ہوئی اور جہاں تک مجھے یاد ہے مکرم مولانا محمد اعظم اکسیر صاحب اس وقت بطور مربی صدارت فرما رہے تھے۔ اس وقت میں نے یہ عرض کیا کہ ہم تو سنت رسولؐ پر عمل کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے متعلق حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضورؐ اس شخص کا جنازہ نہیں پڑھتے تھے جو قرض دار ہوتا تھا۔ ایک بہت بڑا قرض جوامت مسلمہ کے نام یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب مہدی کا ظہور ہو تو خواہ تمہیں برف کے تودوں پر بھی جانا پڑے تو جانا اور اسے میرا سلام کہنا اور اس کی بیعت کرنا۔ تو یہ قرض ہے محمد عربی کا ہر مسلمان کے لئے۔ تو ہم جنازہ نہیں پڑھیں گے اس شخص کا جو محمد ﷺ کے قرض کی ادائیگی کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

احمد نگر کی بات ہے جہاں مشہور ذاکر مولوی بشیر ٹیکسلا والے تھے۔ شہادت حسینؑ کی شب کو حضرت حسینؑ کے تذکرہ کی بجائے ان کی ساری تقریر ہمارے خلاف تھی۔ یہ خلافت ثانیہ کی بات ہے۔ حضرت قاضی محمد نذیر صاحب، مکرم گیانی واحد حسین صاحب اور میں۔ ہم تینوں اگلے دن اس کے جواب کے لئے بھجوائے گئے۔ میرے ذمہ یہ سوال تھا کہ شیعہ ذاکر نے یہ کہا کہ اہل سنت والجماعت جو ہیں وہ بھی قادیانیوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں حالانکہ کبھی بھی کسی قادیانی نے کسی سنی کا جنازہ نہیں پڑھا۔ یہ بات بھی انہوں نے اشتعال دلانے کے لئے کہی کہ سنیوں کو غیرت آنی چاہیے، ان کا جنازہ نہیں پڑھا جاتا اور پھر بھی وہ ان کے ساتھ ہماری مخالفت میں محاذ قائم کئے ہوئے ہیں تو میں نے اس کے جواب میں جو بات کہی وہ اس سوال کے جواب کے آخر میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے ’’تحفۃ العوام‘‘ پیش کی۔ یہ بڑی مستند کتاب ہے غالباً علامہ باقر مجلسی کی، اس کا ترجمہ لکھنؤ میں چھپا۔ وہ میرے پاس تھی۔ اس وقت لائبریری سے لے گیا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ اوّل تو ناصبی کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے۔ جس طرح کہ سنی ان کو رافضی کہتے ہیں اور اس لئے کہتے ہیں کہ

اہل بیت میں سے کسی نے واقعہ کربلا کے بعد یہ بات کہی کوفہ والے شیعوں کو **قد رفضتم الحسین بالکربلاء** کہ تم نے حسین کو کربلا میں بلایا اور فنا کر دیا اور شہید کرا دیا تو رفض کے الفاظ سے رافضی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے دنیائے اہل سنت کی طرف سے اور یہ گالی نہیں ہے بلکہ اہل بیت محمدؐ کا سرٹیفکیٹ ہے دراصل ظالموں کے نام۔ ؎

خود بلا کے نواسے کو نبی کے افسوس
موت کے گھاٹ سے پانی کو پلانے والے
کی وفا شیر خدا سے، نہ حسنؓ سے ایفا
کیسے شیعہ تھے اماموں کے زمانہ والے

تو میں نے احمد نگر کے اس پبلک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے یہ بات کہی کہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ہم اپنے سنی بھائیوں کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ میرے دادا فوت ہوئے تھے۔ میں نے نہیں جنازہ پڑھا تھا مگر میں آج یہ بتانا چاہتا ہوں کہ شیعہ حضرات جو جنازہ پڑھتے ہیں، جب ان کے گھیراؤ میں ہوں اور مجبوراً پڑھنا پڑے تو دعائے مغفرت جو کی جاتی ہے ناصبی کے جنازے پر، شیعہ میتھالوجی کے لحاظ سے۔ ہم لوگ تو کہتے ہیں:۔

اللھم اغفر لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثٰنا اللھم من احییتہٗ منا فاحیہٖ علی الاسلام ومن توفیتہٗ منا فتوفہٗ علی الایمان.

جیسے احمدی جنازہ پڑھتے ہیں، تمام اہل سنت والجماعت کے جنازہ کے الفاظ یہی ہیں مگر سنیوں کا جنازہ جب شیعوں کی طرف سے پڑھا جاتا ہے تو ”تحفۃ العوام“ میں ”مغفرت“ کے الفاظ اس طرح ہیں۔

> ”اگر میت شیعہ نہ ہو اور دشمن اہل بیت ہو اور نماز بضرورت پڑھنا پڑے تو بعد چوتھی تکبیر کے کہے...

اللھم اصلہ حرّ نارک اللھم اذقہ اشد عذابک

(تحفۃ العوام بار ہفتم صفحہ 216-217 مطبع نول کشور لکھنو)

اے اللہ تو اس کو آگ کے عذاب میں داخل کر۔

پھر ’’**الفروع من الجامع الکافی**‘‘میں غیر شیعہ کی دعائے جنازہ اس طرح ہے۔

اللھم املأ جوفہ ناراً وقبرہٗ نارا وسلط علیہ الحیات والعقارب

(’’الفروع من الجامع الکافی‘‘ کتاب الجنائز صفحہ 100از’’رئیس المحدثین الامام الحافظ ثقۃ الاسلام ابی جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق الکلینی الرازی ناشر مطبع العالی مغربی نول کشور لکھنؤ 1884-1885ء)

اے خدا اس ناصبی کی قبر کو آگ سے بھر دے **وسلط علیہ الحیات والعقارب** اور موٹے سروں والے بڑے بڑے سانپ اور بچھو اس پر مسلط فرما دے۔

یہ دعائے مغفرت ہو رہی ہے۔ اگلے دن یہ ہوا کہ سنی جتنے بھی تھے وہاں پہنچے ہوئے انہوں نے یہ دعا حفظ کر لی تو صبح گلی کوچے میں جو بھی شیعہ بزرگ ملتے تھے، وہ اونچی آواز سے پھر یہ دعا شروع کر دیتے تھے۔ **املأ جوفہ نارا و قبرہ نارا و سلط علیہ الحیات والعقارب** ۔ جی فرمایئے!

مسلمانوں پر مظالم اور حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ حضرت چوہدری سر ظفراللہ خان صاحبؓ نے 1974ء میں بیان دیا تھا کہ حقوق انسانی کی علمبردار بین الاقوامی ایجنسیاں پاکستان میں فوری طور پر اپنے نمائندے بھجوائیں تا احمدیوں پر ڈھائے جانے والے ہولناک مظالم کا بچشم خود مشاہدہ کر سکیں۔ اس پر اٹارنی جنرل صاحب نے یہ سوال کیا کہ ایسا بیان انہوں نے احمدیوں کے بارے میں تو دے دیا ہے لیکن کشمیر اور برما اور فلپائن اور ہندوستان میں مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے جا رہے ہیں ان کی نسبت کیوں نہیں دیا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب :۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پہلے تو یہ جواب دیا کہ چوہدری سر ظفراللہ خان صاحبؓ کی طرف سے مجھے کوئی ایسا بیان نہیں ملا۔ اس پر اٹارنی جنرل صاحب نے Cross Question کیا کہ پاکستانی اخبارات نے یہ شائع کیا ہے اور یہ سارے اخبار میرے پاس موجود ہیں۔ یہ معتبر نائی کا ذکر کرنا ضروری تھا کہ پاکستان کے پریس نے جو کہ جھوٹ کا پلندہ ہے اس

میں یہ آ چکا ہے۔ یہی اللہ وسایا صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اور جو کتابیں ہمارے خلاف لکھی گئی ہیں، خود ہی جو جھوٹ ڈرامائی طور پر اخباروں میں چھپتے رہے اسی کو پھر اپنا مدعا اور بنیاد بنا دیا گیا۔ جب اٹارنی جنرل صاحب نے پاکستانی اخباروں کا حوالہ دیا تو حضورؒ جلال میں آ گئے۔ وہ وقت بڑا ہی عجیب تھا۔ حضورؒ نے درد اور جوش سے مغلوب لب ولہجہ میں فرمایا کہ آپ ان پاکستانی اخبارات کو پیش کر رہے ہیں جنہوں نے ضرب خفیف کے ایک معمولی واقعہ کو ایک انتہائی مبالغہ آرائی کے رنگ میں پیش کرتے ہوئے یہاں تک کہا کہ گویا نشتر کالج ملتان کے معصوم طلباء پر ربوہ کے ہزاروں احمدیوں نے حملہ کر کے ان کی زبانیں تک کاٹ ڈالیں اور پھر وہ زبانیں اسی دن ایبٹ آباد میں مولویوں نے اپنی تقریروں کے دوران عوام کو بھی دکھلائیں۔ پھر انہی اخبارات نے یہ سفید جھوٹ بولا کہ گویا یہ سب کارروائی میرے حکم پر ہوئی ہے حالانکہ میں وہ شخص ہوں جو تعلیم الاسلام کالج کا تیس برس تک پرنسپل رہا ہوں۔ اس دوران کالج میں غیر احمدی بچوں کی اکثریت رہی ہے لاہور میں بھی اور ربوہ میں بھی۔ میں نے ان احراری معاندین کے بیٹوں کو بھی، ان کی فیس کو معاف کر کے داخلہ دیا جنہوں نے لاہور کی 1953ء کی ایجی ٹیشن میں حصہ لیا اور ہمارے کالج کو نقصان بھی پہنچایا۔ کئی غیر احمدی طلباء کو میں نے اپنی جیب سے خرید کر سویابین فراہم کی اور بیماری کی صورت میں کئی کئی راتیں ان کی تیمارداری میں گذار دیں۔ آخر میں مجھے کہنا ہے کہ آپ کا پیش کردہ مزعومہ بیان آپ ہی کے اعتراف کے مطابق میرا نہیں چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب کا ہے۔ اس لئے یہ سوال انہی سے کرنا چاہئے۔ میں ظفر اللہ خان نہیں ہوں۔ میں خلیفۃ المسیح ہوں۔

''نجم الہدیٰ'' کا حوالہ

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ ایک سوال جو حضور سے کیا گیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''نجم الہدیٰ کے'' صفحہ 53 کے حوالہ سے تھا کہ اس میں مخالفین احمدیت کو بیابانوں کے خنازیر کہہ کر دل آزاری کی گئی ہے۔ حضورؒ نے اس کے جواب میں کیا فرمایا تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ بہت پیارا جواب تھا۔ فرمایا یہاں بدزبان پادری مراد ہیں۔ اصل کتاب دیکھیں تو پادریوں کا ذکر ہو رہا ہے لیکن یہ تو بڑا مختصر مگر جامع جواب تھا۔

مزید میں نوجوانان احمدیت کے اضافۂ علم کے لئے یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیشہ مخالفین کا یہ طریق رہا ہے کہ ایسی عبارتیں جو کہ اسلام کے دشمنوں کے متعلق تھیں، احراری علماء ان کو مسلمانوں پر چسپاں کر کے اشتعال پیدا کرتے ہیں۔ خود یہ واقعہ میرے سامنے ہوا۔ غالباً راولپنڈی کی احرار کانفرنس میں احسان شجاع آبادی صاحب کی تقریر تھی اور اس میں کہا کہ دیکھو مسلمانو! یہ مرزا صاحب نے ایک ہزار لعنت ہم پر بھیجی ہے۔ لعنت، لعنت، لعنت۔ یہ دیکھو اصل کتاب موجود ہے۔

اب قصہ یہ ہوا کہ چند سالوں کے بعد، یہ تو خلافت ثانیہ کی بات ہے۔ خلافت ثانیہ کے وسطی دور کی کہنی چاہئے پاکستان کے لحاظ سے لیکن اسی دور کے آخر کی بات ہے۔ اس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، ہمارے پیارے امام حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب کے دادا اور مبشر اولاد میں سے، خدا کے شیروں میں سے بہت عظیم شیر، جن کے متعلق بے شمار خدائی بشارتیں تھیں۔ ان دنوں آپ ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد تھے۔ اس وقت ناظر دعوت وتبلیغ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ حضرت میاں صاحب کی طرف سے مجھے یہ ارشاد آیا کہ دنیاپور میں لال حسین صاحب اختر کی تقریریں ہو رہی ہیں اور بڑا اشتعال پھیل رہا ہے تو تمہیں حضور نے اجازت دے دی ہے۔ فوراً وہاں پر پہنچو۔ میرا دفتر اس وقت بیت مبارک ربوہ کے بالکل ساتھ تھا اور میں اور میرے بچے اس وقت دارالنصر میں رہتے تھے۔ جس وقت یہ ارشاد موصول ہوا میں نے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں لکھا کہ یہ ارشاد میاں صاحب کا ملا ہے اور چونکہ حضور کی اجازت اس میں موجود ہے تو میں عاجزانہ طور پر درخواست کروں گا کہ میری اہلیہ شدید بیمار ہیں، حضور ان کی شفایابی کے لئے دعا کریں اور اب میں اسٹیشن کی طرف روانہ ہوں۔ پھر جب میں واپس آیا تو میری اہلیہ بالکل شفایاب تھیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔ بہر حال میں گھر بھی نہیں گیا، کپڑے بھی نہیں تھے میرے پاس اور انہی کپڑوں میں مَیں اسٹیشن پر پہنچا اور رات ملتان رہا۔ اس وقت امیر جماعت ہمارے عبدالحفیظ صاحب کے والد تھے، چوہدری عبدالرحمٰن صاحب۔ بہت ہی بزرگ انسان تھے۔ ان کے پاس پہنچا۔ انہوں نے کہا کہ صبح سویرے میں اپنی گاڑی پر تمہیں دنیاپور پہنچاؤں گا لیکن میں نے ان کے بیٹے جو اس وقت ایڈووکیٹ تھے اور اب بھی ہیں، اس وقت پریکٹس کر رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا

کہ جس طرح بھی ہو سکے، جانے سے پہلے ہمیں لاؤڈ سپیکر کی اجازت لے لینی چاہئے۔

ہم لوگ اگلے دن گئے اور مجسٹریٹ صاحب جو موجود تھے، بہت شریف، کہنے لگے کہ اجازت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ دفعہ 144 تو نافذ نہیں ہے۔ کسی صوبے میں ہی نہیں اور ملتان کے ضلع کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو میں نے پھر یہ عرض کی کہ اس کے باوجود آپ کا احسان عظیم ہوگا اگر ہمیں اجازت دے دیں۔ یہ قانون کی خلاف ورزی تو نہیں ہوگی لیکن یہ ہمارے لئے تسکین کا باعث ہوگا، بابرکت بات ہوگی۔ یہ بات ان کو بہت پسند آئی، ہمیں اجازت دے دی۔ محترم چوہدری عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ ملتان نے چلنے سے پہلے مجھے دو جوڑے کپڑوں کے دیئے جو راتوں رات انہوں نے بنوائے۔ کیونکہ انہیں پتہ چل گیا تھا کہ میں بس تنہا اسی طرح پہنچا ہوں۔ کوئی چیز ہی نہیں تھی میرے پاس۔ اتنا احساس تھا میں وہاں جب یہ جلسہ شروع ہوا اس وقت مرحوم شیخ محمد اسلم صاحب (یہ ہمارے جو شیخ محمد نعیم صاحب مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ ہیں، ان کے والد تھے۔ فرشتہ خصلت بزرگ تھے۔) ان کی صدارت میں جلسہ شروع ہوا اور ابھی تلاوت ختم نہیں ہوئی تھی کہ بڑے بڑے داڑھیوں والے علماء کا ایک ہجوم سامنے آ گیا اور اس کے ساتھ انسپکٹر پولیس اور دوسرے سپاہی بھی ساتھ تھے۔ جاتے ہی انہوں نے شیخ محمد اسلم صاحب کو بلایا۔ وہ اٹھ کر گئے۔ کہنے لگے جی کہ آپ کو کس نے اجازت دی ہے؟ آپ لاؤڈ سپیکر نہیں لگا سکتے۔ بڑے فریس آدمی تھے۔ کہنے لگے کہ وہی قانون جو احراری علماء کے لئے ہے وہی ہمارے لئے ہے۔ ہم بھی پاکستان کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے کون سی اجازت لی ہے؟ کہنے لگے نہیں تم اقلیت میں ہو، تمہیں اجازت لینی چاہئے تھی۔ اسی وقت انہوں نے کہا کہ جناب ہم اجازت لے کے آئے ہیں۔ بس یہ کہنا تھا کہ ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ پھر وہ فوراً چلے گئے۔ اس کے دوران میں نے اس سوال کو بھی لیا اور بھی بہت سی باتیں ہیں مگر وہ اپنے وقت پر میں بیان کروں گا کسی اور موقعہ پر۔ غیر احمدیوں نے یہ حوالہ بھی پیش کیا کہ مسلمانو! مرزا صاحب نے ہزار لعنت تم پر بھیجی ہے۔ حالانکہ دنیا پور کو تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام جانتے نہیں تھے اور یہاں پر تشریف لائے نہ کسی کو خطاب کر سکتے تھے اور نہ کیا تھا۔ تو وہ پادریوں کے نام تھا اور کتاب ‘‘نور الحق’’ میں لکھا ہے کہ پادری عماد الدین کا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن مجید کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ میں عربی زبان میں قرآن سے بڑھ کر لکھ سکتا ہوں۔ تو حضورؑ نے عربی میں رسالہ لکھا ‘‘نور الحق’’ اور فرمایا

کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کا ادنیٰ ترین غلام ہوں اور قرآن کا خادم ہوں۔ یا تو تم اس عربی رسالے کا عربی میں جواب دو اور اگر نہ جواب دو اور نہ گالیوں کو چھوڑو، رسول عربی ﷺ کے خلاف بھی تم بکواس کررہے ہو تو پھر خدا کی ہزار لعنت تم پر ہوگی۔ یہ اصل بات تھی۔ میں نے وہ سارا حوالہ اور اصل کتاب دکھائی۔ میں نے کہا کہ ہم لوگ تو عاشق رسولؐ ہیں۔ مگر دیکھیں ان حضرات کو ''نجم الہدیٰ'' میں جو الفاظ ہیں خنازیر کے، وہ بھی اپنی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ لعنت کے الفاظ بھی اپنے اوپر چسپاں کر کے اشتعال دلا رہے ہیں تو اس سے ثابت ہے کہ یہ ایجنٹ ہیں دراصل عیسائیوں کے۔ تکلیف تو پادریوں کو ہونی چاہئے تھی۔ مگر مجسم شورش یہ لوگ بنے ہوئے ہیں بدخصال اور آنحضرت ﷺ کے دشمنوں اور جو شاتم رسولؐ ہیں، ان کی غیرت ان کے دل میں آ گئی ہے۔ صاف ثابت ہے کہ یہ ایجنٹی کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ لیکن یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ مسیح موعود علیہ السلام جیسے عاشق رسولؐ ان بدقماش لوگوں کو پھولوں کے ہار پہناتے۔ یہ احراری ہی پہنا سکتے ہیں۔

اتمام حجت کا تصور

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اٹارنی جنرل صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ سے یہ سوال کیا تھا کہ اتمام حجت کا تصور کیا ہے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے ارشاد فرمایا قرآن کریم میں بیان ہے۔

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا (سورۃ النمل:15)

ترجمہ یہ ہے: انہوں نے اصرار سے ظلم اور تکبر کرتے ہوئے ان نشانوں کا انکار کیا حالانکہ ان کے دل اس پر یقین لا چکے تھے۔ یعنی وہ دل سے قائل ہو چکے تھے کہ یہ واقعی خدا کا پیغمبر ہے۔ اسی مرحلہ کو اتمام حجت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر خدا بھی آ کے کہہ دے کہ مرزا صاحب سچے ہیں تو بھی ہم مرزا صاحب کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہاں پہ حضورؒ کا جواب ختم ہو گیا تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ جی یہاں پر ختم ہوا۔ اس پر یہ عاجز صرف اتنا عرض کرے

گا کہ احراری لٹریچر میں یہ بات 1974ء کے بعد بھی شائع شدہ موجود ہے اور وہ کتاب بھی میرے پاس ہے۔ اس میں ایک احراری کے متعلق یہ لکھا گیا ہے کہ یہ کیسا فدائی ہے ختم نبوت کا کہ عالم خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی اور حضورؐ نے فرمایا کہ مرزا صاحب سچے ہیں، جاؤ اور ان کی بیعت کرلو۔ تو لکھا ہے کہ اس خواب دیکھنے والے احراری شخص نے کہا یا رسول اللہ مجھے ختم نبوت کے معنی آتے ہیں۔

یہ احرار لٹریچر کی کتاب میرے پاس موجود ہے۔ اس سے بڑھ کر آپ یہ دیکھیں یہ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ کا بیان ہے اور چشم دید بیان ہے۔ ''تذکرۃ المہدی'' میں موجود ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ میں لدھیانہ سٹیشن پر چہل قدمی کر رہا تھا کہ اچانک مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو اول المکفرین تھے، (سب سے پہلے کفر کا فتویٰ انہوں نے دیا اور ان احراریوں کے لحاظ سے ''محافظ ختم نبوت'' سب سے پہلے تو وہی ہیں۔ باقی تو یہ ان کی جوتیوں کی خاک ہیں۔) حضرت پیر صاحب کہنے لگے کہ مولانا! آپ کو مرزا صاحب سے کوئی ذاتی دشمنی تو نہیں ہوگی۔ اگر میں قرآن سے ثابت کردوں کہ مرزا صاحب خدا کے فرستادہ ہیں تو پھر تو آپ کو انکار کی گنجائش نہیں ہوگی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کہنے لگا کہ اگر قرآن سے ثابت ہو جائے کہ مرزا سچا ہے تو میں قرآن چھوڑ دوں گا مگر مرزا صاحب کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں گا۔ یہ ''تذکرۃ المہدی'' میں لکھا ہے۔

(ملاحظہ ہو صفحہ 330 ناشر حضرت میر قاسم علی صاحب۔ ضیاء الاسلام پریس قادیان۔ جون 1915ء)

حضرت مرزا صاحب کے بعد اجرائے نبوت

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس ہم تمام مسلمانوں کے لئے بہت بابرکت ہے۔ بار بار سوالات یہ کرتے رہے کہ کیا مرزا صاحب کے بعد بھی کوئی نبی آسکتا ہے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ یقیناً سوال ہوا تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ حضورؒ نے اس کے جواب میں یہ فرمایا کہ آنحضرت ﷺ خاتم بھی ہیں اور فاتح بھی۔ آئندہ وہی نبی آسکتا ہے جس پر مہر محمدی ثبت ہو۔ اور یہ مہر صرف مسیح موعودؑ کے لئے ہے۔ جہاں تک امکان کا تعلق ہے حضرت شاہ اسماعیل شہید بالاکوٹ فرماتے ہیں:۔

> ”اس شہنشاہ (خداوند قدوس) کی تو یہ شان ہے کہ اگر چاہے تو لفظ
> کُن سے کروڑوں نبی، ولی، جن، فرشتے، جبرائیل اور محمد ﷺ کے برابر ایک
> آن میں پیدا کردے۔“

(تقویۃ الایمان صفحہ 38 ناشر دارالاشاعت اردو بازار۔ کراچی)

الفضل 1948ء کا حوالہ

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہ سوال اٹھایا گیا کہ آپ کے لٹریچر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یعنی احمدیوں نے ہمیشہ ملت اسلامیہ سے علیحدگی کی راہ اختیار کی اور اس پر انہوں نے ”الفضل“ 1948ء کا ایک حوالہ پیش کیا جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ دشمن یہ محسوس کرتا ہے کہ کوئی حرکت پیدا ہوئی تو ہم اس کے مذہب کو کھا جائیں گے۔ تو یہاں اٹارنی جنرل صاحب نے پوچھا کہ مذہب اور کھا جانے سے کیا مراد ہے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا جواب یہ تھا کہ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اس خطبہ میں غیر مسلموں کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ انہیں پتہ ہے کہ خدا نے ہمیں وہ دلائل دیئے ہیں کہ ان کے سارے قلعے پاش پاش ہو جائیں گے۔

اب دیکھیں عیسائیت کے متعلق مسیح موعود علیہ السلام نے جو یہ عظیم الشان ریسرچ دنیا کے سامنے پیش کی کہ مسیح علیہ السلام بچا لئے گئے تھے اور اس کے بعد نصیبین کے شہنشاہ کی کوشش کے نتیجہ میں پھر وہ افغانستان کے رستے سے سرینگر پہنچے۔ کیونکہ اس وقت بدھوں کی حکومت تھی اور بدھوں کی حکومت میں یہ سارے رستے بڑے کھلے بنائے جا رہے تھے کیونکہ بدھ چاہتے تھے کہ بیرونی دنیا سے بھی ان کا تعلق ہو۔ اور اشوک کے زمانہ میں سرینگر کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ تو اس وقت حضرت مسیح ابن مریمؑ نے یہ صورت اختیار کی کہ جب انہیں زندہ صلیب سے اتارا گیا تو ان کے زخم کے لئے مرہم تیار کی گئی۔ اور یہ آپؑ نے تاریخی لٹریچر سے ثابت کیا۔ بلکہ انجیل سے ثابت کیا کہ مسیح علیہ السلام زندہ بچا لئے گئے تھے۔ یہ میں اپنی بات بیان کر رہا ہوں۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ آپ نے بیان کیا ہے کہ حضورؒ نے یہ فرمایا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے اس خطبہ میں غیر مسلموں کا ذکر کیا ہے!

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ غیر مسلموں کا ذکر ہے۔ تو میں اس کی تشریح کر رہا ہوں کہ خدا نے ایسے دلائل دیئے ہیں کہ ان کے مذہب کو کھا جانے والے ہیں۔ مذہب کا لفظ ہے اور مذہب تصورات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ نظریات کا نام ہے مذہب۔ تو فرمایا تمہارے مذہب کے مقابل پر ہمارے دلائل تمہیں ختم کر کے چھوڑیں گے۔ چنانچہ مسیح موعودؑ کا نام ہی کا سر صلیب ہے تو حضور نے انجیل سے یہ بات ثابت کی۔

انجیل (عبرانیوں) میں لکھا ہے کہ اس نے بشریت کے دنوں میں رو رو کے اور تضرع سے دعا کی جو اس کو بچا سکتا تھا اور خدا نے تقویٰ کے سبب اس کی دعا قبول کر لی۔ یہ حوالہ اعلان عام کر رہا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے خدا کی جناب میں تضرع کی، عاجزی کی، آنسو بہائے کہ اے باپ اگر ہو سکے تو یہ موت کا پیالہ ٹال دیا جائے۔ تو خدا نے تقویٰ کے سبب ان کی دعاؤں کو قبول کر لیا۔ صاف ثابت ہے کہ خدا نے اس طرح ہی ان کو مبعوث کیا جس طرح حضرت ابراہیمؑ آگ میں جلائے گئے مگر آگ جلا نہیں سکی۔ موسیٰ علیہ السلام سمندر میں چلے گئے مگر سمندر ان کو نگل نہیں سکا۔ آنحضرت ﷺ نے غار ثور میں پناہ لی مگر دشمن آپ کے اوپر مسلط نہ کیا جا سکا۔ تو یہ خدا تعالیٰ کے عجائبات ہیں نبیوں کے ساتھ۔ یہی صورت باقی نبیوں کے ساتھ ثابت ہوئی۔ یہی مسیح علیہ السلام کے ساتھ ثابت ہوئی اور آج یہ عجیب بات ہے ایک بہت بڑی تعداد یورپ کے سکالرز کی جن میں جرمنی کے بعض سکالرز شامل ہیں، کسر صلیب کانفرنس لندن میں انہوں نے مقالہ پڑھا اور آج تو دنیا گونج رہی ہے ان حقائق سے۔ امریکہ سے رسائل چھپ رہے ہیں، فلمیں دکھائی جا رہی ہیں انڈیا میں اور اس کے علاوہ امریکہ میں، جرمنی میں۔ خود وہاں سے آئے ہوئے ایک احمدی مبلغ نے مجھے اس کے ٹیپ وغیرہ بھی بھجوائے ہیں۔ آج دنیا پر کھل گیا ہے کہ مسیح علیہ السلام آسمان پر نہیں گئے بلکہ ہجرت کر کے کشمیر پر تشریف لے آئے تھے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ ڈونچی کوڈ (DEVENCI CODE) کے نام سے یہ فلم ہے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ مجھے یاد ہے۔ عرصہ ہوا، یہ خلافت رابعہ کے زمانے کی بات ہے۔ ہمارے مکرم نواب منصور احمد خان صاحب وکیل التبشیر تھے۔ تو وہ خاکسار کے پاس

تشریف لائے۔ ایک خاتون کینیڈا سے آئی تھیں۔ وہ پہلے مدراس گئیں۔ حواری کی قبر دیکھنے کے لئے۔ پھر قادیان گئیں اور وہاں سے ربوہ آئیں۔ جس جگہ سے وہ آئی تھیں وہاں کے احمدی پریذیڈنٹ نے میرا ذکر بھی کیا کہ تم ربوہ بھی جا رہی ہو تو اس سے ضرور ملنا۔ بات جب شروع ہوئی تو میں نے ان سے کہا کہ ہم تو دو مسیحوں کو ماننے والے ہیں۔ حضرت مسیح ابن مریمؑ کو بھی مانتے ہیں اور اس مسیح کو بھی مانتے ہیں جس کے متعلق حضرت مسیح ناصریؑ نے یہ کہا تھا کہ میں تو اس کا تسمہ کھولنے کے برابر بھی نہیں ہوں اور جس کے متعلق موسیٰ علیہ السلام نے پیشگوئی کی تھی کہ وہ فاران کی چوٹیوں پر سے ظاہر ہوگا۔ اور دس ہزار قدوسی اس کے ساتھ ہوں گے اور آتشی شریعت اس کے ساتھ ہوگی۔ یہاں سے بات شروع ہوئی تو میں نے کہا کہ میں بھی گیا ہوں مدراس میں۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ مدراس کی طرف توما حواری کیوں بھجوائے گئے تھے؟ آپ سوچیں۔ وہ اس لئے بھیجے گئے کہ حضرت مسیح (Jesus Chirst) کا یہ مشن تھا کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا۔ اور چونکہ ساؤتھ انڈیا میں مالا بار کے علاقہ میں، مدراس کے علاقہ میں کثرت سے بنی اسرائیل آباد تھے تو توما حواری کو حضرت مسیح علیہ السلام نے وہاں بھجوایا تھا۔ میں نے کہا کہ اب میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ مسیحؑ کا مشن تو یہ تھا کہ وہ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو جمع کریں۔ اب آپ کا نکتہ نگاہ یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام نے باپ کے اس ارشاد کی تعمیل کرنے کی بجائے ان کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف جن کے متعلق یہ تاریخ سے ثابت ہے کہ باقی جو دس قبیلے تھے، وہ افغانستان، کشمیر، مدراس وغیرہ میں چلے گئے، مسیح علیہ السلام نے باپ کی نافرمانی کر دی۔ بجائے یہاں کشمیر اور افغانستان کی طرف آنے کے، وہ آسمان پر چلے گئے۔ میں نے کہا کہ آپ خود بتائیں کہ اگر کوئی گورنمنٹ کسی کو کسی کالج کا پرنسپل بنائے اور وہ وہاں جانے کی بجائے آسٹریلیا آجائے تو وہ اس کی عزت کرے گی یا اسے جرمانہ ہوگا اور سزا ہوگی۔

”تم مجرموں کی طرح ہمارے سامنے پیش کیے جاؤ گے؟“

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ ایک سوال الفضل 3 جولائی 1952ء کے حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ سے کیا گیا کہ اس میں درج ہے کہ ”ہم فتح یاب ہوں گے اور تم مجرموں کی

طرح ہمارے سامنے پیش کیئے جاؤ گے۔" تو اس کے جواب میں حضورؒ نے کیا فرمایا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے اس کے جواب میں، جہاں تک مجھے یاد ہے، یہ ارشاد فرمایا کہ اس تاریخ کی الفضل میں یہ عبارت نہیں مل سکی۔

الفضل 1952ء کی ایک تحریر کی وضاحت

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے یہ کہا گیا کہ "مرزا محمود احمد کا یہ بیان ہے 16 جنوری 1952ء کے الفضل میں شائع ہوا کہ 1952ء کو گزرنے نہ دیا جائے جب تک دشمن آغوش احمدیت میں نہ گر جائے۔"

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے اپنی زبان مبارک سے یہ فیصلہ کن جواب دیا کہ

> "یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا بیان نہیں ایک ذیلی تنظیم خدام الاحمدیہ کے مہتمم تبلیغ کا نوٹ ہے۔"

اس پر میں صرف یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں اس وقت مہتمم تبلیغ عبدالحمید صاحب آصف تھے جواب فوت ہو چکے ہیں۔

جماعت احمدیہ اور تحریک آزادئ ہند

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ اگلا سوال حضورؒ سے یہ ہوا کہ جب انگریز کی حکومت کی اطاعت جماعت احمدیہ کے عقیدہ کا حصہ تھی تو آپ نے تحریک آزادی میں کیونکر حصہ لیا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ

> "اس کی اجازت خود حکومت وقت نے ملک کے باشندوں کو دے دی تھی۔"

یہ حضورؒ کا جواب ختم ہوا۔ آپ اگر برصغیر کی تاریخ کو پڑھیں تو یہ بڑا واضح ہے کہ 1857ء کے غدر کے بعد مدت تک آزادی کے تصور سے ملک کے رہنے والے ناآشنا تھے۔ اس کے بعد وقت آیا اور وہ وقت پہلی جنگ عظیم کے بعد آیا ہے جبکہ حکومت نے یہ کہا کہ ہم اس جنگ کے بعد کوشش کریں گے کہ ہندوستانیوں کو آہستہ آہستہ کئی قسطوں میں آزادی دیں۔ پہلے نو آبادیوں کا علاقہ ملے گا

ان کو۔ اس کے بعد جب ہم سمجھیں گے تو پورے کا پورا اقتدار مکمل طور پر ہندوستانیوں کو دے دیا جائے گا۔ تو یہ خود گورنمنٹ نے اجازت دی تھی۔ احمدی تو آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق قانون کی پابندی کے آج دنیا میں پرچم لہرا رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا نمونہ کیا تھا؟ اور وہ نمونہ قرآن کی روشنی میں تھا۔ قرآن میں لکھا ہے کہ یوسف علیہ السلام وزیر تھے مگر اس وقت کی جابر حکومت کے ماتحت کسی غیر ملکی کو وہ اپنے ہاں رکھ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے بن یامین کے لئے خدا نے تدبیر کی **مَا کَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاہُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِکِ** (یوسف:77) اس میں خدا نے یہ بیان کیا ہے کہ خواہ کوئی بادشاہ فرعون بھی ہو اور اس میں موسیٰؑ جیسا اولوالعزم پیغمبر رہتا ہو پھر بھی اس یوسفؑ کو حکم ہے کہ فرعون وقت کی اطاعت کرنی ہے۔ آنحضور ﷺ کا اپنا اسوہ آپ دیکھیں۔ حضورؐ جب طائف کی طرف ہجرت کر کے تشریف لے گئے۔ حضرت خدیجہؓ اور چچا حضرت ابوطالبؓ کی وفات کے بعد (ہماری نگاہ میں حضرت ابوطالبؓ نے آخر میں اسلام قبول کر لیا تھا۔) مکہ والوں نے عرصہ حیات جب تنگ کیا تو حضورؐ نے فیصلہ کیا کہ اب مجھے ہجرت کر کے طائف جیسے شہر میں چلا جانا چاہئے۔ یہاں میں خدا کی آواز نہیں پہنچا سکتا۔ لیکن وہاں ان ظالموں نے جو سلوک کیا وہ تاریخ کا ایک کھلا ورق ہے۔ کس طرح بدسگالوں نے جھولیوں میں پتھر ڈال کے رسول پاک ﷺ پر سنگ باری کی اور آنحضور ﷺ سر سے لے کر پاؤں تک خون میں نہا گئے۔ یعنی وہ خون جس کا ایک ایک قطرہ اس کائنات سے افضل تھا، وہ بہایا گیا۔ اس عالم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر واپس آئے مگر مکہ میں تشریف نہیں لا سکتے تھے۔ بارڈر پر آپؐ نے اپنے خادم زیدؓ سے کہا کہ ٹرائبل سسٹم (Tribal System) یہ ہے کہ جب تک ایک قبیلے کا کوئی سردار یہ اعلان نہ کرے کہ میں انہیں پناہ دیتا ہوں، شیلٹر (Shelter) دیتا ہوں۔ اس وقت تک اگر کوئی شخص مستقل ہجرت کا ارادہ رکھنے والا پھر واپس آتا ہے تو اس کو جو بھی شخص چاہے قتل کر سکتا ہے۔ یہ ٹرائبل سسٹم تھا تو آنحضرت ﷺ جو کائنات کے شہنشاہ تھے، مقصود تھے جن کو خدا نے کہا **لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ** (تفسیر ''روح البیان''۔ زیر آیت القصص 10-15)

یہ نہیں کہا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کے مقاصد میرے ذریعہ سے پورے ہونے والے ہیں۔ میں ہی اس کائنات کا وہ فرد ہوں جو کہ اس کائنات کا موجب ہے۔ حضور ﷺ نے یہ صورت اختیار کی کہ مکہ سے باہر آپؐ ٹھہر گئے۔ زیدؓ کو بھجوایا۔ سب نے انکار کر دیا کہ ہم پناہ دینے کے لئے تیار نہیں

ہیں۔ مطعم بن عدی بہت ہی سعید انسان تھا۔ اس نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے کہ ہم محمد ﷺ کے دعویٰ کو تو تسلیم نہیں کرتے مگر وہ ایک عالی نسب شاہی خاندان کا فرزند ہے۔ میں پناہ دیتا ہوں وہ تشریف لائیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ اس یقین دہانی کے بعد زیدؓ کو لئے ہوئے اس کے گھر پہنچے۔ رات کا وقت تھا۔ آپ تصور کریں۔ مطعم بن عدی نے اپنے چاروں بیٹوں کو کہا کہ تلواریں سونت لو اور آنحضرت ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان کو اپنے ہالے میں، دائرے میں لے کر خانہ کعبہ تک لے جاؤ۔ نبیوں کا سردار ان چار بیٹوں کے دائرہ میں آہستہ آہستہ خانہ کعبہ تک پہنچا ہے۔ وہاں جا کر مطعم بن عدی جو اونٹنی پر سوار تھے۔ یہ ابن ہشام کی روایت ہے اور دوسری مستند تاریخوں میں موجود ہے۔ اس وقت کھڑے ہو کر بلند آواز میں مطعم بن عدی نے یہ آواز دی اور کہا **یا معشر قریش قد اجرت محمدا**۔ اے اہل قریش میں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو پناہ دی ہے۔ **فلا تخضلوه** اسے بیگانہ نہ چھوڑ دینا۔ **ولا تؤذوه** اور اس کو تکلیفوں کا نشانہ نہ بنانا۔

(”سیرۃ الحلبیہ“ باب ذکر خروج النبیؐ الی الطائف۔ جلد اوّل صفحہ 507)

اس اعلان کے بعد جو گویا Tribal System کے مطابق اسے ویزا کہہ سکتے ہیں آج موجودہ Terminology کے لحاظ سے، حضورؐ نے اس کے بعد ان کی اجازت سے طواف کیا خانہ کعبہ کا اور پھر ان سے اجازت لی کہ میں اپنے گھر جا سکتا ہوں۔ یہ تعامل تھا محمد عربی ﷺ کا۔ تو آج دنیا میں اس اسوہ محمدی کا پرچم سوائے احمدیوں کے کسی کے پاس نہیں ہے۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں اور ہمارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرما چکے ہیں کہ دنیا کا امن جماعت احمدیہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ ابھی پچھلے سال 2005ء میں مَیں قادیان گیا تھا۔ ایک رات کو وہاں ہند سماچار کے ایڈیٹر تشریف لائے۔ ان سے گفتگو ہوئی۔ آخر میں ایک بات ہوئی۔ بہت ساری باتیں تھیں۔ میں نے ان سے یہ بات کہی کہ آج دنیا پر یہ کھل گیا ہے کہ باوجودیکہ دنیا بڑی فارورڈ ہو چکی سائنسی لحاظ سے۔ دنیا کے انقلاب کی کوئی مثال نہیں۔ آج ہر چیز دنیا کے سامنے ہے۔ مگر یہی ایک مصیبت کا پیش خیمہ بن گیا ہے اور جو امن کا دعویٰ کرنے والے ہیں وہ بموں سے اور قتل و غارت سے امن کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں اور کرتے چلے جا رہے ہیں۔ تو آپ جانتے ہیں کہ ایسی صورت میں تو کبھی امن نہیں قائم ہو سکتا۔ امن صرف اس صورت میں قائم ہو سکتا ہے کہ دنیا میں ان پاک نفس اور معصوموں کی

اکثریت ہو جائے جو آنحضرت ﷺ اور حضرت یوسفؑ کی طرح قانون کی اطاعت کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھتی ہو اور وہ ایک امام کے ماتحت ہو اور میں نے کہا کہ سوائے جماعت احمدیہ کے کون ہے جو یہ دعویٰ کر سکے۔ انہیں ماننا پڑا کہ حقیقتاً جماعت احمدیہ سے ہی دنیا کا امن وابستہ ہے۔ تو ہم نے، جماعت احمدیہ نے حضرت مصلح موعودؓ کی قیادت میں تحریک آزادی میں حصہ لیا اور تحریک آزادی سے مراد ہماری نگاہ میں مسلم لیگ کی تحریک پاکستان ہے۔ ہم اسی کو تحریک آزادی سمجھتے ہیں ورنہ ملّاں جس کو تحریک آزادی سمجھتا ہے ہم اس کو تحریک بربادی کہتے ہیں۔

اس لئے آپ یہ دیکھیں کہ عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے مسجد خیرالدین امرتسر میں تقریر کی اور یہ تقریر اخبار ''مجاہد'' (11 مئی 1936ء صفحہ 4 کالم 1-2) میں شائع شدہ موجود ہے۔ وہ تقریر اس عنوان سے چھپی۔

> ''احرار پولیٹکل کانفرنس امرتسر میں آزادی کا پرچم لہرانے کی تقریب پر حضرت امیر شریعت کی حریت پرور تقریر۔''

اب وہ ''حریت پرور تقریر'' یہ تھی:۔

یہ بھی جلی قلم سے عنوان ہے۔

> ''ہندوستان صرف ہمارا اور ہمارا ہی وطن ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ آزادی حاصل کر کے دیگر اقوام کے سامنے بطور تحفہ پیش کریں۔''

اور اس کی وضاحت اس رنگ میں انہوں نے کی ہے، کہتے ہیں کہ ہندوستان کی آزادی ہم نے سلب کی تھی۔ آپ ذہنیت دیکھیں۔ مراد یہ ہے کہ محمد بن قاسم مسلمان تھے۔ انہوں نے ہندوستان کے رہنے والوں کو غلام بنا لیا تھا۔ اس جرم کی سزا کے طور پر ہم مسلمانوں کا فرض یہ ہے کہ جس طرح محمد بن قاسم نے یہ جرم کیا تھا کہ ہندوستان کے رہنے والوں کا خون بہایا اور پھر ہندوستان پہ قابض ہو گئے۔ ہمیں اب اپنے خون کی قربانی دینی چاہئے ہندوستان کی آزادی کے لئے۔ مگر جب ہندوستان آزاد ہو جائے تو یاد رکھو کہ ہمیں کسی آزاد ملک کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارا یہ فرض ہو گا کہ ہم ہندوستان کی آزادی کے بعد آزادی کا تحفہ پنڈت جواہر لعل نہرو کی خدمت میں پیش کر دیں اور خود خدمت خلق میں شامل ہو جائیں۔

تو یہ تحریک بربادی تھی دراصل۔ ہم لعنت بھیجتے ہیں اس تحریک پر جس میں کہ مسلمانوں کی بربادی ہو۔ تحریک آزادی حضرت قائداعظم کی تحریک پاکستان تھی اور اس میں جس جوش کے ساتھ جماعت احمدیہ نے حصہ لیا تھا۔ مولانا میر محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے مارچ 1946ء میں کلکتہ میں تقریر کی اور وہ چھپی ہوئی موجود ہے۔ ''پیغام ہدایت درتائید پاکستان۔''

یہ مارچ 1946ء کی بات ہے اور یہ وہ دور تھا جس وقت کہ مرکزی انتخابات میں سب مسلم نشستیں مسلم لیگ نے حاصل کر لی تھیں اور ایک بہت بڑا جشن تشکر منایا گیا 11 جنوری 1946ء کو۔ مارچ میں تمام ہندوستان کے صوبوں کی یعنی صوبائی انتخابات ہوئے جس میں کہ جماعت احمدیہ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بھرپور حصہ لیا۔ اس موقعہ پر میر ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے تقریر کی۔ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ اصل مآخذوں سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ وہ جھوٹی اور افسانوی تاریخ جو کہ احرار نے بنا رکھی ہے۔ اس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اصل تحریک آزادی قائداعظم کی تحریک پاکستان تھی اور اس موقعہ پر جماعت کا کردار تھا میں بتا رہا ہوں آپ کو۔ میر ابراہیم صاحب سیالکوٹی جماعت اہلحدیث کے صف اول کے لیڈر تھے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں یہ بیان فرمایا کہ

> ''میرے ایک مخلص دوست کے فرزند ارجمند لیکن گستاخ حافظ محمد صادق سیالکوٹی نے احمدیوں کے مسلم لیگ سے موافقت کرنے کے متعلق اعتراض کیا ہے اور ایک اور امرتسری شخص نے بھی پوچھا ہے۔''
>
> آگے فرماتے ہیں کہ
>
> ''سو ان کو معلوم ہو کہ اول تو میں احمدیوں کی شرکت کا ذمہ دار نہیں ہوں کیونکہ میں نہ تو مسلم لیگ کا کوئی عہدہ دار ہوں اور نہ ان کے یا کسی دیگر کے ٹکٹ پر ممبری کا امیدوار ہوں۔''
>
> کہتے ہیں:۔
>
> ''احمدیوں کا اس اسلامی جھنڈے کے نیچے آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ واقعی مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔

وجہ یہ کہ احمدی لوگ کانگریس میں تو شامل ہو نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ خالص مسلمانوں کی جماعت نہیں ہے اور نہ احرار میں شامل ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ سب مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ صرف احراری جماعت کے لئے لڑتے ہیں جن کی امداد پر کانگریسی جماعت ہے۔''

اور پھر فرماتے ہیں:۔

''ہاں اس وقت مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو خالص مسلمانوں کی ہے۔ اس میں مسلمانوں کے سب فرقے شامل ہیں۔ پس احمدی صاحبان بھی اپنے آپ کو ایک اسلامی فرقہ جانتے ہوئے اس میں شامل ہو گئے جس طرح کہ اہلحدیث اور حنفی اور شیعہ وغیرھم شامل ہوئے۔''

اور آگے فرماتے ہیں کہ میں اس گستاخ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ابوالکلام آزاد جیسا انسان جو کہ کانگریس کا علمبردار ہے، اس نے اپنے فتاویٰ میں احمدیوں کو مسلمان تسلیم کیا ہے۔ اور اگر تمہیں اعتراض ہو تو میں تمہیں اس کا جواب دینے کے لئے تیار ہوں۔ ان کے الفاظ یہ تھے:۔

''اس امر کا اقرار کہ احمدی لوگ اسلامی فرقوں میں سے ایک فرقہ ہیں مولانا ابوالکلام صاحب کو بھی ہے۔ ان سے پوچھئے۔ اگر وہ انکار کریں گے تو ہم ان کی تحریروں میں دکھا دیں گے۔''

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کا اس میں بیان موجود ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دراصل مسلم لیگ مسلمانوں کی جماعت ہے اور اس میں نوع کے لحاظ سے نہیں دیکھنا چاہئے کہ فلاں اہلحدیث ہے، فلاں قادیانی ہے۔ یہ تو نوع کی بات ہے بحیثیت مسلمان سارے اکٹھے ہیں۔

(''پیغام ہدایت در تائید پاکستان و مسلم لیگ'' صفحہ 112-113، 170 بار اول ناشر دفتر تبلیغ سنت سیالکوٹ۔ مطبع ثنائی پریس امرتسر)

غدر 1857ء

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہ اعتراض اٹارنی جنرل کی طرف سے اٹھایا گیا کہ

مرزا صاحب نے 1857ء کی جنگ کو غدر سے موسوم کیا ہے۔ اس کا جواب حضورؒ نے کیا دیا تھا؟ پھر حضورؒ نے حوالے بھی پڑھے مولوی نذیر حسین صاحب کے اور دوسرے اکابرین کے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے اس کے جواب میں یہ فرمایا کہ مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر، مؤرخ ذکاء اللہ خاں، اور خواجہ حسن نظامی اور دیگر کئی اور مشاہیر اور اکابر کا یہی مسلک ہے۔ اس موقعہ پر حضورؒ نے مفصل حوالے پیش کئے جن میں مولانا نذیر حسین صاحب کی سوانح حیات ''حیات بعد الممات'' کا حوالہ بھی پیش کیا۔ اس میں کھلے لفظوں میں غدر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ ان میں سے کوئی اقتباس آپ پڑھ کے سنائیں گے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اس وقت ''حیات بعد الممات'' کا اقتباس اس حوالہ سے پیش کرتا ہوں۔ میں اس کا مضمون زبانی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ مولوی نذیر حسین صاحب نے ایک دفعہ کہا کہ بیچارہ بہادر شاہ ظفر تو باغیوں کے ہاتھوں خود مجبور ہے، وہ کیا کر سکتا ہے اس وقت؟ اور باغی یہ ہندو ہیں اور بہادر شاہ ظفر جو کہ انگریزوں کا پنشن خوار ہے، وہ اس معاملے میں بے بس ہے، تو کارروائی ہندو کر رہے ہیں اور نام بہادر شاہ ظفر کا لیا جا رہا ہے۔ تو یہ تفصیل اس میں موجود ہے۔ یہ جواب تو میں نے عرض کیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک آدھ حوالے میرے سامنے بھی، میرے پیش نظر ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اس زمانے میں جتنے بھی اکابر تھے انہوں نے غدر ہی قرار دیا ہے۔ تاریخ تو وہی مستند ہے، اس دور کے اکابرین نے جس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ مُلّا جو آج کی پیداوار ہے، وہ 1857ء کے بارے میں کیا سمجھ سکتا ہے جب تک کہ وہ اس دور کے لٹریچر کو نہ دیکھے۔ اب آپ دیکھیں یہ جو اس کو تحریک آزادی قرار دیا گیا ہے اور غدر کا نام چھوڑا گیا ہے۔ یہ بات دراصل مسلمانوں میں احراری اور کانگریسی مولویوں کے ذریعہ ہی آئی ہے۔ اور یہ ہندو کی Planning تھی۔ کارل مارکس اس کی پشت پناہی میں تھا اور انٹرنیشنل جو اس وقت مرکز تھا Terrorist لوگوں کا شکاگو میں، سوشلسٹوں کے ان کے ساتھ رابطے ہوئے۔ اور ان کے کہنے پر دراصل ہندوستان کے ہندوؤں کو اس بات کی جرأت ہوئی کہ مسلمان جو اس وقت دراصل ان کا بادشاہ تو نام کا بادشاہ تھا اور اس کی حکومت سوائے دہلی کے قلعے کے کہیں بھی نہیں تھی۔ تو ساری بڑی بڑی آسامیاں ہندوؤں کے پاس تھیں اور مہاراجے جتنے بھی تھے، ان کے مقابل پر کوئی بھی مسلمان حکومت ایسی نہیں تھی کہ جس کی

کوئی بھی حیثیت رہ جاتی ہو۔ تو اصل میں تو ہندو کی حکومت تھی۔ ہندو یہ چاہتا تھا کہ آنے والی ایسٹ انڈیا کمپنی کے انگریزوں کو ختم کر دیا جائے اور دہلی کا تخت مستقل طور پر ہندوؤں کے پاس ہو جائے۔ لیکن پہلے انہوں نے پیش بینی یہ کی کہ کچھ مسلمان مولویوں سے بھی دستخط لئے کہ یہ جہاد ہے۔ بعض مرے ہوئے جو مولوی تھے ان کا بھی انگوٹھا لگا لیا اور مولوی صدرالدین آزردہ جو چیف جسٹس تھے بہادر شاہ ظفر کے، ان سے بھی بالجبر انگوٹھا لگوایا اور یہ ساری چیزیں تھیں اشتہار کے طور پر۔ انہوں نے دہلی کی جامع مسجد کے پھاٹک پر یہ سارے اشتہار لگائے اور کہا کہ مسلمانوں کے اوپر جہاد فرض ہو گیا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ اگر اس بغاوت میں ہم ناکام ہوئے اور مقدمہ چلا تو ہم یہ پیش کر دیں گے کہ حضور ہم تو آپ کے وفادار تھے۔ یہ ساری کارستانی مولویوں کی اور مسلمانوں کی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا بلکہ آپ حیران ہوں گے کہ جب قلعہ معلّیٰ میں مقدمہ چلا۔ اس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایڈووکیٹ جنرل نے مفتی صدرالدین آزردہ کا فتویٰ سنایا اور یہ ملزم کے طور پر اس وقت عدالت میں پیش تھے۔ انہوں نے اس فتویٰ کو پیش کیا کہ بہادر شاہ ظفر بھی شامل تھے اور یہ آزردہ بھی شامل تھے۔ کیونکہ ہندو مکھن لال جو پرائیویٹ سیکرٹری تھا بہادر شاہ ظفر کا، خود اس نے ایک سوچی سمجھی سکیم کے مطابق بہادر شاہ ظفر کے متعلق کہا کہ دراصل سرپرستی یہی کرنے والے تھے۔ حالانکہ بہادر شاہ ظفر نے خود اس کو غدر قرار دیا۔ عجیب بات ہے آپ اگر خواجہ حسن نظامی صاحب کی اس زمانہ کی تحریریں، جو سبھی موجود ہیں۔ غدر کے متعلق ساری کارروائی کا انہوں نے ترجمہ شائع کیا ہوا ہے ''مقدمہ بہادر شاہ ظفر'' کے نام سے۔ اس میں بادشاہ نے کہا ہے کہ میں تو خود مجبور تھا۔ باغی آتے تھے اور پسٹل دکھا کر مجھ سے دستخط کرا لیتے تھے۔ مجھے خود ڈر تھا کہ یہ مجھے مار دیں گے۔ ایسی بغاوت کے اوپر تلے ہوئے تھے یہ لوگ۔ تو بہادر شاہ کہہ رہا ہے کہ غدر ہے۔

خلیفۃ المسلمین کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو اس غدر سے بچنا چاہئے۔ پہلے یہ محضر نامہ میں میں بیان کر چکا ہوں۔ حضورؒ نے یہ بات بیان کی کہ مکہ کے چاروں مفتی کہہ رہے ہیں کہ یہ غدر ہے اور مسلمانوں کو حکومت وقت کی اطاعت کرنی چاہئے۔ ہندوستان کے علماء میں سے مولانا قاسم نانوتویؒ کے متعلق ''تذکرۃ الرشید'' میں عاشق میرٹھی صاحب لکھتے ہیں کہ ظالموں نے ان پر الزام لگایا کہ وہ بھی بغاوت میں شامل ہیں تو وہ چھپ گئے لیکن آخر خدا نے ان کو بری قرار دے دیا۔ لیکن جس وقت

احراری علماء اور دیوبندی علماء کانگرس کے ہتھے چڑھ گئے اور ان کے جھنڈے بندھ گئے۔ ساری تاریخ کو تبدیل کر دیا۔ اور یہ ثابت تھا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے خلاف دشمنوں نے یہ کہا تھا کہ وہ بغاوت میں شامل تھے۔ مگر اب جو نئی کتابیں چھپی ہیں جس میں حسین مدنی صاحب کی کتاب ’’نقشِ حیات‘‘ بھی ہے۔ اس میں اس جگہ پر پیش کیا گیا کہ گویا معاذ اللہ وہ ہندوؤں کی اس تحریک میں شامل تھے، اور کہا کہ جی اس کی آزادی میں حضرت مولانا نے بھی بہت بڑا کردار ادا کیا۔ یعنی اپنی تاریخ بدل دی صرف اس لئے کہ کانگرس کے ساتھ جو مراسم ہیں، وہ قائم رہیں۔ اور جو کچھ ملتا ہے وہ ملتا چلا جائے۔ اتنی ظالمانہ پالیسی ہے۔ تو یہ کوئی جنگ آزادی نہیں تھی یہ حقیقتاً غدر تھا۔ بہادر شاہ ظفر کے لحاظ سے بھی، مولوی نذیر حسین کے لحاظ سے بھی (’’فتاوٰی نذیریہ‘‘ جلد 4 صفحہ 472)، خلیفۃ المسلمین ترکی کے لحاظ سے بھی، (’’تاریخ اقوام عالم‘‘ صفحہ 639 از مرتضٰی احمد خان میکش ناشر مجلس ترقی ادب 2 نرسنگھ گارڈن کلب روڈ۔ لاہور) مکے کے جو اس وقت مفتی تھے ان کے لحاظ سے بھی (’’سید عطاء اللہ شاہ بخاری‘‘ صفحہ 31 مؤلفہ شورش کاشمیری) اور ہندوستان کے بڑے بڑے مذہبی رہنماؤں کے لحاظ سے بھی۔

اب میں آخر میں جو بات عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ عجیب بات ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ جی یہ انگریز کا لگایا ہوا پودا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کی بنیاد اس زمانہ میں رکھی گئی جبکہ یہاں پر برطانوی حکومت تھی۔ حالانکہ یہ بتائیں کہ یہ جتنی تنظیمیں ہیں، بریلوی تنظیم ہو، اہل حدیث ہو، یہ سارے انگریز کے زمانہ کی تحریکیں ہیں۔ خود احرار انگریز کے زمانہ میں بنی ہے۔ مگر جماعت احمدیہ کا یاد رکھیں انگریز کے زمانہ میں قائم ہونا اور مسیح موعود کا آنا اور اس لئے آنا کہ مسلمان اسلام کو چھوڑ چکے تھے۔ یہ مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ کی حقانیت کے روشن نشان ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ یہ حیرت انگیز انکشاف ہے۔ جماعت احمدیہ کا قیام کس سن میں ہوا تھا؟ 1304 ہجری میں یعنی 1889ء میں۔ یہ دو سال پہلے کی کتاب ہے۔ ’’حقیقت گلزار صابری‘‘ یہ صابری بزرگ گذرے ہیں۔ ’’مرشد برحق، ہادی مطلق، واقف اسرارِ حقیقتِ محمدی حضرت بادشاہ دوجہاں مخدوم شاہ محمد حسن صاحب صابری چشتی حنفی قدوسی معشوق‘‘ شام کے بزرگ تھے۔ اور یہ کتاب رام پور کے پریس جس کا نام حسنی تھا، اس میں چھپی۔ یہ چوتھا ایڈیشن ہے میرے پاس اس کا۔ پہلا ایڈیشن بھی موجود ہے۔ یہ مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری کے حالات پر لکھی گئی ہے۔

اس میں یہ لکھتے ہیں کہ دراصل خدا کی طرف سے یہ مقدر تھا۔ بہادر شاہ ظفر کے زمانہ میں مسلمان اور مغلیہ حکومت بدکردار ہو چکی تھی۔ اب اندازہ لگائیں کہ جہاد اگر کہا جاتا ہے کہ جنگ آزادی تھی اور جہادِ آزادی تھا تو امیر المومنین کون تھا اس وقت سوائے ہندوؤں کے؟ یہ بھی تو سوچنا چاہئے اور اگر مسلمانوں کے لئے جہاد تھا تو بتائیں کس کی قیادت میں لڑا جا رہا تھا۔ اور مسلمانوں کی حالت لکھتے ہیں کہ اب یہ صورت پیدا ہو گئی ہے کہ بہادر شاہ کا زمانہ ایسا آ گیا ہے کہ جس زمانے میں بادشاہ بھی بدکردار ہے اور رعایا بھی اسلام کے خلاف پنپ رہی ہے۔ آگے یہ بیان کرنے کے بعد یہ حالت بتا رہے ہیں۔ یہ 1887ء کی کتاب ہے۔ جماعت احمدیہ کے قیام سے دو سال پہلے کی کہ اس وقت جب ایسٹ انڈیا کمپنی کے انگریز آ گئے۔ یہ انگریز ایسے زمانہ میں آئے ہیں جب ہندوستان کا مسلمان اور خود بہادر شاہ ظفر کی حکومت بدکردار ہو گئی ہے۔

یہ میں نہیں کہہ رہا یہ اس زمانہ کے بزرگ ''حضرت شاہ محمد حسن صاحب صابری چشتی حنفی قدوسی معشوق'' کے الفاظ ہیں۔ آگے فرماتے ہیں۔ دیکھیں خدا نے ان بزرگوں کو اور پارسا انسانوں کو کس طرح بصیرت اور کشف کی آنکھ بخشی تھی۔ کہتے ہیں کہ خدا یہ چاہتا ہے کہ بہادر شاہ ظفر کی حکومت کو پارہ پارہ کر دیا جائے کیونکہ یہ ظالم حکومت ہے اور کیوں پارہ پارہ کیا جائے؟ میں پہلے الفاظ دہراتا ہوں۔ کہتے ہیں:۔

> ''آنحضرت نے معرفت ابدال درجہ دوم کے حکم نامہ باطنی پاس سردارِ حنفیہ حضرت عرب حسن صاحب کے جاری کر دیا اور میعاد بھی مقرر فرما دی۔''

یہ کشوف کا ذکر کرتے ہیں اور آنحضرت ﷺ سے کشفی تعلق کے نتیجہ میں بتاتے ہیں کہ یہ آنحضرت ﷺ کا حکم تھا جو محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ کو دیا گیا، قطب الاقطاب ہند کو پھر علی احمد صابریؒ کو پھر اس کے بعد حضرت عرب حسنؒ، کو اور وہ کیا حکم تھا جو کہ محمد عربی ﷺ کے دربار سے جاری ہوا۔ اور حضرت علی احمد صابریؒ کے زمانہ سے لے کر مجھ تک پہنچا۔ فرماتے ہیں کہ یہ حکم تھا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ہم تک پہنچا ہے کہ:۔

> ''بادشاہت ماتحت فرنگ بھی موقوف کر کے، قومِ فرنگ مستقل حکمران کر دی جائے۔''

یہ رسول اللہ ﷺ کا حکم اولیاء کو ملا ہے۔ ہندوستان کے اولیاء کو کہ یہ بدکردار حکومت ہے، اس کو انگریزوں کے ماتحت بھی نہ رکھا جائے بلکہ اس کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ کیوں مٹا یا جائے؟ اس لئے کہ

''زمانہ امام مہدی علیہ السلام کا قریب ہے۔''

اب زمانہ آ گیا ہے کہ امامِ مہدی کا ظہور ہو اور آگے لکھتے ہیں کہ:۔

> ''کفر ترقی پکڑے تو کچھ مضائقہ نہیں، لیکن خلق اللہ ظلم سے محفوظ رہے۔ اور فسق و فجور کی سزائے کامل حضرات اقطاب و اغیاث حدود عرب و عجم دیا کریں گے۔''

کہتے ہیں کہ خدا یہ نہیں چاہتا کہ مہدی کے آنے کے وقت بھی ظالم حکومت رہے۔ اس لئے خدا چاہتا ہے کہ بہادر شاہ ظفر کی حکومت کو پارہ پارہ کر دیا جائے تا کہ امام مہدی جب آئے تو انگریز کے زمانہ میں آزادی ہو اور وہ آزادی سے محمد رسول اللہ ﷺ کا پرچم لہرائے۔

صفحہ بتانا چاہتا ہوں۔ یہ 418 اور 419 صفحہ ہے جو میں نے آپ کے سامنے پڑھا ہے۔ اور یہ باب چہارم ہے۔

پہلی اور چودھویں رات کا چاند؟

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ ایک سوال اٹارنی جنرل صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیحؒ سے یہ کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خطبۂ الہامیہ میں اپنے تئیں بدر یعنی چودھویں کا چاند اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہلال یعنی پہلی رات کا چاند قرار دیا ہے اور اس سے آنحضور ﷺ کی شان میں گستاخی واقع ہوتی ہے۔ اس کے جواب میں حضورؒ نے کیا فرمایا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ارشاد فرمایا کہ آنحضرت ﷺ ہی ہلال ہیں اور آنحضرت ہی بدر۔ اور یہاں بھی دونوں لفظ آنحضور ﷺ کی مبارک ذات کی نسبت استعمال ہوئے ہیں۔ یہ ایک فقرہ ہے مگر آپ دیکھیں کتنی واضح بات ہے۔ چاند جب ابتدا میں طلوع ہوتا ہے پہلے دن اس کو ہلال کہا جاتا ہے۔ جب چودھویں رات کی شکل اختیار کر جاتا ہے تو وہی چاند

بدر کے نام سے موسوم ہوتا ہے تو اصل میں تو ایک ہی چاند ہے۔ تو حضورؒ نے یہی جواب دیا کہ ہلال بھی محمد رسول اللہؐ تھے اور بدر بھی آپؐ تھے۔ صرف یہ بتایا گیا تھا کہ آخری زمانہ میں جب آپؐ کا غلام آئے گا تو تمام اکنافِ عالم پر اسلام کا جھنڈا لہرائے گا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضورؐ کے زمانے میں تو اکثر آبادی کا پتہ ہی نہیں تھا۔ امریکہ دریافت نہیں ہوا تھا۔ آسٹریلیا کے متعلق پتہ ہی نہیں تھا۔ مسلمان انڈونیشیا کی طرف گئے تو دوسری طرف فرانس تک پہنچے۔ لیکن ساری دنیا ایک گلوبل ویلیج (Global Village) کی حیثیت اختیار کر جائے، یہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں مقدر تھا۔ جیسا کہ چشمۂ مسیحی میں حضورؑ نے بیان فرمایا ہے تو آنحضرت ﷺ کی شان بدر کی حیثیت سے آخری زمانہ میں ظاہر ہوئی ہے۔ یہ اصل حقیقت ہے جو مسیح موعودؑ نے بیان فرمائی۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہ جواب ذرا دوبارہ آپ پڑھ دیں حضورؒ کا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا آنحضرت ﷺ ہی ہلال ہیں اور بدر بھی ہیں اور یہاں بھی دونوں لفظ آنحضور ﷺ کی مبارک ذات کی نسبت استعمال ہوئے ہیں۔

''دعوتی'' سے مراد؟

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب: جزاکم اللہ۔ ایک بات انہوں نے یہ کہی کہ آئینہ کمالات اسلام صفحہ 548 میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ''کل مسلم یصدق دعوتی'' تو اس عبارت میں دعوتی سے کیا مراد ہے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے اس کے جواب میں بس دو لفظ فرمائے تھے اور سمندر کو کوزے میں بند کر دیا۔ فرمایا ''دعوت اسلام''۔ جب یہ نام ہی ''آئینہ کمالات اسلام'' ہے۔ اس میں فرماتے ہیں کہ میں نے اسلام کی دعوت ''براہین'' کے ذریعہ سے دی۔ اسلام کی دعوت ''سرمہ چشم آریہ'' کے ذریعہ سے دی۔ یہ دعوت مراد ہے اور وہ اسلام کی دعوت ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یعنی حضورؒ نے اس سوال کا دو لفظوں کا ہی جواب دیا کہ ''دعوت اسلام۔''

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ دوٹوک جواب کہ اسلام ہی مراد ہے اس سے، اور کوئی دعوت مراد نہیں ہے۔

اب میں اس سلسلہ میں، بعد میں جو میں نے تحقیقات کیں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشاد پر، اس کی صرف ایک جھلک آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

1892ء میں جبکہ حضرت مسیح موعودؑ پہلی دفعہ لاہور تشریف لائے تو بڑا ہنگامہ تھا۔ پیسہ اخبار کے ایڈیٹر محبوب عالم صاحب نے لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے تو اسلام کی تبلیغ کی ہے۔ ان کی کتابیں اس بات پر شاہد ناطق ہیں تو بجائے اس کے کہ ہندو اور دوسرے جو غیر مذاہب والے ہیں، ایجی ٹیشن کرتے، علماء لوگ جن کو نسبت ہے اسلام کے ساتھ۔ انہوں نے ہنگامہ آرائی شروع کر دی ہے۔ مسلمانوں کو مرزا صاحب سے کوئی خطرہ نہیں کیونکہ وہ اسلام کے علمبردار ہیں۔ اگر خطرہ ہوسکتا ہے تو غیر مسلم کو ہوسکتا ہے۔ یہ پیسہ اخبار نے لکھا۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔اس کا حوالہ بتائیں گے آپ۔؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ ''پیسہ اخبار'' لاہور کا اخبار ہے 22 فروری 1892ء۔ اس کا اداریہ ہے۔ عنوان میں لکھتے ہیں کہ ''جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لاہور میں''

پھر یہ تیس مئی 1908ء کا ''وکیل'' ہے جس وقت کہ مولانا ابوالکلام آزاد صاحب ادارت کر رہے تھے۔ مولانا نے خود لکھا ہے کہ میں اس وقت تک اس اخبار کا ایڈیٹر رہا جب تک کہ میرے والد فوت نہیں ہوئے اور وہ اگست میں فوت ہوئے ہیں اور یہ 30 مئی 1908ء کا آپ کا اداریہ ہے۔ اس سے پہلے کا بھی ہے۔ لیکن میں اصل آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ اس میں فرماتے ہیں۔ (اگرچہ لمبی عبارت ہے اس میں سے عرض کر رہا ہوں۔)

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب: یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد لکھا گیا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضور علیہ السلام کی وفات پر مولانا ابوالکلام آزاد صاحب نے جو دوسرا آرٹیکل لکھا تھا اس کی عبارت میں آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں۔ اصل میرے پاس محفوظ ہے۔ اس کا عنوان ہے ''مرزا غلام احمد مرحوم۔'' لکھتے ہیں کہ

''اگرچہ مرزا صاحب نے علوم مروجہ اور دینیات کی باقاعدہ تعلیم

> نہیں پائی تھی مگر ان کی زندگی اور زندگی کے کارناموں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاص فطرت لے کر پیدا ہوئے تھے۔ جو ہر کس و ناکس کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے اپنے مطالعہ اور فطرت سلیم کی مدد سے مذہبی لٹریچر پر کافی عبور حاصل کیا۔ 1867ء کے قریب جبکہ ان کی عمر پینتیس، چھتیس سال کی تھی، ہم ان کو غیر معمولی مذہبی جوش میں سرشار پاتے ہیں۔ وہ ایک سچے اور پاکباز مسلمان کی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کا دل دنیوی کششوں سے غیر متاثر ہے۔ وہ خلوت میں انجمن اور انجمن میں خلوت کا لطف اٹھانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ ہم اسے بے چین پاتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی ایسی کھوئی ہوئی چیز کی تلاش میں ہے جس کا پتہ فانی دنیا میں نہیں ملتا۔ اسلام اپنے گہرے رنگ کے ساتھ اس پر چھایا ہوا ہے۔ کبھی وہ آریوں سے مباحثہ کرتا ہے۔ کبھی حمایت اور حمیت اسلام میں وہ بسیط کتابیں لکھتا ہے۔ 1886ء میں بمقام ہوشیار پور آریوں سے جو مباحثات انہوں نے کئے تھے، ان کا لطف اب تک دلوں سے محو نہیں ہوا۔ غیر مذاہب کی تردید اور اسلام کی حمایت (یہ دعوتِ اسلام ہے۔ ناقل) غیر مذاہب کی تردید اور اسلام کی حمایت میں جو کتابیں انہوں نے تصنیف کی تھیں، ان کے مطالعہ سے جو وجد پیدا ہوا وہ اب تک نہیں اترا۔ ان کی ایک کتاب براہین احمدیہ نے غیر مسلموں کو مرعوب کر دیا۔ اور اسلامیوں کے دل بڑھا دیئے۔''

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد لکھا گیا جبکہ حضورؑ کی اکثر کتابیں چھپ چکی تھیں اور حضور کے سارے عقائد دنیا کے سامنے آ چکے تھے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ مولانا ہم عصر تھے، قادیان میں بھی گئے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھی پہنچے۔ کہتے ہیں مولانا کہ:۔

> ''ان کی ایک کتاب براہین احمدیہ نے غیر مسلموں کو مرعوب کر دیا اور اسلامیوں کے دل بڑھا دیئے اور مذہب کی پیاری تصویر کو ان آلائشوں اور

> گرد و غبار سے صاف کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا جو مجاہیل کی توہم پرستیوں اور فطری کمزوریوں نے چڑھا دیئے تھے۔ غرضیکہ اس تصنیف نے کم از کم ہندوستان کی مذہبی دنیا میں ایک گونج پیدا کر دی۔ (کتنا زبردست خراجِ تحسین ہے۔ اور یہ ایک شاہد ناطق کی حیثیت میں کیونکہ ان کے زمانے میں یہ ساری بات ہوئی ہے۔ آج کا ملاّ کیا جان سکتا ہے؟۔ ناقل) اس تصنیف نے کم از کم ہندوستان کی مذہبی دنیا میں ایک گونج پیدا کر دی جس کی صدائے بازگشت ہمارے کانوں میں اب تک آ رہی ہے۔‘‘

فرماتے ہیں:۔

> ’’گو بعض بزرگانِ اسلام اب براہین احمدیہ کے بُرا ہونے کا فیصلہ دے دیں محض اس وجہ سے کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنی نسبت بعض پیشگوئیاں کی تھیں اور بطور حفظِ تقدم اپنے آئندہ دعاوی کے متعلق بہت کچھ مصالحہ فراہم کر لیا تھا۔ (یہ ان کی ذاتی رائے ہے۔ ناقل) لیکن اس کے بہترین فیصلہ کا وقت 1880ء تھا جبکہ وہ کتاب شائع ہوئی۔ مگر اُس وقت مسلمان بالاتفاق مرزا صاحب کے حق میں فیصلہ دے چکے تھے‘‘

یہ فیصلہ تھا مسلمانانِ ہند کا۔ آگے لکھتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا دھبہ بھی آپ کے دامن پر نظر نہیں آتا۔ یہی رسول پاکؐ کے لئے معیار تھا کہ آپؐ نے فرمایا **فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ.** (یونس:170)

آگے مولانا آزاد نے لکھا:۔

> ’’کریکٹر کے لحاظ سے ہمیں مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا ایک چھوٹا سا دھبہ بھی نظر نہیں آتا۔‘‘

اور وہ ملاّں جو مولانا آزاد کی جوتیوں کا غلام ہے، سوائے گالیوں کے اس کے پاس موجود ہی کچھ نہیں ہے۔ لیکن مولانا آزاد فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب ایک مقدس انسان تھے۔ کوئی داغ ان کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔

> ”وہ ایک پاکباز کا جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی۔ غرض کہ مرزا صاحب کی زندگی کے ابتدائی پچاس سالوں نے کیا بلحاظ اخلاق، عادات اور پسندیدہ اطوار، کیا بلحاظ مذہبی جذبات وحمایت دین مسلمانانِ ہند میں ان کو ممتاز، برگزیدہ اور قابل رشک مرتبہ تک پہنچا دیا۔“

یہ ہے دعوت اسلام۔ اب آگے اور پیاری چھوٹی سی بات۔ اس دعوتِ اسلام کا نتیجہ کیسا شاندار تھا۔

ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں پاک وہند کے نامور عالم مولانا نور محمد صاحب نقشبندی، چشتی مالک اصح المطابع دہلی نے یہ لکھا۔ یہ قرآن مجید اب بھی دہلی میں چھپ رہا ہے اور جس وقت کوئمبطور (انڈیا) میں مباحثہ کے سلسلہ میں یہ خاکسار اور مولانا حافظ مظفر احمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے حکم پر ہندوستان گئے تو دلّی میں ہم جامع مسجد کے سامنے کی دوکان میں گئے۔ تو ایک ہی کتاب ہم نے اس وقت حاصل کی اور وہ یہ دیباچہ تفسیر القرآن والا ترجمۃ القرآن تھا مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا۔ اور اس میں وہ دیباچہ اب تک موجود ہے۔ یہ نہیں ہے کہ جہاں اہلحدیثوں نے وہ حوالہ جو مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر ثنائی کا تھا کہ نظام کائنات میں یہ خدا کا اصول ہے جو جھوٹا نبی ہوتا ہے وہ تباہ وبرباد ہو جاتا ہے اور اس کی امت نہیں رہتی۔ اب چونکہ یہ مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک روشن ثبوت تھا۔ کراچی سے جو چھپی، اس میں لکھا ہے کہ ہم اسی کی فوٹو کاپی آپ کے سامنے رکھ رہے ہیں اور وہاں پر دیکھیں تو وہ پورا صفحہ ہی غائب ہے۔ اس کے حاشیہ میں لکھا تھا کہ:۔

> ”دعویٰ نبوت کا ذبہ مثل زہر کے ہے۔ جو کوئی زہر کھائے گا ہلاک ہوگا۔“

اور اس کے پہلے لکھا تھا۔

> ”جو شخص زہر کھاتا ہے، مرجاتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ ہر مرنے والے نے زہر بھی کھائی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو کوئی زہر کھائے گا وہ ضرور مرے گا۔“

(”تفسیر ثنائی“ جلد اوّل صفحہ 17 ناشر مطبع چشمہء نور امرتسر شوال 1313ھ)

یہ ساری باتیں نکال دی گئیں۔ مگر دلّی کے کتب خانوں کو داد دینی چاہئے کہ وہ اب تک

شائع کر رہے ہیں۔ اس میں یہ لکھا ہے۔

> ”اسی زمانہ میں پادری لیفرائے پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لے کر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنا لوں گا۔ ولایت کے انگریزوں سے روپیہ کی بہت بڑی مدد اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر، ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا۔ ...حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر بجسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کے لئے اس کے خیال میں کارگر ہوا تب...“

اب سنئے ان الفاظ کو، کتنا بڑا دعویٰ ہے دعوت اسلام کا اور کتنا بڑا انقلاب پیدا کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اور کس طرح کاسر صلیب ہونے کے لحاظ سے دھجیاں بکھیر دیں صلیب پرستوں کے تمام قسم کے خیالات کی۔ فرماتے ہیں مولانا نور محمد صاحب نقشبندی چشتی مالک اصح المطابع دہلی کہ:۔

> ”حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر بجسم خاکی موجود ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کے لئے اس کے خیال میں کارگر ہوا، تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہو گئے اور لیفرائے اور اس کی جماعت سے کہا (یعنی لیفرائے کی جماعت سے۔ ناقل) کہ عیسیٰ جس کا تم نام لیتے ہو، دوسرے انسانوں کی طرح سے فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں اور جس عیسیٰؑ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں۔ پس اگر تم سعادت مند ہو تو مجھ کو قبول کر لو۔ اس ترکیب سے اس نے لیفرائے کو اس قدر تنگ کیا کہ اس کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا اور اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی۔“

(دیباچہ قرآن صفحہ 30 ناشر مولوی نور محمد قادری نقشبندی چشتی مالک اصح المطابع وکارخانہ تجارت آرام باغ کراچی)

ہجری شمسی کیلنڈر کا تعارف

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ اگلا سوال 10 اگست 1974ء کو شام کے اجلاس میں حضورؒ سے کیا گیا اور سوال یہ تھا کہ آپ کا کیلنڈر مسلمانوں سے الگ ہے۔ اس کے جواب میں حضورؒ نے کیا فرمایا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے ارشاد فرمایا۔ ہمارا اپنا کوئی کیلنڈر نہیں۔ جو کیلنڈر آنحضرت ﷺ کے واقعہ ہجرت سے شروع ہوتا ہے اور جس کا ہر مہینہ زمانۂ نبویؐ کے واقعات سے موسوم ہے وہ پوری ملّت اسلامیہ کا کیلنڈر رہے۔

اس کے بعد حضورؒ نے تشریح فرمائی کہ:۔

اس کیلنڈر کے ہر مہینہ کا نام آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک کے کسی واقعہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر ہم ہجری کیلنڈر کو گریگورین کیلنڈر میں Convert کریں تو مسلمانوں کو یہ پتہ لگے کہ اس مہینہ میں آنحضور ﷺ کے عہد مبارک میں کون سا واقعہ ہوا تھا اور وہ واقعات جو تاریخ کے لحاظ سے ہیں اور گریگورین کیلنڈر کے لحاظ سے ثابت ہوئے انہی کے نام پر ان کو موسوم کیا گیا ہے اور یہ دراصل تمام مسلمانوں میں عشق رسولؐ پیدا کرنے اور تاریخ اسلام کے دہرانے کا انتہائی کامیاب ذریعہ ہے۔ مثلاً آنحضور ﷺ پر غار حرا میں سب سے پہلے نومبر میں وحی نازل ہوئی۔ تو نومبر کا مہینہ نبوت کا مہینہ کہلاتا ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ باقی کی تفصیل بھی اگر آپ بتا دیں...

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ جنوری کا مہینہ یہ صلح حدیبیہ کی طرف منسوب ہے۔ اس کا نام ''صلح'' رکھا گیا۔ فروری میں آنحضور ﷺ نے کھل کے تبلیغ کا آغاز کیا اور بادشاہوں کی طرف تبلیغی خطوط ارسال فرمائے۔ تو وہ ''تبلیغ'' کہلاتا ہے۔ مارچ جو ہے وہ ''امان'' کا مہینہ تھا حضور علیہ السلام نے امان دی بعض لوگوں کو، بعض قبیلوں کو، بعض ایسے لوگوں کو جو واجب القتل تھے مگر آپ نے امان دی حجۃ الوداع کے موقعہ پر۔

اپریل یعنی ''شہادت میں'' رسول کریم ﷺ کے صحابہ شہید ہوئے بئر معوٗنہ اور رجیع کے

موقعہ پر۔ بہر حال اس وقت شہیدوں کا تذکرہ سامنے آ جاتا ہے، صحابہ نے جو خون کے نذرانے پیش کیئے۔

مئی کو ہجرت کہا جاتا ہے۔ ''ہجرت'' کا مہینہ دراصل اس ہجرت کی طرف اشارہ کے لئے ہے جبکہ صحابہ رسول پہلی دفعہ حبشہ کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ اب دیکھیں جب مئی کا مہینہ آتا ہے تو مسلمانوں کے دل میں وہ زمانہ سامنے آ جاتا ہے۔ ایک نقشہ پھر جاتا ہے ایک منظر سامنے آ جاتا ہے کہ کیسی بے بسی کا عالم تھا کہ صحابہؓ کو مکہ چھوڑ کے حبشہ میں جانا پڑا۔

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ یعنی ہجرت مدینہ تو ستمبر میں ہوئی تو یہ ہجرت حبشہ کی طرف؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ ہجرت حبشہ کی طرف ہے لیکن جس وقت ابتدا میں (کیلنڈر ترتیب دینے والی) کمیٹی نے اس کو شائع کیا تو اس میں اس کی نسبت آنحضرتؐ کی ہجرت کی طرف تھی۔ حالانکہ حضورؐ کی ہجرت تو ستمبر کے مہینہ میں ہوئی ہے۔ 7 ستمبر کو فیصلہ ہوا، حضور ﷺ کے خلاف قریش کی اسمبلی کا۔ میں بتا چکا ہوں تفصیل کے ساتھ تو یہ ''ہجرت'' جو ہے۔ یہ مئی میں ہونے والی ہجرت صحابہ رسولؐ کی حبشہ کی طرف اشارہ ہے۔

حضور ﷺ نے بنی طے کے اسیروں پر حاتم طائی کے ساتھ ان کی قومی نسبت کی وجہ سے بعض احسانات کیئے۔ اس نسبت سے جون کو احسان کہا جاتا ہے۔

جولائی ''وفا'' کے نام سے موسوم ہے۔ اس مہینہ میں غزوہ ذات الرقاع ہوا تھا جس میں سفر کی شدت اور سواری کی کمی وجہ سے پیدل چلنے کے باعث صحابہ کے پاؤں چھلنی ہو گئے تھے۔ اس جنگ میں صحابہؓ نے خارق عادت کے طور پر اپنے صدق و وفا کا نمونہ دکھایا تھا۔

اگست یعنی ''ظہور'' اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ سے بیرون عرب میں اسلام کی اشاعت اور ظہور یعنی غلبہ کی بنیاد رکھوائی۔

ستمبر کو تبوک کہا جاتا ہے۔ یہ غزوہ تبوک کی طرف اشارہ ہے۔

اکتوبر کو اخاء اس لئے کہ جب مدینہ میں حضور تشریف لائے۔ ستمبر میں پہنچے۔ اکتوبر میں اخوت کا نظام قائم کیا انصار میں اور مہاجرین میں۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اور نومبر ''نبوت'' آپ نے بتا دیا ہے اور دسمبر؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ دسمبر فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس لیے اس مہینہ کو ’’فتح‘‘ کہا جاتا ہے۔

اب میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ اول تو یہ سمجھنا چاہئے کہ شمسی کیلنڈر کا خیال مدت سے صدیوں پہلے مسلمان بادشاہوں کا تھا۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ ہجری شمسی کا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ ہجری شمسی کا چونکہ قرآن مجید بھی یہ کہتا ہے کہ ہم نے چاند اور سورج کو حسبانًا بنایا ہے۔ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن یہ چاہتا ہے کہ کیلنڈر دونوں قسم کے ہونے چاہئیں مگر اسلامی کیلنڈر ہجری تھا۔ حضرت عمرؓ کے زمانے سے جاری ہوا۔ تو یہ خیال پڑتا تھا کہ عام دنیا کے لین دین میں شمسی کیلنڈر بھی ضروری ہے اور وہ شمسی کیلنڈر جو کہ ہجرت کے واقعہ کے ساتھ جاری ہوا۔ تو یہ خیال ہمیشہ یعنی خود ترکی میں یہ خیال دامنگیر رہا وہاں کے بادشاہوں کو۔ حضرت سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ نے ہجری شمسی کیلنڈر بنایا بھی تھا۔ ان کے سوانح نگار محمود بنگلوری صاحب نے لکھا ہے۔ ’’سلطنت خداداد میسور‘‘ میں کہ حضرت سلطان ٹیپو نے اپنی فوج کا نام جماعت احمدی رکھا تھا۔ ایک مسجد کا نام مسجد اقصیٰ رکھا تھا۔ ایک کا نام مسجد احمدی رکھا اور جو اشرفی سونے کی تھی اس کا نام سکّہ احمدی رکھا اور ہجری شمسی کیلنڈر جو تھا اس کا پہلا مہینہ احمدی مہینہ ہی کہلاتا تھا۔

تو یہ ایک عظیم الشان خدمت تھی جو حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ سے جماعت احمدیہ نے کی ہے۔ اور اس کا مقصد یہ ہے کہ دیکھیں جنوری، فروری، مارچ، اپریل یا چیت، بیساکھ۔ اس کا اسلام کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ لیکن شمسی ہجری کیلنڈر جس وقت ایک احمدی پڑھتا ہے تو ہر آنے والا مہینہ محمد رسول اللہ ﷺ کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ کتنا بڑا احسان عظیم ہے اور میں آپ کو یہ خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کیلنڈر یعنی ہجری شمسی کیلنڈر سعودی عرب کے اخباروں نے بھی رائج کر دیا ہے۔ آپ اگر سعودی عرب کے اخباروں کو پڑھیں 1385 ھش آپ کو اس میں ملے گا۔ ہجری شمسی کیلنڈر میں مہینوں کے نام وہ نہیں رکھے۔ انہوں نے اپنے حساب سے رکھے ہیں۔ یہ ایک شاندار امتیاز ہے۔ اسی طرح ایران میں اخبار کیہان انٹرنیشنل بہت مشہور اخبار ہے۔ حکومت ایران کا سرکاری ترجمان، اس میں یہ کیلنڈر استعمال ہوتا ہے۔ ’’اتحاد اسلامی مجاہدین افغانستان‘‘ کا اخبار

ہے ''اتحاد مجاہدین۔'' اس میں آپ دیکھیں۔ اس میں 29 رجب المرحب 1401 ہجری ہے اور 3 جون 1981ء اور مطابق 1360 ہجری شمسی۔ یہی ہجری شمسی کیلنڈر ہے جو حضرت مصلح موعودؓ نے تیار کروایا ہے تو یہ ایک فتح مبین ہے احمدیت کی۔

ضیاء الاسلام پریس

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ ضیاء الاسلام پریس کے بارے میں یہ پوچھا گیا تھا کہ کیا قادیان میں بھی یہ پریس تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے فرمایا۔ ہاں۔

درود شریف

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ ایک رسالہ کا نام لیا اور یہ کہا گیا کہ اس رسالہ سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب نے درود شریف کے الفاظ میں ردو بدل کیا ہے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے اس کا جواب ارشاد فرمایا تھا کہ جس رسالہ کا آپ ذکر کر رہے ہیں وہ رسالہ ہمیں نہیں مل سکا۔ اس واسطے جواب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس کے بعد میں آخری معروضات اسی سلسلہ میں کرنا چاہتا ہوں۔

بات یہ ہے کہ ایک درود شریف تو وہ ہے جو خود آنحضرت ﷺ نے جو کہ مجسم قرآن تھے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور الہام کے ساتھ امت کو سکھایا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء احمدیت اور جماعت احمدیہ اسی کو حقیقی درود سمجھتی ہے اور وہی پڑھتی ہے نمازوں میں۔ ''مکتوبات احمدیہ جلد پنجم'' میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ

> ''جہاں تک ممکن ہو درود شریف بکثرت پڑھیں اور دلی محبت اور اخلاص سے پڑھیں۔ اگر گیارہ سو دفعہ روز ورد مقرر کریں یا سات سو دفعہ ورد مقرر کریں تو بہتر ہے۔''

اور وہ درود کے الفاظ حضور علیہ السلام نے خود دہرائے۔

''اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ اٰل محمد کما صلیت

علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید. اللھم بارک علی محمد وعلی اٰل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم انک حمید مجید.''

فرماتے ہیں:۔

> ''یہی درود شریف پڑھیں۔ اگر اس کی دلی ذوق اور محبت سے مداومت کی جاوے تو زیارت رسول کریم بھی ہو جاتی ہے۔ اور تنویر باطن اور استقامت دین کے لئے بہت مؤثر ہے۔''

یہ ''مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ سوم'' صفحہ 6-7 کی عبارت ہے۔ (مرتب حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی۔ ناشر محمود احمد عرفانی صاحب)

میں یہاں بتانا چاہتا ہوں کہ آج دنیا میں حضرت مسیح موعودؑ ہی ہیں اور آپؑ کے خلفاء، جنہوں نے درود شریف کی عظمت دنیا پر نمایاں کی ہے۔ لوگ تو صرف ظاہری الفاظ کو لیتے ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے درود کی عظمت اور برکت کے اوپر اتنا کچھ لکھا ہے کہ جیسے دن چڑھا دیا ہے۔ بے شک درود کے متعلق مولوی حضرات، دیوبندی امت کے حوالے اور لٹریچر پڑھیں آپ کو اس کا ہزارواں حصہ بھی درود شریف کی برکتوں کا نہیں ملے گا۔ اس واسطے کہ ایک وہ درود شریف ہے جو صرف زبانوں پر آتا ہے۔ ایک وہ ہے کہ جو شخص اس درود کی عظمت کو سمجھ کر اس کا التزام کرتا ہے اور پھر اس کے نتیجہ میں خدا کے فضلوں کی بارشیں اس پر نازل ہوتی ہیں وہ شاہد ناطق ہے درود شریف کی عظمتوں پر۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ درود شریف کی عظمت کیا ہے اور اس کی برکات کیا ہیں۔ آپ بے شک درود شریف کے متعلق ساری کتابیں پڑھیں جو کہ علمائے حاضر نے لکھی ہیں، آپ کو ان میں سے اس کا عشر عشیر بھی نہیں ملے گا۔ اس واسطے کہ ایک درود شریف محض طوطے کی طرح رٹ لینے کی بات ہے، ایک درود صاحب عرفان کا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

> ''ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ فرشتے آب زلال کی

شکل پرنور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں۔ اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمدؐ کی طرف بھیجی تھیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ ''

(''براہین احمدیہ حصہ چہارم'' صفحہ 503۔ روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ 598 حاشیہ)

اب دنیا میں کون ہے جس کو درود محمد ﷺ کے نتیجے میں برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ

''میں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں **هٰذَا بِمَا صَلَّيْتَ عَلٰى مُحَمَّدٍ** ''

(''حقیقۃ الوحی'' صفحہ 128۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 131 حاشیہ)

یہ برکتیں، یہ نعمتیں جو عرش کے خدا نے تمہیں دی ہیں۔ یہ درود شریف کی برکت سے ملی ہیں۔

پھر آگے پڑھیں۔ کون صوفی ہے کہ جو درود شریف کی اس عظمت کو سمجھتا ہے۔ سب حاجی ہیں جو اپنے تئیں حاجی کعبہ سمجھے بیٹھے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''درود شریف کے طفیل ... اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت ﷺ کی طرف جاتے ہیں۔ ''

یہ حضورؑ کے مشاہدات اور تصورات دیکھیں کتنے وجد آفرین ہیں!۔

''اور پھر وہاں جا کر آنحضرت ﷺ کے سینہ میں جذب ہو جاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر ان کی لا انتہا نالیاں ہو جاتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں۔ ''

کتنا عظیم الشان منظر ہے آسمانی دنیا کا! پھر حضرت مسیح پاکؑ فرماتے ہیں:۔

''درود شریف کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کے اس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا

چاہتا ہے، اُس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود پڑھے تا کہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو۔“

(اخبار”الحکم“ جلد 7 نمبر 8 مؤرخہ 28 فروری 1903ء صفحہ 7)

اب اسی سلسلہ میں آخر میں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ صورت ہے درود شریف کی عظمتوں کی جو آج ہمیں مسیح موعود علیہ السلام ہی کے لٹریچر سے پتہ لگتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر آپ دیکھیں۔ درود شریف کی عظمت کا اندازہ لگانے کے لئے اس کے اندر پوشیدہ معارف اور حقائق کو دیکھنا ضروری ہے۔ آج میں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی شخص اگر صحیح معنوں میں درود شریف پڑھے تو وہ عاشق رسولؐ بن جائے اور وہ جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔

اس کی وجہ؟ ایک دفعہ میں نے ایک صاحب سے یہ بات کہی تھی۔ میں نے کہا دیکھیں کہ درود شریف کے بغیر تو نماز نہیں ہوتی۔ درود شریف کا ترجمہ یہ ہے کہ اے خدا آنحضرت ﷺ اور آل محمد ﷺ پر برکتیں نازل فرما جس طرح تُو نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور آل ابراہیمؑ پر نازل کی تھیں۔ اب میں آپ سے دردمند دل کے ساتھ عاجزانہ درخواست کروں گا کہ آپ غور فرمائیں درود شریف کے الفاظ پر۔ ہم اللہ کی جناب میں عرض کرتے ہیں کہ الٰہی جو تو نے آل ابراہیمؑ کو عطا کیا تھا آل محمدؐ کو بھی وہ عطا کر۔ میں نے کہا آپ قرآن سے دیکھیں کہ وہ کیا خزانہ تھا جو آل ابراہیمؑ کو عطا ہوا تھا۔ کوئی پراپرٹی تھی جو کہ الاٹ ہوئی تھی؟ کوئی بینک بیلنس تھے؟ کوئی باغ تھا؟ کیا چیز تھی؟ قرآن سے ثابت ہے کہ وہ امامت اور نبوت کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی۔ تو ہم ہر نماز میں اللہ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ آل محمد کو بھی نبوت عطا کر۔ اگر کوئی شخص دیانتداری سے ایک لمحہ کے لئے سوچے تو وہ احمدی ہوئے بغیر کیسے رہ سکتا ہے۔ کتنی موٹی سی بات ہے۔ درود شریف کی عظمت کو احمدی کے سوا کوئی جان ہی نہیں سکتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ایک مرتبہ درود شریف کے متعلق یہاں تک فرمایا کہ درود شریف سے یہ ثابت ہے کہ سارے نبیوں میں سب سے افضل اور سب نبیوں کے شہنشاہ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ ہیں۔ آپؓ نے فرمایا:۔

”چونکہ درود شریف پڑھنا ایک نیک کام ہے اور یہ ایک حکم ہے کہ جو

> کوئی نیکی سکھاتا ہے تو اس کو بھی اسی قدر ثواب پہنچتا ہے جس قدر کہ سیکھ کر عمل کرنے والے کو۔ اس لئے دنیا میں جس قدر لوگ نمازیں پڑھتے ہیں اور عبادتیں کرتے ہیں ان سب کا ثواب ہمارے نبی کریم ﷺ کو ہی پہنچتا ہے اور ہر وقت پہنچتا ہے کیونکہ زمین گول ہے۔ اگر ایک جگہ فجر ہے تو دوسری جگہ عشاء ہے۔ ایک جگہ اگر عشاء ہے تو دوسری جگہ شام ہے۔ ایسے ہی اگر ایک جگہ ظہر کا وقت ہے تو دوسری جگہ عصر کا ہوگا۔ غرض ہر گھڑی اور ہر وقت ہمارے نبی کریم ﷺ کو ثواب پہنچتا رہتا ہے۔ دنیا میں کروڑ در کروڑ رکوع اور سجدہ کرتے اور درود پڑھتے اور دوسری دعائیں مانگتے ہیں اور پھر اس کے علاوہ دوسرے احکام پر چلتے، روزے رکھتے، زکوٰتیں ادا کرتے ہیں۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ ہر آن میں محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی ان عبادات کا ثواب پہنچتا رہتا ہے۔ کیونکہ اس نے تو یہ باتیں سکھائی ہیں کہ تم لوگ نمازیں پڑھو، زکوٰتیں دو اور مجھ پر درود بھیجو۔ اور پھر محمد رسول اللہ ﷺ کی اپنی روح جو دعائیں مانگتی ہوگی وہ ان کے علاوہ ہے۔ اب تم سوچ سکتے ہو کہ جب سے مسلمان شروع ہوئے اور جب تک رہیں گے، ان سب کی عبادتیں ہمارے نبی کریم ﷺ کے نامۂ اعمال میں بھی ہونی چاہئیں۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ وہی تمام دنیا کی کل مخلوقات کا سردار ہے۔''

(''الحکم'' قادیان جلد 12 نمبر 4 مؤرخہ 14 جنوری 1908ء صفحہ 5)

اب آخر میں ایک واقعہ میں عرض کرتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے حکم پر جب میں کراچی گیا۔ تو حضورؒ کی خدمت میں، کراچی کے عزاداروں کی ایک مجلس کے صدر تھے، وہ بھی حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم لوگ شیعہ حضرات کی تحریک پاکستان میں شمولیت کے متعلق تاریخ لکھنا چاہتے ہیں تو حضورؒ اپنی مرکزی لائبریری سے ہمیں اس کے لئے کوئی مواد عطا فرمائیں۔ حضورؒ نے میرے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ نیچے موجود ہے۔ آپ اس سے بات کریں۔ انشاء اللہ جس قسم کی بھی کتاب اور اقتباسات کی ضرورت ہوگی وہ جماعت مہیا کرے گی کیونکہ قائداعظم بھی شیعہ تھے اور

شیعوں نے تحریک پاکستان میں بڑا سرگرم حصہ لیا ہے۔ حقائق کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

میں ضمناً کہتا ہوں کہ خان عبدالولی خان صاحب نے کتاب لکھی ہے۔ نام ہی ہے کہ ’’حقائق حقائق ہیں‘‘ ’’Facts Are Facts‘‘ اور اس میں پارٹیشن سے پہلے کا جو دستاویزی ریکارڈ لندن میں موجود انڈیا آفس میں ہے، اس کی رُو سے ثابت کیا ہے اور حقیقت یہی ہے کہ 23 مارچ کی قرارداد پاکستان حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی لکھی ہوئی ہے جو قائداعظم کو بھجوائی گئی تھی۔ تو بہرحال حقائق حقائق ہیں۔ حضورؒ نے فرمایا کہ انہیں لکھ دیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ جو چاہتے ہیں میں بھجواؤں گا اور بعد میں ان کا کوئی خط نہیں آیا لیکن بہرحال اس وقت ایک بات ہوئی۔ مجھ سے کہنے لگے کہ آپ اہل بیت کو کیا سمجھتے ہیں؟ میں نے کہا حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ نے اپنے فارسی کلام میں فرمایا ہے:۔ ؎

جان و دلم فدائے جمال محمد است
خاکم نثار کوچۂ آل محمد است

میری جان بھی اور میرا دل بھی محمد رسول اللہ ﷺ پر قربان ہے اور فدا ہے۔

خاکم نثار کوچۂ آل محمد است

اور میری خاک ان راہوں پر بھی قربان ہے، جہاں اہل بیت محمدؐ، حضرت علیؓ شیر خدا، سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراءؓ، حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے قدم مبارک پڑے تھے۔ یہ عقیدہ ہے اس شخص کا جسے خدا نے امامِ مہدی بنا کر بھیجا ہے۔ کوئی ہے دنیا میں جس نے یہ شان بیان کی ہو امام حسینؓ کی اور اس عقیدت کا اظہار کیا ہو۔

میں نے کہا، میں بھی ایک سوال کر سکتا ہوں۔ کہنے لگا ہاں۔ اس کا تعلق اس موضوع سے ہے۔ میں نے کہا دیکھیں ماتم تو اس شخص کا کیا جاتا ہے جو فوت شدہ ہو۔ ہم تو امام حسینؓ کو زندہ سمجھتے ہیں اگر ماتم ہی دراصل عقیدہ کا اظہار ہے تو آنحضرت ﷺ کی وفات پر کیوں نہیں کیا جاتا۔ حضرت علیؓ بھی تو شہید ہوئے تھے۔ اسی طرح بے شمار شہداء ہوئے ہیں۔ تو یہ ماتم حسینؓ کیوں مخصوص کیا گیا ہے۔ لیکن قطع نظر اس کے میں نے کہا کہ اگر کوئی شخص حضرت امام حسینؓ یا خود آنحضرت ﷺ پر اعتراض کرے تو اس کا جواب ہم ماتم سے تو نہیں دے سکتے۔ ہم احمدیوں کو خدا نے اس لئے کھڑا کیا

ہے کہ ہم مسلمانوں میں وحدت پیدا کریں اور ساری دنیا کی قوموں کو محمد رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے جمع کریں۔ تو غیر مسلموں سے مناظرے، غیر مسلموں سے تبادلۂ خیالات، ان کے متعلق لٹریچر لکھنا، یہ ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ قرآن مجید کے ساٹھ کے قریب اب اللہ کے فضل سے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بے نظیر لٹریچر ہے جو صرف جماعت احمدیہ نے شائع کیا ہے۔ اسلام کی حقانیت کے لئے تو آپ لوگ تو اپنے خیالات میں محو ہوتے ہیں۔ ماتم کا دن آیا تو آپ اکٹھے ہو گئے، عزاداری کے لئے اکٹھے ہو گئے۔

ہمارے سامنے بعض اوقات عیسائیوں نے یہ اعتراض کیا ہے۔ میں نے پوچھا درود شریف تو آپ پڑھتے ہیں ناں؟۔ کہنے لگے اس کے بغیر تو ہماری کوئی مجلس برپا ہی نہیں ہوتی۔ میں نے کہا اس میں لکھا ہے کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. الٰہی وہ برکتیں جو تو نے ابراہیمؑ کو دی تھیں وہ محمد ؐ عربی کو بھی عطا فرما۔ اور جو آل ابراہیمؑ کو ملیں وہ آل محمد ؐ کو عطا کی جائے۔ آل محمد ؐ کی جو برکتیں تھیں وہ تو آپ کی کتابوں میں آئمہ کا بیان موجود ہے کہ وہ برکت نبوت کی تھی۔ حیرت کی بات ہے کہ لوگ ابراہیمؑ کی اولاد میں تو نبوت کو جاری سمجھتے ہیں اور آل محمد ؐ میں جاری نہیں سمجھتے۔ میں نے کہا یہ آئمہ کی تحریر موجود ہے۔ اس وقت مجھے یاد نہیں تھا کہ یہ اصولِ کافی میں ہے یا صافی شرح اصول کافی میں ہے بہر حال جو بھی ہے یہ موجود ہے۔ لیکن میں نے کہا سوال یہ کرتے ہیں کہ یہ دعا کرنا کہ ابراہیمؑ کی برکتیں رسولِ پاک ؐ کو بھی عطا ہو جائیں۔ عیسائی کا سوال یہ ہے کہ اس سے مطلب یہ ہوا کہ جو برکتیں ابراہیمؑ کو ملی تھیں، آپ کے پیغمبر معاذ اللہ اس سے محروم ہیں۔ میں نے کہا آپ جو درود شریف کثرت سے پڑھتے ہیں، پڑھنا بھی چاہئے۔ اگر کوئی عیسائی سوال کرے تو آپ ماتم کریں گے اس کے مقابل پر یا کوئی جواب دیں گے۔ ہے جواب آپ کے پاس؟

کہنے لگے آپ نے تو میرے پاؤں تلے سے زمین نکال دی ہے۔ ہمارے تو وہم و گمان میں بھی کبھی یہ اعتراض نہیں آیا۔ میں نے کہا کہ ہم آج پرچمِ حسینؓ کے لہرانے والے ہیں۔ آل محمد ؐ کا پرچم خدا نے مسیح موعودؑ کو بخشا ہے پھر اس سے آپ کو کیا فکر ہے؟ فکر تو ہمیں ہے۔ میں نے کہا آپ بے شک آیت اللہ صاحب سے جا کر پوچھیں۔ یہاں کے ذاکروں کی بات میں نہیں کرتا۔ آج تک

آپ کوئی لٹریچر نہیں بتا سکتے جس میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہو۔

اس کا جواب ہمارے امام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ فرمودہ 6 جنوری 1928ء میں دیا تھا۔ یہ خطبہ ''الفضل'' 13 جنوری 1928ء صفحہ 7-9 میں چھپا ہوا موجود ہے اور اس کا متن حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب حلال پوری نے اپنی کتاب ''محامد خاتم النبیین'' صفحہ 373 تا 376 مطبوعہ جنوری 1936ء میں بھی درج کیا ہے۔ اس کا خلاصہ دیکھیں! آج تک میں نے اپنی عمر میں لاکھوں صفحات کا مطالعہ کیا ہے مجھے یہ نکتہ کہیں نہیں ملا۔ اور میں ناظرین سے بھی کہتا ہوں کہ وہ بے شک تلاش کریں اور اگر ملے تو مجھے بھی اطلاع دیں لیکن حقیقی بات یہ ہے کہ جس کا آلِ محمدؐ سے تعلق ہے وہی یہ چیزیں بیان کر سکتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے خطبہ جمعہ دیتے ہوئے فرمایا کہ بعض لوگ اس سے اعتراض کرتے ہیں کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ شانِ محمدیتؐ ارتقاء کی اس منزل تک نہیں پہنچی جو جنابِ الٰہی کی طرف سے حضرت ابراہیم کو عطا کی گئی تھی۔ حضورؓ نے فرمایا کہ یہ سوچنا چاہئے کہ قرآن مجید نے ابراہیمؑ کی عظمت اور جلالتِ مرتبت کے متعلق جو لکھا ہے اس میں ایک خاص پہلو بیان کیا گیا ہے۔ وہ پہلو ہے جس کی طرف اشارہ کر کے تشبیہ دی گئی ہے۔ اب دیکھیں حضرت مصلح موعودؓ کا علومِ ظاہری و باطنی سے پُر ہونے کا تصور! فرماتے ہیں کہ قرآن میں یہ لکھا ہے کہ انہوں (ابراہیمؑ) نے اللہ کے حضور دعا کی کہ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (البقرۃ:129) اے خدا مجھے بھی مسلم بنا دے اور میری اولاد کو بھی مسلم بنا دے۔ اس کے جواب میں خدا نے جود و سخا کا اظہار فرمایا اور بیان فرمایا۔ وہ یہ تھا۔ فرمایا:۔ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا کہ ہم تمہیں اور تمہاری اولاد کو صرف مسلم ہی نہیں بنائیں گے، مسلمانوں کا امام بھی تمہیں بنایا جائے گا۔ بہت تھوڑا مانگا تھا، بہت زیادہ خدا کی سرکار سے ملا۔ یہ بالکل ایسی ہی بات ہے۔ حضرت ابوہریرۃؓ اپنی زندگی کے آخری زمانہ میں بحرین کے گورنر تھے۔ حضرت عمرؓ کا زمانہ تھا۔ ان کے دربار میں ایک حاملہ عورت کا پیغام آیا کہ مجھے فوری طور پر چند

چمچیاں شہد کی چاہئیں۔ اس وقت دربار میں ان کے سامنے ایک پوری چھاگل بھری ہوئی تھی۔ انہوں نے حکم دیا کہ فوراً اس کے گھر پہنچا دو۔ آدمی وہاں پہنچانے کے لئے چلا گیا تو مصاحبین میں سے ایک نے کہا کہ حضرت اس نے تو صرف چند چمچیوں کے لئے درخواست کی تھی اور آپ نے پوری چھاگل بھجوادی ہے۔ تو حضرت ابوہریرہؓ نے یہ جواب دیا کہ اس خاتون نے اپنی ضرورت کے مطابق مانگا تھا اور میں نے اپنی وسعت کے مطابق اس کا جواب دیا ہے۔ یہی صورت یہاں پر ہے۔ ہم اللہ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ الٰہی جو حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ معاملہ کیا تھا اس کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اب آپ سے عرض کرتے ہیں کہ ابراہیمؑ تو اپنے زمانے کے ایک علاقائی نبی تھے۔ دائمی اور زندہ نبی اور عالمگیر نبی اور آفاقی نبی محمد عربی ﷺ ہیں اس لئے آپ جو دعا کریں گے وہ تو عالمگیر شان کی حامل ہوگی۔ آپؐ کی ضرورتیں بھی عالمگیر ہوں گی اوّلین کے لئے بھی اور آخرین کے لئے بھی۔ اس لئے الٰہی! آنحضرت ﷺ جو نبیوں کے سردار ہیں، جب وہ کوئی دعا کریں اور طلبگار ہو جائیں تو محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ وہی سلوک کرنا جو ابراہیمؑ کے ساتھ کیا تھا۔ تھوڑا مانگا گیا تھا اور بہت زیادہ آپؐ کو عطا کیا گیا۔ تو شانِ محمدیت کا اظہار کرتے ہیں یہ الفاظ کہ محمد عربیؐ بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔ مگر خدا آپ کے ساتھ وہی سلوک کرے گا کہ تھوڑا مانگنے کے باوجود بہت زیادہ عطا کیا جائے گا اسی لئے ساقیٔ آبِ کوثر آپؐ کو بنایا گیا ہے۔ آخر میں ''سلام بحضور سید الانام ﷺ'' حضرت سید میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام کے چند اشعار پڑھ کر ختم کریں گے۔

بدرگاہ ذی شان خیر الانام
شفیع الوریٰ مرجع خاص و عام
بصد عجز و منّت بصد احترام
یہ کرتا ہے عرض آپ کا اک غلام
کہ اے شاہ کونین عالی مقام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

حسینانِ عالم ہوئے شرمگیں
جو دیکھا وہ حسن اور وہ نور جبیں
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل تریں
کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خلق کامل زہے حسنِ تام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام
محبت سے گھائل کیا آپؐ نے
دلائل سے قائل کیا آپؐ نے
جہالت کو زائل کیا آپؐ نے
شریعت کو کامل کیا آپؐ نے
بیاں کر دیئے سب حلال و حرام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام
نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال
وہ سب جمع ہیں آپؐ میں لامحال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال
ہر اک رنگ ہے بس عدیم المثال
لیا ظلم کا عفو سے انتقام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام
علمدارِ عشاق ذاتِ یگاں
سپہ دار افواج قدّوسیاں
معارف کا اک قلزم بے کراں
افاضات میں زندۂ جاوداں
پلا ساقیا آب کوثر کا جام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

سوالات کا دوسرا دور (20 تا 23 اگست 1974ء)

اکھنڈ بھارت

محترم مولانا صاحب! کچھ وہ سوالات ہیں جو حضور انورؒ سے 20؍اگست 1974ء سے 23؍اگست 1974ء تک کئے گئے اور یہ سوالات کا دوسرا دور تھا۔ اٹارنی جنرل صاحب نے حضرت صاحبؒ سے یہ پوچھا تھا کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اکھنڈ بھارت کے قائل تھے؟ اور اس ضمن میں الفضل 15؍اپریل 1947ء کا حوالہ بھی دیا تھا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ وُلۡدِ آدَم وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ.

اس سوال کے جواب میں کہ حضرت مصلح موعودؓ اکھنڈ ہندوستان کے قائل تھے۔ اٹارنی جنرل صاحب نے الفضل 15 اپریل 1947ء کو بطور دستاویز کے پیش کیا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں حضرت مصلح موعودؓ کا وہ معرکۃ الآراء جواب خصوصی کمیٹی کو مخاطب کرتے ہوئے پڑھ کر سنایا جو حضورؓ نے 1953ء کی تحقیقاتی عدالت کے سامنے پیش فرمایا تھا۔ کتابچہ ''تحقیقاتی عدالت میں بیان'' صفحہ 23 پر یہ حوالہ ہے۔ اس وقت حضرت مصلح موعودؓ پر جرح کرتے ہوئے 14؍جنوری 1954ء کو مذکورہ حوالہ پیش کیا گیا تھا اور اس کے الفاظ یہ بھی تھے کہ

> ''ہم یہ چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر وشکر ہو کر رہیں۔''

حضورؓ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ

> ''الفضل 5 اپریل 1947ء میں میری تقریر صحیح طور پر رپورٹ نہیں ہوئی۔''

نامہ نگار جنہوں نے یہ رپورٹ لکھی وہ اناڑی قسم کے تھے اور بطور رپورٹر کے انہوں نے وہ شائع کی تھی۔ ''الفضل'' یہ اہتمام کرتا تھا کہ مجلس عرفان کے خلاصے بھی ساتھ ساتھ منظر عام پر آتے

رہیں۔ تو حضورؓ نے فرمایا کہ

''صحیح رپورٹ 12 اپریل 1947ء میں شائع ہوئی ہے۔''

(''تحقیقاتی عدالت میں حضرت امام جماعت احمدیہ کا بیان'' صفحہ 23-24 ناشر صیغہ نشر و اشاعت۔ ربوہ)

اب وہ رپورٹ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہ پانچ اپریل ہے یا پندرہ اپریل ہے۔ پندرہ اپریل کا انہوں نے حوالہ دیا تھا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضور کا بیان جو الفضل میں ہے، اس کے بارہ میں جرح کرنے والے نے اگست 1947ء کا حوالہ دیا ہے۔ اور حضور نے جواب میں یہ فرمایا کہ یہ میری تقریر کا جو خلاصہ ہے وہ ٹھیک شائع نہیں ہوا۔ 12 اپریل 1947ء کے ''الفضل'' میں صحیح رپورٹ شائع کی گئی ہے۔

یہ وہ رپورٹ ہے جو ''الفضل قادیان'' کے شمارے میں 12 اپریل 1947ء کو شائع کی گئی اور یہ چوہدری فیض احمد صاحب فیض گجراتی، بعد میں جنہیں درویشوں کے حلقے میں شامل ہونے کا افتخار بھی حاصل ہوا، کے قلم سے نکلی۔ ان کے قلم سے بہت معرکۃ الآراء کتابیں بھی ہیں۔ انہوں نے حضور کے جو ملفوظات 3 اپریل 1947ء کے تھے وہ شائع کئے۔ اس میں حضور نے پہلے ایک رویاء کا ذکر کیا ہے اور پھر اس کی روشنی میں اس کی تعبیر بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہاموں میں اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کی قوموں کی مناسبت سے آپؑ کو کرشن اور دوسرے الہاموں سے بھی نوازا ہے اور یہ بھی الہام ہے کہ:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پناہ گزیں ہوئے قلعہ ہند میں''

(''الحکم'' 17-24 دسمبر 1903ء صفحہ 15)

اس کی تعبیر تو بعد میں خود حضورؓ نے بیان کی تھی کہ اس سے مراد پاکستان ہے۔ پس یہ قلعۂ ہند ضرور قائم رہنا چاہئے۔ کیونکہ اسلام کی ترقی کے لئے اس کا قائم رہنا ضروری ہے۔ مگر اس حوالہ میں یہ لکھا ہے کہ یہ جو الہام ہے اس میں اشارہ ہے کہ ہندوستان میں وسیع پیمانے پر تبلیغ اسلام مقدر ہے یعنی کوئی پولیٹیکل (Political) انداز سے آپ جواب نہیں دے رہے۔ بلکہ روحانی اعتبار سے جواب

دے رہے ہیں کہ ہندوستان میں نہایت وسیع پیمانے پر تبلیغ اسلام مقدر ہے۔ پس یہ قلعۂ ہند ضرور قائم رہنا چاہئے کیونکہ اسلام کی ترقی کے لئے اس کا قائم رہنا ضروری ہے۔ یہاں یہ نقطۂ نگاہ ہے۔ مگر اس قلعہ کو فتح کرنے کے لئے ہمیں بہت زیادہ قربانیاں کرنی ضروری ہیں۔ یہ نہیں بتا رہے کہ ہندوستان اکٹھا رہے بلکہ فرماتے ہیں کہ ایسا طریق اختیار کیا جائے کہ سارا ہندوستان محمد عربی ﷺ کی آغوش میں آجائے۔ یہ آپ فرما رہے ہیں اور آپ یہ دیکھیں کہ یہ بیان حضورؓ کا 3؍اپریل 1947ء کا ہے۔ اب ایک مؤرخ کے لئے یہ جاننا بھی تو ضروری ہے کہ حضورؓ نے یہ بیان اس وقت دیا ہے جب کہ حضورؓ کے دوش بدوش پوری جماعت احمدیہ جہاد پاکستان میں قائداعظم کے ساتھ تھی اور اس کی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ خدا کے فضل سے نومبر 1945ء میں مسلم لیگ مرکزی انتخاب میں سو فیصدی مسلم نشستوں پر قابض ہوگئی۔ اس پر آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے قائداعظم کے ارشاد پر 11 جنوری 1946ء کو ایک جشن منایا گیا۔ فروری 1946ء میں صوبائی انتخابات ہوئے۔ ان انتخابات میں حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ بعض احمدی عورتوں نے تو یہاں تک کمال دکھلایا ہے کہ حاملہ تھیں اور اس کے باوجود میرے حکم کی وجہ سے پالکی میں بیٹھ کر انہوں نے پولنگ اسٹیشن پر جا کر تحریک پاکستان اور پاکستان کے حق میں ووٹ ڈالے اور لدھیانہ میں تو مسلم لیگ کے کیمپ میں، مستورات کے کیمپ میں، جماعت احمدیہ کی وہ مستورات تھیں، لجنہ اماء اللہ سے جن کا تعلق تھا اور براہِ راست قادیان سے پہنچی تھیں کہ بہت عظیم ڈیوٹی تھی۔

اس سلسلے میں آپ یہ بھی دیکھیں کہ صف اول کے مسلم لیگی لیڈر سردار شوکت حیات صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے "The Nation That Lost Its Soul" کتاب کا ٹائیٹل ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ''گم گشتہ قوم'' کے نام سے شائع شدہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ صوبائی انتخابات کے سلسلہ میں چونکہ براہ راست حضرت قائداعظم کی طرف سے مجھے نگران مقرر کیا گیا تھا۔ میں اپنے سارے پروگرام حضرت قائداعظم کو بھجواتا تھا تو جب میں بٹالہ جانے لگا تو مجھے آپ کی طرف سے یہ میسج (Message) پہنچا کہ بٹالہ کے آگے قادیان بھی ہے۔ وہاں حضرت صاحب رہتے ہیں۔ وہاں بھی تمہیں جانا ہے اور میرا یہ پیغام پہنچانا ہے میری طرف سے کہ آپ پاکستان کے قیام کے لئے دعا بھی کریں اور اس کے ساتھ ہمیں سپورٹ (Support) بھی کریں۔ چنانچہ وہ

فرماتے ہیں کہ میں حضرت قائداعظم کا پیغام لے کر آدھی رات کے قریب قادیان گیا۔ حضورؓ اس وقت سو چکے تھے مگر اسی وقت حضورؓ کو اطلاع دی گئی۔ حضورؓ فوراً تشریف لائے یہ سن کر کہ قائداعظم کا پیغام لے کے آئے ہیں۔ میں نے پیغام دیا تو حضرت مصلح موعودؓ نے یہ جواب دیا۔ (یہ سٹیٹمنٹ Statement سردار شوکت حیات صاحب کا ہے۔)

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب: ۔ یہ کہ اسی وقت وہ دروازے پر تشریف لائے اور آکر میری بات سنی۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔ تو حضورؓ نے فرمایا کہ قائداعظم کو یہ پیغام دے دیں کہ پہلے دن سے یعنی قیام پاکستان کی جو قرارداد ہے اس دن سے، ہم پاکستان اور مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے دعا کر رہے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ میرا حکم ہے کہ مسلم لیگ کو ووٹ دیئے جائیں۔ اس واسطے کوئی احمدی کسی اور کو ووٹ دے ہی نہیں سکتا۔ اور اگر مسلم لیگی امیدوار کے علاوہ کسی اور کو کوئی ووٹ دے گا تو احمدی اس کی سپورٹ نہیں کریں گے۔

چنانچہ آگے لکھتے ہیں کہ سیالکوٹ کے ضلع میں یونینسٹ پارٹی (Unionist Party) کی طرف سے ایک امیدوار تھے اور وہ نواب محمد دین صاحب اس وقت جماعت احمدیہ سیالکوٹ کے امیر تھے، ان کے چونکہ یونینسٹوں سے بڑے گہرے مراسم تھے۔ تو جماعت کی پالیسی سے پہلے ہی یونینسٹوں کے ساتھ ان کا ایک تعلق تھا۔ یونینسٹ (Unionist) جو تھے وہ پاکستان تو چاہتے تھے مگر قائداعظم کی قیادت کے پوری طرح قائل نہ تھے۔ خضر حیات کی یونینسٹ پارٹی نے اپنے امیدوار کھڑے کئے ہوئے تھے۔ اس حلقے میں ممتاز دولتانہ مسلم لیگ کی طرف سے امیدوار تھے تو انہوں نے لکھا ہے کہ حقیقتاً ایسا ہی ہوا، نواب محمد دین صاحب چونکہ وعدہ کر چکے تھے انہوں نے تو ووٹ یونینسٹ کو دیا۔ مگر ساری جماعت نے دولتانہ صاحب کے حق میں ووٹ ڈالے اور دولتانہ صاحب جیت گئے۔ جماعت کے کسی ایک فرد نے بھی سوائے نواب صاحب کے کسی اور کو ووٹ نہیں دیا۔

حافظ محمد نصراللہ صاحب: ۔ سردار شوکت حیات صاحب اس وقت مولانا مودودی صاحب کے پاس بھی گئے تھے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔ ہاں مودودی صاحب کے پاس گئے اور آگے یہ بیان

کرتے ہیں کہ مودودی صاحب کے پاس میں پہنچا تو کہنے لگے کہ جہاں تک دعا کا تعلق ہے میں دعا کیسے کر سکتا ہوں۔ میں تو اس کو ناپاکستان سمجھتا ہوں۔ چنانچہ ان کی کتابیں آپ دیکھیں، آج تو قاضی حسین احمد صاحب جو ہیں اور دوسرے نفس ناطقہ بنے ہوئے۔ وہ جھوٹ پہ جھوٹ بولتے چلے جاتے ہیں کہ ہم نے تو کبھی مخالفت نہیں کی تھی۔ آپ اگر دیکھیں تو یہاں تک ''مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش'' حصہ سوم میں لکھا ہوا موجود ہے اگر ان اصولوں کے ماتحت، جمہوری اصولوں کے مطابق پاکستان بن گیا تو یہ کافرانہ حکومت ہوگی۔ اور ایسی کافرانہ حکومتیں تو پہلے بھی مسلمانوں کے پاس موجود ہیں۔ ترکی مسلمانوں کی حکومت ہے مگر کافر حکومت ہے۔ افغانستان کی یہ صورت ہے۔ مصر ہے۔ دوسری حکومتیں ہیں۔ تو یہ بلکہ اس سے زیادہ بدترین ہوگی۔ اور ''ترجمان القرآن'' میں انہوں نے یہ بات لکھی کہ ہم ہرگز یہ گوارا نہیں کریں گے کہ پاکستان کے حق میں ووٹ ڈالیں۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص پشاور جانے والا ہو اور اس کو یہ خوشخبری سنائی جائے کہ کلکتہ کی ٹرین تیار ہے۔ تو یہ صورتحال تھی۔ مودودی صاحب نے اس وقت جواب دیا کہ میں تو اس کو ناپاکستان سمجھتا ہوں۔ دعا نہیں کر سکتا اور سپورٹ کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(The Nation That Lost Its Soul p.147 Published by Jang Publishers Lahore)

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ حضرت مصلح موعودؓ کی اسی پالیسی کی وجہ سے صاحبزادہ فیض الحسن صاحب آلومہار والے جو ہمارے مشہور مخالف تھے۔ وہ بھی چونکہ مسلم لیگ کی طرف سے کھڑے ہوئے تھے۔ ان کو بھی احمدیوں نے ووٹ دیئے ہیں۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اس واسطے کہ ان سے پہلے معاہدہ ہو چکا تھا۔ مگر ووٹ صرف انہوں نے دیئے جن کے ساتھ ان کا معاہدہ تھا۔ معاہدہ تو جو کافروں کے ساتھ بھی کیا گیا ہو قرآن کے مطابق اس معاہدے کی پابندی ضروری ہے۔ صلح حدیبیہ میں دیکھیں حضرت ابوجندلؓ کو جو کہ سہیل کے بیٹے تھے، رسول پاکؐ نے کافروں کے حوالے کر دیا تھا۔

اسلام اپنے نظام کے لحاظ سے معاہدوں کی پابندی کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ اگر دنیا میں معاہدوں کی پابندی حکومتی سطح پر اور اسی طرح غیر سرکاری طور پر عوام میں آجائے تو دنیا کا نقشہ

ہی بدل جائے گا۔ آپ دیکھیں کہ سیکنڈ ورلڈ وار کے دوران اس دور کے جرمنی کے سربراہ ہٹلر نے رشیا کے ساتھ معاہدہ کیا اور چند دن کے بعد راتوں رات ماسکو پر چڑھائی کر دی۔ تو وہ معاہدے کی بات تھی۔ وہ استثنائی قصہ تھا۔ اب میں اس سلسلہ میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ یہ جو حضورؓ نے یہاں بیان فرمایا ہے۔ اکھنڈ ہندوستان کا پہلو حضورؓ نے اس کو اس سے پہلے واضح کیا ہوا ہے کہ حضورؓ کا موقف کیا ہے۔ دراصل احراری ملّاں تو کانگریس کا سدھایا ہوا جانور ہے۔ قائداعظم نے اس کو یہ نام دیا ہے۔ یہ شائع شدہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف کانگریس کے سدھائے ہوئے پرندے اس وقت ہمارے مخالف ہیں۔ (اخبار ''انقلاب'' 18 اکتوبر 1945ء صفحہ 8) اور براہ راست مخاطب اس کے احراری ٹولے والے تھے۔ حضورؓ نے جس وقت کہ پارلیمنٹری مشن کے ایام تھے، مسلمانوں کو اور مسلم لیگ کو اور حکومت کو اور کرپس (Cripps) کو، ان سب کو اپنے مخلصانہ مشوروں سے نوازا۔ اس میں آپؓ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کے نمائندوں کو یعنی مسلم لیگ کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ ہندوستان ہمارا بھی اسی طرح ہے جیسا کہ ہندوؤں کا۔ آپ دیکھیں کہ اکھنڈ ہندوستان کا کیا تصور ہے۔ وہ تصور نہیں جو ملّاں کے دل میں پہلے دن سے تھا کہ اگر پاکستان بن بھی گیا تو ہم مسلح بغاوت کر کے پھر اس کو ہندوستان میں شامل کریں گے۔ یہ ملّاں کا تصور ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کا تصور میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں اور حضورؓ ہی کے اپنے الفاظ میں! فرماتے ہیں کہ

> ''میں مسلمانوں کے نمائندوں کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ ہندوستان ہمارا بھی اسی طرح ہے جس طرح ہندوؤں کا۔ ہمیں بعض زیادتی کرنے والوں کی وجہ سے اپنے ملک کو کمزور کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ اس ملک کی عظمت کے قیام میں ہمارا بہت کچھ حصہ ہے۔ ہندوستان کی خدمت ہندوؤں نے تو انگریزی زمانہ میں انگریزوں کی مدد سے کی ہے لیکن ہم نے اس ملک کی ترقی کے لئے آٹھ سو سال تک کوشش کی ہے۔ پشاور سے لے کر منی پور تک اور ہمالیہ سے لے کر مدراس تک ان محبان وطن کی لاشیں ملتی ہیں جنہوں نے اس ملک کی ترقی کے لئے اپنی عمریں خرچ کر دی تھیں۔ ہر علاقہ

میں اسلامی آثار پائے جاتے ہیں۔ کیا ہم ان سب کو خیر باد کہہ دیں گے۔ کیا ان کے باوجود ہم ہندوستان کو ہندوؤں کا کہہ سکتے ہیں۔ یقیناً ہندوستان ہندوؤں سے ہمارا زیادہ ہے۔ قدیم آریہ ورت کے نشانوں سے بہت زیادہ اسلامی آثار اس ملک میں ملتے ہیں۔ اس ملک کے مالیہ کا نظام، اس ملک کا پنچایتی نظام، اس ملک کے ذرائع آمد و رفت سب ہی تو اسلامی حکومتوں کے آثار میں سے ہیں۔ پھر ہم اسے غیر کیونکر کہہ سکتے ہیں۔"

آگے سنیں آپ!

"کیا سپین میں سے نکل جانے کی وجہ سے ہم اسے بھول گئے ہیں۔ ہم یقیناً اسے نہیں بھولے۔ ہم یقیناً ایک دفعہ پھر سپین کو لیں گے۔ اسی طرح ہم ہندوستان کو نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ ملک ہمارا ہندوؤں سے زیادہ ہے۔ ہماری سستی اور غفلت سے عارضی طور پر یہ ملک ہمارے ہاتھ سے گیا ہے۔ ہماری تلواریں جس مقام پر جا کر کُند ہو گئی تھیں وہاں سے ہماری زبانوں کا حملہ شروع ہوگا اور اسلام کے خوبصورت اصول کو پیش کر کے ہم اپنے ہندو بھائیوں کو خود اپنا جزو بنا لیں گے مگر اس کے لئے ہمیں راستہ تو کھلا رکھنا چاہیے۔"

(روزنامہ "الفضل" قادیان 6 اپریل 1946ء صفحہ 3-4)

یہ تصور ہے حضرت مصلح موعودؓ کا۔

ہاں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قرارداد پاکستان کس نے پیش کی تھی۔ حضرت قائداعظم راؤنڈ ٹیبل کانفرنس (Round Table Conference) کے بعد خود فرماتے ہیں کہ میں ہندوؤں کے اور کانگریس (Congress) کے لیڈروں کی جو چالیں تھیں، ان کی وجہ سے میں بالکل مایوس ہو گیا تھا کہ ہندوستان میں اب مسلمانوں کا مستقبل بالکل تاریک ہے۔ میں کوئی مدد ہی نہیں کر سکتا۔ جب گاندھی اور نہرو یہ کہہ رہے تھے کہ یہ برٹش ایمپائر کا حق نہیں ہے کہ وہ ہندوستان کی اقلیتوں کے متعلق ہم سے کوئی مذاکرات کرے۔ اگر ہندوستان سے انگریز چلے جائیں یہ مذاکرات کرنا کانگریس کا فرض ہوگا۔ یہ صورتحال تھی۔ آج کے پاکستانی افراد کو پتہ ہی نہیں ہے۔ کس قیامت

سے دو چار تھی اس وقت مسلم لیگ اور کس طرح بے قراری کے ساتھ اس وقت حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ صاحب اور حضرت مصلح موعودؓ نے اور پوری جماعت نے مسلمانوں کو بیدار کیا کہ دیکھو تمہارے خلاف سازش ہے کہ انگریز کو نکال دو اور اس کے بعد ہندو جس طرح چاہے گا تمہیں قصاب خانے میں لے جا کر تمہارا قتل عام کرے گا۔ یہ معمولی بات نہیں تھی۔ جو منظر اب آپ کشمیر میں دیکھ رہے ہیں 1947ء سے لے کر آج تک۔ اس سے زیادہ خوفناک وہ منظر آنے والا تھا۔

حضورؓ نے فرمایا کہ یاد رکھو اگر آج پاکستان کے جھنڈے تلے جمع نہ ہوئے تو پھر سپین کی طرح تمہارا صفایا کر دیا جائے گا۔ یہ حضور کا دلّی میں خطبہ تھا اور وہ شائع شدہ موجود ہے کہ دیکھو سپین کے سے حالات پیدا ہو رہے ہیں۔ حضرت قائداعظم انگلستان سے ہندوستان نہیں آ رہے تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ بہت اولوالعزم انسان تھے۔ جب انہیں نظر آ رہا تھا کہ انگریز کانگریس کی طرف جھکا ہوا ہے کیونکہ آخر اسے یہ بھی فکر ہے کہ آج نہیں تو کل اسے جانا پڑے گا اور اس لئے زیادہ فکر تھی کہ سیکنڈ ورلڈ وار (Second World War 1939-1945) نے اس کی اکانومی کو بالکل تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا۔ اس کے بعد یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ ہندوستان میں انگریز زیادہ دیر تک اور حکومت کر سکتا۔ وہ اس کے بعد جانا چاہتے تھے۔ یہ بات نظر آ رہی تھی اور اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ اگر مسلمان ہماری کسی تجویز کو نہ بھی مانیں گے تو بھی ہم بہرحال جائیں گے اور کانگریس کو اقتدار منتقل کر کے چلے جائیں گے۔ یہ صورتحال تھی اس وقت۔ آپ تصور تو کریں۔ اک قیامت کا سا منظر تھا۔ آج کے مسلمانوں کو علم نہیں ہے کہ ایک کیمپ (Camp) حضرت قائداعظم اور جماعت احمدیہ کا تھا جو مسلمانوں کی طرف تھے۔ پاکستان کے قیام میں سر دھڑ کی بازی لگا رہا تھا اور دوسری طرف احرار اور دوسرے کانگریس کے غمخوار اور خود کاشتہ پودے اور حضرت قائداعظم کے الفاظ میں کانگریس کے سدھائے ہوئے جانور اور پرندے تھے جو اس سازش میں ہندوؤں کے ساتھ شریک تھے کہ انگریز افراتفری کی حالت میں جائے اور مسلمانوں کا کوئی موقف ہو اور نہ کوئی پاکستان ہو۔ بلکہ جس طرح چاہیں ہندو مسلمانوں کے ساتھ سلوک کریں۔ یہ صورتحال تھی۔ قرارداد پیش کس نے کی تھی آخر! حضرت قائداعظم نے۔ قائداعظم انگلستان سے ہلنا نہیں چاہتے تھے۔ وہاں مستقل طور پر انہوں نے بنگلہ لے لیا تھا۔

قائداعظم کی ہندوستان واپسی

حضرت مصلح موعودؓ نے خدا کے تصرف خاص سے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد امام مسجد فضل لندن کو لکھا کہ آج متحدہ ہندوستان کے مسلمان ایک قیامت کے دور سے گذر رہے ہیں اور میرے خیال میں کوئی پولیٹیکل شخصیت مسلمانوں کی قیادت کرنے والی ہندوستان میں ایسی نہیں ہے جو رہنمائی کر سکے۔ میری نگاہ میں سوائے قائداعظم محمد علی جناح کے کوئی بھی اس کشتی کو پار نہیں لگا سکتا۔ تو خدا کے لئے ان سے کہیں کہ آپ اپنا ارادہ ترک کریں اور یہاں پہنچیں۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد کے اپنے لکھے ہوئے نوٹ میں نے پڑھے ہیں۔ ایک تقریر بھی چھپی ہوئی موجود ہے۔ کہتے ہیں میں قائداعظم کے پاس گیا۔ گھنٹوں میں وہاں پر ٹھہرا۔ قائداعظم کہنے لگے میں فیصلہ کر چکا ہوں اور دوسری بات یہ ہے کہ مجھے تاریکی ہی تاریکی نظر آتی ہے۔ میں از خود کیسے جا سکتا ہوں تو حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؓ نے کہا کہ اس کا انتظام میں کروں گا۔

چنانچہ اس کے بعد پھر حضرت مولانا درد صاحب نے مسجد فضل لندن میں عیدالاضحیہ کے موقع پر اپریل 1933ء میں ایک پبلک جلسہ کیا اور اس میں ہاؤس آف کامنز (The House of Commons) اور ہاؤس آف لارڈز (The House of Lords) کے بڑے بڑے ممبر بلائے بلکہ پارلیمنٹ (Parliament) ہی کے ممبر تھے سٹیوارٹ سنڈیمین ایم۔ اے (Sir Stewart Sandaman) جنہوں نے اس کی صدارت کی اور درد صاحب نے قائداعظم سے کہا کہ آپ تقریر فرمائیں۔ ’’فیوچر آف انڈیا‘‘ (Future of India) یہ موضوع ہے۔ اس تقریر کے بعد خود ہندوستان کا مسلمان آپ کو آواز دے گا کہ آپ آئیں خدا کے لئے اور اس مصیبت سے بچائیں۔ ورنہ انگریز کے جانے کے بعد ہم ہندوؤں کا شکار ہو جائیں گے۔ وہ ہندو جو شودر کو نہیں چھوڑتا، ہمیں تو وہ شودر بھی نہیں سمجھتا۔ ہمیں تو ملیچھ سے بھی زیادہ خطرناک سمجھتا ہے۔ خدا کے لئے آئیں آپ۔ قائداعظم کے دل میں خدا نے ڈال دیا کہ یہ وقت ایسا ہے کہ مجھے یہاں نہیں ہونا چاہئے۔ حضرت مولانا درد صاحب نے یہاں تک الفاظ کہے کہ آپ غدار ہوں گے اگر آپ اس وقت مسلمانوں کو غرق ہونے سے بچانے کی تیاری نہ کریں گے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی دعائیں تھیں۔ ضمناً

عرض کردوں درد صاحبؓ نے ایسا انداز بیان اختیار کیا۔ خدا نے ان کو بڑی عظمت بخشی تھی۔ یعنی ایسی صورتحال تھی کہ وائسرائے (Viceroy) تک کو جھکنا پڑا، آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے جس وقت سیکرٹری تھے مہاراجہ کشمیر تک دہل گیا تھا کیونکہ حضورؓ کی دعائیں ساتھ تھیں۔ حضورؓ کے مشوروں سے جاتے تھے۔ ولنگڈن کے پاس گئے اور اقرار کرالیا کہ کشمیر کے معاملے میں آپ کو مداخلت کرنی پڑے گی۔ ورنہ برٹش ایمپائر کی جمہوریت کی چادر کے اوپر ایسا داغ لگے گا کہ آنے والی نسلیں اور مؤرخ اس کو صاف نہیں کرسکیں گے۔ بہرحال ذکر ہو رہا تھا قائداعظم کی تقریر کا۔ چنانچہ یہ معرکۃ الآراء تقریر ہوئی۔

آپ اگر اس دور کے اخباروں کو دیکھیں تو نہ صرف لنڈن کے اخباروں میں قائداعظم کی یہ تقریر چھپی ہے بلکہ دوسرے مشہور اخباروں میں بھی اس کی اشاعت ہوئی۔

مدراس میل (Madras Mail) مدراس 7 اپریل 1933ء۔ ہندو، مدراس 7 اپریل 1933ء اور دی ایوننگ سٹینڈرڈ (The Evening Standard)، لندن 7 اپریل 1933ء۔ Egyptian Gazzette، سکندریہ۔ ویسٹ افریقہ (West Africa) 15 اپریل 1933ء۔ سٹیٹس مین، کلکتہ (States Man Calcutta) 8 اپریل 1933ء۔ سنڈے ٹائمز، لنڈن (Sunday Times, London) 9 اپریل 1933ء۔

اس تقریر پہ ایک شور قیامت برپا ہوگیا۔ نواب زادہ لیاقت علی خان اور ان کی بیگم کو مسلم لیگ کے فیصلے کے مطابق فوری طور پر لنڈن بھجوایا گیا۔ انہوں نے ملاقات کی اور ان سے ملاقات کے بعد حضرت قائداعظم نے فیصلہ کیا کہ مجھے واپس آنا چاہئے۔ آج دنیا کو کیا پتہ ہے آزادئ ہند اور پاکستان کا قیام۔ آزادی سے مراد میں صرف مسلم لیگ کی تحریک پاکستان لیتا ہوں۔ میں بتا چکا ہوں کہ کانگریس جس آزادی کی علمبردار بنی ہوئی تھی اور احراری جس کے خودکاشتہ پودے تھے وہ مسلمانوں کی آزادی کی تحریک نہیں تھی، وہ مسلمانوں کی ہمیشہ کے لئے بربادی کی تحریک تھی۔

م۔ ش (میاں محمد شفیع) صف اول کے قائداعظم کے پیاروں میں سے تھے اور حمید نظامی صاحب کی طرح صحافت میں انہیں بڑا مقام حاصل تھا جب تک کہ وہ زندہ تھے۔ انہوں نے پاکستان ٹائمز 11/ستمبر 1981ء کو سپلیمنٹ (Supplement) کے صفحہ دو پر مضمون میں لکھا:۔

> "So disgusted was Mr.Jinnah with

washing of the dirty linen in Indian politics in public by the leaders of the Indian public opinion that he decided to retire from Indian politics and in token thereof took his abode in London, almost permanently"

مسٹر جناح ہندوستان کی گندی سیاست سے اس قدر بد دل ہو گئے اور رفاہ عامہ کے ہندوستانی لیڈروں سے اس قدر برداشتہ خاطر ہوئے کہ انہوں نے ہندوستان کی سیاست سے ریٹائر ہونے کا فیصلہ کرلیا اور اس علامت کے طور پر انہوں نے لندن میں قریباً ہمیشہ کے لئے قیام کرلیا۔ یہ مسٹر لیاقت علی خان اور مولانا عبدالرحیم درد امام مسجد لندن ہی تھے جنہوں نے مسٹر جناح پر زور دیا کہ وہ اپنا ارادہ بدلیں اور وطن واپس آ کر قومی سیاست میں اپنا کردار ادا کریں۔ اس کے نتیجے میں مسٹر جناح 1934ء میں ہندوستان واپس آئے اور مرکزی اسمبلی میں Unanimously یعنی بلا مقابلہ منتخب ہوئے۔

اب اس کے مقابل پر احراریوں نے جو کہ مسلمانوں کی بربادی کی تحریک میں شامل تھے۔ اس زمانے میں کیا لکھا؟ کس طرح خنجر گھونپا ان ظالموں نے! میرے پاس 1945ء۔1946ء کے اصل اشتہار ہیں جو دیوبندیوں کی طرف سے اراکین مرکزی مسلم پارلیمنٹری بورڈ جو کانگریس کے کہنے پر اور اسی کے خرچ پر اور اس کی وجہ سے بنایا گیا تھا۔ اس کی طرف سے لاکھوں کی تعداد میں شائع کئے گئے۔ عنوان دیکھ لیں:

”آزاد ہندوستان میں آزاد اسلام
پاکستان انگریزی ایجنٹوں کا فریب ہے۔“

ایک ہے:

”مسلم لیگ کے شاندار اسلامی کارنامے“

کہتے ہیں کہ

”مسلم لیگ کی تاریخ مسلمانانِ ہند کی پیشانی پر داغ ذلت ہے۔

> حقیقت یہ ہے کہ اس نام نہاد مسلم جماعت پر ان رعونت پسند سرمایہ داروں، جاہ پرست نوابوں اور دشمن اسلام برطانیہ کے خطاب یافتہ غلاموں کا قبضہ ہے جن کی زندگی کا نصب العین ہمیشہ سے برطانیہ اور اس کے حکام کی خوشنودی اور ان کے درباروں میں عہدہ طلبی ہے۔‘‘

یعنی یہ سب خود کاشتہ پودا ہیں انگریز کے اور آخر میں پھر لکھتے ہیں کہ

> ’’مسلم لیگ اتنی سرکش ہے کہ مسلم لیگ کے مرکزی اجلاس میں قائداعظم کے سامنے مولانا عبدالحامد بدایونی نے قرارداد پیش کی کہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں۔ ان کو مسلم لیگ سے خارج کیا جائے۔ تو قائداعظم محمد علی جناح صاحب نے یہ قرارداد پیش کرنے کی بھی اجازت نہیں دی۔‘‘

یہ حضرت قائداعظم کا موقف تھا۔ پھر ’’حضرت علامہ الحاج مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی ناظم اعلیٰ جمعیت علماء ہند‘‘ نے کیا لکھا ہے۔

لطیفہ یاد آ گیا۔ ایک فائیوسٹار ہوٹل میں ایک مولوی اپنا وزٹنگ کارڈ (Visiting Card) لے کر گیا اور مینیجر سے کہا کہ مجھے اکاموڈیشن (Accommodation) چاہئے ایک دن کے لئے۔ اس نے دیکھا تو بڑے القاب تھے حضرت، علامہ، الحاج، مولانا، ملّاں شیر علی صاحب چشتی اور قادری اور سہروردی اور بہت لمبے چوڑے القاب تھے۔ تو وہ مینیجر کہنے لگے کہ حضور بات یہ ہے۔ برا نہ منائیں اتنے آدمیوں کی گنجائش نہیں ہے میرے پاس۔

تو ہر ملّاں جو کہ بکا ہوا تھا اس کا نام ’’حضرت‘‘ اور ’’علامہ‘‘ اور ’’الحاج‘‘ سے کم تر لینا ’’شرعاً‘‘ جائز نہیں۔ تو یہ پراپیگنڈہ (Propaganda) ہے جو دیوبند کے ان شاگردوں نے سیکھا اور کانگریس کے توسط سے سیکھا۔ کانگریس کے عزائم قائداعظم جانتے تھے یا حضرت مصلح موعودؓ کو پتہ تھا۔ اب اس میں دیکھیں ’’حضرت‘‘ نے اس وقت کیا فرمایا۔ بعد میں تو ’’احراری شریعت کے امیر‘‘ نے ایک جگہ پر کہا کہ اصل میں یہ اجتہادی غلطی تھی۔ اب پاکستان بن گیا ہے تو بھی ٹھیک ہے۔ یہ اجتہادی غلطی نہیں تھی۔ تم زرخرید غلام تھے اس وقت کانگریس کے اور ساری عمر تم نے اس بات پر گذاری اور آج بھی گذار رہے ہو کہ جو مسلمان بچ گئے ان کو بھی ختم کیا جائے اور پاکستان کو

ہندوستان میں شامل کیا جائے۔ چنانچہ آپ دیکھیں۔ مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی ناظم اعلیٰ مرکزیہ جمیعۃ علماء ہند نے اس میں لکھا ہے کہ:۔

> ’’بلاشبہ ’’پاکستان‘‘ کا یہ تخیل ’’سیاسی الہام‘‘ ہے مگر ’’ربّانی الہام‘‘ نہیں بلکہ ’’قصر بکنگھم کا الہام‘‘ ہے۔‘‘

یہ خودکاشتہ پودا ہے پاکستان بھی، قائداعظم بھی۔ اور آگے لکھا ہے:

> ’’جو ڈاکٹر اقبال کو بھی جب ہی ہوا تھا جب وہ لندن سے قریب ہی زمانہ میں واپس تشریف لائے تھے۔ اور وہ الہام دوبارہ اس وقت پھر ہوا جبکہ مسلم لیگ کا وفد جو زیر سرکردگی چودھری خلیق الرحمٰن مصر اور لندن کا حج کرنے گیا تھا۔ اس نے ہندوستان واپس آکر بمبئی اترنے کے ساتھ ہی پہلے انٹرویو میں اس بات کو ظاہر کر دیا تھا اور جس کو عرصہ کے بعد مسٹر جناح نے اپنایا اور لاہور میں پیش کرنے کی اجازت دی۔‘‘

(’’تحریک پاکستان پر ایک نظر‘‘ صفحہ 18-19 ناشر جمیعۃ علماء ہند دہلی مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس دہلی)

صاف لکھا ہے کہ یہ سب انگریز کے ایجنٹ ہیں۔ قائداعظم بھی ایجنٹ ہیں اور اس کے علاوہ پاکستان بھی انگریز کا خودکاشتہ پودا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی دیکھیں، مجلس احرار یہ پراپیگنڈہ کر رہی تھی مجلس احرار۔ یہ اشتہار ہے۔ ’’مجلس احرار کی تمام خدمات کا مجموعہ مسمّٰی بہ مجلس احرار اور مسلم لیگ۔‘‘ یہ شیخ نظام الدین نائب صدر مجلس احرار اسلام، باغبان پورہ لاہور کا شائع کردہ ہے۔ اوپر قرآن کی آیت لکھی ہے۔ (ایسے ظالم ہیں کہ ہر خیانت، ہر شرارت اور ہر جھوٹ اور ہر بے ایمانی اور غنڈہ گردی قرآن کے نام پر کرتے ہیں۔) اور پھر لکھا:۔ **یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ** (التوبة: 119) اور نیچے اس میں لکھا ہے کہ ہم صادق ہیں احراری، اور کہتے کیا ہیں؟ عنوان دیا ہے۔

’’ایک خطرہ‘‘

اور کہتے ہیں کہ ہم عرض کریں گے کہ

’’خطرہ نہ یہود سے ہے نہ ہنود سے بلکہ ’’خطرہ‘‘ خودان نیک دل

اور سادہ لوح تیمارداروں سے ہے جو ملتِ اسلامیہ کے مرد بیمار کے مداوا کے لئے مسلم لیگ اور اس کے رہنماؤں (یعنی حضرت قائد اعظم اور دوسرے بزرگان۔ ناقل) کی جدوجہد اور عملی پروگرام پر آس لگائے بیٹھے ہیں۔''

اور نیچے شعر لکھا ہے۔ ؎

''میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں''

تو کہتے ہیں کہ یہودیوں سے ہمیں خطرہ نہیں جس طرح کہ ان کے پیرومرشد اور ان کے بانی ابوالکلام صاحب آزاد نے اس سے پہلے اپنی کتاب میں لکھا ''India Wins Freedom'' میں کہ پاکستان کا تو نام ہی شرعی لحاظ سے ناجائز ہے۔ میں اس کو گوارا ہی نہیں کرسکتا، برداشت نہیں کرسکتا۔ پھر مسلمانوں کے پاس تو بے شمار حکومتیں ہیں لیکن غریب بیکس اور معصوم انسان یہودی بیچارے بکھرے ہوئے ہیں۔ انہیں ضرور مملکت ملنی چاہیے۔

(ناشر Orient Longmans Bombay, Calcuta, Madras صفحہ 142-143)

تو یہ ہے اصل روح ان لوگوں کی اور یہ رخ ہے جماعت احرار کا جو نقصان پہنچا رہا ہے۔

اسرائیل میں احمدیہ مشن

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا صاحب اگلا سوال جو اٹارنی جنرل نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے کیا کہ اسرائیل میں احمدیوں کا مشن قائم ہے۔ اس کی حضور نے کیا وضاحت فرمائی تھی؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضور انورؒ نے اس کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ کئی لاکھ مسلمان اسرائیل میں موجود ہیں۔ اس سرزمین میں جماعت احمدیہ کا مشن مارچ 1928ء سے قائم ہے۔ جب موجودہ اسرائیلی حکومت کا نام ونشان نہیں تھا۔ پھر سوال یہ ہے کہ یورپ اور امریکہ میں کئی یہودی آباد ہیں۔ ان سے ملاقات کرنا اور انہیں اسلام کا پیغام دینا، محمد عربی ﷺ کا پیغام دینا کیا جائز نہیں ہے؟ یہ حضور انورؒ کے جواب کا خلاصہ تھا۔

اب میں آپ کی اجازت سے مزید صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کا مشن اللہ تعالیٰ کے فضل سے 1928ء سے آج تک یہودیوں میں اسلام کو پھیلا رہا ہے اور مسلمانوں

کی والہانہ خدمت میں سرگرم عمل ہے اور یہ ایک واضح حقیقت ہے جیسا کہ حضورؒ نے فرمایا کہ کئی لاکھ مسلمان اسرائیل میں موجود ہیں۔ میں جب 1985ء میں لنڈن تھا تو بعض حضرات کے ذریعہ سے فلسطین سے اخبار ”**الاخبار الاسلامیہ تسترھا دائرۃ الستون الاسلامیہ فی وزارۃالادیان**“ منگوایا۔ یہ یروشلم سے مسلمانوں کا رسالہ شائع ہوتا ہے۔ اس میں مسلمانوں کی تعداد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پھر اس کے علاوہ یہ کوئی قریباً دس یا گیارہ بیانات ہیں تحریری طور پر جو 1986ء میں خدا تعالیٰ کے فضل سے فلسطین کے مسلمانوں کے قلم سے مجھے ملے جبکہ میں لنڈن میں موجود تھا۔ ان سب میں بتایا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ ایک بہترین اسلامی جماعت ہے اور اسلام کی اشاعت میں سرگرم عمل ہے۔ یہ سارے کے سارے میرے پاس ہیں۔ ان کا عکس موجود ہے اور اس سلسلے میں میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے تو انچارج تھے حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس، جنہوں نے شام مشن کا آغاز کیا۔ شام کے بعد پھر حضورؓ کے ارشاد پر آپ حیفہ میں تشریف لے گئے۔ اس کے بعد حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب تشریف لے گئے جنہوں نے رسالہ البشریٰ جاری کیا۔ پریس جاری کیا، غالباً مسجد محمود بھی ان کے زمانے میں بنی اور بہت بڑا لٹریچر اسلام کی تائید میں حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کے زمانے میں شائع کیا گیا۔ اس کے بعد جب یہود کی تحریک چلی اور دھڑا دھڑ فلسطینی عرب یہودی سرمایہ داروں سے بہت گراں قیمت وصول کر کے اپنی زمینیں دے رہے تھے۔ حضرت چوہدری محمد شریف صاحب مجاہد احمدیت (جو مولانا محمد صدیق صاحب سابق انچارج خلافت لائبریری ربوہ کے بڑے بھائی تھے) نے حضورؓ کی خدمت میں لکھا کہ یہ صورتحال ہو رہی ہے۔ یہاں تو تحریر کے بغیر ہی ساری زمینیں یہودیوں کو فروخت کی جا رہی ہیں۔ حضورؓ نے فرمایا کہ خدا کے لئے فلسطینی مسلمانوں کو کہو کہ خودکشی نہ کریں ورنہ یہ زمینیں سب چلی جائیں گی۔ پھر تمہارا ان پر کوئی بھی بس نہیں چلے گا۔ اس کے بعد حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے جس شان کے ساتھ فلسطین کا کیس اقوام متحدہ میں پیش کیا ہے۔ اس کے بارے ڈاکومنٹس (Documents) موجود ہیں۔ شاہ فیصل صاحب نے مبارکباد دی اور دھوم مچ گئی جنرل اسمبلی میں۔ یہ رسالہ ”العربی“ میں نے کویت سے حاصل کیا۔ اس نے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کی تصویر کے ساتھ دس پندرہ صفحے کا مقالہ شائع کیا ہے۔ اور عنوان دیا ہے۔

کی والہانہ خدمت میں سرگرم عمل ہے اور یہ ایک واضح حقیقت ہے جیسا کہ حضورؒ نے فرمایا کہ کئی لاکھ مسلمان اسرائیل میں موجود ہیں۔ میں جب 1985ء میں لنڈن تھا تو بعض حضرات کے ذریعہ سے فلسطین سے اخبار ”**الاخبار الاسلامیہ تسترھا دائرة الستون الاسلامیہ فی وزارة الادیان**“ منگوایا۔ یہ یروشلم سے مسلمانوں کا رسالہ شائع ہوتا ہے۔ اس میں مسلمانوں کی تعداد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پھر اس کے علاوہ یہ کوئی قریباً دس یا گیارہ بیانات ہیں تحریری طور پر جو 1986ء میں خدا تعالیٰ کے فضل سے فلسطین کے مسلمانوں کے قلم سے مجھے ملے جبکہ میں لنڈن میں موجود تھا۔ ان سب میں بتایا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ ایک بہترین اسلامی جماعت ہے اور اسلام کی اشاعت میں سرگرم عمل ہے۔ یہ سارے کے سارے میرے پاس ہیں۔ ان کا عکس موجود ہے اور اس سلسلے میں میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے تو انچارج تھے حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس، جنہوں نے شام مشن کا آغاز کیا۔ شام کے بعد پھر حضورؓ کے ارشاد پر آپ حیفہ میں تشریف لے گئے۔ اس کے بعد حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب تشریف لے گئے جنہوں نے رسالہ البشریٰ جاری کیا۔ پریس جاری کیا، غالباً مسجد محمود بھی ان کے زمانے میں بنی اور بہت بڑا لٹریچر اسلام کی تائید میں حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کے زمانے میں شائع کیا گیا۔ اس کے بعد جب یہود کی تحریک چلی اور دھڑا دھڑ فلسطینی عرب یہودی سرمایہ داروں سے بہت گراں قیمت وصول کر کے اپنی زمینیں دے رہے تھے۔ حضرت چوہدری محمد شریف صاحب مجاہد احمدیت (جو مولانا محمد صدیق صاحب سابق انچارج خلافت لائبریری ربوہ کے بڑے بھائی تھے) نے حضورؓ کی خدمت میں لکھا کہ یہ صورتحال ہو رہی ہے۔ یہاں تو تحریر کے بغیر ہی ساری زمینیں یہودیوں کو فروخت کی جا رہی ہیں۔ حضورؓ نے فرمایا کہ خدا کے لئے فلسطینی مسلمانوں کو کہو کہ خودکشی نہ کریں ورنہ یہ زمینیں سب چلی جائیں گی۔ پھر تمہارا ان پر کوئی بھی بس نہیں چلے گا۔ اس کے بعد حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے جس شان کے ساتھ فلسطین کا کیس اقوام متحدہ میں پیش کیا ہے۔ اس کے بارے ڈاکومنٹس (Documents) موجود ہیں۔ شاہ فیصل صاحب نے مبارکباد دی اور دھوم مچ گئی جنرل اسمبلی میں۔ یہ رسالہ ”العربی“ میں نے کویت سے حاصل کیا۔ اس نے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کی تصویر کے ساتھ دس پندرہ صفحے کا مقالہ شائع کیا ہے۔ اور عنوان دیا ہے۔

’’ظفر الله خان بطل قضية فلسطين فى امم المتحدة‘‘

اوراس کے لکھنے والے عبدالحمید ہیں۔

هٰذا المقالة الثمينة التى طبعت فى الرسالة العربى مع التصاوير وخدمات الاسلامية و دينيه الذى خدمتها السيد ظفر الله خان رحمه الله تعالىٰ و نور الله مرقدهٗ

تو دنیا کی کون سی طاقت ہے کہ ان خدمات کو فراموش کر سکے جو چاند اور ستارے کی طرح آسمانِ فلسطین کے اوپر بلکہ آسمانِ اسلامی دنیا کے اوپر جگمگا رہے ہیں اور جگمگاتے رہیں گے۔ یہ ایسا مرحلہ تھا کہ خود فلسطینی اور عرب لیڈروں نے تسلیم کیا کہ ہمیں ان باتوں کا علم نہیں تھا جو چوہدری ظفراللہ خان صاحبؓ نے اس وقت ہمارے حق میں پیش کی تھیں۔ یہ سازشیں تھیں جو امریکہ اور رشیا اور خود انگلستان کی گٹھ جوڑ کے ساتھ بروئے کار لائی گئیں۔ قریب تھا کہ یو این او (UNO) کی طرف سے Majority (بھاری اکثریت) کے ساتھ یہ قرارداد پیش ہوتی کہ فلسطین پر فلسطینیوں کا حق ہے، یہودیوں کا حق نہیں۔ حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحب نے کہا کہ اگر اتنا ہی آپ کو درد ہے یہودیوں کے متعلق تو امریکہ کیوں اپنی جگہ پر کیلیفورنیا میں کوئی کالونی نہیں آباد کرتا۔ رشیا کو ماسکو کے قریب کوئی جگہ بنانی چاہیے۔ یہ کیا صورت ہے کہ غریب فلسطینی عربوں کو مجبور کیا جائے کہ تم اپنی زمینیں ان کو دے دو۔ یہ تو انتہائی ظالمانہ بات ہے۔ قانوناً، بین الاقوامی قانون کے لحاظ سے، اخلاق کے لحاظ سے، سیاست کے اعتبار سے کوئی حق نہیں بنتا۔ چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ کے اس زور دار بیان نے تہلکہ مچا دیا۔ اب یہ چیزیں تو چوہدری صاحبؓ کے یا مسلمان ملکوں کے، کسی کے اختیار میں نہیں تھیں بلکہ بڑا سخت رویہ اس وقت تینوں طاقتوں نے اختیار کیا اور یہ ایسی صورت تھی کہ اس کی وجہ سے حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ کے خلاف استعماری طاقتیں اکٹھی ہوئیں اور الاستاذ علی الخیاط آفندی صاحب نے جو کہ عراق کے بہت بڑے صحافی تھے، بغداد کے مشہور اخبار ’’الانباء‘‘ 21 ستمبر 1954ء میں ایک مقالہ سپردِ قلم کیا۔ ’’تاریخ احمدیت‘‘ میں بھی موجود ہے۔ اس کے الفاظ اور اس کا متن موجود ہے۔ عربی زبان میں انہوں نے لکھا کہ حیرت کی بات ہے کہ جب چوہدری ظفراللہ خان صاحب نے فلسطین کے حق میں آواز بلند کی تو سارا استعمار آگ بگولہ ہو گیا۔ اور کہتے ہیں

کہ میں چونکہ صحافی تھا تو استعماری طاقتوں کے بعض ایجنٹ میرے پاس آئے اور انہوں نے قادیانیوں کے خلاف لٹریچر دیا۔ یہ وہی زمانہ تھا کہ جب احرار نے پاکستان میں یہود اور ہنود کی سازش کے نتیجہ میں ہمارے خلاف 1950ء اور 1951ء کے قریب تحریک کا آغاز کیا تھا۔ اس کے متبادل یہ تاریخ چلتی ہے کہ اس وقت استعمار کے ایجنٹ نے بعض کتابچے دیئے کہ یہ جو قادیانیوں کا ٹولہ ہے، یہ اسلام سے خارج ہے اور آپ کی ہم مدد بھی کریں گے۔ آپ اداریہ بھی لکھیں۔ اس پر کمنٹ (Comment) بھی کریں۔ آپ ہماری مدد کریں۔ کہنے لگے کہ میں حیران رہ گیا۔ میں نے کہا کہ تمہیں اسلام کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ تم میں سے بعض دہریے ہیں، بعض عیسائی ہیں جو اسلام کے دشمن ہیں۔ یہ سازش ہے دراصل اسلام کے خلاف کہ جو جماعت سب سے بڑھ کر اس وقت فلسطین کے معاملے میں بھی اور دوسرے مسائل میں بھی سبقت لے جارہی ہے اور قیادت کر رہی ہے، اس کو ختم کر دیا جائے۔ (تفصیل ملاحظہ ہو۔ ''تاریخ احمدیت'' جلد 12 صفحہ 393-402)

''متاع زندگی'' سردار محمد ابراہیم خان صاحب کی کتاب ہے۔ ان کی سوانح عمری، آٹوبائیوگرافی (Autobiography) ہے۔ کہتے ہیں کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب مجھے لے گئے جس وقت میری تقریر کرانے کے لئے تو انہوں نے مجھے گائیڈ کیا۔ کہنے لگے کہ وہاں پر یہودی پریس چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کے خلاف تھا اور گالیاں دیتا تھا مگر وہ یہ کہتا تھا کہ اس شخص کا دماغ ایسا ہے کہ آج اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ (''متاع زندگی'' صفحہ 115-116) جناب حمید نظامی، انہی دنوں فرانسسکو کانفرنس تھی، پاکستان کی طرف سے شامل ہونے کے لئے وہاں پہنچے۔ انہوں نے اپنی بیگم کو خطوط بھجوائے، وہ چھپے ہوئے موجود ہیں۔ اس میں لکھتے ہیں کہ ایک ہوائی جہاز میں، میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک یہودی بھی میرے پاس موجود تھا۔ اس نے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو گالیاں دیں۔ (جس طرح احراری ابتدا سے گالیاں دے رہے ہیں) تو یہ دنیا کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا ہے۔ یہ وہی تاریخ ہے جو اس وقت حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب نے شروع کی تھی۔ سارا عالم اسلام عقیدت مند تھا۔ شاہ فیصل نے کہا کہ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں تمام عالم اسلام کی طرف سے۔ لیکن چونکہ اس سے یہود اور ہنود کی ساری پالیسی ختم ہوجاتی تھی اس واسطے احراری بھی، ہندوستان کا پریس بھی اور سارے کے سارے جو کہ استعمار کے آلۂ کار تھے، حضرت چوہدری ظفر اللہ

خان صاحب کے خلاف تھے۔ ان حقائق کو کوئی انسان دنیا سے چھپا نہیں سکتا۔ تو احرار کی کوئی الگ حیثیت نہیں ہے، وہ آلۂ کار استعمار کے ہیں، آلہ کار یہود کے ہیں۔ چنانچہ آپ حیران ہوں گے۔ میں ڈسکوری (Discovery) کرنا چاہتا ہوں آپ کے سامنے کہ یروشلم جیسی بستی سے موازنہ مذاہب کے پروفیسر Yohanan Friedmann نے 1985ء میں کتاب لکھی اور آکسفورڈ پریس سے شائع ہوئی۔ یہ صاحب انسٹی ٹیوٹ آف ایشیاء اینڈ افریقہ سٹڈیز ہیبر یو یونیورسٹی یروشلم میں پڑھاتے ہیں۔ نام اس کا دھوکہ دینے کے لئے رکھا "Prophecy Continues" پرافٹ ہڈ نبوت کا نام ہے۔ کہتے ہیں کہ نبوت جاری ہے۔ ابتدا میں لکھا کہ قادیانی نظریہ ٹھیک ہے کہ نبوت جاری ہے۔ یہ اس لئے لکھا تا کہ دنیا دھوکہ میں آجائے کہ اس کا لکھنے والا کوئی دشمن نہیں ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ تین صفحات کے علاوہ ساری کی ساری کتاب جو ہے وہ احراریوں کے اس محضر نامہ کی ہی بازگشت ہے۔ اس میں حوالے وہی ہیں جو کہ محضر نامہ میں احراریوں نے یہاں پر دیئے تھے اس یہودی سکالر نے اس میں لکھا ہے کہ میں نے اس وقت سے یہ کتاب لکھنی شروع کی جب ضیاء صاحب نے قادیانیوں کے خلاف آرڈیننس جاری کیا اور پھر شریعت کورٹ کے بینچ نے قادیانیوں کی اپیل کو خارج کر دیا۔ جس دن خارج ہوئی اس دن سے میں نے یہ کتاب شروع کی ہے۔ اب اندازہ لگا سکتے ہیں ان کڑیوں کا اور اس کے پیچھے جو کڑیاں کارفرما ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں انتظار میں تھا کہ ضیاء الحق صاحب اور اس کے بعد ان کی عدالت کیا فیصلہ کرتی ہے۔ اس کے بعد میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ میں نے حوالے محضر نامے سے لئے ہیں۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے انڈیا آفس سے فلاں فلاں انچارج ہیں قریشی سلیم الدین صاحب اور فلاں فلاں انچارج ہیں برٹش لائبریری میں قاضی محمود الحق ہیں۔ (میں جانتا ہوں ان کو۔) انہوں نے حوالے دیئے ہیں۔ وہ بھی سب احراری ہیں اور اس کے بعد کتاب چھپی ہے 1989ء میں جبکہ جماعت احمدیہ کی جوبلی ہو رہی تھی۔ اور اس جوبلی کے متعلق احراریوں کی وجہ سے اس دور کی حکومت نے کہا کہ احمدیوں کو خاص طور پر ربوہ میں، احمدی بچوں کو نئے کپڑے پہننے بھی ناجائز ہیں اور قانون کے خلاف ہے۔ نہ کوئی احمدی یہاں پر جلوس نکالیں، نہ احمدی مٹھائی تقسیم کریں، نہ بیج لگائیں۔ چنانچہ اس زمانے میں آپ دیکھیں آرائشی دروازے لگے ہوئے تھے، اسی طرح لگے رہے ایک سال تک۔ تو عین اس وقت جب جماعت احمدیہ

جو بلی منا رہی تھی اور اس دور کی حکومت ملاّ ؤں کی پشت پناہی کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کو جو بلی کی خوشیوں سے محروم کرنا چاہتی تھی۔ عین اس وقت یہ کتاب شائع کی گئی اور بیک وقت امریکہ اور ہندوستان سے چھپی اور کسی احمدی کو پتہ نہیں ہے۔ میرے پاس موجود ہے۔ آسٹریلیا کے ایک احمدی نے میرے پاس بھجوائی تھی۔ تو میں بتانا یہ چاہتا ہوں۔ حمید نظامی صاحب کا میں ذکر کر رہا تھا۔ وہ خطوط چھپے ہوئے موجود ہیں۔ اس کتاب کا نام ''نشانِ منزل'' ہے۔ وہ دوبارہ بھی ان کی سوانح عمری میں چھپ چکے ہیں۔ اس میں اپنی بیگم کو لکھتے ہیں کہ میں ہوائی جہاز میں بیٹھا تھا۔ ایک بہت ذہین یہودی لیڈر بھی تھا۔ وہ بہت گالیاں دے رہا تھا چوہدری سر ظفر اللہ خان کو۔ مگر ان کی قابلیت کا بے حد مداح تھا۔ وہ مشن کیا کر رہا ہے 1928ء سے؟ لاکھوں مسلمان اسرائیل موجود ہیں مگر کون ہیں جنہوں نے یہود تک محمد عربی ﷺ کا پیغام پہنچایا؟ وہ کون ہے جس نے قرآن کی عظمتوں کو ثابت کیا؟ اب بھی آپ دیکھیں مصر کے بشپ نے بھی اعتراض کیا ہے اور آج حیفہ اور فلسطین کا احمدی اس کا جواب دے رہا ہے۔ اور آج عرب دنیا کو محسوس ہو چکا ہے کہ کاسر صلیبؑ کے شاگرد ہی ہیں جو عیسائیت کو للکار سکتے ہیں۔ ہاں یہ میں بتانا بھول گیا۔ وہاں کی عرب جماعت احمدیہ کا کردار میں نے ذکر کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ۔ ؎

گر نبودے در مقابل، روئے مکروہ سیہ
کس چہ دانستے، جمال شاہد گلفام را

اس فارسی کلام کا ترجمہ ہے کہ اگر سفید چہرے کے مقابل سیاہ چہرہ موجود نہ ہو تو اس نورانی چہرے کی عظمت کا پتہ کیسے لگ سکتا ہے۔ تو جماعت احمدیہ، حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خانؓ صاحب اور حضرت مصلح موعودؓ کی بات تو واضح ہے کہ جس وقت یہ خنجر گھونپا گیا اسرائیل کا، حضرت مصلح موعودؓ ہی تھے جنہوں نے ''الکفر ملة واحدة'' شائع کیا، اس کا پھر عربی ترجمہ شائع ہوا۔ شیخ نور احمد منیر صاحب (حضرت شیخ مبارک احمد صاحب کے چھوٹے بھائی۔ ایک دفعہ شیخ صاحب مجھے کہنے لگے کہ میں اپنے چھوٹے بھائی کو ولی اللہ سمجھتا ہوں۔ بہت ہی پارسا انسان اور عرصۂ دراز تک بلاد عربیہ میں رہے۔ بڑے باذوق انسان تھے۔ اور عربی تو ایسے جیسے ان کے گھر کی زبان ہو۔ بہترین شائستہ عربی میں نے بولتے دیکھا ہے۔ حضرت مولانا ابو العطاء صاحب کے بعد ان کا مقام تھا) نے ترجمہ کیا۔ تو

یہ تو جماعت احمدیہ کے کارنامے ہیں۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ محترم شیخ صاحب کے خرچ پر اس ترجمہ کو سارے شام وغیرہ میں تقسیم کیا گیا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ ہاں شام اور عرب ملکوں نے ریڈیو پر اس کو نشر کیا اور اخباروں نے بھی شائع کیا۔ اس کو زبردست خراج تحسین پیش کیا کہ اسلامی دنیا کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی پیغام نہیں ہے، فلسطین کے مسلمانوں کی مدد کرنے کے لحاظ سے۔ حضرت صاحب نے فرمایا تھا کہ یاد رکھو سوال فلسطین کا نہیں بلکہ یہ مکہ اور مدینہ کا مسئلہ ہے۔ دشمن یہ چاہتا ہے سرنگ لگا کر فلسطینی مسلمانوں کو نگلنے کے بعد براہ راست مکہ اور مدینہ پر حملہ کر دے۔ تو خدا کے لئے تمام مسلمان اکٹھے ہو جائیں اور ہر ملک میں مسلمان اپنی حکومتوں سے مطالبہ کریں کہ اتنے فیصدی ہر مسلمان اپنی جائیدادوں کا اپنی حکومتوں کو دینے کے لئے تیار ہوں اور وہ جس طرح بھی ہو سکے، جتنا اسلحہ ہو سکے فوری طور پر خرید یں کیونکہ غریب فلسطینی مسلمان آج یہودیوں کے اس خوفناک حملے کی، جس کی پشت پناہی امریکہ بھی اور رشیا بھی کر رہا ہے، تاب نہیں لا سکتے۔

یہ آواز تھی جو مصلح موعودؓ نے بلند کی تو اس پر وہ ری ایکشن (Reaction) ہوا چوہدری سر ظفر اللہ خان کی آواز کا۔

اس کے بعد میں بتاتا ہوں کہ وہ کیا کہہ رہے تھے عرب کے رہنے والے۔ میں ان دنوں ابوظہبی میں تھا۔ یہ 12 مئی 1988ء کا ’’الاتحاد‘‘ ہے۔ یہ ’’الاتحاد‘‘ اسی طرح بہت مقبول ہے امارات متحدہ میں جس طرح پر کہ یہاں ’’جنگ‘‘ ہے۔ ’’خبریں‘‘ ہے ’’دن‘‘ اخبار ہے۔ تو یہ بہت پاپولر اخبار ہے۔ یہ رمضان کے دن تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر میں موجود تھا امارات متحدہ میں اور یہ پرچہ لیلۃ القدر کی رات کے حوالے سے تھا۔ اس کا اداریہ بھی لیلۃ القدر کے متعلق تھا۔ اس میں کارٹون بنایا کہ مسلمان عرب کیا کر رہے ہیں۔ اداریہ میں لکھا ہے کہ یہ لیلۃ القدر ہے اور یہ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ (القدر:4) قرآن مجید کا ارشاد ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تو یہ دعا سکھائی ہے کہ لیلۃ القدر جب کسی شخص کو اللہ تعالیٰ اس عظیم گھڑی کو دیکھنے کی توفیق بخشے اور سعادت عطا فرمائے تو ایک دعا سکھائی۔ غالباً اس میں الفاظ یہی ہیں کہ

اللھم ارزقنی حبک وحب من یحبک وحب من یقربنی الیک و اجعل حبک احب الی من الماء البارد

مگر انہوں نے کارٹون بنایا اور کارٹون یہ ہے کہ ایک عرب شیخ اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے لیلۃ القدر کے موقع پر مصلّٰی بچھائے ہوئے ہے اور ہاتھ میں تسبیح ہے اور آنحضور ﷺ کی ارشاد فرمودہ دعا کی بجائے دعا یہ کر رہا ہے۔

اللھم اجعل حلنا امریکه وسلام امریکیه... امتنا علی حبک و حب امریکه یا رب العالمین

اے خدا ہمارا اوڑھنا بچھونا امریکہ بنا دے۔ ہمارے لئے سلامتی کی جگہ امریکہ ہو جائے۔ ہمارا ہتھیار امریکہ ہو اور اے خدا ہم تیری محبت پر اور امریکہ کے عشق اور محبت پر ہماری واپسی ہو اور جان دیں۔ یا رب العالمین تو اپنا فضل فرما۔

کیا الفضل جماعتی آرگن ہے؟

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ جزاک اللہ۔ اٹارنی جنرل صاحب نے ایک یہ سوال کیا تھا کہ کیا روزنامہ ’’الفضل‘‘ کو جماعت احمدیہ کا آرگن قرار دیا جاسکتا ہے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے فرمایا کہ ساری دنیا میں احمدی پھیلے ہوئے ہیں۔ دوسرے ملکوں کے احمدی اس کے مندرجات کے ذمہ دار کیونکر ہو سکتے ہیں۔

قرآن عظیم اور الہامات کا مرتبہ

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ اگلا سوال حضورؒ سے یہ ہوا کہ قرآن عظیم اور الہامات کا ایک ہی مرتبہ ہے یا دونوں میں کچھ فرق ہے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ قرآن عظیم اور الہامات دونوں کا سرچشمہ ایک ہے یعنی اللہ جل شانہ۔

روحانی خزائن

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں نے

خزانے بانٹتے ہیں۔ اس حوالے سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ مرزا صاحب نے کون سا خزانہ ’’روحانی خزائن‘‘ کا پیش کیا ہے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں قرآن مجید کے کتاب عظیم اور کتاب مکنون ہونے کی نہایت لطیف اور وجد آفرین تفسیر فرمائی یعنی قرآن کے دو نام اللہ تعالیٰ نے لکھے ہیں یعنی کتاب مبین بھی ہے۔ اس کی بعض صداقتیں سورج کی طرح ہر شخص کو نظر آتی ہیں لیکن اس میں کتاب مکنون بھی ہے۔ اس میں بے شمار چھپے ہوئے موتی موجود ہیں۔ حضورؒ نے فرمایا کہ خصوصاً حضرت مسیح موعودؑ کی تفسیر سورۃ فاتحہ کے نکاتِ معرفت بے شمار ہیں اور اس سلسلہ میں حضورؒ نے ان کو بہت پُرکیف انداز میں بیان بھی فرمایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سورۃ فاتحہ کے متعلق جو معارف بیان کئے ہیں وہ ’’ادارۃ المصنفین‘‘ کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے حکم پر ’’تفسیر سورۃ فاتحہ‘‘ کے نام سے شائع کئے جا چکے ہیں۔ میں صرف ایک چھوٹی سی جھلک دکھانا چاہتا ہوں۔ اس سورۃ فاتحہ کی تفسیر کو آپ پڑھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رقم فرمائی ہے تو حضورؑ نے اس میں یہ واضح کیا ہے کہ سورۃ فاتحہ ایک حیرت انگیز معجزہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اوامر بھی ہیں، نواہی بھی ہیں اور دنیا کے تمام علوم اس میں موجود ہیں۔ پھر کمال یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بعد سارے قرآن میں جو مضمون ہیں، اس سارے سمندر کو سورۃ فاتحہ میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اس واسطے حضورؑ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قرآن سمجھنا چاہے تو اس کے لئے کلید سورۃ فاتحہ ہے۔ اس پر جتنا غور کرے گا، قرآن مجید اس پر کھلے گا۔ اس کے معارف بے نقاب ہو جائیں گے اور اسے پتہ چلے گا کہ تمام مضامین سورۃ فاتحہ میں خلاصۃً موجود ہیں۔ یہ ایسے ہے کہ جس طرح ایک بہت بڑا شہر ہو۔ اگر آپ اس کی تصویر لیں تو ایک مختصر سا خاکہ جو ہے ایک چھوٹی تصویر میں آ جاتا ہے۔ پھر اس کی انلارجمنٹ (Enlargement) کریں گے تو پھر بڑی تصویر بن جائے گی۔ تو سارے قرآن کی اگر روحانی تصویر بنائی جائے تو اس کے خلاصہ کے طور پر سورۃ فاتحہ ہے۔

یہ ایک ایسا عرفان کا نکتہ ہے کہ دنیا میں پہلی دفعہ آنحضورﷺ کے بعد صرف مسیح موعود علیہ السلام نے پیش کیا ہے۔ اور فرمایا کہ اس کی سات آیتیں سات ہزار سال کی نمائندگی کرتی ہیں۔

ہر آیت ہر ہزار سال کی طرف اشارہ کرتی ہے آخری آیت میں مغضوب اور ضالین کا ذکر ہے وہ اس زمانے کے متعلق ہے۔ پھر فرمایا کہ **الحمد لله** کا لفظ ہے اس میں **الحمد** سے قرآن مجید اس لئے شروع کیا گیا ہے تا کہ اس لفظ کا روٹ (Root) جو ہے وہ **حمد** ہے۔ اس کے پیش کرنے کے ساتھ ہی آنحضرت ﷺ کے اسم مبارک **محمد** کی طرف بھی اشارہ ہو جائے اور **احمد** کی طرف بھی اشارہ ہو جائے اور اس سے یہ ثابت ہو کہ خدا کے مظہر اتم محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ ﷺ ہیں۔ پھر حضورؒ نے فرمایا کہ اس میں بنیادی صفات **رحمٰن، رحیم، ملک یوم الدین** کو پیش کیا گیا ہے اور اگر ساری صفات الٰہیہ کو بیان کیا جائے جن کا تذکرہ قرآن شریف میں موجود ہے، ننانوے عام طور پر بتائی جاتی ہیں ورنہ حدیثوں سے تو ثابت ہے کہ بے شمار صفات ہیں۔ مگر ان ننانوے صفات کی بنیاد دراصل ان چاروں پر ہے۔ اس کے بعد دعا سکھائی گئی ہے۔ **اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ** (الفاتحة:5) جب کوئی شخص، صاحب عرفان خدا کے آستانہ پر گرتا ہے تو پہلے وہ چاروں صفات کو مستحضر کرتا ہے۔ خدا کی ایک زندہ تصویر اس کے دل کے اوپر نقش ہو جاتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اے خدا جو رحمٰن بھی ہے، جو رحیم بھی ہے، جو مالک یوم الدین بھی ہے اور جو اللہ ہونے کے لحاظ سے تمام صفات سے متصف ہے اور کوئی عیب نہیں جو اس کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہو۔ کیونکہ اللہ کا لفظ اسم ذات ہے اور سوائے قرآن کے یہ نام کسی اور کتاب میں موجود نہیں ہے۔ اللہ کے معنی ہیں کہ تمام صفات کا جامع اور ہر قسم کے عیوب سے پاک۔ یہ تصور جب انسان قائم کر کے پھر خدا کے آستانے پر پہنچتا ہے۔ اور کہتا ہے الٰہی اس تمام کائنات کا مالک بھی تُو ہے۔ رب بھی تُو ہے۔ رحمانیت کے چشمے بھی تیرے ہاتھ میں ہیں اور رحیمیت کے بھی، اس لئے میں تیری درگاہ میں آیا ہوں۔ **اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ** تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ کے کیسے دردناک شعر ہیں وہ **اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ** ہی کی عکاسی کر رہے ہیں۔

درثمین دیکھیں یا کلام محمود دیکھیں یا کلام طاہر دیکھیں یا درعدن دیکھیں تو قرآن ہی کی تفسیر ہے اگر کسی انسان کی بصیرت کی نگاہ ہو۔ **اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن** کا میں عرض کر رہا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے خلافت کے ابتدائی دور میں جبکہ پیغامی جن کو میں لیکھرامی کہتا ہوں۔ چند آنے کے پیسے چھوڑ کے قادیان سے چلے گئے تھے۔ اس زمانے میں حضرت مصلح موعودؓ نے ایک طرف تو یہ دعا کی درد کے ساتھ، سوز کے ساتھ، تضرع کے ساتھ۔ ؎

کر اپنے فضل سے تو میرے ہمسفر پیدا
کہ اس دیار میں اے جانِ من غریب ہوں میں

یہ حالت تھی اُس وقت۔ الٰہی یہ بڑے بڑے اکابر تھے اس وقت چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور پھر دعا کس طرح کرتے ہیں۔ ؎

میں تیرا در چھوڑ کر جاؤں کہاں
چینِ دل، آرامِ جاں پاؤں کہاں
یاں نہ گر روؤں کہاں روؤں بتا
یاں نہ چلّاؤں تو چلّاؤں کہاں
جاں تو تیرے در پہ قرباں ہو گئی
سر کو پھر میں اور ٹکراؤں کہاں

یہ آواز ہے۔ ایک خدا کا عاشق، آستانہ الوہیت پر اپنی روح کو گداز کرنے کے بعد عرض کرتا ہے۔ **اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن۔**

اس کے بعد حضورؒ فرماتے ہیں، تشریح کرتے ہیں کہ اس میں آگے پھر جو **اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ** ہے اور **صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ** ہے۔ قرآن نے آگے خود اس کی تشریح کی ہے۔ سورۃ النساء میں:۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصَّالِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا (النساء:51)

فرمایا جو شخص اللہ اور اس رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا یا وہ نبیوں میں شامل ہو گا یا صدیقوں میں شامل ہوگا یا شہیدوں میں شامل ہوگا یا صالحین میں شامل ہوگا۔

مجھے یاد ہے ایک عالم دین آئے۔ کہنے لگے جی نبوت کی بات بالکل نہ کریں۔ باقی معاملات جو ہیں اس بارے میں مذاکرات ہو سکتے ہیں۔ میں نے کہا آپ میرے مہمان ہیں۔ میں آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ میں نبوت کی بات نہیں کرتا۔ یہاں چار درجے ہیں۔ نبوت کی بات نہیں ہونی۔ یہ تو معاہدہ ہو چکا ہے آپ سے۔ صدیق بھی آ سکتے ہیں کہ نہیں آ سکتے؟ **صِرَاطَ الَّذِیْنَ**

اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ میں پہلا درجہ نبوت کا ہے وہ تو آپ فرماتے ہیں کہ اس کا ذکر ہی نہ کرو۔ ایک ''بم'' کا گولہ ہے۔ ایک مصیبت ہے۔ نبوت کا تصور کرنا ہی قیامت کبریٰ سے کم نہیں۔ میں بھی چھوڑتا ہوں۔ لیکن صدیق آسکتے ہیں کہ نہیں آسکتے؟ کہنے لگے آسکتے ہیں۔ میں نے کہا۔ سوچ لیں۔ صدیقیت کا دروازہ بھی بند نہ کرنا پڑے۔ کہنے لگے جی آسکتے ہیں۔ امت کا اتفاق ہے۔

میں نے کہا اب آپ سے میں پوچھتا ہوں۔ صدیقیت کی تعریف کیا ہے؟ بے ساختہ ان کی زبان سے یہ جواب نکلا اور ٹھیک نکلا۔ انہوں نے کہا کہ صدیق وہ ہے جو خدا کے نبی کا اول نمبر پر چہرہ دیکھتا ہے اور اول نمبر پر ایمان لے آتا ہے۔ یہ ان کا جواب بالکل ٹھیک تھا۔ تمام چودہ صدیوں کے آئمہ، محدثین، مفسرین، متکلمین، مؤرخین، دانشور، سپین کے ہوں، بغداد کے ہوں، عرب کے ہوں، ہندوستان کے ہوں، ان کا متفقہ فیصلہ ہے کہ صدیق کی یہی تعریف ہے اور یہ بھی فیصلہ ہے کہ حضرت علیؓ صدیق نہیں تھے، حضرت ابوبکرؓ صدیق تھے۔ میں نے کہا اب میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ علامہ رازیؒ نے اس آیت کی تشریح میں اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ اسی کو خواجہ میر دردؒ کے ملفوظات میں آپ موجود پائیں گے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتابوں میں یہی تشریح کی ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کی ''کشف المحجوب'' میں یہی تفسیر آتی ہے۔ میں نے ان سے یہ پوچھا کہ آپ نے Definition یہ کی ہے کہ صدیق وہ ہے جو خدا کے نبی کا چہرہ دیکھتے ہی اول نمبر پہ ایمان لاتا ہے۔ اب آپ مجھے یہ فرمائیں کہ اگر کوئی نبی ہی نہیں آئے گا تو صدیق کہاں سے پیدا ہوگا؟ زاروقطار رونے لگا۔ شریف انسان تھا۔ ہزاروں شریف ہیں علماء میں سے بھی۔ ؎

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار

آخر میں، میں یہ بتاتا ہوں حضورؒ نے **غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ** میں بتایا کہ یہ زبردست پیشگوئی ہے جو آج ساری دنیا دیکھ رہی ہے۔ میں اس نکتہ کی طرف سامعین کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں اپنے عزیزوں کو۔ (اب وقت نہیں ہے کہ میں لفظاً لفظاً پڑھوں) حضور نے فرمایا کہ اس میں دعا سکھائی گئی ہے اور چودہ سو سال سے دنیا کے تمام مسلمان دعا کر رہے ہیں کہ اے خدا ہمیں مغضوب نہ بنا۔ کون تھے مغضوب؟ مغضوب وہ تھے جن میں چودہویں صدی میں موسیٰ علیہ السلام کے بعد خدا نے مسیح علیہ السلام

کو بھیجا تھا۔ یہود نے ان کو کافر کہا۔ ان کو گالیاں دیں۔ ان کو قتل کرنے کے منصوبے کئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی مسیح موعود نے چودھویں صدی میں نہیں آنا تھا کیونکہ آنحضرت ﷺ مثیل موسیٰ ہیں اور کسی نے ان کا انکار نہیں کرنا تھا، کسی نے ان کو کافر نہیں قرار دینا تھا تو یہ دعا کیوں سکھائی گئی۔ یہ دعا اعلان عام کر رہی ہے کہ یہ مقدر تھا کہ چودھویں صدی میں بھی خدا کی طرف سے مسیح آئے گا محمد رسول اللہ ﷺ کی امت میں اور جس طرح یہودی علماء نے انکار کیا اس دور کے ملّاں بھی انکار کریں گے اور قتل کے منصوبے کریں گے۔ چنانچہ آپ دیکھیں کہ مرتد اقلیت کے الفاظ احمدیت کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں کہ واجب القتل ہیں۔ اس سے کم تو ٹھہرا ہی نہیں جاتا۔ وہ غالبًا امیر مینائی کا ہی شعر حضرت حافظ مختار احمد شاہجہان پوریؓ صاحب کی زبان سے میں نے سنا تھا۔ کہتے ہیں کہ ؎

یہ زبان چلتی ہے اے واعظ کہ چُھری چلتی ہے
ذبح کرنے مجھے آئے یہ وہ سب جانیں

ہر تقریر، ہر کتاب، ہر پمفلٹ، خواہ وہ ننکانہ سے چھپے، حضوری باغ ملتان سے چھپے یا بنوری کی مسجد سے چھپے یا کسی اور جگہ سے چھپے، پورا نقشہ گالیوں کا آپ کو ہر ایک میں ملے گا اور بالکل یہ یہودیوں کی بات تھی۔ یہود نے جو کچھ بھی کیا حضرت مسیح علیہ السلام سے، وہ یہ لوگ 1889ء سے لے کر آج تک کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ان کے سارے منصوبے، ان کی ساری کتابیں یہ اعلان عام کر رہی ہیں کہ ہم وہی کر رہے ہیں جس طرح کفار کیا کرتے تھے۔ یہ اعتراف تو کر رہے ہیں کہ ہم وہ کر رہے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ابوجہل کیا کرتا تھا۔ اسی میں یہ شامل ہے کہ جو یہود نے دو ہزار سال پہلے مسیح علیہ السلام کے خلاف کیا تھا۔

تو آپ نے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ خدا کی طرف سے اتمام حجت اور معجزہ ہے میرے لئے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ ؎

اے دوستو جو پڑھتے ہو ام الکتاب کو
اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو
یہ میرے رب سے میرے لئے اک گواہ ہے
یہ میرے صدقِ دعویٰ پہ مہرِ الٰہ ہے

میرے مسیح ہونے پہ یہ اک دلیل ہے
میرے لئے یہ شاہد ربّ جلیل ہے

چودہ سو سال سے یہ دعا کر رہے ہیں کہ الٰہی ایسا نہ ہو کہ وہ مسیح آئے اور چودہویں صدی کے یہودیوں کی طرح ہم اس کا انکار کریں۔ کتنا بڑا نشان ہے اور یہ اسمبلی اور یہ محضرنامہ، ان کے نام نہاد ختم نبوت کے فتوے والے جنہوں نے کہ حضرت یوسفؑ کے زمانے والے یہود کا پرچم لہرایا ہوا ہے، وہ سب گواہی دے رہے ہیں کہ خدا کی بات پوری ہوگئی۔

اب میں ضمناً نہیں بلکہ حقیقتاً اشارۃً، میں اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ یہ تو صرف سورۃ فاتحہ کی بات ہے جس کا حضورؒ نے نمونہ ہی پیش کرنا تھا چونکہ وقت کم تھا، ورنہ اگر آپ دیکھیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید کے جو خزانے تقسیم کئے ہیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات اور حضور کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اس کو بھی ''ادارۃ المصنفین'' نے اور ''نظارت اشاعت'' نے شائع کر دیا ہے۔ اس کا ایک واضح نمونہ دنیا نے جلسۂ اعظم مذاہب میں دیکھا۔ خدا کے مسیح کو بتایا گیا کہ اس جلسۂ اعظم مذاہب میں جس میں ہندو بھی، جینی بھی، سکھ بھی، آریہ سماج بھی، کیتھولک بھی، پروٹسٹنٹ بھی۔ مسلمانوں میں سے بریلوی بھی، دیو بندی بھی، اہلحدیث بھی شامل ہوئے۔ خدا تمہارے مضمون کو غالب کرے گا اور بتائے گا کہ قرآن دنیا میں واحد زندہ کتاب ہے اور اسلام زندہ مذہب ہے۔

چنانچہ آپ حضرات دیکھیں ''چودہویں صدی'' اخبار راولپنڈی سے چھپتا تھا۔ یکم فروری 1897ء میں بہت تفصیلی ریویو ہے، پڑھنے والا۔ ''تاریخ احمدیت'' جلد اول جدید ایڈیشن صفحہ 569-567 میں یہ دونوں ریویو چھپے ہوئے موجود ہیں۔ ''چودہویں صدی'' کے مدیر نے لکھا کہ میرا احمدیت سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن خدا جانتا ہے کہ قرآن کے وہ معارف جو مولانا عبدالکریم صاحب کے ذریعہ مرزا صاحب نے بتائے ہیں، آج تک ہم نے نہیں سنے اور سننے والے غیر مسلموں کے اوپر بھی اسلام کا سکہ بیٹھ گیا۔ کلکتہ کے اخبار ''نیر اعظم گوہر آصفی۔'' اس نے بھی قریباً ڈیڑھ صفحہ یعنی تین کالم کا اداریہ لکھا اور کہا کہ یہ بہت بڑا عظیم معرکہ ہے جس میں تمام دنیا کے مندوبین جمع ہوئے اس پلیٹ فارم پر اور اس موقعہ پر اگرچہ اس میں بڑی کوشش کی گئی کہ فلاں بھی آئیں، فلاں بھی آئیں لیکن کسی نے آنے کی کوشش ہی نہیں۔ چند جو آئے ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ آنے والوں میں مولوی

ثناء اللہ صاحب تھے، مولوی محمد حسین بٹالوی تھے۔ کہہ رہے ہیں کہ اصل معرکہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے سر کیا تھا اور لکھا ہے کہ غیروں کے دلوں، دماغ اور زبان سے بھی جاری ہو گیا کہ آج اس مضمون سے اسلام کو فتح ہوئی، قرآن کو فتح ہوئی، محمد رسول اللہ ﷺ کو فتح ہوئی۔

مسئلہ جہاد

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا صاحب! اگلا سوال جو ہم آپ سے پوچھنا چاہ رہے ہیں اس کی اہمیت اس حوالے سے بھی ہے کہ آج بھی علماء اس کو اٹھاتے ہیں اور اس وقت اسمبلی میں بھی جب یہ سوال کیا گیا اور اس کا ایک خاص ماحول بنانے کے لئے مولانا شاہ احمد نورانی صاحب نے اسلام آباد میں انہی دنوں مسئلہ جہاد کے متعلق ایک بہت ہی اشتعال انگیز تقریر کی کیونکہ اسمبلی میں تو تقریر کی اجازت نہیں تھی۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ ایک طرف یہ مقدمہ لڑا جا رہا تھا اور دوسری طرف عوام میں اشتعال پھیلایا جا رہا تھا۔

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ جی۔ اور اٹارنی جنرل صاحب نے بھی جب یہ سوال کیا تو اس وقت بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کو بڑے طمطراق سے پیش کیا اور با قاعدہ اشتعال دینے کی کوشش کی تو نائب مہدی کی حیثیت سے اسلامی مسئلہ جہاد پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے دو دن یعنی 20 اور 21 /اگست 1974ء کو اسمبلی میں بہت تفصیلی وضاحت بیان فرمائی۔ اس کی اگر آپ کچھ تفصیل بیان فرمائیں۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ حقیقتاً بڑا معرکۃ الآراء مسئلہ ہے اور آج بھی یہی ہے اور آج تو ایسے حالات ہیں کہ وہ کہتے ہیں نا ؎

صد سالہ دور چرخ تھا ساغر کا ایک دور
جب میکدے سے نکلے تو دنیا بدل گئی

تو آج ساری دنیا میں مسیح موعود علیہ السلام کے اس موقف کے نقارے بج رہے ہیں۔ سعودی عرب سے آواز بلند ہو رہی ہے۔ افغانستان سے بلند ہو رہی ہے۔ خود افغانستان کے صدر اور

تمام دنیا کے ممالک میں جن میں انڈونیشیا بھی شامل ہے، اسلام کے نام پر دہشت گردی کے خلاف رائے عامہ اکٹھی ہو رہی ہے۔ آج ایک شور قیامت برپا ہے۔ خدا نے وہ زمانہ تو گزار دیا۔ اب دنیا پر اور مسلمانوں پر یہ کھل گیا ہے کہ ملّاں جس کو جہاد کہتا تھا وہ دراصل دہشت گردی ہے۔

اب میں بتاتا ہوں آپ کا جو ارشاد ہے اس کی تعمیل میں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے حقیقی اسلامی نظریہ جہاد کی اس موقعہ پر اس شاندار رنگ میں ترجمانی فرمائی کہ دل و دماغ معطر ہو گئے اور اس وقت ہم سب اس نتیجہ پر پہنچے کہ حقیقت یہ ہے کہ **تمکنت دین کا نشان خلفاء سے ہی وابستہ ہے اور خلفاء کی زبان عرش کے خدا کی زبان ہوتی ہے۔** حضورؒ نے پہلے تو یہ بیان کیا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ نے جو 1902ء میں فتویٰ دیا ہے۔ دراصل یہ 20/اکتوبر 1900ء کا واقعہ ہے جب حضورؑ نے ''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' نامی رسالہ شائع کیا اور اس میں تاریخی عوامل سے بالبداہت ثابت کیا کہ اوائل اسلام کی سب جنگیں محض وقتی اور مدافعانہ تھیں اور اسلام سے بڑھ کر صلح اور امن کا علمبردار کوئی مذہب نہیں۔ اسی لئے اپنی دعوت کی بنیاد صلح، آشتی اور محبت کے عالمگیر اصولوں پر رکھی ہے۔ یہ جیسے آپ نے اشارہ کیا، اٹارنی جنرل صاحب نے اسمبلی میں ملاّؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کو بڑے نمک مرچ لگا کر پیش کیا اور نورانی صاحب نے بھی ایک دن پہلے اس موضوع پر اشتعال انگیز تقریر کی اور اگلے دن پھر یہ سوال جڑ دیا گیا۔ حضورؒ نے دو دن 20 اور 21/اگست کو اس مسئلہ پر نہایت بلیغ اور فیصلہ کن روشنی ڈالی ہے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ دراصل بانیٔ جماعت احمدیہ نے جو مسلک اختیار کیا وہ تو آنحضورﷺ کا مسلک تھا۔ آپ کی پیشگوئی تھی کہ جب مسیح موعود آئے گا یَضَعُ الْحَرْبَ وہ مذہب کے نام پر جنگوں کو ملتوی کر دے گا۔ یہ بخاری شریف میں موجود ہے۔ بانیٔ جماعت نے تو بحیثیت نائبِ مصطفیٰ کے اس کا اعلان کیا ہے کہ میں اعلان کرتا ہوں کہ محمدﷺ کا جو آرڈیننس ہے وہ آج سے نافذ ہو گیا ہے۔ آپ نے یہ کہا کہ اس میرے زمانے میں تیرھویں صدی کے مجدد حضرت سید احمد شہید، سید احمد رضا بریلوی اور مفتیان مکہ اور سید نذیر حسین دہلوی اور نواب صدیق حسن خان اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی ان لوگوں نے جہاد کے موضوع پر بیان کیا کہ جہاد دفاعی جنگ کا نام ہے اور موجودہ زمانہ ایسا نہیں ہے کہ قرآن کی شرائط اس پر لاگو ہوتی ہوں۔ اس لئے اب جو جہاد کرتا ہے وہ فساد کرتا ہے۔ دراصل مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو اس

وجہ سے پھر زمین کے چار مربعے بھی عطا کئے گئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا اعلان کیا ہے اور توثیق کی ہے کہ اس ارشاد کے مطابق جہاد کے مسئلہ کی جو مفتیان مکہ نے، خلیفۃ المسلمین نے اور یہاں برصغیر، ہندوستان کے جو بڑے بڑے علماء ہیں نے نظریہ جہاد کے متعلق جو یہ کہا ہے کہ موجودہ زمانے میں وہ شرائط نہیں ہیں قرآن کی رُو سے، میں اس کی توثیق کرتا ہوں۔ کوئی نیا فتویٰ ہی نہیں تھا وہ۔ وہ اعلان عام تھا محمد عربی ﷺ کے ارشاد پاک کا۔

اس کے بعد پھر حضورؒ نے ’’اول المکفّرین‘‘ مولوی سید نذیر حسین صاحب شیخ الکل کی کتاب ’’فتاویٰ نذیریہ‘‘ کا ایک بہت طویل اقتباس پڑھا۔ وہ کتاب چھپی ہوئی ہے۔ میں اس کا خلاصہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ یہ ’’فتاویٰ نذیریہ‘‘ کتاب الامارۃ والجہاد ہے اور ابواب میں آپ کے فتوے سارے جمع کئے گئے ہیں۔ تیسری جلد ہے۔ ’’مکتبۃ المعارف الاسلامیہ‘‘ گوجرانوالہ پاکستان اس کے ناشر ہیں۔ ان کا بیان صفحہ 277 سے صفحہ 286 تک چلتا ہے۔ بڑی تقطیع کی کتاب ہے۔ اس کا ذکر چند حرفوں میں کیا ہے اللہ وسایا نے اپنی کتاب میں۔ حالانکہ حضور نے بڑی تفصیل سے ساری باتیں بیان کیں۔ اور اس کے علاوہ پھر یہ صفحات بھی پڑھے۔ وہ دو سطروں میں کیسے آ گئے؟ اس سے ان کی خباثتِ باطنی کا پتہ لگتا ہے۔ اس کتاب ہی سے ثابت ہے کہ یہودی دو ہزار سال سے وہ تحریف نہیں کر رہے جو ان لوگوں نے چند دنوں میں کر کے دکھا دی ہے۔ اب اس میں یہ بہت تفصیلی ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہ سارا حضور نے وہاں پڑھ کے سنایا تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ ہاں لفظاً لفظاً پڑھ کے سنایا ہے۔ اور اس کی رپورٹنگ اللہ وسایا نے چند سطروں میں کی ہے۔ حالانکہ یہ صرف اسی کو نقل کر دیتے تو یہ کئی صفحوں تک جاتا تھا۔ دو دن یہ بحث جاری رہی ہے۔ اور سناٹا چھایا ہوا تھا اس وقت۔ کسی کو دم مارنے کی گنجائش نہیں تھی۔ تو سوال یہ ہے کہ ہندوستان میں جہاد جائز ہے یا نہیں؟ اس سے پہلے یہ میں بتا دیتا ہوں کہ یہ فتویٰ ہے جو شائع کیا گیا اور اس کے آخر میں مولوی نذیر حسین صاحب، سید ابو الحسن صاحب، سید عبدالسلام صاحب، محمد یوسف صاحب اور دیگر علماء کے نام لکھے گئے ہیں۔ اس دور کے سن اگر آپ معلوم کریں۔

احباب خود اندازہ کریں۔ یہ فتوے 1288 ہجری کے ہیں۔ اور ایک فتویٰ 1255 ہجری کا ہے۔ اب آپ اندازہ کریں کہ جماعت احمدیہ کا قیام ہوا ہے 1306 ھ میں اور یہ 1255 ھ کا فتویٰ ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ 1255 ہجری

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ 1255 ہجری۔ اور یہ کتنے سال ہوئے پہلے۔

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ 51 سال پہلے کا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ 51 سال پہلے کا فتویٰ ہے یہ۔ جماعت احمدیہ کے قیام سے بھی پہلے کا۔ دیکھیں سب کی مہریں ہیں۔ سید نذیر حسین، سید ابوالحسن، سید عبدالسلام وغیرہ۔ یہ جو تصور کیا جاتا ہے کہ تمام اہل اسلام جہاد پر متفق تھے اور مرزا صاحب نے آکر جہاد کو انگریز کے کہنے پر منسوخ کر دیا ہے۔

ایسا قصہ، ایسا فسانہ، ایسا جھوٹ بنایا گیا ہے جس طرح ان کے پیر و مرشد کہتے ہیں نا کہ سفید جھوٹ بولو کہ یہ اندازہ ہی نہ ہو سکے کہ کوئی ملاّ منبر رسول پہ کھڑا ہو اور اس طرح کی جھوٹی کہانی اسلام اور قرآن کے نام پر بنا سکتا ہے۔ تو یہ فتویٰ کس وقت کا ہے؟ اکاون سال جماعت احمدیہ کے قیام سے پہلے کا اور مسیح موعود کا فتویٰ اس کے بعد 1902ء میں دیا گیا ہے۔ تو 1889ء اور 1902ء میں یہ تیرہ سال اور ہو گئے۔ تیرہ کو اگر اکاون میں جمع کریں تو یہ چونسٹھ سال بنتے ہیں۔ تو یہ حضرت مسیح موعودؑ کے فتویٰ سے چونسٹھ سال پہلے کا فتویٰ ہے اور اس کا خلاصہ یہ دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ جس سوال پر فتویٰ دیا گیا تھا وہ کیا تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ سوال یہ کیا ہے کہ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ ہندوستان میں جہاد جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کے جواب میں سارے علماء کی طرف سے متفقہ جواب دیا گیا جو کہ جماعت احمدیہ کے قیام سے اکاون سال پہلے کا اور حضرت مسیح موعودؑ کے فتویٰ جہاد سے چونسٹھ سال پہلے کا ہے۔ سرفہرست مولوی نذیر حسین صاحب کہتے ہیں کہ جہاد کوئی بازیچہء اطفال نہیں ہے۔ اس کی چار شرطیں ہیں اور چاروں میں سے کوئی شرط بھی ایسی نہیں ہے جس سے کہ جہاد جائز قرار دیا جا سکے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اس میں یہ بھی شرط ہے کہ مسلمانوں کا امام ہو۔ مسلمانوں کے

پاس اتنی طاقت ہو کہ وہ کافروں کا مقابلہ کر سکیں۔ پھر یہ ہے کہ مسلمانوں کا کوئی ایسا ملک ہو جو ان کو امن دینے والا ہو۔ پھر شرط یہ ہے کہ دشمن حملہ آور ہو۔ ان سارے علماء نے مسیح موعود کے فتوے سے چونسٹھ سال پہلے یہ فتویٰ شائع کیا کہ یہ چاروں شرطیں اس وقت ہندوستان میں نہیں ہیں اس واسطے آج اسلام کے مطابق جہاد کرنا ناجائز ہے اور جہاد نہیں بلکہ فساد ہے۔ اب آخر میں اتنا میں عرض کروں گا کہ ملاں سمجھتے ہیں کہ دنیا سب اندھی ہے۔ اور کوئی شخص تاریخ کو نہیں جانتا۔ اس زمانے کے منظر کو پیش کرنے کے لئے کہ وہ کتابیں اب بھی موجود ہیں عالمِ اسلام کی کیا کیفیت تھی۔ جہاد کے لفظ سے تو پہلے اس زمانے میں بھی مسلمانوں کی حکومت افغانستان کی طرف انسانوں کی توجہ ہو جاتی تھی۔ اب میں افغانستان کے ”ضیاء الملت والدّین امیر عبدالرحمٰن خاں غازی حکمران دولت خداداد افغانستان“ اس دور کے، حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے کے۔ ان کی خودنوشت سوانح عمری آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس کا ترجمہ آگرہ سے سید محمد حسن بلگرامی کی طرف سے ”دبدبۂ امیری“ کے نام سے شائع کیا گیا۔ انگریزی ترجمہ لندن سے چھپا ہے۔ وہ میں نے انڈیا آفس میں دیکھا ہے۔ یہ اردو ترجمہ ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں چھپا ہے اور چھپا بھی مطبع شمسی آگرہ سے ہے۔ اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ عالمِ اسلام کی کیا کیفیت تھی جہاد کے معاملہ میں۔ ”امیر عبدالرحمٰن خاں غازی حکمران دولتِ خداداد افغانستان“ اپنی آٹو بائیوگرافی میں لکھتے ہیں۔ صورت حال کا اندازہ کرنے کے لئے پہلے تو دیگر مسائل لکھنے کے بعد روس کی پالیسی کا ذکر کیا ہے۔

روس کی پالیسی جس کے احراری بھی ایجنٹ ہیں اور جواہر لعل نہرو صاحب اپنے دور میں کانگریس میں جو سوشلسٹ ونگ تھا اس کے سربراہ تھے اسی لئے میں نے اشارۃً بتایا ہے کہ جس وقت 1928 میں فرانس میں نیشنل کمیونزم کی کانفرنس ہوئی تو بطور ڈیلیگیٹ (Delegate) کے، نہرو صاحب کو کانگریس کی طرف سے بھجوایا گیا تھا۔ تو یہ روس کی پالیسی کا ذکر کر رہے ہیں۔ کون؟ امیر عبدالرحمٰن والی افغانستان۔ فرماتے ہیں کہ

> ”گورنمنٹ روس کی پالیسی امیر بخارا اور دیگر میرانِ وسط ایشیا اور ٹرکی اور ایران اور افغانستان کی نسبت ہمیشہ یہی رہی ہے کہ وہ قوی نہ ہونے پائیں جو اس کی دائمی پیش قدمی میں مخل ہوں۔ ایشیائی سلطنتوں کی دقتوں اور

> کمزوریوں سے روس برابر فائدہ اٹھاتا ہے۔ بعض اسلامی ریاستوں پر وہ بالکل قابض ہوگیا ہے۔ اور بعض پر کم کم مسلط ہے۔ وہ دیکھ نہیں سکتا کہ کوئی اسلامی بادشاہ فوجی تیاریاں کرے۔‘‘

یہ کس کی پالیسی ہے؟ رشیا کی۔

> ’’جنرل کا فمان کی تحریر میں ایک بات بالکل صحیح تھی وہ یہ کہ اسلام روس کا جانی دشمن ہے اور یہ بلاوجہ نہیں۔‘‘

یہ نقشہ آپ کے سامنے آ گیا اس وقت دنیا کی اجتماعی طاقتوں کا۔ امیر عبدالرحمٰن صاحب گورنمنٹ کے متعلق جو فرماتے ہیں وہ سمجھیں آپ۔ اس سے معلوم ہوگا کہ جب مسیح موعودؑ دنیا میں تشریف لائے اور جب آپ نے فتویٰ دیا تو اصل فتویٰ تو چونسٹھ سال پہلے دیا جا چکا تھا۔ جب آپ نے فتویٰ دیا اس وقت کیا کیفیت تھی عالمِ اسلام کی؟ فرماتے ہیں امیر عبدالرحمٰن:۔

> ’’بخلاف اس کے (یعنی روسی پالیسی کے مقابل پر) انگلش پالیسی عموماً اسلام اور کل اسلامی سلطنت ہائے ایشیا کے ساتھ دوستانہ ہے۔ اور انگلستان کی دلی خواہش ہے کہ یہ سلطنتیں (یعنی مسلمانوں کی سلطنتیں) قائم رہیں۔ قوی و خود مختار ہوں۔ مگر کبھی کبھی اس پالیسی میں عارضی تغیرات ہوا کرتے ہیں۔ انگلش پالیسی روس کی طرح مضبوط اور مستقل نہیں ہے۔‘‘

آگے لکھتے ہیں:۔

> ’’ایک عرصۂ دراز سے برطانیہ اعظم کی عام پالیسی یہ ہے کہ اسلامی سلطنتیں جو ہندوستان اور ایشیائی روس کے درمیان مثل دیوار کے حائل ہیں باقی رہیں۔ اور ان کی خودمختاری بخوبی قائم رہے تا کہ روس کی راہ میں ایک آہنی دیوار بن جائیں۔ بخلاف اس کے روس کی پالیسی، بالکل اس کے برعکس ہے۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ اس کے ملک کے حدود ہندوستان کی سرحد کے ساتھ مل جائیں۔ بلکہ اسے ہمیشہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر ٹرکی یا ایران یا افغانستان یا ہندوستان کے ساتھ جنگ ہوئی تو اس کی مسلمان رعایا میں عام غدر ہو جائے گا۔‘‘

غدر کس کے خلاف ہوگا؟ روس کے خلاف اور کس کے حق میں ہوگا؟ برطانیہ کے حق میں اور کہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ: ۔

> ''اس میں شک نہیں کہ تمام دنیا کے مسلمان سلطنتِ برطانیہ کی دوستی کو روس کی دوستی پر ترجیح دیتے ہیں۔'' (''دبدبۂ امیری'' صفحہ 217-218)

یہ نقشہ تھا اس وقت۔

اور سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا یہ شعر میں ضرور پڑھوں گا کہ حضورؑ نے جو فتویٰ ڈنکے کی چوٹ پر دیا، وہ آج آپ کی صداقت کا اعلان عام کر رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ ؎

فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا
یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا
اک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا صاحب! اس ضمن میں حضورؒ نے سید احمد صاحب بریلوی اور مفتیان مکہ کا بھی ذکر فرمایا تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ جی جی وہ میں ذکر کر چکا ہوں۔ تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکا ہے۔

پچاس الماریوں کی حقیقت؟

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ ایک سوال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب ''تریاق القلوب'' کے حوالے سے تھا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے انگریزی حکومت کے احسانات اور مذہبی آزادی کا جو ذکر کیا ہے اس سے پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے بہت ہی لطیف اور فیصلہ کن جواب ارشاد

فرمایا۔ میں نے بتایا ہے کہ حضورؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی قوت عطا کی گئی تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کے اوپر جو اعتراضات وارد ہوتے تھے، خود مسیح موعودؑ کے قلم ہی سے اس کا جواب اسمبلی کے سامنے آپ نے پیش کیا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اشتہارات میں خود ان کتابوں کی فہرست شائع فرمائی ہے جن میں حکومت وقت کی تعریف کی گئی تھی۔ اس کے تھوڑے سے صفحات ہیں اور اس کی فہرست خود حضرت اقدس نے ایک اشتہار میں دے دی ہے۔ پچاس الماریوں کے لفظ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ کتابیں جتنی تعداد میں چھپیں، اگر ان تمام چھپنے والی کتابوں کو یکجا طور پر رکھا جائے تو پچاس الماریاں یقیناً اس سے بھر سکتی ہیں۔ کیونکہ کوئی ہزار کی تعداد میں چھپی کوئی دو ہزار کی تعداد میں چھپی۔ یا اشتہار کی بات ہے کئی ہزاروں کی تعداد میں چھپے ہیں۔ اور فرمایا کہ اس میں کوئی مبالغہ کی بات نہیں ہے۔ اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا 20 ستمبر 1897ء کا اشتہار ہے اور اس کا نام ہے ''اشتہار واجب الاظہار'' اور یہ ''مجموعہ اشتہارات'' طبع اول کی جلد نمبر 2 کے 456 تا 473 صفحے پر ہے اور اب حال ہی میں مکرم مولانا عبدالحی شاہ صاحب کے زیرِ اہتمام تینوں جلدیں دو جلدوں میں بہت ہی نفیس انداز میں اضافوں کے ساتھ شائع ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ شاہ صاحب کو جزائے خیر دے۔ وہ بھی سلطان القلم کے مجاہد ہیں۔ تو انہوں نے اضافوں کے ساتھ تمام اشتہارات دو جلدوں میں شائع فرمائے ہیں۔ بہت ہی دبیزی اس کا سرورق اور گرد و پوش ہے اور وجد آجاتا ہے اس کو دیکھ کے خصوصاً اضافوں کو دیکھتے ہوئے۔ تو اس تازہ ایڈیشن کی دوسری جلد کے 161 سے 174 صفحات تک ہے۔ 20 ستمبر 1897ء کے اس اشتہار میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض کتابوں کا ذکر کیا ہے اور کسی کا کہا اس کے ایک صفحہ پر ذکر ہے اور کسی کا کہا کہ اس کے دو صفحوں میں ذکر ہے۔ یہ کتابیں براہین احمدیہ، آریہ دھرم، آئینہ کمالات اسلام، نور الحق، شہادت القرآن، سر الخلافۃ، اتمام الحجۃ، حمامۃ البشریٰ، تحفہ قیصریہ، انجام آتھم، سراج منیر وغیرہ۔ پھر آگے چند اشتہارات ہیں۔ ان کا ذکر ہے۔ یہ مضمون تین صفحے کا ہے۔ کوئی ایک صفحے کا ہے۔ کوئی چار صفحے کا ہے تو یہ حضور نے خود بیان کر دیا ہے۔ پہلے نام لکھا ہے۔ پھر اس کی تاریخ اشاعت بتائی ہے۔ پھر یہ لکھا ہے کہ کتنے صفحے کا ہے۔ مثلاً ایک میں لکھتے ہیں کہ یہ جو اشتہار ہے اس کے ایک صفحہ سے لے کر تین صفحہ تک۔ پھر ایک اشتہار 25 جون 1897ء میں اس کے دس صفحے

ہیں۔ پھر سراج منیر میں ایک صفحہ ہے 74 صفحہ۔

میں نے شعبہ تاریخ کے مخلص جو شعبہ کمپیوٹر کے انچارج ہیں، ان سے یہ درخواست کی کہ آپ یہ سارے صفحے بتائیں کتنے بنتے ہیں؟ مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی بھر کی کتابوں میں جہاں انگریز کی تعریف کی گئی ہے۔ حضرت محمد عربی ﷺ نے بھی تو تعریف کی تھی۔ یہ بات مجھے یاد آئی کہ شیش محل روڈ لاہور پر جماعت اہلحدیث کا ایک کتب خانہ ہے۔ میں وہاں ایک عرصہ دراز ہوا، گیا۔ خلافت ثانیہ کی بات تھی۔ وہاں یہ قصہ شروع ہوا۔ میں تو جہاں جاتا ہوں لازماً دعوتِ الی اللہ میرے فرائض میں شامل ہوتی ہے ایک مربی سلسلہ ہونے کی حیثیت سے۔ اور یہ ہماری روح ہے۔ ہماری غذا ہے۔ تو میں نے ان سے کہا کہ حضرت رسول پاک ﷺ کی طرف منسوب یہ روایت علامہ سیوطی نے بھی لکھی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ مجھے فخر ہے کہ میں نوشیروان عادل کے زمانہ میں پیدا ہوا۔ حالانکہ وہ پکا دہریہ تھا۔ میں نے کہا کہ اگر مرزا صاحب کی ساری کتابوں کے حوالے ایک معنی میں آپ جمع کر دیں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ایک فقرہ اس پر غالب ہے کیونکہ اعلان کرنے والے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو نبیوں کے سردار ہیں۔ اور پھر فخر کس پر کر رہے ہیں؟ نوشیروان کے اوپر، جو دہریہ ہے۔ تو کسی کی انصاف پروری کو سراہنا، اس کی تعریف کرنا، یہ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ میں نے مولانا حافظ انوار رسول صاحب سے یہ کہا کہ آپ ذرا بتائیں تو سہی کہ کتنے صفحے بنتے ہیں؟ تو ہزاروں صفحات کے لٹریچر میں مسیح موعود علیہ السلام نے انگریزوں کے عدل کے متعلق جو لکھا ہے اس کے مجموعی صفحات 183 بنتے ہیں۔ ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نکلا

''خود کاشتہ پودا''

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ ایک سوال حضور سے اسمبلی میں یہ ہوا کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو ایک اشتہار میں انگریز کا خود کاشتہ پودا کہا ہے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضور نے جواب میں فرمایا کہ خود کو نہیں اپنے خاندان کو جو

سُنّی ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے براہین احمدیہ پر بہترین ریویو لکھا اور اس میں لکھا تیرہ سو سال میں دنیائے اسلام میں کسی نے قلمی اور لسانی اور زبانی اور عملی طور پر اتنی خدمت اسلام نہیں کی جتنی کہ براہین احمدیہ کے مصنف نے کی ہے۔ تو اس میں یہ لکھا ہے کہ افسوس کی بات ہے کہ غیر مسلموں کے اوپر تو سناٹا چھا گیا۔ مگر دیوبندی مولوی اس کتاب کی وجہ سے اعتراض کر رہے ہیں۔ عجیب بات ہے۔ 1884ء میں سب سے پہلے لدھیانہ کے دیوبندی مولویوں نے اعتراض کیا تھا۔ اور اس پر مولوی محمد حسین بٹالوی نے لکھا کہ یہ مولوی جو ہیں ایک طرف سے مرزا صاحب کے دعاوی پر اعتراض کرتے ہیں اور اس کا جواب انہوں نے خود دیا۔ حدیثوں اور قرآن کریم کی رو سے۔ جتنے اعتراض احراریوں نے آج شائع کئے ہیں، مولوی محمد حسین بٹالوی نے جماعت احمدیہ کے قیام سے پہلے ان کے جواب دیئے ہوئے ہیں۔ اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ مولوی ایک طرف اشتعال دلاتے ہیں مسلمانوں کو اور دوسری طرف انگریزوں سے کہتے ہیں کہ یہ تو دراصل باغی ہے۔ تو کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے بالکل۔ اور گورنمنٹ کے دستاویزی ثبوت بتاتے ہیں کہ جس خاندان سے ان کا تعلق ہے، وہ وفادار ہے۔ حکومتِ وقت کا یقینی طور پر وفادار ہے۔ اس تعلق میں یہ دو خط انہوں نے ولسن کے جو کہ کمشنر تھا لاہور کا اور ایک اور کمشنر، حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب کے نام حضورؑ کے دعویٰ سے پہلے یعنی طالب علمی کے زمانے کے جو لکھے گئے، وہ انہوں نے بطور شہادت کے پیش کئے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 20 ستمبر 1897ء کا جو اشتہار دیا ہے، اس کا پس منظر یہ تھا کہ چند ماہ پہلے آپ کے خلاف ڈاکٹر پادری مارٹن کلارک نے قتل کا مقدمہ درج کروایا جس میں کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور دوسرے مولویوں نے جا کر شہادت دی۔ پیسے ان سے لئے اور شہادت جا کر دی کہ یہ ٹھیک ہے۔ اس میں مرزا صاحب کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔ یہ پہلا معاوضہ ختم نبوت پر لیا۔ تو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ بھی ڈیفنس کیا، وہ کتاب البریہ میں موجود ہے۔ خدا نے کیپٹن ڈگلس کے دل میں جو اپنے زمانے کا پیلاطوس تھا، یہ ڈال دیا کہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام بے گناہ ہیں۔ انہوں نے فیصلہ یہ دیا کہ مبارک ہو۔ آپ کو بری کیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انہوں نے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں اجازت دیتا ہوں کہ اس کذّاب ڈاکٹر پادری مارٹن کلارک کے خلاف آپ مقدمہ دائر کر سکتے ہیں۔ مسیح موعودؑ خدا

کا شیر کھڑا ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میں کوئی مقدمہ نہیں کرنا چاہتا۔ میرا مقدمہ آسمان پر دائر ہے۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ اشتہار دیا اور فرمایا کہ مقدمہ تو ختم ہو گیا ہے۔ لیکن مارٹن کلارک نے اپنے بیانوں میں بار بار کہا ہے کہ یہ حکومت کا باغی ہے اور باوجودیکہ مجھے بری قرار دیا گیا ہے۔ اس کے اثرات میں دیکھ رہا ہوں کہ پادری اور ان جیسے، میں نے بیان بھی کیا ہے۔ اس زمانے میں خود مولوی محمد حسین بٹالوی نے صاف لکھا کہ مہدی قادیانی مہدی سوڈانی سے زیادہ خطرناک ہے اور کہا کہ یہ در پردہ صرف طاقت کے اکٹھا ہونے کے انتظار میں ہے۔ پھر مسیح موعود علیہ السلام کو خیال آیا کہ عیسائیوں کی حکومت ہے۔ عیسائی پادری ہے۔ پادریوں کے پیچھے امریکہ اور برطانیہ کے لشکر ہیں۔ حکومت کروڑوں کھربوں پاونڈ اور ڈالر خرچ کر رہی ہے کہ کسی طرح ہندوستان کو عیسائی بنالے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ڈاکٹر کلارک اندر ہی اندر بغاوت کے نام پر ایک اور تحریک اٹھا دے۔ تو یہ بیک گراؤنڈ (Background) تھا جس پر حضورؑ نے لکھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہ سچ بتانا چاہتا ہوں۔ جس طرح وکیل ایک کیس پیش کرتا ہے تو اس کے ڈیفنس میں ڈاکومنٹ پیش کرتا ہے تو آپ نے یہ ڈاکومنٹ پیش کئے۔ اور فرمایا کہ اس سے ثابت ہے کہ میرا خاندان خود کاشتہ پودا ہے، سُنّی خاندان اور اس کے ثبوت کے طور پر اپنے والد کے نام خطوط بیان کئے ہیں۔ اس کا آپ کے ساتھ تعلق نہیں۔ 1858ء میں کون سی جماعت احمدیہ تھی جس کے خود کاشتہ پودہ ہونے کا اعلان کیا جا سکتا تھا۔ تو وہ الفاظ دراصل اس خاندان کے متعلق تھے جو سُنّی خاندان تھا۔ جس کے بزرگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب تھے اول نمبر پر۔ پھر آپ کے بڑے بھائی تھے، حضرت مرزا غلام قادر صاحب۔ تو یہ ان کی طرف اشارہ ہے۔ تو یہ جو دونوں چٹھیاں ہیں، سفارشیں ہیں یہ دونوں لاہور سے گئیں ولسن کی طرف سے اور رابرٹ کی طرف سے اور دونوں میں ان کی خدمات کو سراہا گیا تھا۔ اور یہ خود پروف پیش کئے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے براہین احمدیہ کے ریویو میں۔ اسی کو حضور نے پیش کیا ہے اور مراد سُنّی خاندان ہے۔

الہام کی زبان

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اٹارنی جنرل صاحب نے یہ ایک سوال کیا تھا کہ ”یہ ایک

بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی زبان تو کوئی اور ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو۔ جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔" یہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک حوالہ پیش کر کے کہا اور اس سے ان کا تمسخر کا خیال تھا کہ حضورؑ کو بعض ایسے الہام بھی ہوئے جو کسی اور زبان میں تھے جس کو کہ حضورؑ سمجھ نہیں سکتے تھے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہایت پُرشوکت انداز میں یہ جواب دیا کہ یہ حوالہ "چشمہ معرفت" سے ہے اور "چشمۂ معرفت" آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ 1908ء کے آغاز میں چھپی ہے۔ آریہ سماج کے مندر میں ایک کانفرنس منعقد کی گئی تھی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون بھی پیش کیا گیا تھا۔ اس دوران ہندوؤں نے اسلام اور بانیٔ اسلام کو جو گالیاں دی تھیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چشمۂ معرفت ان کا جواب دیا ہے۔ حضور کے مخاطب آریہ ہیں اور آریوں کا عقیدہ جو ہے، حضور کا جواب سنانے سے پہلے اسے میں بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس جواب کو آپ زیادہ نمایاں طور پر سمجھ سکیں۔ آریہ کہتے ہیں کہ اس یونیورس یا کائنات کے آغاز میں جس طرح کہ ایک سورج یہ کام کر رہا ہے تو ایک شریعت نازل کی گئی ویدوں کی شکل میں۔ رگ وید ہے۔ اتھر وید ہے۔ سام وید ہے۔ یجر وید ہے۔ اور یہ سنسکرت کی زبان میں نازل ہوئے اور سنسکرت زبان وہ تھی جو خدا کی زبان تھی۔ اور جن رشیوں پر نازل ہوئے وہ بھی یہ زبان نہیں جانتے تھے۔ آریہ سماج کا یہ عقیدہ ہے کہ عربی زبان جس میں قرآن نازل ہو، ایہ تو لوگ جانتے تھے۔ مگر ویدوں کو یہ تقدس حاصل ہے کہ ویدوں کی زبان وہ تھی جو دنیا کے لوگ جانتے ہی نہیں تھے، صرف خدا ہی جانتا تھا۔ اس پس منظر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا جواب سنیئے۔ فرمایا:۔

حوالے کے سیاق وسباق سے پوری طرح عیاں ہے کہ یہاں ملہم کا ذکر نہیں۔ بلکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام آریوں کے اس عقیدے پر تقریر فرما رہے ہیں کہ الہامی کتاب اس زبان میں نازل ہونی چاہئے جو کسی انسان کی زبان نہ ہو بلکہ خدا کی اور ایشور کی زبان ہو اور اسی لئے وید نازل کئے گئے خدا کی زبان میں۔ جس کو کہ رِشی اور مُنی نہیں جانتے تھے۔ حضور اس پر تنقید کر رہے ہیں کہ یہ تو بے عقلی کی بات ہے کہ ایسی زبان میں الہام ہو کہ انسان بھی نہ جانتا ہو اس کو۔ اور یہ تکلیف مالایطاق بھی ہے اور بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے۔

سقوط بغداد پر قادیان میں جشن؟

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ اگلا سوال یہ کیا گیا کہ پہلی جنگ عظیم کے اختتام پر جب سقوط بغداد ہوا تو قادیان میں اس پر جشن منایا گیا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔حضورؒ نے اخبار ’’حق‘‘ لاہور 23 نومبر 1918ء حاضرین کو دکھایا۔ اخبار ’’حق‘‘۔ یہی رسالہ تھا جس کا عکس میں آپ کے سامنے پیش کیا۔ خاکسار ہی بائیس تئیس کتابیں اپنی لے گیا تھا۔ ہزار کتابیں تو وہ تھیں جو خلافت لائبریری سے میں لے گیا تھا۔ کچھ کتابیں حضرت مولانا ابو العطاء صاحب نے عطا فرمائیں۔ اور حضرت مولانا عبدالمالک صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کا سیٹ دیا۔ خاکسار جو لٹریچر لے گیا تھا، ان میں یہ اخبار ’’حق‘‘ بھی ہے۔ اصل میرے پاس محفوظ ہے۔ اخبار ’’حق‘‘ لاہور 23 نومبر 1918ء حضور نے اپنے دستِ مبارک میں پکڑ کر جو کمیٹی کے ممبر تھے پیپلز پارٹی کے اور اپوزیشن کے، ان کو دکھایا۔ اس میں سیکرٹری خلافت کمیٹی سر شیخ عبدالقادر صاحب کا جو مدیر مخزن تھے اور جنہوں نے دیباچہ لکھا ہے ’’بانگِ درا‘‘ کا۔ یہ سیکرٹری تھے خلافت کمیٹی کے۔ انہوں نے اس میں یہ لکھا ہے۔

یہ پہلا صفحہ ہے اس کا اور دوسرا صفحہ دوسرے کالم میں ’’صلح اور فتح‘‘ کا عنوان ہے اور لکھا ہے از شیخ عبدالقادر صاحب بی اے۔ بیرسٹر آف لاء۔ آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

> ’’ماہِ نومبر کی بارہویں تاریخ جو خوشیاں سارے ملک میں منائی گئی ہیں، وہ مدتوں تک یاد رہیں گی۔ اور اس ایک دن کی خوشی نے لڑائی کے زمانے کی بہت سی کلفتوں کو دھوڈالا۔ سرکاری طور پر جو تار افسرانِ اضلاع کے نام صلح کی خوشخبری لے کر پہنچا اس کے الفاظ یہ تھے کہ ’’صلح مع فتح‘‘ کی خوشی منائی جائے۔ اخبارات نے بھی مژدہ ءصلح چھاپتے ہوئے فتح کا عنوان بڑے جلی حروف میں دیا۔‘‘

مقصد یہ ہے کہ جنگ جب ختم ہوگئی تو سارے ہندوستان میں 12 نومبر کی تاریخ تھی 1918ء کی۔ تمام ہندوستان کے باشندوں نے جن میں مسلمان تھے۔ جن میں ہندو بھی شامل تھے۔

جن میں سکھ بھی شامل تھے۔ جن میں پارسی بھی شامل تھے۔ جن میں آریہ سماجی بھی شامل تھے۔ غرضیکہ چالیس کروڑ ہندوستان کے باشندے جن میں مسلمان بھی تھے، انہوں نے چراغاں کیا اس موقع پر۔ حضورؒ نے یہ نوٹ پڑھنے کے بعد جو فرمایا، وہ میں اب بتاتا ہوں۔

فرمایا:۔

> 'سقوطِ بغداد پر جشن نہیں ہوا۔ پہلی جنگِ عظیم کے خاتمے پر ہوا۔ اور یہ جشن ہندوستان کے تمام باشندوں نے منایا۔ جن میں مسلم اور غیر مسلم سب شامل تھے۔ ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پُر جوش طور پر چراغاں کیا گیا۔ اس سلسلہ میں قادیان کی چھوٹی سی بستی میں احمدیوں نے بھی چند دیئے جلا دیے مگر آپ احباب کو ہندوستان کے لاکھوں چراغ تو بھول گئے۔ ہاں اگر یاد رہے تو احمدیوں کے چند دیئے یاد رہے۔' ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

یہ شعر میرے تاثرات ہیں۔

مولانا ظفر انصاری صاحب کی جرح

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ مولانا صاحب! اب ہم سوالات کے دور کے آخری دن پہ آ گئے ہیں جو کہ 24/ اگست 1974ء کو ہوا۔ اور اس دن کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ اس دن بجائے اس کے کہ سوالات اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار صاحب کرتے، چیئرمین کی اجازت سے مولوی ظفر احمد انصاری صاحب نے کئے۔ اس کی بیک گراؤنڈ (Background) کیا تھی؟ کیوں یہ تبدیلی واقع ہوئی؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ خاکسار اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ اس روز خصوصی کمیٹی کے چیئرمین صاحب نے خلاف دستور اور حکومت کے اعلامیہ کے خلاف محترم اٹارنی جنرل صاحب کی بجائے رکن اسمبلی ظفر انصاری صاحب کو سوالات پیش کرنے کی اجازت دے دی۔

بعد میں بعض مستند ذرائع سے یہ پتہ چلا کہ اپوزیشن کے ملاؤں نے چیئر مین صاحب سے شکایت کی اور شکوہ کیا ہے کہ اٹارنی جنرل ''ملت اسلامیہ'' کے موقف کی صحیح وکالت کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

''ملت اسلامیہ'' کا تو میں پوسٹ مارٹم پہلے کر چکا ہوں۔ لیکن میں یہاں یہ دلچسپ بات بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ''ملت اسلامیہ'' کے نام سے کچھ عرصہ قبل دیوبندی مولویوں نے ایک دہشت گرد پارٹی بنائی تھی یعنی نام ہی ''ملت اسلامیہ'' رکھا۔ بلی تھیلے سے باہر نکل آئی تھی نا۔ جسے موجودہ مشرف حکومت نے خلاف قانون قرار دے دیا۔ بہرحال ملاّؤں کی شکایت یہ تھی کہ اٹارنی جنرل صاحب ''ملت اسلامیہ'' کے موقف کی وکالت کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ یعنی ملاّ جو چاہتا تھا وہ اٹارنی جنرل صاحب نہیں کر سکے۔ اس لئے ان کے نمائندہ ظفر انصاری صاحب کو مرزا ناصر احمد صاحب پر جرح کرنے کا موقع دیا جائے۔

دراصل ملاّؤں کو یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ اٹارنی جنرل دینی علم ودانش رکھتے ہیں نہ مناظرانہ داؤ پیچ اور چالوں سے واقف ہیں۔ اس لئے اگر وہی جرح کرتے رہے تو شکار ہاتھ سے نکل جائے گا جس سے سیاسی حلقوں میں ہی نہیں پبلک میں بھی ہماری رسوائی ہوگی۔ مگر خدا کی قدرت دیکھئے خود ان کے نمائندہ کے ذریعہ ان کی رہی سہی ساکھ بھی جاتی رہی اور ان کی ساری مذہبی بصیرت کا پردہ چاک ہو گیا۔ جناب ظفر انصاری صاحب کے پاس خلاف احمدیت لٹریچر تھا۔ (اور میرے سامنے ابھی بھی وہ نظارہ اسی طرح ہی ہے۔) جسے وہ ایک تھیلے میں رکھ کر کھڑے ہوئے۔ بالکل آخری جو قطاریں تھیں، کرسیوں کی، ان کے وسط میں کھڑے ہوئے اور اٹارنی جنرل صاحب کی طرح واضح سوال کرنے کی بجائے طول طویل تمہید کے بعد وہ من گھڑت کہانی دہرانی شروع کر دی جس کا پراپیگنڈہ آل انڈیا نیشنل کانگریس کی پروردہ اور خود کاشتہ احراری پارٹی اور اس کے سیاسی پیشوا مدتوں سے خدا کی قائم کردہ جماعت کے خلاف کرتے آ رہے تھے۔ اس ضمن میں انہوں نے غدر 1857ء کے بعد برطانوی حکومت کے استحکام کے لئے کسی ظلّی نبی کی تلاش کے مضحکہ خیز ڈرامے کا بھی ذکر کیا اور آغاز میں ہی کیا۔ اس پر چیئر مین صاحب تلملا اٹھے اور انہیں سختی سے توجہ دلائی کہ مولانا یہ اسمبلی ہال ہے۔ اختصار سے کام لیں جس پر انہیں جوش خطابت کے جوہر دکھانے کی بجائے لینے کے دینے پڑ گئے۔

اب آگے چلنے سے پہلے میں ایک بات جو مجھ پر واردات ہوئیں، ان کا ذکر بھی کرنا دلچسپی

سے خالی نہیں ہوگا۔ چیئرمین صاحب یعنی صاحبزادہ فاروق علی صاحب کی تنبیہ پر مجھے متحدہ پنجاب اسمبلی کے سپیکر ایس پی سنگھا کا واقعہ یاد آ گیا۔ کہتے ہیں کہ سرکاری پارٹی کا پیش کردہ بل پنجاب اسمبلی میں زیر بحث تھا یعنی وہ متحدہ اسمبلی تھی مشرقی اور مغربی پنجاب۔ یہ تو بعد میں قیام پاکستان کے بعد مشرقی پنجاب کو ذبح کر کے علیحدہ کیا گیا ہے۔ سرکاری پارٹی کا پیش کردہ بل زیر بحث تھا کہ اپوزیشن نے مخالفانہ نعرے لگانے شروع کر دئے۔ کرسیاں چلنے لگیں اور اسمبلی ہال میدان جنگ کا منظر پیش کرنے لگا۔ قبل اس کے کہ مار پٹائی تک نوبت پہنچے، مسٹر ایس پی سنگھا نے بلند آواز سے کہا کہ آنریبل ممبران کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ اسمبلی ہال ہے، چنگڑ محلّہ نہیں ہے۔ اس پر اسمبلی پر تو پوری طرح سناٹا چھا گیا جس طرح کہ سکوت مرگ جس کو اردو میں کہتے ہیں اور جو سرکاری بل تھا وہ پاس ہوا اور پھر آئین کا حصہ بنا۔ مگر اگلے روز چنگڑ محلّہ میں ہاتھا پائی شروع ہوگئی۔ اتفاق ملاحظہ ہو کہ اس محلّہ کا ایک مکین جو ایک روز قبل پنجاب اسمبلی کی وزٹرز گیلری (Visitors Gallery) میں بیٹھا آنریبل ممبران اسمبلی کا تماشہ دیکھ چکا تھا۔ صورت حال کو مزید خراب ہونے سے بچانے کے لئے کھڑا ہو گیا اور انہیں شرم دلائی اور کہا کہ یہ چنگڑ محلّہ ہے، اسمبلی نہیں ہے۔ یہ سن کر اہل محلّہ کے سر ندامت سے جھک گئے اور دوبارہ امن وامان کی فضا قائم ہوگئی۔

مولانا ظفر انصاری صاحب کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے نام ایک خط

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا ظفر انصاری صاحب کے بارہ میں کچھ بتانا پسند فرمائیں گے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ میں ظفر انصاری کے ایک مکتوب کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ ظفر انصاری صاحب (جنہوں نے آخری دن حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے سوالات کئے۔) نے 7 اگست 1935ء کو جبکہ ابھی وہ لاہور میں تھے اور درشن لال و لالہ دیس راج کولڈ بینک متصل تھانہ گوالمنڈی لاہور میں مقیم تھے۔ یہاں سے انہوں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو قادیان کے پتہ پر خط لکھا۔ اس کے اوپر الفاظ یہ تھے:۔

> ’’قبلہ وکعبہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت خلیفہ بشیر الدین محمود صاحب قادیان شریف۔‘‘

پھر انگریزی میں Qadian۔

یہ خط 22 اگست 1935ء کو قادیان میں پہنچا اور حضور مصلح موعودؓ نے اپنے قلم سے اس کے اوپر یہ لکھا ”محفوظ“ یعنی دفتر اس کو محفوظ رکھے۔ اور جواب یہ دیں۔ آگے حضورؓ نے لکھا کہ اس رنگ میں جواب دیا جائے کہ آپ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈوکیٹ کو لاہور میں ملیں اور کسی وقت مجھ سے بھی ملیں۔ یعنی پہلے شیخ بشیر احمد صاحب سے ملاقات کر لیں اور پھر وقت مقرر ہو جائے گا۔ پھر مجھ سے ملیں آپ۔ اس خط میں ظفر انصاری صاحب نے ابتدا میں لکھا ہے:۔

> ”قبلہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نصرہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔
>
> بارگاہ ایزدی میں آپ کی درازی عمر کے لئے دست بدعا ہوں۔ راقم الحروف ایک بیس سالہ نوجوان ہے۔ میرے رشتہ دار کانگریس و احرار جیسی محض روپے اکٹھے کرنے والی جماعتوں میں رہے ہیں۔ میرے والد صاحب کانگریس میں ایک سال قید رہے۔ میرے ماموں صاحب مشہور قومی کارکن ہیں اور مجلس احرار میں قید ایک سال کی کاٹ چکے ہیں۔ اگرچہ اب مجلس سے علیحدہ ہو چکے ہیں مگر علامہ مشرقی کی تحریک میں مل گئے۔“
>
> ”اعلیٰ حضرت صاحب یہ سب مجلسیں صرف روپیہ اکٹھا کرنے کے لئے ہیں۔ خدا کی قسم ان کے دلوں میں ملک کا ذرہ برابر بھی درد نہیں۔ جتنا مل کر اپنا ملک، اپنا ملک کرتے ہیں اتنے ہی بے حیا ہوتے ہیں۔ میں ان کی پرائیویٹ زندگی سے بھی خوب واقف ہوں۔“

یہ ملت اسلامیہ کا پوسٹ مارٹم ہو رہا ہے۔

> ”میں ان کی پرائیویٹ زندگی سے بھی خوب واقف ہوں۔ سید عطاء اللہ شاہ صاحب سے بدانسان بلحاظ کریکٹر نہیں دیکھا۔ سب ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ میں ان مجلسوں کو دور ہی سے سلام بھیجتا ہوں۔ میرا ان سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ان میں گفتار ہی گفتار ہے۔ جوش کردار آپ کی جماعت سا نہیں۔ کشمیر کی تحریک کے سلسلہ میں ہزاروں کو شہید کرایا، کتنے بچوں کو یتیم

کرایا۔ یہ بھیڑیئے ہیں۔ میں ان کا منہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ اگر کوئی مجھے کہے کہ اپنی داستان مصیبت کسی لیڈر سے کہو تو میں اس کے منہ پر تھوکوں گا۔ یہی حال کانگریسی لیڈروں کا ہے۔ خود تو فرسٹ کلاس میں سفر کرتے ہیں اور غریب مزدوروں کو کہتے ہیں کہ آزادی مل جانے پر تمہیں عیش ملے گی۔ میری باتیں دل سے نکلی ہوئی ہیں۔ جب ان کی یہ حالت دیکھتا ہوں تو کہتا ہوں کہ ہندوستان غلام رہے اور ان کتوں سے ملک کو صاف کر دے۔ ''

یہ تحریر تھی اور آخر میں لکھتے ہیں کہ:۔

'' پہلے میں دوسروں کی دیکھا دیکھی نعوذ باللہ نقل کفر، کفر نباشد طعن و تشنیع کرتا تھا۔''

'' حالانکہ آپ کی کوئی تصنیف میں نے نہیں پڑھی۔ بخدا جتنے دوسرے لوگ زبان دراز واقع ہوئے ہیں اپنے گریبانوں میں نہیں دیکھتے۔ جب غور کی تو معلوم ہوا کہ ہندوستان میں صرف آپ کی جماعت ہے جو کہتی ہے وہ کرتی بھی ہے۔ اور یہ بات میں سچے دل سے آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں۔''

تحریف قرآن کا الزام

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ یہی مولانا ظفر انصاری صاحب جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ سے سوال کرنے آئے تو پہلا سوال یہ کیا کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے نعوذ باللہ قرآن میں تحریف کی ہے اور روحانی خزائن جلد تین میں آیت وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ یعنی سورۃ الحج آیت 53 کو مسخ کر دیا ہے۔ اس کے جواب میں حضورؒ نے کیا فرمایا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے ارشاد فرمایا کہ جماعت احمدیہ نے آج تک ہزاروں کی تعداد میں قرآن مجید اور مختلف زبانوں میں اس کے تراجم شائع کئے ہیں۔ ہر نسخہ قرآن میں

یہ آیت اصل صورت میں ہی درج ہے۔ علاوہ ازیں روحانی خزائن جلد 3 کے انڈیکس میں بھی آیت کے صحیح الفاظ ہی لکھے ہیں۔ اسی کتاب میں ہی قرآن مجید کی آیات بالکل وہی لکھی ہیں جو اصل متن کی ہیں۔ پس یہ محض سہو کتابت ہے جس کو تحریف قرآن کا نام دینا ظلم عظیم ہے اور اخبار ''الفضل'' برصغیر کے چوٹی کے علماء کی کتابوں سے اس نوع کی سہو کتابت کی بہت سی مثالیں شائع کر چکا ہے۔ تو کیا آپ کے یہ سب مذہبی لیڈر تحریف قرآن کے مجرم تھے؟

اب میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ خاکسار نے حضورؒ ہی کے ارشاد مبارک کی تعمیل میں اس زمانے میں ''تحریف قرآن یا سہو کتابت'' کے زیر عنوان ہر مکتبہ فکر کے جید علماء کے لٹریچر سے متعدد حوالے جمع کئے جو بالاقساط ''الفضل'' کے آخری صفحات میں سپرد اشاعت ہوئے۔ روزنامہ الفضل 13 نومبر 1973ء سے اس سلسلہ کا آغاز ہوا۔ ایک پرچہ میں خاکسار نے ''امیر شریعت احرار'' کی تقریروں سے سہو کتابت کی کئی مثالیں دی تھیں۔ یعنی ایک کتاب سے نہیں بلکہ کئی تحریروں سے اور یہ مضمون ''الفضل'' میں بھی چھپا اور حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری رحمہ اللہ تعالیٰ نے خاص اہتمام سے ''الفرقان'' کی بھی زینت بنایا۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ جہاں جہاں یہ ایسی سہو کتابت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں میں ہوئی تھی۔ بعد میں اس کی تصحیح کر دی گئی تھی۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اس وقت موجودہ ایڈیشن میں نظارت اشاعت کی طرف سے ہر جگہ تصحیح کر دی گئی ہے کیونکہ قرآن مجید ایک زندہ کتاب ہے۔ تو سہو کتابت تو فوراً معلوم ہو جاتی ہے۔

تحریف معنوی

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ ایک سوال یہ پیش کیا گیا کہ سورۃ البقرۃ کی آیت وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (البقرۃ:5) کے معانی آپ کے لٹریچر میں ''آخر میں آنے والی وحی'' کے لکھے ہیں یعنی جو وحی آنحضرت ﷺ کے بعد میں آئے گی۔ تو یہ تحریف کا ایک نمونہ ہے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ سیاق و سباق کے علاوہ آیت وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولٰى (الضحیٰ:5) یہ بھی تو قرآن کی آیت ہے سورۃ الضحیٰ

کی۔ اس سے بھی ثابت ہے کہ قرآنی محاورہ میں آخرت کا لفظ اس دنیا کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے کیونکہ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی (الضحیٰ: 5) میں ہر آنے والی گھڑی مراد ہے۔

ظلّی حج

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ ایک سوال حضورؒ سے یہ ہوا کہ مرزا صاحب نے اپنے جلسہ سالانہ کو نفلی اور ظلّی حج سے تعبیر کیا ہے۔ تو اس سے گویا کہ اسلامی حج کی ہتک ہوتی ہے۔ نعوذ باللہ۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ سوال انہوں نے بڑے طمطراق کیا۔ ابھی تک وہ نقشہ میرے سامنے ہے کیونکہ وہ تو اس خیال سے اٹھے تھے ناکہ آج ہم نے بدلہ لینا ہے جو کہ یحییٰ بختیار صاحب ناکام ہوئے۔ ہم اس کی کسر نکالیں گے اور یہ سوال اس وقت انہوں نے بڑا زور دیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا کہ

> ”اصل حج ہمارے عقیدہ کے مطابق صرف مکہ معظّمہ میں ہو سکتا ہے۔ باقی رہی ظلّی حج کی اصطلاح۔ سو تاریخ اسلام کے مستند لٹریچر سے ثابت ہے کہ یہ صدیوں تک امت کے بزرگ علماء، اولیاء اور صلحاء میں رائج رہی ہے۔ جس کا ایک واضح ثبوت حضرت علی بن موفقؒ کا واقعہ ہے جو حضرت خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور عالم کتاب ”تذکرۃ الاولیاء“ کے پندرہویں باب میں تحریر فرمایا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مشہور صوفی حضرت عبداللہ بن مبارک حج سے فارغ ہو کر حرم میں سوئے ہوئے تھے کہ خواب میں انہیں ایک فرشتے نے بتایا کہ اس دفعہ چھ لاکھ حاجیوں میں سے کسی کا حج قبول نہیں ہوا۔ پھر اس نے بتایا کہ دمشق میں ایک موچی علی بن موفق نام رہتا ہے۔ وہ حج کو نہیں آیا لیکن اس کا حج قبول ہوا اور اسی کی بدولت یہ ساری خلقت بخش دی گئی۔“

ام المومنین

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ ایک سوال یہ تھا کہ آپ مرزا صاحب کی بیوی کو

امّ المؤمنین کیوں کہتے ہیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے اس موقعہ پر کمال کر دیا۔ فرمایا کہ:۔

> ’’امّ کے معنی ماں کے ہیں اور مؤمنین کے معنی ہیں مسیح موعود کو ماننے والے، ان پر ایمان لانے والے۔ تو معنی ہوئے مسیح موعودؑ پر ایمان لانے والوں کی ماں۔ آپ کو کیا اعتراض ہے؟‘‘

مسجد اقصیٰ

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ قادیان کی مسجد کا نام ’’مسجد اقصیٰ‘‘ رکھنا بے ادبی ہے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یعنی قادیان کی ’’مسجد اقصیٰ‘‘ کا نام ’’مسجد اقصیٰ‘‘ رکھنا؟ یہ بے ادبی ہے۔ حضورؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ:۔

> ’’ہندو پاکستان میں اس نام کی کئی مسجدیں موجود ہیں۔‘‘

میں مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں۔ سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ نے جو مسجدیں بنائیں۔ ایک کا نام مسجد احمدی تھا۔ ایک کا نام مسجد اقصیٰ تھا اور اس کی تصویر بھی چھپی ہوئی موجود ہے کتاب ’’سلطنت خداداد میسور‘‘ میں جس کے مصنف محمود بنگلوری ہیں۔

’’پنج تن‘‘

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مصرع ہے

ع یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے

یہ حضورؑ نے اپنی مبشر اولاد کے بارے میں فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ’’پنج تن‘‘ ایک مخصوص اصطلاح ہے۔ تو اس لحاظ سے یہ مصرعہ قابل اعتراض ہے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ’’پنج تن‘‘ فارسی ترکیب ہے جس کے معنی پانچ وجودوں کے ہیں۔ جہاں تک پنج تن پاک کی اصطلاح کا تعلق ہے، حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے نزدیک بھی اس کا اطلاق صرف حضرت رسول خدا محمد مصطفیٰ ﷺ، حضرت علی، حضرت حسنین اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضوان اللہ علیھم اجمعین کی

مقدس ہستیوں پر ہوتا ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ **آخر پر اٹارنی جنرل نے پوچھا کہ ممبران کی طرف سے استفسار ہے کہ محضر نامہ کے صفحہ ایک سو اٹھانوے سے لے کر ایک سو اکانوے تک جو اربعین کی عبارت رکھی گئی ہے تو کیا اس کو ہم دھمکی سمجھیں؟**

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے نہایت پیار اور محبت کے عطر سے ممسوح الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ

> ’’یہ الفاظ دراصل حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی طرف سے فقط دردمندانہ اپیل ہے کہ میں خدا کی طرف سے آیا ہوں۔ اگر میں کاذب ہوں تو اس کا فیصلہ بددعاؤں کے ذریعہ سے کرلو۔‘‘

میں اگر کاذب ہوں کذابوں کی دیکھوں گا سزا
پر اگر صادق ہوں پھر کیا عذر ہے روز شمار

سرکلرز سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ایمان افروز کلمات کے چند نمونے

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ مولانا صاحب! حکومت پاکستان نے جو سرکلر (Circular) جاری کئے تھے۔ چونکہ جماعت کے پاس تو ریکارڈ کرنے کی کوئی چیز نہیں تھی اور نہ ہی اس کی اجازت تھی تو اس سرکلر (Circular) میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے بیان سے بعض شائع شدہ نمونے ہیں ہم چاہیں گے کہ آپ ہمارے ناظرین کو بتائیں۔ مثلاً اس میں یورپ میں تبلیغ کے نتائج کے بارے میں حضور نے جو فرمایا، وہ آپ سرکلر (Circular) سے پڑھ سکیں گے؟

یورپ میں تبلیغ کے نتائج

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ سرکلر (Circular) کے مطابق حضورؒ نے اس موقعہ پر یہ فرمایا کہ

> ’’انگلستان میں ساری قوم کا مذہب عیسائی ہے۔ وہاں دہریّت

> کے ساتھ مقابلہ ہے۔ جو عیسائیت کو سچا سمجھتے ہیں آج بھی نبی کریم ﷺ کی حقانیّت اُن پر پوری طرح واضح نہیں ہوئی اور آہستہ آہستہ کھل رہی ہے۔ ان کو ہم کہہ دیتے ہیں کہ حسین مذہب اسلام دنیا میں احسان کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ ہمارا کام ہے۔ اس کے دو نتائج نکل رہے ہیں، ایک وقت میں ایک وہ کہ جو گندے ذہن سے کام لے رہے ہیں۔ اسلام کے خلاف، نبی کریم ﷺ کے خلاف، اس میں بڑی کمی آ گئی ہے اور دوسرے یہ کہ ان میں سے بہت سارے اسلام لے آئے۔ ڈنمارک میں ایک نومسلم رہتے تھے تو اس نے اسلام لانے کے بعد عربی سیکھی اور قرآن کریم کا ڈینش زبان میں ترجمہ بھی کیا۔‘‘

(سرکلر 5 اگست 1974 صفحہ 12)

فیضان محمدی اور امتی نبی

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہ غالباً مکرم و محترم عبدالسلام میڈیسن صاحب کا ذکر ہے۔

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ اسی طرح سے فیضان محمدی اور امتی نبی کے حوالے سے حضورؒ نے کیا فرمایا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ سرکلر (Circular) جو ہے یہ پانچ اگست 1974ء کا ہے۔ اور یہ اگلے بھی قریباً اسی کے ہیں۔

حضورؒ نے فرمایا کہ

> ’’امتی نبی کے یہ معنی ہیں کہ وہ شخص جو نبی اکرم ﷺ کے عشق اور محبت میں اپنی مذہبی زندگی گزار رہا ہے اس کو ہم امتی کہیں گے۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ** (آل عمران: 32) میری اتباع کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی محبت کو پاؤ گے۔ امتی کے معنی یہ ہیں کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نبی اکرم ﷺ کے کامل متبع تھے۔ اور ہمارا عقیدہ یہ ہے

> کہ کوئی روحانی برکت اور فیض نبی اکرم ﷺ کی اتباع کے بغیر حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔... ہزار ہا نبی آئے۔ کہیں مذہبی لٹریچر میں، بائیبل، انجیل اور دوسرے مذاہب کی کتب میں ان میں کہیں نظر نہیں آیا کہ مثلاً بنی اسرائیل کے انبیاء حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت قدسیہ، افاضہ روحانی کے نتیجہ میں نبوت کے مقام پر پہنچے۔ میرے علم میں کہیں نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہے ہی کوئی نہیں۔ اس واسطہ ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ... یہ صرف آنحضرت ﷺ کے بعد ایک تاریخی اور مذاہب انسانی کے اندر ایک عجیب انقلابی نئی چیز پیدا ہوئی کہ اب کوئی، کسی قسم کا بھی روحانی رتبہ حاصل نہیں کرسکتا۔ یعنی عام ایک اچھا آدمی، نیک آدمی وہ بھی نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع نہ کرے۔ ''

(سرکلر 5/اگست 1974ء صفحہ 92-93)

ختم نبوت اور مسیح محمدی

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ کیا مسیح محمدی کی آمد ختم نبوت کے منافی نہیں؟۔ اس بارے میں حضورؒ نے کیا ارشاد فرمایا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ فرمایا:۔

> ''امت محمدیہ شروع سے لے کر تیرہ سو سال تک نبی ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہوئے ایک ایسے مسیح کا انتظار کرتی رہی جس کو مسلم کی حدیث میں خود آنحضرت ﷺ نے چار بار نبی اللہ کہا اور وہ خاتم النبیین پر بھی ایمان رکھتے تھے۔ اس واسطے یہ میرے نزدیک کوئی الجھن نہیں ہے۔ ساری امت تیرہ سو سال تک خاتم النبیین کے خلاف اس عقیدہ کو نہیں سمجھتی رہی۔ ایک مسیح آئے گا جو نبی اللہ ہوگا اور میں نے ابھی بتایا ہے کہ امت کے سلف صالحین کی سینکڑوں عبارتیں یہاں بتائی جا سکتی ہیں جو آنے والے کے مقام کو ظاہر کر رہی ہیں۔

> ایک شیعہ حضرت میرے بھائی جو ہیں ان کا حوالہ کل میں نے پڑھا، ان کا حوالہ ہے کہ وہ تمام انبیاء سے، تمام انبیاء سے افضل ہو گا کیونکہ وہ نبی کریم ﷺ کا کامل ظل ہوگا۔ اس طرح سینکڑوں حوالے موجود ہیں۔''

(سرکلر 9 اگست 1974ء صفحہ 21)

دراصل سرکلر (Circular) میں الفاظ واضح نہیں ہیں۔ جو میری یادداشت ہے میں نے اس کے مطابق دو ایک لفظوں کو تبدیل کر دیا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ اس طرح نہیں تھے۔

حضورؒ نے مسیح محمدی کی آمد کے متعلق بتایا کہ جب وہ آئے گا آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق آئے گا اور یہ یقیناً ختم نبوت کے منافی نہیں ہوگا اور یہی جماعت احمدیہ کا موقف ہے۔

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ حضورؒ نے احمدیوں اور دوسرے بزرگوں کے عقیدہ میں کیا فرق بیان فرمایا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضور نے فرمایا کہ

> ''تیرہ سو سال تک جو عقیدہ تھا وہ یہ تھا کہ مسیح نبی اللہ آئے گا۔ یہ امت کا عقیدہ تھا۔ لیکن معین کوئی شکل انہوں نے اس لئے نہیں بتائی کہ وہ آیا نہ تھا۔ ہمارا اور باقی ہمارے بزرگوں کا صرف یہاں فرق نظر آتا ہے۔ اور یہ ہونا بھی چاہئے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جس کا انتظار تیرہ سو سال تک کیا جا رہا تھا، وہ آ گیا۔ وہی ہمارے سلف صالحین کہہ رہے تھے کہ جس کا انتظار تیرہ سو سال سے کیا جا رہا تھا وہ آنے والا ہے۔ ''آ گیا'' اور ''آنے والا''۔ فرق ہے اور ہونا چاہئے۔ عقلاً کیونکہ وہ پہلی صدیاں تھیں اور ہم دوسری صدی میں داخل ہو گئے ہیں۔''

(سرکلر 9/اگست 1974ء صفحہ 32)

بزرگان سلف کی تکفیر

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ بزرگان سلف پر تکفیر ہوتی رہی ہے۔ اس حوالے سے بھی حضرت صاحبؒ نے وہاں پر کوئی ارشاد فرمایا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے فرمایا کہ ہمارے محضرنامے میں ایک رسالہ ہے۔ اس کا نام ’’مقربان الٰہی کی سرخروئی‘‘ ہے۔

میں عرض کر چکا ہوں یہ خاکسار نے حضورؒ کے ہی ارشاد پر لکھا تھا اور پھر محضرنامہ کے جو ضمیمے دیئے گئے تھے، اس میں شامل تھا۔ اس کا انگریزی ترجمہ بھی مولانا بشیر احمد رفیق خان صاحب نے لندن سے رسالہ "Muslim Herald" میں شائع کیا۔ اب میں حضورؒ کے اصل الفاظ پڑھتا ہوں۔

> ’’ہمارے محضرنامے میں ایک رسالہ ہے اس کا نام ’’مقربان الٰہی کی سرخروئی روح کافرگری کے ابتلاء میں‘‘ ہے۔ اس میں بطور مثال کے صدیوں میں سے انتخاب کر کے مختلف پچپن مشہور بزرگان امت کے کچھ واقعات مختصراً لکھے ہیں جو ان کی سیرت پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ مثلاً جب سید عبدالقادر جیلانیؒ صاحب نے تطہیر اور تدریس کا کام شروع کیا تو اس وقت کے علماء نے یہ کہہ کر کفر کا فتویٰ لگایا کہ آپ وہ باتیں کرتے ہیں جو آپ سے پہلے سلف صالحین نے نہیں کیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے چُھپی ہوئی کتاب کے چُھپے ہوئے خزانے، اس کتاب مکنون کے حصے اس زمانے کے مطابق سکھائے لیکن علمائے ظاہر نے پہلی کتب کو دیکھا اور ان پر الزام دیا اور سو سال کے بعد جو نئے بزرگ ہماری امت میں پیدا ہوئے سید عبدالقادر جیلانی کے بعد، ان کے اوپر یہ کہہ کر کفر کا فتویٰ دے دیا کہ آپ وہ باتیں کرتے ہیں جو سید عبدالقادر جیلانیؒ صاحب نہیں کیا کرتے تھے۔ یہ میں مفہوم ان کی زندگیوں کا بتا رہا ہوں۔۔۔۔ زمانہ ہر آن بدل رہا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد اس زمانہ کے بدلنے کے نتیجہ میں نئے مسائل انسان کی زندگی میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لئے قرآن کریم آئے گا یا نہیں آئے گا۔ میں کہتا ہوں کہ ہمیشہ آتا ہے۔‘‘

(سرکلر 21 اگست 1974ء صفحہ 56)

سفر یورپ

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ 1973ء میں حضورؒ نے سفر یورپ کیا۔ اس کے حوالے سے قومی اسمبلی میں کیا بیان فرمایا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ فرمایا:۔

> ’’پچھلے سال 1973ء میں یورپ میں گیا تھا۔ اور میں نے کانٹینینٹل (Continental) پہ چار جگہ پریس کانفرنس کی۔‘‘

(دیکھیں یہ حال سرکلر (Circular) کا، کانٹی نینٹل کو کانٹی نینٹ لکھا ہوا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ اردو اور عربی اور انگریزی تینوں سے ہی بے بہرہ ہے نوٹ کرنے والا شخص۔)

> ’’اور وہاں میں نے اس مسئلہ پر بتایا کہ کمیونزم جو حل انسان کے آج کے مسائل کا پیش کر رہا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ اچھا، بہتر، اس سے کہیں، اور اس سے کہیں زیادہ انسان کو Satisfy کرنے والا حل قرآن کریم میں موجود ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ کون سے مخفی خزانے تھے جو اس Age میں جماعت احمدیہ کے ذریعہ ظاہر ہوئے۔ چنانچہ ان کے متعلق میں یہ کہوں گا کہ میرا یہ دعویٰ نہیں کہ پہلی کتب ساری پر میرا عبور ہے۔ اگر کسی صاحب کو عبور ہو کہ وہ آج کے مسائل حل کرنے کے لئے پہلی کتب میں سے مواد نکال دے تو میں یہ سمجھوں گا کہ وہ ٹھیک ہے۔‘‘

(سرکلر 21 اگست صفحہ 57)

مسیح موعود کی بعثت کا مقصد

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا جو مقصد تھا اس کے بارے میں حضورؒ نے کیا فرمایا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ نے فرمایا۔ ’’دوسرے مسلمانوں میں وحدت کا قیام‘‘ پھر حضورؒ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہی الفاظ بیان فرمائے جو ’’الوصیت‘‘ صفحہ 6 طبع اول

میں موجود ہیں:۔

> ''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں، کیا یورپ اور کیا ایشیا، ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔''

(سرکلر 22 اگست 1974ء صفحہ 91)

تحریک شدھی کا جہاد

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔تحریک شدھی کے حوالے سے جماعت احمدیہ کا جو عظیم الشان جہاد ہوا، اس حوالہ سے حضورؒ نے کیا فرمایا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔حضور اقدسؒ نے فرمایا:۔

> ''اندوہناک واقعہ ہوا۔ یوپی کے اضلاع آگرا، متھرا وغیرہ وغیرہ شاہجہان پور، فخر آباد، بدایوں اور تر واہ میں ایسے ملکانہ راجپوت آباد تھے۔ جو اپنے آپ کو مسلمان خیال کرتے تھے لیکن ان کا رہن سہن، کھانا پینا، بول چال، رسم ورواج سب ہندوانہ تھے۔ حتّٰی کہ بعض کے نام بھی ہندوانہ تھے اور ناواقفی کی وجہ سے وہ اپنی غیر اسلامی حالت کو اسلامی حالت سمجھ کر مطمئن تھے اور لمبے عرصے تک ان کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ آریاؤں نے میدان خالی پا کر انہیں ہندو قوم میں ضم کرنے کے لئے بڑے زور شور سے شدھی کی تحریک شروع کر دی۔ تمام اضلاع میں پرچارک بھجوائے اور اسلام کے خلاف نہایت زہریلا پراپیگنڈہ شروع کیا جس سے سارے ملک میں شور پڑ گیا۔ اس موقعہ پر 7 مارچ 1923ء کو امام جماعت احمدیہ نے مسلمانوں کو ارتداد کے فتنہ سے بچانے کے لئے جہاد اکبر کا علم بلند کیا اور ایک سو پچاس احمدی رضا کار فوری طور پر ایک نظام کے ماتحت مختلف علاقوں میں بھجوا دیئے۔ اور اس میں ایک لمبا تسلسل پیدا کیا۔ چنانچہ ان مجاہدین کی مساعی رنگ لائی اور دوسرے دوست

بھی پہنچے ہوئے تھے اور یہ فتنہ جو تھا اس وقت جب بڑا سیلاب آیا تھا مسلمان اخبارات نے اس سلسلہ میں جو لکھا۔ مثلاً زمیندار مولانا ظفر علی خان صاحب کا۔ 8 اپریل 1923ء کو لکھا۔ احمدی بھائیوں نے جس خلوص، جس ایثار، جس جوش، ہمدردی سے اس کام میں حصہ لیا ہے، وہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس پر فخر کرے.... اخبار ’’ہمدم لکھنؤ‘‘ 6 اپریل 1923ء نے لکھا قادیانی جماعت کے مساعی حسنہ اس معاملے میں بے حد قابل تحسین ہیں اور دوسرے اسلامی بھائیوں کو بھی انہیں کے نقش قدم پر چلنا چاہئے۔‘‘

(سرکلر 22 اگست 1974ء صفحہ 101-102)

تحریکِ ناموسِ رسالت

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ 1927ء کی تحریک ناموس رسالت میں جماعت احمدیہ کے کردار کے بارے میں بھی حضورؒ نے وہاں ارشاد فرمایا۔ وہ ارشاد کیا تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ کے مبارک الفاظ یہ ہیں:۔

’’اب ہم آتے ہیں 1927ء میں۔ اسلام کے افق میں نمودار ہوئے آگ کے شعلے تھے۔ بڑا اس کا ردعمل ہونا چاہئے تھا۔ آریہ راجپال کی ناپاک کتاب ’’رنگیلا رسول‘‘ اور ’’امرتسر‘‘ کے رسالہ ’’ورتمان‘‘ سید المعصومین آنحضرت ﷺ کے خلاف ان رسالوں میں جو دلآزاری کے مضمون شائع ہوئے، یہ اس کے اوپر ہے۔ ایک حوالہ ’’مشرق‘‘ 22 ستمبر 1927ء اس کے متعلق پڑھ دیتا ہوں۔ (یہ سرکلر کے الفاظ میں پڑھ رہا ہوں۔ ناقل) کام کیا۔ بڑی سخت جنگیں لڑی گئیں۔ ’’ورتمان‘‘ اور ’’رنگیلا رسول‘‘ کے متعلق جناب امام جماعت احمدیہ کے احسانات تمام مسلمانوں پر ہیں۔ آپ کی ہی تحریک سے ’’ورتمان‘‘ پر مقدمہ چلایا گیا۔ (یہ اخبار ’’مشرق‘‘ 22 ستمبر 1927ء کا حوالہ ہے۔ ایک ’’مشرق‘‘ تو اب پاکستان کے قیام کے بعد جاری ہوا۔ یہ بہت قدیم

اخبار تھا گورکھپور کا۔ ناقل) تو اخبار ''مشرق'' نے لکھا کہ جناب امام جماعت احمدیہ کے احسانات تمام مسلمانوں پر ہیں۔ آپ کی ہی تحریک سے ''ورتمان'' پر مقدمہ چلایا گیا۔ آپ ہی کی جماعت نے ''رنگیلا رسول'' کے معاملے کو آگے بڑھایا۔ سرفروشی کی اور جیل جانے سے خوف نہیں کھایا۔ آپ کے ہی پمفلٹ نے جناب گورنر صاحب بہادر پنجاب کو عدل و انصاف کی طرف مائل کیا۔ آپ کا پمفلٹ ضبط کر لیا مگر اس کے اثرات کو زائل نہیں ہونے دیا اور لکھ دیا کہ اس پوسٹر کی ضبطی محض اس لئے ہے کہ اشتعال نہ بڑھے۔ انگریز کی حکومت نے اس کا تدارک نہایت عادلانہ فیصلہ سے کر دیا اور اس وقت ہندوستان میں جتنے فرقے (یہ ''مشرق'' اخبار کا حوالہ ہی ہے) مسلمانوں کے ہیں سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں یا ہندوؤں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہو رہے ہیں۔ صرف ایک جماعت، احمدیہ جماعت ہے جو قرونِ اولیٰ کی طرح کسی فرد یا جمعیت سے مرعوب نہیں ہے اور خاص اسلام کا کام سرانجام دے رہی ہے۔''

(سرکلر 22/اگست 1974ء صفحہ 103)

حضرت مصلح موعودؓ کا ایک شعر یاد آ گیا ہے۔ ؎

تعریف کے قابل ہیں یا رب تیرے دیوانے
آباد ہوئے جن سے دنیا کے ہیں ویرانے

زندہ نبی کے زندہ معجزات

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ زندہ نبی کے زندہ معجزات کے حوالے سے حضورؒ نے اسمبلی میں کیا بیان فرمایا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ فرمایا:۔

''ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ ایک زندہ نبی ہیں۔ زندہ نبی جسمانی لحاظ سے نہیں ہیں۔ جسمانی زندگی تو آپؐ کی محدود ہے۔ وہ ہمیں پتہ

ہے کہ آپ کتنے برس زندہ رہے۔ لیکن آپؐ کی جو روحانی زندگی ہے وہ قیامت تک ممتد ہے۔ اس کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کو ایک زندہ نبی مانتے ہیں اور زندہ نبی کا جو تصور ہمارے دماغ میں ہے اُس میں سے ایک یہ ہے کہ آپؐ کی روحانی زندگی کے نتیجے میں امت محمدیہ میں قیامت تک ایسے افراد پیدا ہوتے رہیں گے جو آپؐ کی روحانیت کے طفیل خدا تعالیٰ کے نشانات اسلام کی حقانیت کے ثبوت کے لئے بنی نوع انسان کے سامنے پیش کرتے رہیں گے۔... عرف عام میں ہم کہتے ہیں کہ سید عبدالقادر کے معجزات ہیں اور ہم یہ کہتے ہیں کہ امام باقرؒ کے معجزات ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک چھوٹا سا ”تتمہ حقیقۃ الوحی“ کا حوالہ ہے۔ میں پڑھ دیتا ہوں۔

”اسلام تو آسمانی نشانوں کا سمندر ہے۔ کسی نبی سے اس قدر معجزات ظاہر نہیں ہوئے جس قدر ہمارے نبی کریم ﷺ سے۔ کیونکہ پہلے نبیوں کے معجزات (وہی میرا جو پہلا مضمون تھا اس کے متعلق ہے۔) کیونکہ پہلے نبیوں کے معجزات ان کے مرنے کے ساتھ مر گئے مگر ہمارے نبی کریم ﷺ کے معجزات ابد تک ظہور میں آرہے ہیں اور قیامت تک آتے رہیں گے۔ جو کچھ میری تائید میں ظاہر ہوتا ہے دراصل وہ آنحضرت ﷺ کے معجزات ہیں۔“

(سرکلر 24 اگست صفحہ 56-57)

یہ حضرت بانی جماعت احمدیہ کے الفاظ تھے۔

بزرگانِ سلف کے الہامات

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ گزشتہ تیرہ صدیوں کے الہامات جو بزرگان کو ہوئے اُس بارے میں بھی حضورؒ نے اپنا بیان اسمبلی میں دیا تھا وہ حضورؒ کے الفاظ آپ بیان فرمائیے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضورؒ کے الفاظ اُس سرکلر کے یعنی حکومت کے شائع کردہ

سرکلر کے مطابق یہ تھے۔ یہ سرکلر 24 اگست کا ہے۔ اس کا صفحہ 116 ہے۔ فرمایا:۔

> ''ایک دفعہ ہمارے سکالر عارضی طور پر فارغ تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ سلفِ صالحین کی کتب کا مطالعہ کرو۔ ان کے نقطہ سے وحی، الہام، کشف اور رؤیا اکٹھے کرو تو وہ چار کاپیاں بڑے سائز کی انہوں نے اکٹھی کر کے دیں۔ 1/1000 وہ شاید ہمارے لٹریچر کا ہے۔ یہ کہنا کہ سلفِ صالحین میں سے نہ وحی کے نزول پر ایمان لاتے تھے نہ الہام اور کشوف اور رؤیا پر، ہماری تاریخ اُس کو غلط ثابت کرتی ہے۔''

یہ حضورؒ کے الفاظ تھے۔ اس میں حضورؒ نے جس سکالر کی طرف اشارہ کیا ہے وہ استاد المحترم حضرت مولانا عبداللطیف صاحب بہاولپوری فاضل دیو بند تھے اور یہ چاروں کاپیاں جو حضورؒ کے ارشاد پر اُس وقت تیار کی گئیں جب حضورؒ صدر انصار اللہ تھے۔ جب حضورؒ خلیفہ منتخب ہوئے تو حضورؒ نے یہ چاروں کاپیاں اس خاکسار نابکار کو عطا فرمائی تھیں۔

ختم نبوت کے بارہ میں سوالات

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا تقریباً تیرہ دن یہ کارروائی جاری رہی۔ تحریک کا نام تحریکِ ختم نبوت تھا اور ساٹھ کے قریب ہم نے سوال آپ سے کئے جن کے آپ نے حضرت خلیفة المسیح الثالثؒ کے حوالہ سے جوابات دیئے۔ اب حیرت کی بات یہ ہے کہ ختمِ نبوت کے نام سے تحریک جاری ہے اور اتنی لمبی کارروائی ہوئی ہے اس میں ایک سوال بھی ہمیں ختمِ نبوت کے حوالے سے نہیں ملا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔ یہ حقیقتاً ایک چونکا دینے والا انکشاف ہے جو سوال کے ذریعہ سے آپ نے اخذ فرما دیا ہے۔ حق یہ ہے کہ بھٹو صاحب کی حکومت اور نام نہاد جہادی ملاؤں نے خدا کی پیاری جماعت کے خلاف اگرچہ ہمہ گیر فتنہ تو ختم نبوت کے تحفظ کے نام سے اٹھایا تھا اور سربراہ کمیٹی کا بھی کام یہی تھا منکرینِ ختم نبوت کو سزا دینے کے لئے قانون کیا بننا چاہئے مگر یہ حقیقت ہے کہ اسمبلی 1974ء میں ختم نبوت، اُس کی حقیقت اور اُس کے معنی کے متعلق سرے سے کوئی سوال

ہی نہیں کیا گیا۔ ایک بھی نہیں کیا گیا۔ بلکہ اٹارنی جنرل اور ملاؤں کے نمائندوں دونوں کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جو محضر نامہ پیش کیا اُس میں ختم نبوت سے متعلق اور دیگر اقتباسات اور حوالہ جات میں سے کسی کو بھی چیلنج کرنے یا تنقید کرنے کی جرأت نہیں ہوئی اور اسی بدحواسی کے عالم میں قرآن و احادیث کے خلاف ایک نیا کلمہ ایجاد کر کے اُس کی بنا پر احمدیوں کو Non Muslim قرار دے دیا گیا جس پر گزشتہ چودہ صدیوں میں کسی ایک مسلمان کا ایمان لانا ثابت نہیں ہوسکتا اور ہرگز نہیں ہوسکتا۔ خلاصہ یہ ہے۔ ؎

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یعنی یہ بات تو کھل کے واضح ہوگئی کہ جس نام پر یہ سارا ڈرامہ کھیلا گیا اُس بارے میں کوئی سوال ہی نہیں کیا گیا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ قطعی طور پر۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب: سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسمبلی کی کارروائی کے بعد آپ کو تحقیق جاری رکھنے کا ارشاد فرمایا تھا۔ تو کیا ختم نبوت کے حوالے سے کوئی آپ کو مزید مواد ملا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ جزاکم اللہ۔ یہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ ونوّر اللہ مرقدہ کا دائمی اعجاز ہے کہ حضورؒ کے طفیل اس خدمت کی توفیق ملی۔ میں اس موقع پر یہ سب سے پہلے عرض کروں گا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ ونور اللہ مرقدہ کے فیضان خلافت کو میں نے آج تک اس پہلو سے بھی مشاہدہ کیا ہے اور خدا کے فضل سے بہت سے امور حضورؒ کے اس فرمان کے نتیجہ میں میرے سامنے آئے ہیں۔ یہاں پاکستان میں ریسرچ کرتے ہوئے بھی اور بیرونی ممالک میں سفر کرتے ہوئے بھی۔

2002ء میں میں جب فرانس کا دورہ کر رہا تھا تو ختم نبوت کے تعلق میں مجھے فرانس کی مسجد کے قرب میں واقع ایک لبنانی کتب خانے کو دیکھنے کا موقع ملا۔ خدا تعالیٰ کا یہ ایک ایسا تصرف ہوا کہ دیگر اہم اور نایاب کتابوں کے علاوہ ایک کتاب ”ختم الاولیاء“ کے نام سے مجھے ملی اور یہ کتاب

تیسری صدی ہجری کے وسط میں وصال پانے والے دنیائے اسلام کے ایک عظیم بزرگ اور صوفی کامل حضرت ابوعبداللہ محمد بن علی بن الحسن الحکیم الترمذی کی تھی۔ اس کی اہمیت یہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے امت کو پہلے سے بتا دیا تھا کہ سب سے پہلے تو برکات سے معمور میری صدی ہے۔ وہی تمام صدیوں سے سب سے افضل ہے۔ اس کے بعد مرتبہ ہے دوسری صدی کا پھر تیسری صدی کا اور اس کے بعد علم کے لحاظ سے، عمل کے لحاظ سے، جھوٹ اور غلط بیانیوں کا ایک سیلاب آ جائے گا۔ جس سے کہ اسلامی عقیدے بھی اور مسلمانوں کے ایمان بھی متاثر ہوں گے۔ تو حضرت حکیم الترمذی کی شان یہ ہے کہ یہ بزرگ فوت ہوئے ہیں 155 ہجری میں یعنی تیسری صدی میں ان کی وفات ہوئی ہے اور یہ دراصل دوسری صدی کے بزرگ ہیں۔

حضرت حکیم الترمذیؒ نے اپنی اس کتاب میں جو عرب میں شائع ہوئی ہے اور بیروت سے المطبعۃ الکاثولیّکیہ میں چھپی ہے۔ اس میں آپ پہلے بتاتے ہیں کہ مقام ختم نبوت کیا چیز ہے اور وضاحت کر رہے ہیں کہ یہ مقام خاتمیت فیضان کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

”فان الذی عمی عن خبر هذا یظن ان خاتم النبیین تاویله انه آخرهم مبعثا فای منقبة فی هذا و ای علم فی هذا.

هذا تاویل الملحدالجهلة.

کہتے ہیں۔ جو لوگ بشریت بھی رکھتے ہیں اور قرآن کی عظمتوں اور محمد عربی ﷺ کے مقام ختم نبوت کے بارے میں بالکل اندھے ہیں۔ ان کا یہ خیال ہے کہ خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ آنحضور آخری نبی ہیں۔ مگر آپ فرماتے ہیں:۔

فایّ منقبة فی هذا

آخر میں آنا کون سی منقبت (خوبی) ہے۔

و ایّ علم فی هذا

اور اس میں کون سا علم و معرفت کا نکتہ ہے۔

هذا تاویل الملحد الجهلة (صفحه 340-341)

یہ پاگلوں کی تاویل اور تفسیر ہے اور ان لوگوں کی ہے جو شان محمدیت سے بھی جاہل ہیں اور

قرآن سے بھی ناواقف ہیں۔

(میں نے جب یہ کتاب خریدی اور یہ حوالہ پڑھا تو میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اگر 7 ستمبر 1974ء کو چوہدری فضل الٰہی صاحب کی بجائے حضرت حکیم الترمذی صدر مملکت ہوتے تو وہ بھٹو صاحب، پیپلز پارٹی کے ارکان، اپوزیشن کے ممبروں سب کو گمراہ قرار دیتے، جاہل قرار دیتے اور پاگل خانے میں بھیج دیتے۔ کیونکہ لکھتے ہیں کہ یہ پاگلوں کی تاویل ہے جس کا شان محمدیت سے تعلق ہے نہ قرآن کی عظمتوں کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔)

اسی کتاب میں ایک اور بات بھی لکھی ہے۔ چنانچہ حضرت حکیم الترمذی نے یہ بات بھی فرمائی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد عیسیٰ جو آنے والے ہیں، وہ آنحضرتؐ کی امت میں سے آئیں گے اور یہ محمد عربی ﷺ کی عظمت کی دلیل ہے کہ آپ کی امت میں نبی آئیں اور آپ کا فیضان امت میں جاری رہے۔ (کتاب مذکورہ صفحہ 316) تو جو بات تیرہ سو سال کے بعد جماعت احمدیہ نے دنیا کے سامنے پیش کی وہ "خیر القرون قرنی" ("مرقاۃ المصابیح" شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) کے بعد دوسری صدی کے ایک عظیم اور بلند پایہ صاحب کشف اور صاحب الہام بزرگ نے تمام عالم اسلام کے سامنے رکھ دی اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ختم نبوت کا پرچم خدا نے یا پہلے آنحضرت ﷺ کے زمانہ کی صدی اور دوسری صدی کے بزرگوں کے ہاتھ میں رکھا تھا اور یا پھر آج یہ مسیح موعودؑ کے غلاموں کو عطا کیا ہے۔

ختم نبوت کا عرفان

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ عرفانِ ختم نبوت کے بارہ میں آپ کچھ فرمانا چاہتے ہیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمَانِ الرَّحِیۡمِ. صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ وُلۡدِ آدَم

قبل اس کے کہ میں اپنی معروضات اور گذارشات پیش کروں۔ میں یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ بسم اللہ کے بعد درود شریف کے الفاظ جو میں نے پڑھے ہیں یہ ہمارے آقا، ہمارے مولیٰ محمد عربی ﷺ کے پُرجلال خدا کے الفاظ ہیں جو آج سے ایک سو تیرہ برس پہلے آنحضرتؐ

کے بے مثال عاشق حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر نازل ہوئے۔ اور تحفہ بغداد کے صفحہ 23 (طبع اوّل) پر حضور نے خود اس کو نقل کیا ہے۔ یہ الفاظ آئندہ بھی یہاں نشست میں دہراؤں گا کیونکہ اس الہام پر جماعت احمدیہ کی بنیاد قائم ہے اور ربِّ کعبہ کی قسم اٹھا کر میں کہتا ہوں کہ آج نقشۂ عالم پر صرف احمدی ہیں جنہیں خاتم النبیین اور خاتم النبیین کے فیضان پر زندہ عرفان حاصل ہے۔ وہی آج سفیرِ ختم نبوت ہیں۔ انہی کے ہاتھ میں خدا کے الہام نے پرچم ختم نبوت تھمایا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ احمدی زندہ جلایا جانا گوارا کر سکتا ہے، اسے یہ بھی منظور ہے کہ اسے سمندر میں غرق کر دیا جائے، آروں سے چیر دیا جائے مگر وہ خاتم النبیین اور اس کے فیضان سے کبھی انکار نہیں کر سکتا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دل اب تن خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی کتاب ''حقیقۃ النبوۃ'' میں فرمایا ہے کہ:۔

> ''اسے (اغیار کو) کسی کے دل کا حال کیا معلوم۔ اسے اس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے۔ وہ کیا جانے کہ محمد ﷺ کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی ہے۔ وہ میری جان ہے۔ میرا دل ہے۔ میری مراد ہے۔ میرا مطلوب ہے۔ اس کی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے اور اس کی کفش برداری مجھے تخت شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے۔ اس کے گھر کی جاروب کشی کے

> مقابلہ میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے‘‘ (یعنی محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ فداہ نفسی وروحی وابی وامی۔ ناقل)

پھر فرماتے ہیں:۔

> ’’وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے۔ پھر میں کیوں اس سے پیار نہ کروں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر میں اس سے کیوں محبت نہ کروں۔ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے پھر میں کیوں اس کا قرب نہ تلاش کروں۔ میرا حال مسیح موعودؑ اس کے شعر کے مطابق ہے۔؎

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرّم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

(’’انوار العلوم‘‘ جلد 2 صفحہ 503 ناشر فضل عمر فاؤنڈیشن۔ ربوہ)

خدا کے بعد سب سے بڑھ کر مجھے محمد عربی ﷺ کی مقدس ذات کے ساتھ عشق ہے میں اس میں مخمور ہوں۔ میرے رگ وریشہ میں یہ عشق سرایت کئے ہوئے ہے۔ اگر یہ کفر ہے تو میں دنیا میں ڈنکے کی چوٹ صدائے ربانی بن کر اعلان کرتا ہوں کہ میں دنیا میں سب سے بڑا کافر ہوں۔

تو یہ ختم نبوت اور اس کی شان اور جلالت مرتبت اور مقام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا اور جماعت احمدیہ کا ہر فرد آج اس کی چلتی پھرتی تصویر ہے۔ مگر آخر میں سوال کا جواب دینے سے پہلے اس کا دوسرا رخ بھی بتانا چاہتا ہوں۔ اور وہ صرف واقعات کی حد تک ہے۔ تیس جولائی 1952ء کو ملتان کی ایک بلند پایہ شخصیت جناب سید زین العابدین گیلانی میونسپل کمشنر نے جو کہ ڈسٹرکٹ مسلم لیگ کے صدر تھے، ملتان سے ایک اشتہار شائع کیا۔ یہ اشتہار پاکستان پبلسٹی پرنٹنگ پریس چوک شہیداں ملتان شہر سے 30 جولائی 1952ء کو شائع ہوا۔ محترم سید زین العابدین صاحب گیلانی نے اس اشتہار کا عنوان رکھا:۔

> ’’سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی سیاسی قلابازی اور ملتان میں کشت وخون اور حسب معمول احراری لیڈروں کی بے وفائی۔‘‘

اس اشتہار میں وہ لکھتے ہیں کہ ایک سرکاری افسر نے ماہ رمضان میں ملتان کے اندر کشت وخون کرنے اور دہشت گردی کا مظاہرہ کرنے پر سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کو ڈانٹ پلائی۔

اس پر انہوں نے جو بیان دیا اس کے وہ الفاظ میں اس وقت رکھنا چاہتا ہوں جس سے ان کے ختم نبوت کے سارے دعوؤں کا علم ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:۔

> ’’سید عطاء اللہ صاحب امیر شریعت نے ایک بھرے معزز اجتماع میں ان الفاظ میں اظہار معذرت کیا... میں ممتاز صاحب دولتانہ کو اس لئے اپنا لیڈر جانتا ہوں۔(اس وقت پنجاب کے وزیر اعلیٰ دولتانہ صاحب تھے۔ناقل) کہ ایک تو وہ صوبہ مسلم لیگ کے صدر ہیں اور دوسرے وہ صوبہ پنجاب کی حکومت کے وزیر اعلیٰ ہیں۔‘‘

اب یہ ساری عمر کہا جاتا رہا کہ بانی جماعت احمدیہ کا دعویٰ نبوت کرنا، دعویٰ نبوت کے منافی ہی نہیں بلکہ گستاخی بھی ہے۔ یہ سرقہ ہے۔

شاہ جی نے کہا کہ:۔

> ’’اگر دولتانہ صاحب کہہ دیں (خدا کہے تو نہیں مانوں گا۔ مصطفیٰ ؐ کہے تب بھی نہیں مانوں گا۔ناقل) کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت پر ایمان لے آؤ۔ تو میں اس پر ایمان لے آؤں گا اور مرزا بشیر الدین محمود کو خلیفۃ المسیح مان لوں گا‘‘۔

یہ ہے ختم نبوت کا مظاہرہ جس کا پوسٹمارٹم خود ’’امیر شریعت‘‘ نے کیا ہے۔

اراکین اسمبلی سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا رقت آمیز الوداعی خطاب

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ **مولانا! اس تمام کارروائی کے بعد جو تیرہ دن جاری رہی آخری دن 24 اگست 1974ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے قومی اسمبلی سے رخصت ہوتے ہوئے ممبران کو کیا پیغام دیا؟**

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ جب کارروائی ختم ہوئی، یہ رات کا وقت تھا اور حضرت

خلیفۃ المسیح الثالثؒ پر بھی ایک رقت کی کیفیت طاری تھی۔ اسی طرح ہم جو خدام تھے اس وقت ایک ایسا عالم طاری تھا کہ آج میں لفظوں میں اس کو بیان نہیں کر سکتا۔ خاموشی بھی تھی۔ زیرِ لب دعائیں بھی تھیں۔ استغفار بھی تھا۔ خدا کا شکر بھی ادا کر رہے تھے۔ اور ہمیں معلوم نہیں تھا کہ یہ آخری دن ہے۔ اور نہ یہ پتہ تھا کہ اٹارنی جنرل صاحب کا آخری سوال تھا جس کا جواب حضورؒ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اس ماحول میں یحییٰ بختیار صاحب اٹارنی جنرل نے حضورؒ کو مخاطب ہو کر کہا کہ مرزا صاحب جو سوالات علماء یا گورنمنٹ نے مجھے دیئے تھے آپ تک پیش کرنے کے لئے، وہ تو میں کر چکا ہوں۔ اب میرے پاس کوئی سوال نہیں ہے۔ اب میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ خصوصی کمیٹی کے ممبروں سے کچھ خطاب کرنا چاہیں۔ ہمیں بڑی خوشی ہوگی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے یہ بات سن کر قرآن مجید جو حضور ہر اجلاس میں ساتھ رکھتے تھے، اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمانے لگے کہ مجھے آپ ممبران کی خدمت میں تیرہ دن تک آنے کا موقع ملا ہے۔ پہلے دو ایام میں میں نے محضر نامہ آپ کے سامنے پیش کیا۔ باقی گیارہ ایام میں آپ حضرات کی طرف سے بہت سے سوالات کئے گئے۔ ان تیرہ دنوں میں مجھ پر انتہائی سخت قسم کے سوالات کئے گئے۔ جرح کی گئی۔ میں قرآن کو ہاتھ میں رکھ کے اور خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ ان تیرہ دنوں میں اگر کوئی شخص میرے دل کو چیر کے دیکھ سکتا تو خدا کی قسم اس دل میں سوائے خدا اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت کے اور کوئی چیز نہ پاتا۔

و اٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.

کاروائی اور فیصلہ پر ”عمائدین“ کے تاثرات کی جھلکیاں

صاحبزادہ فاروق علی صاحب کا حقیقت پسندانہ بیان

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہ کارروائی جو تیرہ دن جاری رہی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس میں اپنا محضر نامہ بھی پڑھا اور اس کے بعد سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ اس وقت اس سیشن میں جو چیئر مین تھے یعنی جو سپیکر تھے قومی اسمبلی کے، صاحبزادہ فاروق علی صاحب۔ ان کے اس کارروائی کے بارے میں کیا تاثرات تھے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم. صل علی محمد و

آل محمد سید ولد آدم و خاتم النبیین.

چیئر مین کمیٹی جناب صاحبزادہ فاروق علی صاحب کے تأثرات کے بارے میں آپ نے استفسار فرمایا ہے۔ اس فیصلے کے یعنی 7 ستمبر کے دو ماہ بعد 12 نومبر 1974ء کو مسٹر بھٹو وزیر اعظم پاکستان ملتان تشریف لے گئے۔ ان کو سی آف (See Off) کرنے کے بعد میاں فاروق علی صاحب ملتان کے بار روم میں تشریف لائے اور ایک پروگرام کے تحت غالباً تمام ملتان یا ملتان ضلع کے ایڈووکیٹس جمع تھے۔ اس موقع پر ان سے کچھ سوالات جماعت اسلامی کے ایک ایڈووکیٹ صاحب کی طرف سے کئے گئے۔ اور خلاصہ ان سوالوں کا یہ تھا پہلے نمبر پر کہ آپ کا بہت شکریہ، پیپلز پارٹی کی گورنمنٹ کا کہ جنہوں نے عوام کی ترجمانی کرتے ہوئے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے۔ اس تعلق میں کچھ اور مطالبات بھی ہیں۔ امید ہے اس کی طرف بھی توجہ کریں گے۔ یہ سوال صاحبزادہ فاروق علی صاحب سے کیا گیا۔ یہی پالیسی ملاں کی رہی ہے۔ پہلے ایک مطالبہ کرو وہ پورا ہو جائے تو پھر آگے چلو۔ پھر بے شمار مطالبات شروع کر دو۔ پوری تاریخ یہی بتاتی ہے۔ تو یہ اپنی قدیم پالیسی ملاں نے اب تک جاری رکھی ہوئی ہے۔ صاحبزادہ فاروق علی صاحب فرمانے لگے کہ حضرت بات یہ ہے کہ جو اصل مطالبہ تھا وہ تو ہم پورا کر چکے ہیں۔ اب کوئی اور تقاضا کسی مطالبے کے پورا کرنے کا باقی ہی نہیں رہا۔ میں یہ آپ کو بتاتا ہوں کہ یہ فیصلہ ہم نے کوئی دلائل کی بنا پر نہیں کیا۔ بلکہ عوام اور بیرونی مسلم ممالک کے دباؤ کی وجہ سے کیا ہے۔ جب یہ بات کہی انہوں نے اشارہ کیا۔ انہوں نے سعودی عرب کا نام نہیں لیا جس نے فیصلہ کن کردار ادا کیا تھا۔ میرا خیال ہے میں اشارۃً بتا چکا ہوں۔ مولوی منظور چنیوٹی صاحب نے دھوبی گھاٹ فیصل آباد میں بعد ازاں تقریر کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ یہ بھٹو صاحب کا کارنامہ نہیں۔ یہ حضرت شاہ فیصل کا کارنامہ ہے۔ انہوں نے حکومت پاکستان کو دھمکی دی تھی کہ اگر قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج نہ کیا گیا تو پھر پاکستان سے کسی آدمی کو حج بیت اللہ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اس وجہ سے بھٹو صاحب کو گھٹنے ٹیکنے پڑے۔

جناب ایم حمزہ نے بھی اس حقیقت کا انکشاف کیا۔ چنانچہ روزنامہ امروز رقمطراز ہے کہ

’’پاکستان جمہوری پارٹی پنجاب کے صدر مسٹر حمزہ سابق ایم۔ پی۔ اے نے کہا ہے کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دینے پر وزیر اعظم بھٹو کو مبارکبادیں پیش کرنے والوں کو شرم کرنی چاہیے۔

..... عرب ممالک حکومت پر دباؤ ڈال رہے تھے کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔‘‘

(روزنامہ امروز لاہور 19 ستمبر 1974ء)

تو بہر حال اشارۃً بات کہی۔ مگر یہ کہا کہ ہم نے مسلم برادری کے دباؤ کے نتیجہ میں یہ فیصلہ کیا ہے۔ جب انہوں نے یہ بات کہی تو وہ ایڈووکیٹ کہنے لگے کہ کم از کم اتنا کریں کہ جو کارروائی ہوئی ہے وہ شائع ہی کر دیں۔ اس کی اشاعت کر دی جائے، عوام کا مطالبہ ہے یہ۔ تو جناب میاں فاروق علی صاحب فرمانے لگے کہ اگر آج ہم شائع کر دیں تو آدھا پاکستان احمدی ہو جائے گا۔ اس کا حوالہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی دیا تھا۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ ہلٹن ہوٹل لاہور میں حضورؒ کے اعزاز میں جو استقبالیہ دیا گیا تھا، اس میں حضورؒ نے فرمایا تھا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ استقبالیہ تھا۔ اس میں فرمایا کہ یہ جواب ہے لیکن اب وہ کنسیشن (Concession) دینے کا زمانہ بیت گیا ہے۔ اب ہمارا فیصلہ ہے کہ ہم نے پاکستان کی ہر روح کو صداقت سے منور کرنا ہے۔ اب یہ آدھے حصے کی بات نہیں پورے پاکستان کا معاملہ ہے اور وہ معاملہ بھی دعاؤں سے اور دلائل سے طے ہونے والا ہے۔

یہ بات ہوئی تو اس پر صاحبزادہ فاروق علی صاحب نے کہا کہ اگر فیصلہ شائع کر دیا جائے تو آدھا پاکستان احمدی ہو جائے گا۔ تو وہ ایڈووکیٹ کہنے لگے کہ خدا کے لئے پھر شائع نہ کریں اور آخر میں صاحبزادہ صاحب نے یہ بات کہی کہ ہم نے لاہوری پارٹی کا بھی محضر نامہ اور ان کے دلائل سنے ہیں۔ ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اصل میں دونوں ایک ہی ہیں۔ لاہوری پارٹی ہمیں ورغلانے کے لئے اپنے عقائد کے اوپر پردہ ڈال کر اور چھپ کر آ رہی تھی اور قادیان کی جماعت نے برملا اپنے عقیدوں کا اظہار کیا۔ ہم تو اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ لاہوری پارٹی کا اختلاف قادیانیوں کے ساتھ صرف بجٹ کے معاملے میں تھا۔ مولانا محمد علی صاحب اور دوسرے اکابرین انجمن کے چاہتے تھے کہ انجمن کا سارا بجٹ ہمارے ماتحت ہونا چاہئے اور ہمیں اس معاملے میں جانشین قرار دیا جانا چاہئے۔ ہم اس معاملے میں کسی اور کی بالا دستی کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ آپ تک صاحبزادہ فاروق علی صاحب کی یہ بات کیسے پہنچی؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ بات ہمیں ایک ایسے احمدی ایڈووکیٹ کے ذریعہ سے پہنچی جو اس موقع پر موجود تھے۔ محمد حسن صاحب ایڈووکیٹ کہروڑ پکا ضلع لیہ کے تھے اور وہ اس مجلس میں موجود تھے۔ انہوں نے یہ ساری تفصیل ملتان کے مربی مولانا برکت اللہ صاحب محمود مرحوم کے سامنے پیش کی۔ انہوں نے اسی وقت ان کی حلفیہ گواہی لی اور اس کے بعد اگلے دن وہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں پہنچے۔ ایک کاپی حضور کی خدمت میں دی اور ایک کاپی مجھے بھیج دی۔ اور وہ اصل کاپی جس میں یہ حلفیہ بیان درج ہے وہ اب تک ریکارڈ میں محفوظ ہے۔

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ محترم مولانا صاحب! ہم چاہیں گے کہ ناظرین کو اس تاریخی اور نایاب خط کا متن بھی احباب تک پہنچا دیا جائے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب۔ جزاکم اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ صل علیٰ محمد و اٰل محمد سید ولد آدم وخاتم النبیین۔

آپ کے اس ارشاد کی تعمیل میں یہ عاجز جناب محمد حسن لودھی صاحب ایڈووکیٹ کہروڑ پکا کا حلفیہ بیان سامعین کے سامنے رکھ رہا ہے۔ انہوں نے تحریر فرمایا:۔

> ”میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ بارہ نومبر 1974ء کو جب وزیراعظم صاحب بہاولپور ڈویژن کا دورہ کر کے ملتان سے واپس اسلام آباد گئے تو اس دن صاحبزادہ فاروق علی سپیکر قومی اسمبلی بھی انہیں See Off (یعنی الوداع) کرنے کے لئے ملتان میں موجود تھے۔ وزیراعظم کے رخصت ہونے اور ان کے Fly کرنے کے بعد وہ ملتان بار میں تشریف لائے۔ حالانکہ ان کا کوئی مقررہ پروگرام یہاں آنے کا نہیں تھا۔ جب وہ کچہری میں کار سے اترے تو میں بھی انہیں ملا اور ان کے ساتھ ہی بار روم میں چلا گیا۔ بار روم میں ان کے دوست وکلاء ان سے ملے اور دوستانہ ماحول میں ان سے گپ شپ ہوتی رہی۔ دوران گفتگو محمد اشرف خان صاحب صدر بار نے ان سے احمدیوں کے مسئلہ کے حل کے بعد کے نتائج اور قرارداد پر عمل درآمد کرانے کے بارے میں

دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ مسئلہ سیاسی ہے اور اسے مذہبی رنگ دیا گیا ہے اور مولویوں نے نوے سال تک اس مسئلہ پر قوم کو دھوکا دیا ہے۔ جہاں تک مذہبی نقطہء نگاہ ہے۔ اس برصغیر میں جماعت احمدیہ پر جتنے بھی اعتراضات ہوتے رہے ہیں، مرزا ناصر احمد نے ان کے رد میں جو دلائل دئے ہیں مولویوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہوتا تھا۔

مرزا ناصر احمد صاحب ان اعتراضات کے رد کے لئے دلائل میں ایسے ماسٹر ہیں اور مولویوں نے اسمبلی میں بہت ہی کودن پن کا ثبوت دیا ہے۔ اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ

"Mirza Nasir Ahmad is the winner and
all the mullas are defeated"

اور ہم نے جو فیصلہ کیا ہے وہ مذہبی نہیں بلکہ سیاسی ہے۔ احمدیوں کو ہم نے سیاسی اور جمہوری طور پر مسلمانوں سے علیحدہ کر دیا ہے یہ مذہبی نہیں بلکہ کانسٹیٹیوشنل (Constitutional) ہے۔ جو کچھ ہوا ہے اس میں ملّاؤں نے کچھ نہیں کیا بلکہ قائدِ عوام نے کیا ہے۔ ملّاؤں کے پاس صرف دو سوال تھے جنہیں وہ جامع سمجھتے تھے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب ہیضہ کی وبائی بیماری سے فوت ہوئے۔ اس پر مرزا ناصر احمد صاحب نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ ہیضے کی وبائی بیماری سے ہرگز فوت نہیں ہوئے۔ پھر ملّاں لاجواب ہو گئے۔

دوسرا سوال ان کا محمدی بیگم کے نکاح (کے متعلق تھا) جس کا مرزا صاحب کو الہام ہوا لیکن وہ الہام پورا نہیں ہوا تو وہ الہام خدا کی طرف سے نہیں تھا؟ لیکن مرزا ناصر احمد صاحب نے اس سوال کا بھی منہ توڑ جواب دیا۔ بلکہ مرزا صاحب کی صداقت ثابت کی۔

صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ہم نے اسلامی عالمی برادری کی خاطر احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم اس نتیجہ

پر دو دن میں پہنچ چکے تھے کہ لاہوری احمدیوں کو ضرور اقلیت قرار دیا جائے۔ کیونکہ ممبران کی رائے میں لاہوری احمدی اپنے منصوبوں میں قادیانی احمدیوں سے زیادہ خطرناک ہیں۔ پہلے ہم سمجھتے تھے کہ لاہوری اور قادیانی احمدیوں میں عقائد کا بنیادی اختلاف ہے۔ مگر اب ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ بنیادی طور پر دونوں کے عقائد یکساں ہیں۔ ابتدا میں دونوں کا صرف فنڈز پر جھگڑا ہوا تھا جو کہ بعد میں شدید اختلافی صورت اختیار کر گیا۔ حالانکہ یہ دونوں فرقے ایک ہیں۔ جہاں تک مرزا ناصر احمد صاحب کی قابلیت کا سوال ہے۔ مولوی ان کے پاسنگ نہیں ہیں۔ ممبران اسمبلی نے مجھے کہا تھا کہ قادیانیوں کو آپ غیر مسلم قرار دیں یا نہ دیں لیکن لاہوریوں کو ضرور اقلیت قرار دیں، کیونکہ یہ سلو پائزننگ (Slow Poisoning) ہے جس کو ہم چیک نہیں کر سکتے۔ لیکن قادیانیوں کو ہم چیک کر سکتے ہیں۔

ایک وکیل دوست نے سپیکر صاحب سے پوچھا کہ احمدیوں کے غیر مسلم قرار دیئے جانے کے بعد اور دیگر اور قوانین کی ترامیم کے لئے کیوں کارروائی نہیں ہوئی۔ تو آپ فرمایا کہ اس پر ٹائم لگے گا۔ یہ Legislation جلدی کا کام نہیں ہے۔

پھر سوال ہوا کہ کلیدی آسامیوں سے ان کو کیوں نہیں ہٹایا جا رہا۔ تو سپیکر صاحب نے فرمایا یہ انتظامی نوعیت کا مسئلہ ہے۔ احمدیوں کا مسئلہ کانسٹیٹیوشنل (Constitutional) طور پر حل ہوا ہے۔ کلیدی آسامیوں سے ہٹانے کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ایک وکیل مسٹر خضر حیات نے جو کہ جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں سوال کیا، مولانا ظفر احمد انصاری اور پروفیسر غفور احمد نے کیسے سوال کئے تھے۔ اس پر سپیکر نے فرمایا میرے نزدیک کسی مولوی نے اچھا سوال نہیں کیا۔ جو کچھ کیا ہے بھٹو صاحب نے کیا ہے اور ملک کو بچا لیا ہے۔

ایک دوست نے سوال کیا کہ اب اس فیصلہ کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ تو صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ اب اندرون ملک ان کی تبلیغ رک جائے گی۔ اس پر ایک اور وکیل صاحب نے کہا کہ چند دن پہلے شیزان ہوٹل میں دو احمدی ہو گئے ہیں اور سنا گیا ہے کہ بہت لوگ احمدی ہو رہے ہیں۔ اس پر صاحبزادہ صاحب کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔

ایک دوست نے ان سے پوچھا کہ یہ عجیب بات ہے کہ کسی مسلمان کو عقیدہ ختم نبوت کے خلاف کہنے پر مجرم قرار دیا گیا ہے۔ لیکن احمدی کھلم کھلا اس کی تبلیغ کر سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ احمدیوں کو جب ہم نے غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا ہے تو وہ اپنے عقیدہ کی تبلیغ کرنے کے حقدار ہیں۔ کیا آپ نے عیسائیوں کو تبلیغ کا حق نہیں دیا جو کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کے بھی منکر ہیں۔ اس لئے ہم احمدیوں کو تبلیغ سے کس طرح روک سکتے ہیں۔ اس پر ایک صاحب نے کہا کہ اس طرح تو ان کی تبلیغ پھیلے گی۔ اس پر سپیکر صاحب نے فرمایا کہ آخر کیا کیا جا سکتا ہے۔ ہم ان کی تبلیغ کو زبردستی کس طرح روک سکتے ہیں۔ یہ نشست تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک رہی۔ اور میں تقریباً تمام وقت وہاں موجود رہا۔ پھر جب دوسری باتیں شروع ہو گئیں۔ تو میں اٹھ کر چلا آیا۔‘‘

محمد حسن لودھی ایڈووکیٹ کہروڑ پکا

اس حلفیہ بیان کے اوپر مکرم مولانا برکت اللہ صاحب محمود مرحوم مربی ملتان نے اپنے قلم سے یہ نوٹ لکھا۔

’’لودھی صاحب نے میرے کہنے پر میری موجودگی میں یہ بیان لکھ کر دیا ہے۔‘‘

بعض ممبران اسمبلی کے تاثرات

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ اس کارروائی کے حوالے سے قومی اسمبلی کے ممبران کے بھی

تأثرات اب کچھ سامنے آئے ہیں۔ اگر آپ وہ بھی ناظرین کے سامنے بیان فرمادیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ بات یہ ہے کہ کارروائی کے دوران یا کارروائی کے بعد کئی دوستوں سے ہمارے بعض احمدیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا، انہی کے ذریعہ سے پھر انہی دنوں میں یہ بات مجھ تک پہنچی کہ پیپلز پارٹی کے جو ممبرز ہیں انہوں نے برملا اظہار کیا ہے اور خاص طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے نورانی چہرہ کو دیکھ کے اور آپ کے انداز گفتگو اور قرآن و حدیث سے مرصع جوابات کو دیکھنے کے بعد کہنے لگے کہ ہم تو اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اصل مسلمان آپ ہی ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ ہم پیپلز پارٹی کے دستور اور ان کے پالیسی کے ماتحت ہیں۔ بس اتنی بات یاد رہے۔ یہ باتیں انہی دنوں ہم تک پہنچی تھیں۔ ایک بات تو یہ ہے۔

خصوصی کمیٹی کے ممبران سے وفد کو براہ راست ملنے کا کوئی بھی موقع نہیں تھا نہ ضرورت تھی۔ نہ اختیار تھا نہ کوئی وجہ تھی۔ مگر ایک دن ایسی صورت ہوئی جس سے کہ براہ راست تو نہیں لیکن بالواسطہ طور پر قلبی تأثر کی عکاسی ہوتی ہے۔ بات یہ ہوئی کہ عام معمول کے مطابق سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالثؒ اپنے خدام کے ساتھ اجلاس کے اختتام کے معاً بعد اسمبلی ہال سے باہر لاؤنج میں میرا انتظار کر رہے تھے۔ میرے پاس چونکہ کتابیں بھی تھیں۔ بکس تھے تو میں دستاویزات کو، کتابوں کو، رسالوں کو اپنی اپنی جگہ پہ رکھ کر پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ تو حضور ازراہِ شفقت کچھ انتظار فرماتے۔ تو میں نے کتابیں جب بکسوں میں رکھیں اور لے جانے کے لئے ہال سے باہر جا رہا تھا تو ایک کونے سے آواز آئی کہ یہ کتابیں ہمیں دے کے جائیں۔ ابھی یہ آواز بلند ہوئی تو اس کے ختم ہونے کے ساتھ ہی پیپلز پارٹی والوں کی طرف سے آواز آئی کہ یہ لیتے جائیں۔ یہ بم ہیں۔ یہاں رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر میں یہ کہہ کر فوراً باہر آ گیا کہ یہ بم زندوں کو مارنے کے لئے نہیں، مُردوں کو زندہ کرنے کے لئے ہیں۔ حضورؒ مجھ ناچیز کو دیکھتے ہی مسکرائے اور نہایت شفقت بھرے انداز میں فرمایا۔ ”شیر آ گیا؟“

تو اس سے آپ اندازہ کرتے ہیں کہ دل تسلیم کرتے تھے کہ حقیقی اسلام جماعت کے ساتھ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ ؎

اے مدعی! نہیں ہے ترے ساتھ کردگار
یہ کفر تیرے دیں سے ہے بہتر ہزار بار

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مکرم ومحترم محمد شفیق قیصر صاحب کی بھی ممبران سے ملاقات ہوئی تھی اس حوالے سے کچھ بیان فرمائیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ ہاں! یہ اچھا کیا! بات یہ ہوئی کہ مرحوم محمد شفیق قیصر، ان کا وصال بھی شہادت کا رنگ رکھتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ قرآن مجید چھپوانے کے لئے ہانگ کانگ گئے ہوئے تھے تو یہ حادثہ پیش آیا۔ ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

انہوں نے بتایا کہ پہلے دن، یہ میں غالباً اشارۃً بتا چکا ہوں۔ وہ جو قیام گاہ تھی اسمبلی اور سینٹ کے ممبروں کی پارلیمنٹ لاجز۔ تو اس میں سوات کے یا قبائلی علاقہ کے ایک ممبر تھے غالباً پیپلز پارٹی کے اُن سے ملے اور کہا کہ سنا ہے آج جماعت احمدیہ کے سربراہ نے بھی خطاب کیا ہے۔ آپ تھے اس وقت؟ کہنے لگے جی ہاں۔ ان کے بارے میں آپ کے تاثرات کیا ہیں۔ کہنے لگے کہ میں تو خدا کا بھی قائل نہیں۔ یہ لوگ ختم نبوت کے پتہ نہیں کس چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور مسلم اور غیر مسلم قرار دینے میں دن رات ایک کئے ہوئے ہیں۔ لیکن قادیانیوں کی جماعت کے سربراہ کا چہرہ دیکھ کر مجھے اتنا یقین آ گیا ہے کہ کوئی تو بالا ہستی ہے جس نے ایسا نورانی چہرہ پیدا کیا ہے۔ تو یہ ان کے تاثرات تھے۔ یہ قیصر صاحب مرحوم نے بتایا۔ بعد میں اگلے سال انصار اللہ کے اجتماع میں میں نے اس کو بیان بھی کیا تھا۔

اٹارنی جنرل کے خیالات

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ اٹارنی جنرل صاحب کے کیا خیالات تھے۔ اس حوالے سے آپ مزید کچھ بتانا چاہیں۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ میں یہ یہاں ضرور اعتراف کروں گا کہ جناب یحیٰ بختیار صاحب کے بہرحال اپنے سرکاری فرائض تھے، انہیں ادا کرنا چاہئے تھا اس پالیسی کے مطابق جو اس وقت کی گورنمنٹ نے ان کے سامنے رکھی تھی۔ لیکن جہاں تک ان کے لب ولہجہ، ان کے انداز، ان کی محبت کا تعلق ہے، ہم سب ان سے بہت متاثر تھے۔ ایک دفعہ مجھے یاد ہے کہ واپسی پر حضورؒ ان کے

چیمبر کے پاس سے گزر رہے تھے اور ہم لوگ پیچھے تھے تو یہ وہاں پر پہلے سے موجود تھے۔ انہیں اندازہ ہوا کہ حضور تشریف لا رہے ہیں تو وہ باہر آ گئے اور جب تک کہ ہم لوگ الیکٹرک سٹیئرز (Electric Stairs) تک چلے نہیں گئے، وہ حضور کے احترام میں کھڑے رہے۔ باقی میں نے کہا ہے وہ مجبوری کی بات الگ ہے۔

مجھے ایک بات یاد آ گئی۔ شاہ جی کی بات یعنی ''امیر شریعت احرار'' صاحب کی۔ یہ واقعہ الفضل میں شائع شدہ موجود ہے کہ منصوری پہاڑ پر ایک جلسہ تھا۔ اس جلسے سے پہلے ایک شب جماعت احمدیہ منصوری کے بعض احباب (غالباً حافظ عبدالحمید تھے اور انہی کا بیان تھا جو جہاں تک مجھے یاد ہے، الفضل میں شائع ہوا۔) ان سے ملاقات کے لئے پہنچے جہاں ان کی قیام گاہ تھی۔ بہت ادب کے ساتھ انہوں نے شاہ جی کو سلام کہا۔ کیونکہ رسول پاک ﷺ کا یہی ارشاد ہے اِذَا جَاءَ کُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہُ۔ باقی معاملے تو یہ قیامت کے دن ہی حساب کتاب ہوگا۔ یہ تو ہلاکو خان تھا جس نے کہا کہ یومِ حساب میں لے کے آیا ہوں۔ اور یہ ہلاکو خان کے ایجنٹ ہیں جو کہ یہ حساب کتاب اپنی تلواروں اور تفنگوں اور بموں کے ذریعہ سے یہاں ختم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ پکے دہریئے ہیں کیونکہ قرآن نے کہہ دیا ہے کہ یوم الدین کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

شاہ صاحب نے حضرت حافظ عبدالحمید صاحب کو ویلکم (Welcome) کرتے ہوئے کہا کہ جماعتِ احمدیہ بہت اچھا کام کر رہی ہے اور حقیقت میں اسلام جس قسم کی سپرٹ (Spirit) دینِ اسلام کی تبلیغ کی پیدا کرنا چاہتا ہے اس کے پیکر جماعتِ احمدیہ ہی کے نوجوان ہیں۔ تو حافظ صاحب نے کہا کہ حضرت یہ آپ کا ارشاد ہے۔ اور بہت ہی پیارا ارشاد ہے اور حقیقت پر مبنی ہے۔ آپ کے تجربے کے مطابق ہے۔ تو آپ جلسے کے سٹیج پر بھی اس کو بیان کر دیں تو بڑی ذرہ نوازی ہوگی تو شاہ جی مسکرانے لگے۔ بہت ہی پر لطف انداز میں کہنے لگے۔ حافظ صاحب بات یہ ہے کہ بخاری سٹیج پر تو آن ڈیوٹی ہوتا ہے۔ وہاں کی بات بالکل اور ہے۔ اور خلوت کی باتیں بالکل جدا رنگ رکھتی ہیں۔ تو یہی صورت حال تھی اس وقت اٹارنی جنرل صاحب کی!!

میں نے ذکر کیا تھا حضرت چوہدری عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ ملتان کا۔ (جو چوہدری عبدالحفیظ صاحب ایڈووکیٹ کے والد تھے۔) ان کی دکان ملتان کلاتھ ہاؤس تھی۔ تو وہاں

قاضی احسان شجاع آبادی صاحب بھی آیا کرتے تھے۔ سٹیج پر وہ گالیاں دیتے اور کپڑے لینے کے لئے ان کی دکان پر پہنچتے تھے۔ مولانا محمد شفیع صاحب اشرف مرحوم ان دنوں مربی ملتان تھے۔ انہوں نے حضورؒ سے جس وقت ذکر کیا میں اس وقت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں موجود تھا۔ انہوں نے کہا کہ حضور! قاضی شجاع آبادی صاحب نے سلام بھیجا ہے اور کہا ہے کہ کوئی وقت مجھے ملاقات کے لئے عطا فرمائیں۔ حضورؒ بہت مسکرائے کہ ان کے لئے وقت ہی وقت ہے جب مرضی تشریف لے آئیں۔ بہرحال یہ ان کا ’’اندرونی معاملہ‘‘ تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بارہ میں اٹارنی جنرل کا اسمبلی میں بیان

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یحیٰ بختیار صاحب نے قومی اسمبلی میں اپنے بیان میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کے بارہ میں کیا ذکر کیا تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔ قطعی بات ہے۔ اس بیان کے آخر میں انہوں نے اعتراف کیا تھا کہ حضرت مرزا صاحب بہت ہی مؤثر شخصیت کے مالک ہیں۔

انہوں نے یہ بیان 6 ستمبر کو خصوصی کمیٹی کے ممبران کے سامنے تقریر کے دوران دیا تھا۔ جزاکم اللہ۔ آپ نے یاددہانی کرادی۔ انہوں نے فرمایا:۔

> ’’جب بشیر الدین محمود احمد کا انتقال ہوا تو اس کے بعد مرزا ناصر احمد نے بطور خلیفہ عہدہ سنبھال لیا۔ وہ کمیٹی کے روبرو پیش ہوئے۔ میں نے ان کی اپنی ذاتی زندگی کے بارے میں ایک سوال کیا۔ جواب میں انہوں نے جو کچھ کہا وہ ریکارڈ پر موجود ہے۔ اس کے علاوہ مجھے جو کچھ قادیانی لٹریچر سے مل سکا ہے وہ بھی میں پورے احترام کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔ مرزا ناصر احمد نے اپنے والد بشیر الدین محمود احمد کی جگہ بطور خلیفہ سوئم جماعت احمدیہ 1965 میں عہدہ سنبھالا اور وہ قادیانی (ربوہ) گروہ کے سربراہ ہیں۔ وہ 1909ء میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سلجھے ہوئے انسان ہیں۔ مؤثر شخصیت کے مالک ہیں۔ وہ حافظ قرآن، ایم۔ اے (آکسفورڈ) عربی، فارسی اور اردو

> کے بہت بڑے عالم ہیں۔ دینی معاملات پر گہری دسترس رکھتے ہیں۔ وہ احمدیوں کے نوجوانوں کی تنظیم خدام الاحمدیہ کے سربراہ رہے ہیں۔ وہ ''مسیح موعود'' کے ''موعود پوتا'' ہیں۔ ان کے خلیفہ سوئم کے تقرر سے اس پیشگوئی کی تکمیل ہوئی جس میں کہا گیا ہے کہ مسیح موعود کے تخت کا وارث اس کا پوتا ہوگا۔''

(یہ طالمود کی پیشگوئی تھی۔ طالمود جوزف بار کلے باب پنجم صفحہ 37 ایڈیشن جو لندن سے 1878ء میں چھپا ہے۔)

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اور یہ یحییٰ بختیار صاحب نے وہاں پڑھ کے سنائی تھی؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ یحییٰ بختیار صاحب نےخصوصی کمیٹی کے تمام ممبروں کے سامنے اس حقیقت کا اظہار کیا۔ اور ان کی اپنی بلند شخصیت کا بھی اس سے اعلان عام ہوتا ہے۔ (یہ انہوں نے انگریزی میں بیان دیا تھا۔ یہاں بھی مولوی اللہ وسایا نے اپنی کتاب تحریک ختم نبوت 1974ء میں تحریف کی اور اٹارنی جنرل صاحب کے بیان کہ وہ ''حافظ قرآن'' ہیں کو کاٹ دیا ہے تا کہ دنیا یہ نہ سمجھ سکے کہ یہ کیسا ''غیر مسلم'' ہے جو حافظ قرآن بھی ہے۔)

بعض علماء کے تاثرات

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اس قرارداد کے بارہ میں جو بعد میں پیش بھی کی گئی غیر احمدی اکابر کی کیا رائے تھی۔ خاص طور پر ہم اس میں مولانا مفتی محمود صاحب کا ذکر کرنا چاہیں گے۔ وہ تو وہاں موجود تھے۔ اور انہوں نے پھر اس ضمن میں کچھ بیان بھی دیئے۔ اس کے علاوہ مولانا مودودی صاحب گو وہاں موجود تو نہیں تھے لیکن ان کو سب اطلاع تھی۔ حفیظ جالندھری صاحب اور ملک غلام جیلانی صاحب وغیرہ تھے۔ ان کی اس بارے میں کیا رائے تھی؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ نہایت دلچسپ اور بہت سی معلومات پر مبنی ایک نہایت ہی ناقابل فراموش سوال تھا جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت آپ نے پیش فرمایا ہے۔

میں تفصیل میں تو نہیں جاتا کیونکہ یہ دلچسپ باب ہے اور بڑی تفصیل چاہتا ہے مگر میں آپ کو ایک جھلک دکھانا چاہتا ہوں۔ اور وہ بھی صرف غیر احمدی اکابر مولانا مودودی صاحب، جناب حفیظ

جالندھری ، ملک غلام جیلانی صاحب اور مفتی محمود صاحب کی بلکہ اس میں بھی میں ایک مختصر سکیچ (Sketch) بیان کروں گا اس زمانے کے پریس کا اور ’’چٹان‘‘ کا اور مجیب الرحمٰن شامی صاحب کی رپورٹ اور مولوی محمد یوسف بنوری صاحب جو ساری تحریک کے انچارج تھے۔ اسی طرح ماہنامہ ’’الحق‘‘ اکوڑہ خٹک میں جو علماء کے تاثرات شائع ہوئے اور آخر میں غیر ملکی پریس جن میں برطانیہ اور ہندوستان کا پریس ہے۔ اس کا بھی میں اشارۃً ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اسی طرح پیپلز پارٹی کے جو افراد تھے، ان کے تاثرات بھی دلچسپی کا موجب ہوں گے۔

مولانا مفتی محمود صاحب

جو تأثرات اس موقع پر مفتی صاحب کے تھے، سب سے پہلے میں اسی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جناب مفتی محمود صاحب کا یہ بیان بعد میں ’’لولاک‘‘ میں شائع ہوا کہ:۔

جب ہم لوگ مرزا ناصر احمد صاحب پر جرح کر رہے تھے تو پیپلز پارٹی کے افراد اور اپنے بھی حیران ہو کر ہم سے کہتے تھے اور ان خیالات کا اظہار کرتے تھے کہ اس کے چہرے کو دیکھو۔ پھر یہ دیکھو کہ یہ شخص جسے کہ تم غیر مسلم قرار دینے کے لئے اکٹھے ہوئے ہو، اس کی ہر بات اسلام کے مطابق ہے۔ درود شریف پڑھتا ہے، حدیث اور قرآن کو پیش کرتا ہے اور یہ اکثریت کے تأثرات تھے جو اس وقت پیش کئے گئے۔ اس چیز کا اظہار انہوں نے ایک خطاب عام میں کیا۔

میرے پاس ’’لولاک‘‘ کا پرچہ ہے جس میں انہوں نے اس بارے میں لکھا۔ ’’لولاک‘‘ کے اس پرچہ ’’کانفرنس نمبر‘‘ میں یہ ساری تفصیل شائع ہوئی ہے۔

یہ مولانا مفتی محمود صاحب کے الفاظ ہیں:۔

> ’’جب انہوں نے (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے۔ ناقل) اپنا بیان پڑھا تو مسلمانوں کے باہمی اختلاف سے فائدہ اٹھایا اور یہ ثابت کیا کہ فلاں فرقے نے فلاں پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اور فلاں نے فلاں کی تکفیر کی ہے۔ مسلمانوں کے باہمی اختلاف کو لے کر اسمبلیوں کے ممبران کے دل میں یہ بات بٹھا دی کہ مولویوں کا کام ہی صرف یہی ہے کہ وہ کفر کے فتوے دیتے

ہیں۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو کہ صرف قادیانیوں سے متعلق ہو۔ یہ انہیں تائثر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ ممبران اسمبلی کا ذہن ہمارے موافق نہیں تھا۔ بلکہ ان سے متاثر ہو چکا تھا۔ تو ہم بڑے پریشان تھے۔ چونکہ ارکان اسمبلی کا ذہن بھی متائثر ہو چکا تھا۔ اور ہمارے ارکان اسمبلی دینی مزاج سے بھی واقف نہ تھے۔ اور خصوصاً جب اسمبلی ہال میں مرزا ناصر آیا تو قمیض پہنے ہوئے اور شلوار و شیروانی میں ملبوس، بڑی پگڑی، طرہ لگائے ہوئے تھا اور سفید داڑھی تھی۔ تو ممبروں نے دیکھ کر کہا کیا یہ شکل کافر کی ہے؟۔ اور جب وہ بیان پڑھتا تھا تو قرآن مجید کی آیتیں پڑھتا تھا اور جب حضور اکرم صلعم کا نام لیتا تو درود شریف بھی پڑھتا تھا۔ تو ہمارے ممبر مجھے گھور گھور کر دیکھتے تھے کہ یہ قرآن اور رسول کریم کے نام کے ساتھ درود شریف پڑھتا ہے اور تم اسے کافر کہتے ہو اور دشمن رسول کہتے ہو۔ اور پراپیگنڈے کے لحاظ سے یہ بات مشہور ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے وہ مسلمان ہے۔ تو جب وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو تمہیں کیا حق ہے کہ آپ ان کو کافر کہیں۔ تو ہم اللہ تعالیٰ سے دست بدعا تھے کہ اے مقلب القلوب ان دلوں کو پھیر دے۔ اگر تو نے بھی ہماری امداد نہ فرمائی تو یہ مسئلہ قیام قیامت تک اسی مرحلہ میں رہ جائے گا اور حل نہیں ہوگا۔ حتیٰ کہ میں اتنا پریشان تھا کہ بعض اوقات مجھے رات کے تین چار بجے تک نیند نہیں آتی تھی۔‘‘

یہ ہفت روزہ ’’لولاک‘‘ لائل پور 28 دسمبر 1975ء کی اشاعت ہے۔ اور اس کا صفحہ 17-18 ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ مفتی محمود صاحب شاید اس وقت قائد حزب اختلاف تھے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ ہاں قائد وہی تھے اور انہی کی طرف سے دوسرا محضر نامہ پیش کیا گیا تھا۔ بعد میں پھر چونکہ رہبر کمیٹی کے ممبر بن گئے تو اس کو انہوں نے ترک کر دیا۔ اگرچہ پراپیگنڈے کے لئے ضرور کہا کہ ہم نے ختم نبوت کا اس وقت حق ادا کیا اور ہمارا محضر نامہ تیار ہوا اور یہ

ہوا لیکن حق یہ ہے کہ جب وہ رہبر کمیٹی میں شامل ہو گئے تو اس کے بعد تو وہ بات ہی ختم تھی۔ یہ تو محض سہرا باندھنے والی بات تھی۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب

اب میں عرض کرتا ہوں مولانا مودودی صاحب کا خط ''چٹان'' میں شائع ہوا اور یہ وہ خط تھا جو انہوں نے سمیع الحق صاحب مدیر ''الحق'' اکوڑہ خٹک کے نام لکھا۔

میں اس کا خلاصہ ہی بیان کرتا ہوں۔

انہوں نے لکھا کہ بڑا شور ہے کہ مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ خاک حل ہو گیا۔ اتنی جلدی میں یہ فیصلے کئے گئے ہیں کہ بجائے احمدیوں کو سزا دینے کے، اس میں یہ بھی آ گیا ہے اور دفعہ الف کے بعد ب شق کا اضافہ کیا گیا ہے جس میں یہ درج ہے کہ ایک مسلمان جو محمد ﷺ کی ختم نبوت کے مفہوم مندرجہ آئین پاکستان دفعہ 260 شق نمبر تین کے خلاف عقیدہ کا اعلان یا اس کے خلاف عمل کی تبلیغ کرے وہ قابل سزا اور تعزیر ہو گا۔

اس پر مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی امیر جماعت اسلامی نے جو Comments کئے وہ ان کے الفاظ میں یہ ہیں:۔

> ''یہ قرارداد غالباً عجلت میں مرتب اور پاس کر دی گئی ہے۔ اور اس کی ابتدا میں ''مسلمان'' کا لفظ رکھنے کی وجہ سے اس میں ابہام و اشتباہ پیدا ہو گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی مسلمان کے متعلق یہ تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اس جرم شنیع کا مرتکب ہو گا۔ اور مرتکب ہونے کے بعد وہ مسلمان کہلانے کا مستحق رہ سکے گا۔''

تو فرماتے ہیں کہ یہ جلدی میں پاس ہو گئی ہے۔ بجائے ''قادیانیوں'' کو سزا دینے کے مسلمان کہلانے والوں کو سزا دی گئی ہے۔

یہ خط اخبار ''چٹان'' 3 دسمبر 1974 صفحہ 5 سے لے کر تین صفحات پر مشتمل شائع ہوا ہے۔ علاوہ ازیں ''الحق'' اکوڑہ خٹک ماہ اکتوبر نومبر 1974ء صفحہ 29 پر بھی شائع ہوا۔ جس وقت میں نے

مولانا کا یہ خط پڑھا تو ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ایک صاحب نے مجھے بتایا کہ پارٹیشن سے پہلے کی بات ہے۔ گاڑی پر سوار ہوتے ہوئے ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہانپ رہا تھا۔ گاڑی اس وقت تیز ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود وہ ہینڈل پکڑ کے ڈبے میں چڑھ گیا۔ نوجوانوں نے کہا سردار جی کمال کر دیا ہے۔ بوڑھا ہونے کے باوجود چلتی گاڑی میں اس طرح آپ اطمینان کے ساتھ بیٹھ گئے ہیں۔ لائقِ تحسین ہیں۔ کہنے لگے کہ اصل بات یہ ہے کہ بٹھانا کسی اور کو تھا، چڑھ میں گیا ہوں۔

تو علامہ مودودی امیر جماعت اسلامی نے فرمایا کہ یہ قصہ ہوا ہے، بڑی جلدی پاس کر دیا گیا ہے بجائے اس کے کہ احمدیوں کو شکنجے میں ڈالا جاتا، سزا مسلمانوں کے لئے تجویز کی گئی ہے۔

تو یہ مودودی صاحب کا تبصرہ تھا۔

حفیظ جالندھری صاحب

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری صاحب کا کیا تبصرہ تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حفیظ جالندھری صاحب کا تبصرہ یہ ہے کہ یہ فیصلہ کوئی قرآنی فیصلہ نہیں ہوا۔ عوامی فیصلہ ہوا ہے۔ اب فیصلہ کرنے والے جانیں اور اس کو آگے پیش کرنے والے جانیں۔ (''الحق'' اکتوبر نومبر 1974ء صفحہ 14)

شمس الحق افغانی صاحب

یہ چیزیں جو تھیں اس پر سمیع الحق صاحب نے ''الحق'' کا ایک خاص شمارہ شائع کیا تھا جو ماہ اکتوبر نومبر 1974ء کا تھا۔ اس میں یہ سارے ان کے تأثرات موجود تھے۔ مثلاً شمس الحق صاحب افغانی شیخ التفسیر نے لکھا کہ یہ بڑا اجرأت مندانہ فیصلہ ہے اور اس دور میں اس سے زیادہ ممکن ہی نہیں تھا۔ اور لکھا کہ بس یہی اس کا مطلب ہے کہ لا الٰہ الا اللہ. محمد رسول اللہ. ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ مقصد یہ تھا کہ بس اب کلمہ محمد مکمل ہوا ہے کیونکہ محمد رسول اللہ سے اب تک تو امت مسلمہ تیرہ سو سال میں اس گمشدہ بات کو پہچان نہیں سکی۔ اب بھٹو گورنمنٹ کے طفیل یہ ممکن ہوا کہ مکمل کلمہ پر اجماع امت ہو جائے۔

تو اب کلمہ یہ ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لیکن جب شائع کیا تو الرسول

شائع کیا۔ حالانکہ یہ فاش غلطی ہے کسی عربی طالب علم سے بھی ممکن نہیں ہے، کیونکہ جو مضاف ہے اس پر الف لام نہیں آ سکتا۔ الرسو ل اللہ نہیں کہہ سکتے۔ محمد رسول اللہ اس میں الف لام ہو ہی نہیں سکتا۔ بہرحال یہ جو نیا کلمہ بنایا گیا اس میں ایک تو محمد الرسول اللہ اور آگے وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ۔ اب یہ مکمل کلمہ ہوا ہے۔ یہ خراج تحسین بھٹو صاحب کے اس فیصلہ کو انہوں نے پیش کیا۔ (صفحہ 20-21)

سید عبداللہ صاحب

اس کے علاوہ تھے ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب صدر شعبہ دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی۔ یہ اس کمیٹی کے چیئر مین تھے جس نے پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے شائع ہونے والا انسائیکلو پیڈیا ’’اردو دائرہ معارف اسلامیہ‘‘ شائع کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے بھی انہوں نے درخواست کی کہ بانی جماعت احمدیہ کے متعلق ہم نوٹ شائع کرنا چاہتے ہیں۔ حضورؒ نے مجھے ارشاد فرمایا۔ وہ نوٹ میں نے بھجوایا تو سید عبداللہ صاحب نے بہت شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ہم اس کو درج کریں گے لیکن فیصلہ کے بعد اس کو گول کر گئے۔

تو بہرحال ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب نے اس پر یہ کہا کہ:۔

> ’’قادیانیوں کے بارے میں اقلیتی فیصلہ ہو چکا ہے۔ اس طرح علماء کی وہ جدو جہد کامیاب ہوگئی جس کے لئے وہ تقریباً ایک سو سال بھرپور لڑائی لڑتے رہے۔ اور مجھے یہ کہنے دیجئے کہ لڑتے رہے۔ میں جب یہ کہتا ہوں کہ یہ لڑائی تنہا علماء نے لڑی تو بالکل حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ (یعنی یہ سارا فتنہ تکفیر کا ملاّؤں ہی کا تھا۔) علماء کے علاوہ جو طبقے یہاں موجود ہیں ان کی بہت سی تحریریں بطور شہادت پیش کی جا سکتی ہیں کہ ان میں بالعموم علماء کے موقف کے خلاف اور قادیانیوں کے حق میں رہا ہے اور اس میں بڑے بڑے لوگوں کے نام لئے جا سکتے ہیں۔‘‘ (صفحہ 24)

یعنی دوسرے لوگ تو دراصل قادیانیوں کے حق میں رہے لیکن ملاّ ہمیشہ جماعت احمدیہ کے

خلاف لڑتا رہا۔

مولانا ظفر احمد انصاری صاحب

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب: مولانا ظفر احمد انصاری صاحب کا اس بارے میں کیا تبصرہ تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ بتاتا ہوں اسی ترتیب سے میں آ رہا ہوں۔ اس میں مولانا ظفر احمد انصاری صاحب کا تأثر بھی آتا ہے۔ لکھا ہے کہ

> (یہ بڑے دلچسپ الفاظ ہیں) ''میں سمجھتا ہوں کہ جن اکابر نے ارباب اقتدار سے گفت و شنید اور مفاہمت کے نتیجے میں یہ فارمولا تیار کیا (یعنی فیصلہ اسلامی معاملہ میں قرآن و حدیث کو چھوڑ کے مفاہمت سے ہوا۔ ناقل) کیونکہ پارٹیز (Parties) کی سطح پر ہوا ہے۔ وہی اس بات کے زیادہ اہل ہیں کہ اس کے مالہٗ و ما علیہ پر روشنی ڈالیں۔ آئندہ کے لئے تدابیر و اقدامات بھی تجویز فرمائیں۔ فارمولے میں درج شدہ دفعات جس حد تک مؤثر ہیں۔ وہ بھی رفتہ رفتہ واضح ہو جائے گا۔ (یعنی اب تو بڑا جوش و خروش ہے لیکن آئندہ وقت بتائے گا کہ اس کے نتائج کیا برآمد ہوتے ہیں۔) میرا اس مرحلہ پر کچھ عرض کرنا بے محل معلوم ہوتا ہے، سکوت ہی انسب نظر آتا ہے۔ حضرت مولانا اکوڑہ خٹک میں تشریف رکھتے ہوں تو میرا اسلام عرض کر دیجئے گا۔'' (صفحہ 28)

یعنی دور سے سلام کہہ کے کہ بس مہربانی کریں جنہوں نے یہ مفاہمت کی ہے بس وہی جانتے ہیں۔

اس ''الحق'' میں مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی بانی جماعت اسلامی کا تبصرہ ایک تو میں سنا چکا ہوں، یہ بھی شائع شدہ ہے۔ (صفحہ 28 تا 31)

مولانا محمد اشرف صاحب پشاور

اس کے علاوہ اس موقعہ پر یہ ایک بیان ہے جو ایک عالم دین نے دیا ہے۔ یہ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب صدر شعبہ عربی اسلامیہ کالج پشاور ہیں۔ بہت لمبا یہ بیان ہے۔ بہت کچھ اس میں لکھا ہے، مطالبے کئے ہیں کہ:۔

"اب یہ فیصلہ تو ہو چکا ہے"

لیکن اب فوری طور اگلا مطالبہ یہ شروع کر دیا ہے۔ (صفحہ 33 تا 40) میں نے بتایا ہے نا کہ یہی سیاسی پالیسی ہمیشہ ملاّؤں نے اختیار کی ہے۔ تو پہلے زور ڈالا بھٹو صاحب پر بس اتنا فیصلہ کر دیں۔ اسلام زندہ ہو جائے گا۔ اور اسلامی حکومت قائم ہو جائے گی۔

یہ مضحکہ خیز اقدام دیکھیں۔ یہ میں نے عرض کیا ہے نام ان کا، مولانا حضرت یعنی القاب کے سوا، تو کوئی جتنی گالیاں دینے والا ہو احمدیوں کو اسے "حضرت" اور "مولانا" اور "فاتح ختم نبوت" سے کم تو اس کو کوئی خطاب ہی نہیں دیا جا سکتا۔ "حضرت مولانا محمد اشرف صاحب"، یہ بہت بڑے حضرت تھے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

"فوری عمل کیا جائے۔ قادیانیوں کو فوری برطرف کیا جائے۔
سرکاری ملازمتوں میں ان کا کوٹہ ان کی آبادی کے مطابق قرار دیا جائے۔"

حالانکہ اقلیت قرار دینے کے معنی ہی یہ ہوتے ہیں کہ یہ بے بس ہو کر رہ گئے ہیں۔ اس واسطے ان کی تعداد سے بڑھ کر ان کو حصہ ملنا چاہئے تا کہ ان کی آواز ہو اور اکثریت ان کے حقوق کو دبا نہ دے اور غصب نہ کر لے۔ لیکن ملاّں نے یہ کہا کہ اب چونکہ اقلیت قرار دے دیئے گئے ہیں۔ تو جہاں جہاں یہ لوگ پہلے موجود ہیں ان کو وہاں سے ہٹا دیا جائے۔ یہ دیکھا جائے کہ ان کی تعداد کتنی ہے؟ اس کے مطابق کوٹہ دیا جائے۔ پھر ربوہ کو کھلا شہر بنا دیا جائے۔ یعنی وہاں پر ہمارا جانا، گالیاں دینا اور غنڈہ گردی کرنا، اس کی اجازت دی جائے۔ لٹریچر کو ضبط کیا جائے۔ اشاعت پر پابندی لگائی جائے وغیرہ۔

اور سمیع الحق صاحب کا جو موقف ہے وہ سرکاری طور پر عربی میں، انگریزی میں، اردو میں

شائع کیا جائے۔ یہ لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:۔

> ’میاں ناصر احمد صاحب نے آزاد کشمیر کی قرارداد جب ان کے خلاف پاس ہوئی تو انہوں نے ایک بیان دیا تھا۔‘

اس کے کچھ اقتباس لکھنے کے بعد حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ:۔

> ’مرزا ناصر احمد صاحب نے اس میں کہا ہے کہ قانون صرف یہ کہتا ہے کہ ہر وہ احمدی جو اپنے تئیں غیر مسلم سمجھتا ہے وہ اپنا نام رجسٹر کروائے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ کیونکہ ہر احمدی اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے اور خدائے علیم وخبیر کی نگاہ میں بھی مسلمان ہے اس لئے اس پر یہ قانون لاگو نہیں ہوتا۔ تو بہت واویلا مچایا کہ یہ بے اثر سی چیز ہے جو پاس ہوئی ہے۔ خدا کی عدالت میں میاں ناصر احمد کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ قانون ہمیں مجبور نہیں کرسکتا۔ ہم خدا کی عدالت میں مسلمان ہیں۔ قانون ہمیں خدا کی عدالت میں مسلمان ہونے سے کہاں روک سکتا ہے۔‘

جزاکم اللہ! یہ آپ نے بڑی مہربانی کی ہے۔ اس کے بعد کیا لکھا ہے! آگے پھر تجاویز دی ہیں۔ (صفحہ 33-40)

حسن تہامی صاحب

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ حسن تہامی صاحب جو کہ شاہ فیصل صاحب کا پیغام لے کر آئے تھے ان کا کیا بیان تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ عجیب بات ہے کہ حسن تہامی صاحب نے اسی رات کو فیصلے کے بعد یہ اس پر تاثر بیان کیا کہ:۔

الحمدللہ فیصلہ ہوگیا ہے اور عوام کے امنگوں کے مطابق ہوا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے یہی فرمایا تھا کہ آخری زمانے میں مسلمان حکومتیں عوام کے خیالات کے مطابق فیصلہ کریں گی۔ یہ کنز العمال میں موجود ہے۔ تو تہامی صاحب نے کہا کہ الحمدللہ ان عوامی

فیصلوں کے بعد اب صحیح معنوں میں اسلامی حکومت قائم ہوگئی ہے۔ (مشرق لاہور۔ 9 ستمبر 1974ء صفحہ 1) اُنہوں نے تو یہ بات کہی لیکن اِنہوں نے کہا کہ فیصلہ تو ہو گیا ہے مگر اور مطالبات ہیں ان پر فوری طور پر عمل کیا جائے۔ تب اسلامی حکومت بن سکتی ہے۔

مولانا قاضی عبدالکریم صاحب

یہ ایک اور محسن ہیں مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مہتمم نجم المدارس کراچی۔ فرماتے ہیں:۔

> ''1۔ ان نامسلموں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹایا جائے۔ 2۔ ان کے اوقاف حکومت کے قبضے میں لئے جاویں۔ 3۔ ان کے اسلامی نام انجمن حمایت اسلام وغیرہ قانوناً ممنوع قرار دیئے جاویں۔'' (صفحہ 42)

اور یہ دلچسپ بات ہے انہیں اتنا بھی پتہ نہیں۔ انجمن حمایت اسلام وغیرہ قانوناً منع قرار دیئے جائیں۔ حالانکہ انجمن حمایت اسلام کے نام سے کوئی تنظیم ہے ہی نہیں۔

تو یہ شیعہ حضرت ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں:۔

> ''اسلامی شعائر از قسم اذان، مسجد وغیرہ کا استعمال یہ غیر مسلم ہرگز نہ کرسکیں۔'' (صفحہ 42)

اور یہ فرمانے والے وہ ہیں جن کی اذان ہی الگ ہے۔ آپ نے کبھی سنی ہے شیعہ حضرات کی اذان؟

اشھد ان امیر المومنین امام المتقین علیٌ ولی اللہ ۔ یہ اذان ہے۔ جناب خود تو اذان یہ دے رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ قادیانیوں کو جو اصل اذان ہے وہ دینی نہیں چاہئے۔

راؤ شمشیر علی صاحب برطانیہ

اس کے بعد راؤ شمشیر علی صاحب انٹرنیشنل اسلامی مشن برطانیہ و مدیر ماہنامہ دعوت الحق برطانیہ۔ (میں بریڈفورڈ میں گیا ہوں۔ انہوں نے بڑے اشتہار اور بعض کتابیں لکھیں۔ میں وہاں سے 1985ء میں لے کر آیا تھا) لکھتے ہیں کہ یہ پاس تو ہو گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ قادیانی فتنہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ ہمیں اس کے لئے اب پہلے سے زیادہ چوکس ہونا چاہئے۔ مسلمانوں کی ذمہ داری اس

سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ بڑا خطرناک ردعمل ظاہر کریں گے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں کہ:۔

> ”مسلمانوں کی ذمہ داری اب اس سے بھی بڑھ گئی ہے کیونکہ قادیانی امت اپنے اندر زہریلے سانپ والے تأثرات رکھتی ہے جب موقع ملے گا وہ زہریلے تأثرات والے ڈنگ لگائیں گے۔ ظفراللہ قادیانی لنڈن میں مقیم ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں غیر ممالک سے خطوط بھٹو کو لکھوائے۔ یہودی عیسائی اداروں کی طرف سے بھٹو پر دباؤ ڈالا گیا۔ سنا ہے کہ کروڑوں روپیہ بھٹو کو رشوت پیش کی گئی۔ اگر بھٹو صاحب پاکستانی قوم کے ہاتھوں مجبور نہ ہوتے تو شاید وہ یہ آفر لے لیتا۔“

اب دیکھیں کہ گپّوں کا یہ ایک طوفان تھا۔

> ”مگر قوم فولادی دیوار کی طرح بھٹو کے سامنے تھی، مجبور ہو کر غیر مسلم قرار دینا پڑا۔ اگر میں غیر ممالک میں قادیانیوں کی سرگرمیاں پوری لکھوں تو آپ پر یہ بات واجب ہو جائے گی کہ مسلمانوں کو پہلے سے بھی زیادہ کوشش کرنی چاہیئے۔“ (صفحہ 47)

کہنے لگے کہ پہلے تو ہم کوشش نہیں کر رہے تھے۔ اب ہمیں آرام سے بیٹھنا ہی نہیں چاہیئے کیونکہ جو ردعمل قادیانیوں کا ہوگا وہ بہت زبردست ہوگا۔

مولانا خان محمد صاحب

میں جب لنڈن میں پہلی دفعہ گیا ہوں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد کے مطابق، صدر انجمن احمدیہ کے نمائندہ کے طور پر تو اس وقت رسالہ ختم نبوت میں So Called ختم نبوت تنظیم کے سربراہ مولانا خان محمد صاحب کی طرف سے ایک اپیل شائع کی گئی۔

دیکھیں یہ ایسے شاطر اور چالاک ہیں کہ کوئی نہ کوئی موقع مسلمانوں کی جیب پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے پیدا کر لیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یاد رکھو اب یہ قربانیوں کا وقت آ گیا ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ

کھالیں تحفظ ختم نبوت کے لئے دیں۔ ساری عمر کھالیں ادھیڑتے رہے مگر کھالوں کے لینے کا جب بھی موقع عید قربان پر آتا ہے، کبھی بھی اس معاملے میں مجلس احرار نے کمی نہیں کی۔

تو انہوں نے کہا:۔

> ’میں مسلمانوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ میاں طاہر جب سے انگلستان میں آ گئے ہیں انہوں نے کروڑوں اور کھربوں کے منصوبے شروع کر دیئے ہیں۔ (تو یہ حالت ہے) اس واسطے ختم نبوت کے پروانوں کو چاہئے کہ کم از کم عید کے موقع کی جو کھالیں ہیں وہ تحفظ ختم نبوت کو ضرور جمع کر کے دیں۔‘

(’’تحریک ختم نبوت‘‘ جلد سوم صفحہ 960)

مولانا ابوالحسن ندوی صاحب

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ ماہنامہ’’ الحق‘‘ میں اس کے بعد ماہ دسمبر اور جنوری 1975ء کے شماروں میں بھی کچھ تأثرات چھپے ہیں۔ اس میں ’’حضرت مولانا ابوالحسن صاحب ندوی سربراہ ندوۃ العلماء لکھنؤ‘‘ کا تبصرہ بھی ہے۔ انہوں نے سمیع الحق صاحب کو لکھا۔

> ’’اس ایک فیصلہ نے افہام وتفہیم اور اطمینان قلب کی وہ خدمت انجام دی جو علماء کی سینکڑوں تصنیفات اور ہزاروں تقریریں نہ انجام دے سکتیں۔ (یعنی جو کام ملاؤں کے سوسالہ تصنیفی کارناموں سے نہیں ہوسکا وہ بھٹو صاحب کے اس فیصلے نے سرانجام دیا ہے۔) اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اسلام اور تبلیغ اسلام کے نام سے ’’احمدیت‘‘ کی تبلیغ کا جو کام کیا جاتا تھا وہ بے اثر اور بے بنیاد ہو گیا۔‘‘ (’’الحق‘‘ دسمبر 1974ء جنوری 1975ء صفحہ 6)

اب آپ دیکھیں کہ یہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سربراہ صاحب ہیں اور اس کے بانی مولانا شبلی نعمانی تھے۔ انہوں نے اپنے شعری کلام میں ایک جگہ لکھا ہے کہ:۔

میں نے علماء سے کہا کہ احمدی تو یورپ میں پہنچ کر اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں اور انہوں نے اپنی دعوت الی اللہ کے ذریعہ سے اسلام کے ڈنکے بجا دیئے ہیں۔ تو آپ لوگ کیوں نہیں جاتے تو

آگے انہوں نے شعری کلام میں علماء کا جواب دیا۔ دیکھیں ان کا جواب یہ ہے کہ یہ اسلام کے نام پر تبلیغ کر رہے ہیں۔

لیکن حقیقت علامہ شبلی کو معلوم تھی، حضرت مسیح موعودؑ کے ہم عصر تھے۔ یہ ملّاں توکل کی پیداوار ہیں۔ علامہ شبلی نے کیا جواب دیا؟ کہتے ہیں کہ علماء کی طرف سے جو جواب آیا ہے میں پیش کرتا ہوں۔ ؎

کرتے ہیں مسلمانوں کی تکفیر شب و روز
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بے کار نہیں ہیں

یہ ان کو الٹ کر رہے ہیں۔ یعنی میں نہیں کہتا کہ ایسے لوگ سربراہ بنائے جو کذاب اور دجال تھے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ دجال بنیں گے علماء۔ یہ کھلی صداقت ہے۔ علامہ شبلی کہتے ہیں کہ ملّاں کا کام یہ ہے کہ مسلمانوں کو کافر بنائے اور جماعت احمدیہ کا کارنامہ یہ ہے کہ وہ کافروں کو مسلمان بنا رہی ہے۔

مولانا ابوالحسن ندوی آگے لکھتے ہیں۔

> ”اس فیصلہ کی اثر انگیزی اور انقلاب آفرینی کے باوجود علماء کی ذمہ داری کم نہیں ہوئی۔“

یعنی ابھی ان کو کافر بنانے کے لئے اور بھی ہمت کرنی چاہیئے۔

> ”بلکہ بڑھ گئی ہے۔ مسئلہ کا فیصلہ اگرچہ حکومتی اور انتظامی سطح پر ہو گیا۔ لیکن علمی اور فکری سطح پر بھی اس کو مختتم کرنے کے لئے ختم نبوت کے موضوع پر بلند پایہ اور یقین آفرین سنجیدہ اور محققانہ کتابوں اور مضامین کی ضرورت ہے۔“ (صفحہ 6)

جس کا یہ نعرہ لگاتے ہیں۔ یہ دنیا کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ ختم نبوت ہے کیا چیز۔ تو یہ تبصرہ کن کا ہے؟ مولانا ابوالحسن ندوی صاحب کا۔

مولانا محمد طاسین صاحب کراچی

مولانا محمد طاسین صاحب ناظم مجلس علمی کراچی فرماتے ہیں کہ:۔

میں سمجھتا ہوں یہ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا خاص اور عظیم فضل ہوا ہے۔

(یعنی بھٹو صاحب کا جو یہ فضل ہوا ہے۔ ملاّ تو سو سال سے خدا کے فضل سے بالکل محروم تھا۔)

> ’’اس سے ایک طرف اس فتنہ کے سر پر کاری ضرب لگی اور اس کے انقلابی عزائم ملیا میٹ ہو گئے جو آگے چل کر بہت بڑی تباہی اور بربادی کا موجب بنتے۔ دوسری طرف اس وقت مسلمان ایک بہت بڑے خون خرابے سے بچ گئے جس سے بے اندازہ جانی و مالی نقصان پہنچتا۔ لہٰذا اس پر اللہ کا جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہوگا۔‘‘ (صفحہ 7)

مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب

مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی ناظم ادارہ دعوت وارشاد چنیوٹ۔ بڑا لمبا چوڑا بیان ہے۔ لکھتے ہیں:۔

> ’’راقم اپنی عمر کی تنتالیس منزلیں طے کر چکا ہے۔ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی خوشیاں نصیب فرمائی ہیں۔ عیدیں بھی آئیں۔ ... حرمین شریفین کی زیارت سے بھی بارہا مشرف فرمایا۔ ... لیکن حقیقت یہ ہے کہ زندگی بھر کی تمام خوشیاں بھی اگر جمع کر دی جائیں تو وہ اس خوشی کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ ... راقم خوشی کے ان احساسات کو اپنے الفاظ کے قالب میں ڈھال کے پیش کرنے سے قاصر ہے۔‘‘

معلوم ہوتا ہے مٹھائی جو پیش کی گئی تھی بہت زیادہ کھا گئے ہوں گے اس کی وجہ سے تو اب وہ الفاظ ہی نہیں مل رہے حضرت کو کہ وہ اس خوشی کا اظہار کر سکیں۔

> ’’قادیانیوں کے متعلق یہ ’’تاریخی فیصلہ‘‘ اس صدی کا اہم فیصلہ اور عظیم کارنامہ شمار ہوگا۔‘‘

یہ وہی ملّاں تھے جنہوں نے فوراً قلابازی کھائی۔ تو کہتے ہیں کہ یہ اس صدی کا اہم فیصلہ اور عظیم کارنامہ شمار ہوگا۔ بتا رہے ہیں کہ بھٹو صاحب کا کارنامہ اس صدی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ کیونکہ فیصلہ تب ہی ہو سکتا تھا جب پیپلز پارٹی کی اکثریت اس کو تسلیم کرتی۔ ملّاں کے تو خیر چند ووٹ تھے۔ آگے لکھتے ہیں کہ

> ’’اب آئین میں ترمیم ہو جانے کے بعد بہ نسبت عوام کے حکومت کی ذمہ داری بڑھ گئی ہے۔...قوم نے تحریک کے دوران قادیانیوں سے بائیکاٹ اور آپس میں اتحاد کا جو بے نظیر مظاہرہ کیا ہے، مجلس عمل کی سرپرستی میں ان دو ’’کامیاب ہتھیاروں‘‘ کا استعمال اس وقت تک جاری رہنا چاہئے جب تک آئینی ترمیم کے تقاضے مکمل طور پر پورے نہیں ہو جاتے۔‘‘ (صفحہ 8-9)

کہہ رہے ہیں کہ ابھی کچھ بھی نہیں ہوا۔ یہ سارے جھنگ کے ہی تھے۔ یہ جھنگ کا ہی واقعہ ہے اور پارٹیشن سے پہلے کا واقعہ ہے۔ یہاں جامع محمدی کے قریب ایک بستی ہے ساہمل۔ یہ میرے ننہال کی بستی ہے۔ یہاں پارٹیشن سے پہلے پوری تجارت پر ہندوؤں کا قبضہ تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک مسلمان خاتون کچھ چنے لے کر ایک ہندو کے پاس آئی اور اس سے کہا کہ یہ چنے دیکھ لیں تول لیں۔ اس کے بدلے میں مجھے فلاں چیز دے دو... یہ بارٹر سسٹم (Barter System) تو حکومتوں میں موجود ہے۔ اس کے بغیر تو اکانومی برابر نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ اگر درآمدات اور برآمدات کا بیلنس نہ ہو تو حکومتوں کا تو دیوالیہ نکل جاتا ہے تو یہ اکثر متحدہ ہندوستان میں بارٹر سسٹم گاؤں کی حد تک جاری تھا۔

بہر حال خاتون نے چنے دیئے۔ تولے تو پتہ نہیں کتنے بنے۔ کہنے لگے کچھ بھی نہیں بنا۔ وہ حیران ہو گئی کہ چنے میں لے کے آئی ہوں۔ کہنے لگے کہ بات یہ ہے کہ میں نے پاسکو جو ہے نا وہ ایک سیر کا رکھا ہوا ہے۔ تو جب تک دو سیر نہ دو کچھ بھی نہیں ہے تمہارا۔

تو ملّاں چنیوٹی نے کہا کہ فیصلہ تو بڑا ہوا ہے۔ تاریخی فیصلہ ہے مگر بنا کچھ بھی نہیں ہے۔ اب ذمہ داری حکومت کی یہ ہے کہ وہ جو باقی ہمارے ہتھیار ہیں، وہ استعمال کرنے ہیں ورنہ ہمارا کچھ بھی نہیں رہ جائے گا۔

ہم دعوے تو کر رہے ہیں کہ بس جی اب مرزائیت کے تابوت کو ہم نے چناب کی لہروں کے

سپرد کر دیا ہے مگر بنا کچھ بھی نہیں ہے۔ اس واسطے اب ہمیں ضرورت ہے کہ کچھ کام کریں۔

یہ کن کے الفاظ تھے؟ منظور چنیوٹی صاحب کے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب

کارروائی کے دوران جماعت اسلامی کا کردار کا ’’پردہ چاک‘‘ کرتے ہوئے مولوی غلام غوث ہزاروی سربراہ جمیعۃ العلماء اسلام نے کہا کہ

> ’’جماعت اسلامی جو پورے ملک میں قادیانیوں کے خلاف گلا پھاڑ پھاڑ کر چلاتی رہی ہے، قومی اسمبلی میں عضو معطل بن کر بیٹھی رہی۔ اس کے کسی ممبر نے نہ تو کوئی سوال کیا اور نہ ہی مرزا ناصر احمد کے کسی بیان پر کسی قسم کی تنقید کرنے کی جرأت کی۔‘‘

(روزنامہ مساوات لاہور 28 اکتوبر 1974ء)

ملک نورالحسن وٹو صاحب ایم۔اے

ملک نورالحسن وٹو ایم۔اے اپنے خط مندرجہ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور میں لکھتے ہیں:۔

> ’’قاسم نانوتوی نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی آ بھی جائے تو ختم نبوت میں فرق نہیں آتا۔ مولوی اسمٰعیل کہتا ہے کہ خدا ہزاروں محمد پیدا کر سکتا ہے چنانچہ مرزائیوں نے قومی اسمبلی میں انہیں پیش کر کے ان مولویوں کی زبان بند کر دی تھی۔‘‘

(اہل حدیث لاہور 13 دسمبر 1974ء)

ملک غلام جیلانی صاحب

> ’’تحریک استقلال کے سابق سیکرٹری جنرل ملک غلام جیلانی نے کہا ہے کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے بارے میں قومی اسمبلی کے فیصلے کو وہ تسلیم نہیں کرتے کیونکہ ان کی رائے میں اسمبلی ایسا فیصلہ کرنے کی مجاز نہیں ہے۔ انہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد محبّ وطن مسلمان ہیں۔‘‘

(نوائے وقت لاہور 22 دسمبر 1974ء)

اس کے علاوہ بھی کئی اور تھے لیکن میں اس کو چھوڑتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کافی ہیں جو کہ بطور نمونے کے میں نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہ تو علماء یا لیڈروں کے تبصرے تھے۔ پریس نے اس بارہ میں کیا لکھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اب میں پریس کی طرف آتا ہوں۔ پریس میں جو تبصرہ چھپا۔ یہ تبصرہ ہے ''لولاک'' کا۔

ہفت روزہ ''لولاک''

''لولاک'' یہ فیصل آباد کا اخبار ہے۔ یہ وہی اخبار ہے ملّاں تاج محمود جس کے آرگنائزر تھے۔ راتوں رات سیٹ قائم کر کے 1974ء میں پورے پاکستان کو ایک خوفناک آتش فشاں میں مبتلا کر دیا گیا۔ یہ لکھتے ہیں:۔

''آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس
تمام مکاتیب فکر کے اتحاد کا ایمان افروز مظاہرہ''

اس میں روداد تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ:۔

> ''آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس دارالکفر اور دارالارتداد ربوہ میں گزشتہ سال سے منعقد ہونا شروع ہوئی ہے۔''

حالانکہ یہی چنیوٹی صاحب تھے جنہوں نے چناب نگر سے پہلے اس کا نام ہی صدیق آباد رکھا تھا۔ جس کے معنی ہیں کہ یہ صدیق اکبر کی یادگار ہے۔ کسی ایسے شخص نے اس کی بنیاد رکھی ہے جو کہ صدیق ہے اپنے زمانے کا۔ اور صدیق وہ ہوتا ہے جو خدا کے نبی کو اول نمبر پر تسلیم کرتا ہے۔ تو یہ صدیق آباد کا نام رکھا پھر اس کو چھوڑ دیا ہے ان حضرات نے۔ جلدی ''عقل'' آ گئی کہ یہ تو ہم نے خود تسلیم کر لیا کہ جنہوں نے یہ بنیاد رکھی ہے وہ اپنے زمانے کے صدیق تھے۔ یہ تو ہم نے اپنا بیڑا غرق کر لیا۔ بہر حال اس کے بعد پھر چناب نگر نام رکھا۔ سیالکوٹ کا نام مدینہ رکھا ہے ''مدینہ احرار''۔ یہ چناب نگر رکھا۔

اب اس روداد میں لکھا ہوا ہے۔ آج ہم فاتحانہ شان سے کہتے ہیں کہ

> ’’تیس مئی سے لے کر سات ستمبر تک ہم نے احتجاج کیا، جلوس نکلے، جلسے ہوئے۔ مرزائیوں کا حقہ پانی بند ہوا۔‘‘

گیانی واحد حسین صاحب مرحوم ایک دفعہ فرما رہے تھے۔ پنجابی زبان میں تو ان جیسا لیکچرار میں نے جماعت میں نہیں دیکھا۔ کہنے لگے کہ ایک گاؤں میں نمبردار نے کہا کہ بس احمدیوں کا حقہ پانی ہم بند کرتے ہیں۔ تو ایک احمدی تھے انہوں نے حقہ ان کے سامنے رکھا۔ پی کے کہنے لگا کہ یہ حقہ بند تو نہیں ہوا۔ میں اب بھی اسی طرح ہی پی رہا ہوں۔ بہرحال یہ ایک دلچسپ لطیفہ تھا۔ اس وقت کے ساتھ تعلق تھا۔

جو الفاظ میں بتانا چاہتا ہوں وہ سننے کے لائق ہیں۔ میں دوبارہ بتاتا ہوں کہ

> ’’تیس مئی سے لے کر سات ستمبر تک احتجاج ہم نے کیا، جلوس نکلے، جلسے ہوئے۔ مرزائیوں کا حقہ پانی بند ہوا۔‘‘

یہ نہیں بتایا کہ ’’اسلام کا جلوس‘‘ نکال دیا۔ جس طرح حبیب جالب نے ایک شعر کہا تھا۔

فاصلہ خود ہی کر ذرا محسوس
یوں نہ اسلام کا نکال جلوس

اسلام کا جلوس نکالا ہے انہوں نے۔ حالانکہ علماء نے، شریف علماء نے کہا کہ ایک طرف تم اقلیت قرار دینا چاہتے ہو۔ اور اقلیت کے معنی ہیں کہ پہلے سے زیادہ ان کو حقوق دیئے جائیں۔ اور اس کے لئے تم کہہ رہے ہو کہ ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔ جبر کے ساتھ جو فیصلہ کیا جائے وہ تو اسلامی عدالت میں منظور ہی نہیں ہوتا۔ یہ مشہور حدیث ہے۔ بالجبر اکراہ ہے۔ بالجبر اکراہ کے ساتھ جو کام کیا جاتا ہے اسلامی عدالت اس کو قبول نہیں کر سکتی۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اس وجہ سے کوڑے لگائے گئے کہ انہوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ جبر کا نکاح، نکاح نہیں ہے۔ انہوں نے ہر چیز گوارا کی مگر یہ گوارا نہیں کیا کہ جبر کے ساتھ جو کام کیا جاتا ہے اس کو اس رنگ میں قبول کر لیں۔ مخالفین خود تسلیم کرتے ہیں کہ یزید کی طرح ہم نے کربلا بنایا۔ اس وقت چنیوٹ کا ہی ایک ایم پی اے تھا۔ ان کی زبان کو تسلیم کرنا پڑا کہ ہم نے

’’مرزائیوں‘‘ کے لئے کربلا بنائی۔ ’’مرزائیوں‘‘ کا حقہ پانی بند ہوا۔ اوران کے الفاظ ہیں رپورٹر کے مطابق:۔

> **’’اور بالآخر سات ستمبر کو اس وقت کی فاسق و فاجر حکومت نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تاریخی فیصلہ کیا۔‘‘**

(’’لولاک‘‘ 6 نومبر 1983ء جلد 20 نمبر 25)

مبارک ہو ان لوگوں کو جن کو سات ستمبر کو فاسق اور فاجر حکومت نے مسلمان قرار دیا ہے۔ اور اللہ کا ہزار ہزار فضل اور احسان ہے کہ فاسق اور فاجر حکومت ہمیں مسلمان نہیں سمجھتی تھی اور اس کے مطابق ہمیں ہونا ہی نہیں چاہئے تھا۔ ہم نے کب کہا ہے کہ فاسق اور فاجر ہمیں مسلمان کہیں۔ ہمارا تو اعلان ہی یہی ہے۔ ؎

عشق خدا کی مے سے بھرا جام لائے ہیں
ہم مصطفیٰؐ کے ہاتھ پر اسلام لائے ہیں

تو مبارک ہو ان کو جنہیں فاسق اور فاجر حکومت نے مسلمان قرار دیا ہے۔ ؎

سبو اپنا اپنا ہے جام اپنا اپنا
کئے جاؤ مے خوارو کام اپنا اپنا

یہ عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب اکثر سنایا کرتے تھے۔ میں بھی کئی موقعہ پر سٹیج پر تھا۔ مرید کے کی کانفرنس میں میں موجود تھا۔ ؎

سبو اپنا اپنا ہے جام اپنا اپنا
کئے جاؤ مے خوارو کام اپنا اپنا
خرابات میں مے کشو جا کے چن لو
نبی اپنا اپنا امام اپنا اپنا

تو اس فاجر اور فاسق حکومت کا جو امام ہے وہ ان نام نہاد ختم نبوت فروش مولویوں کو مبارک ہو۔

’’چٹان‘‘ ۔ جناب شورش کاشمیری صاحب

اب آگے چلتے ہیں کہ شورش صاحب جو کہ ان کے سب سے بڑے محافظ ختم نبوت تھے۔ انہوں نے اس پر جو تبصرہ کیا۔ وہ سنانے کے لائق ہے۔

شورش کاشمیری صاحب نے اپنے رسالہ ’’چٹان‘‘ لاہور 10 تا 16 ستمبر 1974ء کے شمارے میں اس پر مستقل اداریہ لکھا۔ اس کے دوسرے صفحہ پر اس اداریہ میں انہوں نے عنوان یہ دیا تھا۔

’’جیت گئے اسلام کے غازی
یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا‘‘

اس اداریہ کے آخر میں جناب شورش نے یہ تحریر فرمایا کہ آج تک بڑی بڑی حکومتوں نے کوشش کی مگر کوئی بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ اور یہ سعادت جناب بھٹو کے حصہ میں آئی ہے۔ اور آگے انہوں نے لکھا کہ اب بھٹو صاحب کے لئے قیامت کے دن خاتم المرسلین کی شفاعت مقدر ہو چکی ہے اور مسلسل ان کے اقتدار کو بھی کوئی خطرہ نہیں ہے۔ انہوں نے ختم نبوت کی پاسبانی کی ہے۔ حالانکہ یہ گستاخانہ لفظ ہیں۔ وہ گستاخ رسولؐ ہے، وہ خدا کا گستاخ ہے جو اپنے تئیں محافظ ختم نبوت کہتا ہے۔ یا بھٹو کو کہتا ہے۔ اس لئے کہ قرآن کہتا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ (الحجر 10) اَلذِّکْر سے مراد قرآن بھی اور قرآن مجسم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی ہیں۔ فرمایا وہ جھوٹے اور کذاب اور دجال ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم محافظ ہیں خدا کے رسول کے۔ محمد رسول اللہ اور آپ کی ختم نبوت کا محافظ عرش کا خدا ہے۔ لیکن یہ گستاخی چل رہی ہے۔ کوئی بھی رجل رشید ہے جو ان گستاخوں کی زبانوں کو لگام دے سکے؟ خدا کہتا ہے کہ دیکھو اَلذِّکْر یعنی آنحضرت ﷺ اور آپ کی نبوت اور ختم نبوت کا میں محافظ ہوں۔ یہ چودہ سو سال بعد میں آنے والے آج محافظ بنے۔

غور فرمائیں کبھی کسی زمانے میں کسی مسلمان عالم نے، آنحضرت ﷺ کے زمانے میں کسی صحابی نے اپنے تئیں محافظ ختم نبوت کہا ہو۔ یہ انتہائی ظالمانہ اور گستاخانہ لفظ ہے۔ میں سمجھتا ہوں خدا اور مصطفیٰؐ اور خاتم الانبیاءؑ کا کوئی عاشق یہ لفظ سننا ہی گوارا نہیں کر سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ساری

گستاخیاں جو کہ دو صدیوں سے مغرب کے مستشرق کر رہے ہیں۔ اور وہ گستاخیاں جو ہندوستان میں آریہ سماج نے کیں۔ وہ گستاخیاں جو بیسویں صدی کے بعد اکیسویں صدی میں پوپ جیسے شخص نے کی ہیں۔ ان سب کو ملا دیا جائے تو اس کے مقابل پر سب سے بڑی گستاخی یہ ہے کہ مسلمان کہلانے والے مولوی یہ کہتے ہیں کہ عرش کا خدا نہیں ہم محافظ ہیں یا بھٹو صاحب محافظ ہیں۔ جن کا نام محافظ ختم نبوت رکھا گیا اور اشتہار دیئے گئے، شائع کئے گئے۔

اور شورش صاحب نے لکھا کہ آپ نے ختم نبوت کا محافظ ہونے کا فخر حاصل کیا ہے۔ آپ کا اقتدار ہمیشہ کے لئے قائم ہو چکا ہے۔ یہ تأثرات تھے شورش صاحب کے۔

اخبار نوائے وقت

اخبار ''نوائے وقت'' جماعت اسلامی کے ڈھنڈورچی رپورٹر کے الفاظ میں یہ بہت قوی آرٹیکل شائع کیا گیا۔

''روزنامہ نوائے وقت'' 6 اکتوبر 1974ء میں آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

> ''اسلامی تاریخ میں اس قدر پورے طور پر کسی اہم مسئلے پر کبھی اجماع امت نہیں ہوا۔''

کی سرخی دی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

> ''قادیانی مسئلہ پر حکومت کے فیصلہ کے سلسلے میں چند حقائق کا تذکرہ ناظرین کے لئے دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔''

> ''**اجماع امت**۔ اس فیصلے کی ایک خاص اہمیت یہ ہے کہ اس پر اجماع امت بالکل صحیح طور پر ہوا ہے۔ اسلام کی ساری تاریخ میں اس قدر پورے طور پر کسی اہم مسئلہ پر کبھی اجماع امت نہیں ہوا۔''

حالانکہ اجماع صرف ایک بات پر ہوا اور وہ ہوا محمد عربی ﷺ کے وصال کے بعد اور وہ صحابہ امت کا تھا اور وہ اجماع وفات مسیح پر ہوا تھا۔ لیکن اسلام اور اسلام کی تاریخ کے ساتھ ان کا کیا تعلق ہے؟

فرماتے ہیں کہ

’’ساری تاریخ میں.... ‘‘

یعنی صحابہ نے بھی کوئی اجماع نہیں کیا۔ تابعین میں بھی کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اگر اجماع ہوا تو بھٹو صاحب اور ان کے پرستاروں کی بدولت ہوا۔ کیونکہ اوپر حکومت کے فیصلہ کا تذکرہ ہے۔ علماء کی بات تو آگے آرہی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ سہرہ جو ہے اسلام کی پوری تاریخ میں صحابہ سے لے کر آج تک، یہ بھٹو حکومت کے سر چڑھا ہے۔

کتنے گستاخانہ الفاظ ہیں!! آگے فرماتے ہیں کہ

> ’’اجماع امت میں ملک کے سب، بڑے سے بڑے علمائے دین اور حاملان شرع متین کے علاوہ تمام سیاسی لیڈر اور ہر گروپ کے سیاسی راہنما کماحقہٗ متفق ہوئے ہیں اور صوفیائے کرام اور عارفین باللہ برگزیدگان تصوف وطریقت کو بھی پورا پورا اتفاق ہوا ہے۔‘‘

یہ الفاظ میں پہلے سنا دیتا ہوں۔ پھر ایک دو امور کی طرف اشارہ کروں گا۔

> ’’قادیانی فرقہ کو چھوڑ کر جو بھی بہتّر (۷۲) فرقے مسلمانوں کے بتائے جاتے ہیں۔ سب کے سب اس مسئلہ کے اس حل پر متفق اور خوش ہیں۔ زعمائے ملت اور عمائدین کا کوئی طبقہ نظر نہیں آتا جو اس فیصلہ پر خوشگوار ردعمل نہ رکھتا ہو۔‘‘

یہ تبصرہ کس کا ہے؟ نوائے وقت کے مقالہ نگار کا۔ کہتے ہیں کہ سوائے بھٹو صاحب کے اجماع امت کے، صحابہ سے لے کر آج تک اجماع ہی کسی مسئلہ پر نہیں ہوا۔ اور اجماع کرنے والے مولوی تھے۔ میں بتا چکا ہوں جن میں سے کوئی مولوی کسی کو مسلمان نہیں سمجھتا۔ اب آپ بتائیں کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہو گیا ہے۔ بلکہ فرمایا ہے:۔ **مَنْ رَمَیٰ مُؤْمِناً بِکُفْرٍ فَھُوَ کَقَتْلِہٖ (صحیح بخاری کتاب الایمان و النذور باب من حلف بملة سوا ملة الاسلام)** جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کفر کی طرف منسوب کرتا ہے وہ در اصل اس کا قاتل ہے۔ تو یہ قاتل تھے محمد عربی ﷺ کے کروڑوں عشاق کے۔ اور اس کی وجہ جو کہتے

ہیں کہ علماء متفق ہیں۔ علماء وہ ہیں جو اصل میں میں بتا چکا ہوں۔ جو کسی کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ بڑی بڑی بحثیں ہوئیں۔ اجتماع ہوئے۔ نماز کا وقت ہوا تو بریلوی الگ ہو گئے۔ مودودی الگ ہو گئے۔ دیوبندی بالکل الگ ہو گئے۔ تو مجھے بتائیں کہ وہ لوگ جو آنحضرت ﷺ کے فتوے کے مطابق خود کافر ہو گئے تو بہتّر (۷۲) کافر اگر اکٹھے ہو جائیں تو وہ مسلمان اور مسلمانوں کے پیشوا بن جاتے ہیں اور وہ اجماع امت قرار پاتے ہیں۔ آخر کچھ تو خدا کا خوف کرنا چاہئے! دنیا اتنی اندھی نہیں ہے۔ بہتّر (۷۲) قسم کے کافروں کا اجماع کفر کا اجماع ہو سکتا ہے، اسلام کا اجماع نہیں ہو سکتا۔ یہ کتنی واضح بات ہے۔

ماہنامہ طلوع اسلام

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب: ''طلوع اسلام'' کا کیا تبصرہ تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: مدیر طلوع اسلام نے لکھا۔

> ''اس مسئلہ کے متعلق حکومت نے کہا ہے کہ اسے عوام کے مطالبہ کے مطابق حل کیا گیا ہے۔ یہ نہیں کہا گیا ہے کہ یہ اسلام کا تقاضا ہے۔''

(طلوع اسلام لاہور نومبر 1974ء صفحہ 6)

الطاف حسن قریشی صاحب

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ الطاف حسن قریشی صاحب مدیر اردو ڈائجسٹ کا بھی آپ نے ذکر کرنا ہے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ ہاں الطاف حسن صاحب قریشی نے بھی اردو ڈائجسٹ دسمبر 1975ء صفحہ 57 میں یہی بات لکھی کہ حیرت کی بات ہے کہ اتنے مراحل سے گذرنے کے بعد تمام قانون پاس ہوتے ہیں۔ بڑی پابندیاں ہوتی ہیں۔ اس واسطے کہ کروڑوں انسانوں کا مستقبل وابستہ ہوتا ہے کسی قانون کے ساتھ۔ سب کمیٹیاں بنتی ہیں پھر ریزولوشن کو ڈکٹیٹ (Dictate) کرایا جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد سب کمیٹیوں میں معاملہ جاتا ہے۔ کبھی کسی ایک لفظ پر بحث ہوتی ہے۔ کبھی دوسرے پر بحث ہوتی ہے۔ اور پھر اس کے بعد وہ قومی اسمبلی میں جاتا ہے پھر وہاں پر جا کر

سب کمیٹیوں کے سامنے آتا ہے پھر ان کی رائے پیش ہوتی ہے۔ پھر سینٹ میں پیش کی جاتی ہے۔ لیکن یہاں چند منٹوں کے اندر اندر ہو گیا ہے۔ یہ انتہائی ظالمانہ بات ہے۔ تو یہ اس وقت ہی صدائے احتجاج انہوں نے بلند کی ہے۔

مجیب الرحمٰن شامی صاحب اور مولوی محمد یوسف بنوری صاحب

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ مجیب الرحمٰن شامی صاحب اور مولوی یوسف بنوری صاحب نے کیا تبصرہ کیا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ مجیب الرحمٰن شامی صاحب و محمد یوسف بنوری صاحب انہوں نے لکھا کہ حیرت کی بات ہے کہ یہ فیصلہ پندرہ منٹ کے اندر اندر پاس کیا گیا۔ اور وہ سارے اصول اور دستور کے وہ مراحل جو کہ اسمبلی اور سینٹ کے لئے ہوتے تھے ان کو بالکل نظر انداز کر کے پندرہ منٹ کے اندر اندر یہ فیصلہ کیا گیا اور یہ بات صرف انہوں نے نہیں کی بلکہ یوسف بنوری صاحب نے بھی اپنے بیان میں کہی ہے۔ اور خود انہوں نے بتایا ہے۔ رسالہ ''ختم نبوت'' 23 تا 29 اکتوبر 1995ء میں یہ شائع شدہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ

> ''میں بھٹو صاحب کے پاس گیا۔ میں نے کہا''

اب آپ سنیں الفاظ۔ یہ تو آپ کو میں بتا چکا ہوں کہ یہاں تک ان لوگوں نے کہا جیسا کہ حنیف رامے صاحب کا بیان ''پاکستان ٹائمز'' 25 اکتوبر 1974ء میں موجود ہے کہ

> ''اگر بھٹو صاحب مرزائیوں کو کافر قرار دے دیں تو ہم اپنی داڑھیوں سے ان کے بوٹ کو صاف کرنے کو تیار ہیں۔''

یعنی اب ''تحفظ ختم نبوت'' کا یہ ''آخری معرکہ'' بھی سرانجام دینے کے لئے تیار ہیں۔

اب دیکھیں ''حضرت شیخ الاسلام'' مولانا یوسف بنوری صاحب کے متعلق چنیوٹی صاحب نے اپنے کتابچہ میں لکھا ہے کہ:۔

> ''ابھی قادیانیوں کے خلاف تحریک شروع نہیں ہوئی۔''

یعنی ربوہ کا جو حادثہ تھا وہ ابھی ہماری طرف سے برپا نہیں ہوا تھا۔ تو یہ چند روز پہلے سعودی عرب گئے

اور پھر وہاں سے کراچی گئے۔

اب آپ خود غور فرمائیں کہ ابھی سانحہ ربوہ نہیں ہوا۔ چنیوٹی صاحب کہتے ہیں کہ چند دن پہلے کی بات ہے کہ یہ صاحب ایک سوچی سمجھی سکیم کے مطابق سعودی عرب سے کراچی یہاں پہنچے ہیں۔ منظور چنیوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

> ''حضرت شیخ قدس سرّہ کے ساتھ طویل تخلیہ کے بعد... دروازہ سے نکلتے ہوئے ہم خدام کی طرف دیکھ کر بہت زوروں میں فرمایا۔ بس لاکھ دو لاکھ مروا دینے ہیں مگر اس دفعہ انشاء اللہ مسئلہ حل کروا لینا ہے۔''

(''حضرت شیخ الحدیث کی دینی فکر'' صفحہ 33 ناشر ادارہ مرکزیہ دعوت ارشاد چنیوٹ)

اور اس کے تیسرے دن انہوں نے یہ قصہ سانحہ ربوہ کے نام سے شروع کر دیا۔ بہر حال بنوری صاحب نے جو فرمایا، میں ان کے ہی الفاظ بیان کرتا ہوں:۔

> ''میں نے کہا بھٹو صاحب خدا کی قسم اگر تم کافروں کے پریشر سے ڈرتے ہو تو اسلام کی عظمت محسوس نہیں کرتے ہو۔ اگر خدا پر آپ کا ایمان اور یقین ہے۔ اگر اللہ کے راضی کرنے کے لئے تم مسلمانوں کے اس مطالبے کو مانو تو خدا کی قسم کوئی طاقت تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔ اس وقت وہ اکیلا تھا۔ صرف میں ہی اس کے پاس تھا۔ علیحدہ ملاقات تھی۔ وہ کہنے لگا کہ مسئلہ پرانا ہے۔ اتنی جلد کیسے حل ہوگا۔ میں نے کہا کیسے حل نہیں ہوگا۔ ایمان کا مسئلہ ہے۔ آپ وقت کے وزیر اعظم ہیں۔ اکثریتی پارٹی کے لیڈر ہیں۔ منصب آپ کے پاس ہے۔ ایک حکم پارٹی کو دو۔ چلو اسمبلی پوری نہیں ہوتی، آپ تو اکثریتی پارٹی کے لیڈر ہیں۔ اگر تم نے مان لیا تو اپنی پارٹی کو آزاد مت چھوڑو۔ حکم دے دو کہ یہ کام کرو۔ (یہ خباثت باطنی کا جو اظہار ہے وہ آپ ان الفاظ کو دیکھیں کہ حکم دے دو اپنی پارٹی کو کہ یہ کام کرو۔) کام آج ہو جائے گا۔ ایک گھنٹے میں ہو سکتا ہے۔ یہ تو وہ شخص کہہ سکتا ہے جو اکثریتی پارٹی کا لیڈر نہ ہو۔ تم وزیر اعظم بھی ہو اور اکثریتی پارٹی کے لیڈر بھی ہو۔ سب دار و مدار تمہاری نیت پر ہے۔ پھر پندرہ منٹ میں یہ

> کام ہوا۔ (فرماتے ہیں پھر پندرہ منٹ میں یہ کام ہوا۔) یعنی قومی اسمبلی نے پندرہ منٹ میں کام کرلیا۔ سینٹ نے پندرہ منٹ میں کام کرلیا۔ اور آخر کار بھٹو صاحب نہیں مانتے تھے۔ نہیں مانتے تھے۔ مجبور ہو کر پندرہ منٹ میں اس نے بھی کام کر دیا۔ خیال میں آیا کہ ایک گھنٹہ بھی نہیں گزرا کہ 6 ستمبر کو یہ تمام مراحل ایسی برق رفتاری سے طے ہو گئے کہ عقل حیران ہو گئی کہ کیا ہو رہا ہے۔''

(ہفت روزہ ''ختم نبوت'' جلد 11 شمارہ 21 مورخہ 23 تا 29 اکتوبر 1992ء صفحہ 25)

یہ بیان تھا مولانا یوسف بنوری صاحب کا۔

اراکینِ پیپلز پارٹی

پیپلز پارٹی کا جو ردعمل تھا۔ وہ بھی دیکھنے والا ہے۔ ایک طرف سے دیوبندی کہہ رہے تھے ہم اگر پریشر نہ ڈالتے تو بھٹو صاحب تو ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ اور دوسری طرف پیپلز پارٹی نے اگلے آنے والے انتخاب کے متعلق کہا کہ اب تو کامیابی ہماری قطعی اور یقینی ہے۔

مولانا کوثر نیازی سابق وفاقی وزیر

یہی وجہ ہے کہ کوثر نیازی صاحب نے لکھا ہے کہ جب یہ فیصلہ ہو گیا اور پہلے دن ایک دو بیان مولویوں کے آ گئے کہ مولویوں نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا۔ اگلے دن پھر ساروں نے کہا کہ یہ تو ہماری وجہ سے اور شاہ فیصل کی وجہ سے ہوا ہے۔ اور اگر ہم اس وقت قربانیاں نہ دیتے تو بھٹو صاحب تو انکار کر بیٹھے تھے۔ (تفصیل ملاحظہ ہو ''اور لائن کٹ گئی'' صفحہ 15 ناشر جنگ پبلشرز)

سواد اعظم کی خواہشات کے مطابق فیصلہ کرنے کی وجہ؟

وزیر اعلیٰ پنجاب جناب حنیف رامے صاحب نے علماء اور قائد طلباء کو اپنا عہد یاد دلاتے ہوئے کہا کہ

> ''علماء نے بیانات دیے اور قائد طلباء نے اعلان کیا کہ اگر بھٹو نے قادیانی مسئلہ کا فیصلہ سواد اعظم کی خواہشات کے مطابق حل کر دیا تو پھر جو ہاتھ بھٹو کے اقتدار کی طرف بڑھے گا اسے ہم کاٹ دیں گے لیکن ان کی بات

> پوری ہونے کے باوجود وہ اب نئے نئے شوشے چھوڑ رہے ہیں اور اپنے عہد سے پھر رہے ہیں۔''

(نوائے وقت لاہور 14 ستمبر 1974ء)

مولانا شاہ احمد نورانی صاحب

7 ستمبر 1974ء قومی اسمبلی کے فیصلہ کا سہرا وزیراعظم بھٹو کے سر باندھنے والے علمائے دین کے متعلق شاہ احمد نورانی صاحب کہتے ہیں:۔

> ''دراصل یہ خوشامدیوں کا ٹولہ ہے جو اپنے مادی مفادات کی خاطر ہر دور میں چڑھتے سورج کی پوجا کرتا ہے۔ اس کی ساری سوچ اس لیے وقف ہوتی ہے کہ کب اور کس طرح انہیں کوئی موقع ملے اور یہ دُم ہلاتے ہوئے اور زبان چاٹتے ہوئے خوش آمدید کے لیے پہنچ جاویں تاکہ سرکاری نظر کرم ہو جائے۔''

(ترجمان اہلسنت کراچی نومبر 1974ء صفحہ 21)

تو اب یہ دونوں سہرے باندھنے کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ ملّاں کو اپنے مستقبل کا فکر تھا۔ اور بھٹو صاحب اس داؤ پر تھے کہ آئندہ الیکشن میں نے اس بنیاد پر جیتنا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد پھر جو بھی پمفلٹ شائع ہوئے۔ بھٹو صاحب کی تقریریں شائع ہوئیں یا جو بھی سرکلر جاری کئے گئے، جو بیانات سرکاری طور پر دیے گئے، اس میں خاص طور پر یہ اہتمام کیا جاتا تھا کہ پیپلز پارٹی وہ پارٹی ہے جس نے کہ وہ نوے سالہ مسئلہ جو کسی سے حل نہیں ہوا تھا۔ ملّاں سے بھی حل نہیں ہوتا تھا۔ نوے سال سے حل نہیں ہوتا تھا۔ ہم نے پندرہ منٹ میں حل کر کے دکھا دیا ہے۔ اب کون ہے جو ہمیں ووٹ نہ دے۔ لیکن پیپلز پارٹی نے اس سلسلہ میں جو کیا وہ بھی کمال تھا۔ اس کو دراصل کہتے ہیں جنگ زرگری۔

آپ اگر اردو کی لغات دیکھیں۔ اس میں ''جنگ زرگری'' ایک لفظ آتا ہے۔ ''جنگ زرگری'' کیا چیز ہے؟ اس کا ایک تاریخی پس منظر بعض ادیبوں نے لکھا ہے۔ وہ بات یہ تھی کہ ایک زمانے میں بغداد میں دو فقیر ہوتے تھے۔ اب ظاہر ہے کہ بغداد سنیوں کا بھی مرکز ہے اور شیعہ

حضرات کا بھی مرکز ہے۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی وہیں مدفون ہیں اور آئمہ اثنا عشریہ بھی۔ وہ بھی دراصل ہمارے ہی آئمہ ہیں۔ اہل بیت محمدؐ۔ ہم تو ان کی خاک پا ہیں۔ تو یہ دو بھائی تھے۔ گداگری کرنے کے لئے انہوں نے یہ سسٹم تجویز کیا کہ ایک بھائی پُل کے ایک طرف بیٹھ جاتا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نام پر مانگتا۔ سنی اس کو پیسے دیتے۔ دوسرا بھائی حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کے نام پر مانگتا تو شیعہ پیسے دے جاتے۔ اس طرح دونوں کو بہت رقم جمع ہو جاتی۔ رات جب اکٹھے ہو جاتے تو آدھا آدھا کر لیتے تھے۔ یہ جنگ زرگری کہلاتی ہے ہم نے اس جنگ زرگری کو دیکھا ہے۔ وہ تو بغداد کا زمانہ صدیوں پہلے کا ہے، ہم نے 1974ء میں خود اس جنگِ زرگری کو دیکھا ہے۔

اب اس جنگ زرگری میں علماء نے کہا کہ یہ تو ہماری وجہ سے ہوا ہے۔ ہم تھے جنہوں نے زور ڈالا اور اس وقت بھٹو صاحب نے گھٹنے ٹیک دیئے۔ اور پھر شاہ فیصل صاحب کی وجہ سے یہ سارا کام ہوا ہے۔ اور پیپلز پارٹی والے کہہ رہے تھے کہ ہم ہیں دراصل۔ ہماری وجہ سے یہ کام ہوا ہے۔ اس پر یہاں تک ہوا کہ پیپلز پارٹی نے بڑے بڑے قد آدم پوسٹرز شائع کئے۔

یہ ایک پوسٹر ہے۔ اس میں ستمبر 1974ء کے کاموں میں ہی لکھا ہے کہ

> ’’وزیر اعظم بھٹو نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ملک بھر سے داد تحسین حاصل کی۔‘‘

جناب خورشید حسن میر ڈپٹی سیکرٹری پیپلز پارٹی

’’مشرق‘‘ نے رپورٹر کے حوالہ سے لکھا ہے:۔

> ’’مسٹر خورشید حسن میر نے کہا کہ جو لوگ ذاتی مفاد کی خاطر مذہب کا ناجائز استعمال کر کے فتوے صادر کیا کرتے تھے ہماری جماعت نے شروع میں انہیں شکست دے دی تھی۔ اب چار سال بعد مذہب کا غلط استعمال کرنے والے وہی لوگ پھر باہر نکل آئے ہیں۔‘‘ . . . . . .
>
> قادیانی مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے پیپلز پارٹی کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل نے کہا کہ

اس مرتبہ استحصال پسندوں اور ان کے حواریوں نے منصوبہ بنایا کہ مذہب کے نام پر اپنے مفادات حاصل کریں۔ حقیقت میں یہ لوگ خود ہی ختم نبوت کے مسئلے پر سنجیدہ اور مخلص نہیں ورنہ جنرل اعظم خاں کے مارشل لاء کے دور میں راتوں رات زیر زمین نہ چلے جاتے اور میدان میں رہتے۔''

(مشرق 12 اگست 1974ء)

صوبائی وزیر پارلیمانی امور سردار صغیر احمد صاحب

''پیپلز پارٹی نے ختم نبوت کا مسئلہ خوش اسلوبی سے حل کیا ہے۔ اس مسئلہ کا حل سانحہ کربلا اور سب سے بڑا اسلامی تاریخی واقعہ ہے قادیانی مسئلہ حل کر کے وزیر اعظم بھٹو نے اپوزیشن لیڈروں کی سیاست ختم کر دی ہے۔''

(امروز لاہور 17 نومبر 1974ء)

پیپلز پارٹی ساہیوال

اس کے علاوہ پیپلز پارٹی کے محمد علی اختر صاحب حویلی۔ ساہیوال نے انجمن اتحاد المسلمین کی طرف سے یہ پمفلٹ شائع کیا اور اس میں سنئیے:۔

''قومی اسمبلی کا عظیم تاریخی فیصلہ''

اب اس پر جو ٹوٹے پھوٹے شعر کہے۔ وہ سنیں کہ جنگ زرگری میں پیپلز پارٹی نے جو ڈھول بجایا تھا، وہ کیا تھا۔ ؎

رسول پاک کو خاتم جو نہ مانے، کافر
قادیانی نبی کو جو ہے مانے، کافر
ملت کا مسیحا ذوالفقار علی بھٹو
اب بھی اسے قائد جو نہ مانے، کافر

اس کے علاوہ مولویوں نے، جو بھٹو صاحب اور پیپلز پارٹی کے ہاتھ پر بکے ہوئے تھے اور یہ بہت سارے تھے۔ مولوی عنایت اللہ یہ جو مشہور اہل سنت والجماعت کے لیڈر گزرے ہیں۔ بڑے

مناظرے ان کے شیفیلڈ برطانیہ میں خالد محمود صاحب سے بھی ہوئے۔ میرے پاس وہ اصل مناظرہ بھی موجود ہے۔ ان کی وہاں اپنی مسجد تھی۔ یہ وہاں پر اذان دیا کرتے تھے۔ اور اذان کے آخر میں یہ ضرور کہتے۔

اسی یارسول اللہ کیناا ے۔ تسی اس طرح ہی سڑ دے ریناا ے۔

یہ واقعہ میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں ایک دفعہ رات کے وقت جب ہم جلسے کے دنوں میں حضورؒ کی خدمت میں جاتے تھے، حضرت مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب اور شیخ محبوب عالم صاحب خالد۔ تو اس موقعہ پر میں نے یہ سنایا۔ خالد صاحب موجود نہیں تھے۔ مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب موجود تھے۔

تو انہوں نے جن دنوں 1970ء میں انتخاب ہو رہا تھا، پیپلز پارٹی کے سٹیج پر تقریر کی۔ یہ مجھے ہمارے ملک منور احمد صاحب جاوید جو اس وقت لاہور کے قائد تھے، نے بتایا تھا۔ کہنے لگے کہ رات انہوں نے عجیب لطیفہ کیا۔ تقریر پیپلز پارٹی کے حق میں کی، جماعت اسلامی کے خلاف کی۔ آخر میں چٹیں آنی شروع ہو گئیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم در پردہ مرزائی ہو۔ انہوں نے کہا کہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کیا سمجھتے ہو۔ کہنے لگے مجھے پتہ ہے کہ یہ چھٹیاں آ رہی ہیں۔ جماعت اسلامی کے ملک غلام علی صاحب اور مودودی صاحب سے جو وابستہ ہیں۔ یہ ان کی طرف سے آ رہی ہیں۔

اچھا اب میں بتاؤں اپنا عقیدہ؟ کہنے لگے سنو! مرزائی دائرہ اسلام سے خارج ہیں لیکن اللہ کی قسم قیامت کے دن مرزائی بخشے جائیں گے۔ مودودی پھر بھی نہیں بخشا جائے گا۔

تو کچھ بکے ہوئے بھی تھے اور ان کا انداز ویسا تھا جیسے میں نے آپ کو اس کا نمونہ بتایا ہے۔ تو انہوں نے اس قسم کی نغمہ سرائی بھی کی ہے۔

اس سے بڑھ کر ایک مولوی صاحب نے یہ کمال کیا کہ ایک قصیدہ خود بنایا اور شاہ نعمت اللہ ولی صاحب کی طرف منسوب کر کے شائع کیا۔ یہ میرے پاس موجود ہے۔ اور اب پھر دوبارہ شائع کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو۔ ''آٹھ سو سالہ پیش گوئی'' مؤلف ایچ ایم سرور نظامی ناشر میاں علی حسن جالندھری منٹگمری بازار مین کارخانہ بازار گلی نمبر 3 لائل پور) اور اس میں شعر خود بنا لیا اور اوپر لکھا شعر شاہ نعمت اللہ، اس شعر میں شاہ غربی، شیخ غربستان یا فاتح ہند کا ذکر آتا ہے اور اس کے پھر خود ہی معنی کئے کہ اس سے مراد دراصل

ذوالفقار علی بھٹو ہے اور پھر اشتہار دیا ایک اور مصرعہ بنا کر کہ ایک شخص ہوگا جس کا نام ذال سے شروع ہوگا اور وہ اسلام کی بہت بڑی خدمت کرے گا۔ یہ قد آدم پوسٹر کراچی میں شائع کیے گئے۔ یہ فیصل آباد میں تقسیم کیے گئے۔

بیرونی دنیا کے تبصرے

بیرونی ملکوں میں سعودی عرب کی حکومت اور ''الاتحاد'' اور امارات متحدہ اور دوسروں نے اس کی اشاعت کی کیونکہ سب ملے ہوئے تھے۔ انہی کی شہہ پر سب کچھ ہوا جس طرح کہ چنیوٹی صاحب نے اعلان کیا۔ آپ حیران ہوں گے کہ دنیائے عرب کی صحافت نے کس طرح خراج تحسین ادا کیا۔ شاہ فیصل کو نہیں بلکہ بھٹو صاحب کو۔

''الاتحاد'' 11 دسمبر 1973ء کا یہ شمارہ ہے۔ بھٹو صاحب کی ایک شاندار تصویر شائع کی ہے۔ اور یہ پورے ایک صفحہ کا آرٹیکل ہے اور اس کے ایک کارنر میں نوٹ میں دیا ہے:۔

> **''القادم الینا الیوم زعیم من الزعماء الذین یبعث الله بهم الی الامم عندما تشتد تتکاثف ظلمات الیأس و ذو الفقار علی بوتو واحد من هٰولاء الرجال العظام القلائل فی التاریخ امة'**
>
> کہتے ہیں کہ اس وقت وہ شخص جو عظیم ہے اور امتوں میں مشکلات اور مایوسی کی ظلمتوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور خدا جن کو مبعوث کرتا ہے۔ یبعث اللّٰہ خدا ان کو مبعوث کرتا ہے ان میں سے ایک بڑی شخصیت موجودہ امت محمدیہ میں ذوالفقار علی صاحب بھٹو کی ہے۔

یہ تاثرات تھے ''الاتحاد'' کے جو دنیائے اسلام کا ترجمان ہے۔

دیگر مسلم رہنما

لیکن دوسرے مسلمانوں کا اب میں آپ کو بتاؤں۔ یہ ''لولاک'' 28 دسمبر 1975ء میں شائع شدہ ہے۔ لکھا ہے کہ فجی آئی لینڈ سے ماہنامہ ''پیام حق'' کا ایک شمارہ ہمیں ملا ہے جس میں یہ

تبصرہ کیا گیا ہے کہ

> ''سات ستمبر 1974ء کو پاکستانی حکومت نے مظلوم اور کمزور مسلمانوں (قادیانیوں) کو کافر قرار دے کر پاکستان سے کلمہ طیبہ اور اسلام کا جنازہ نکال دیا ہے۔''

وزیر اعلیٰ مقبوضہ کشمیر جناب میر قاسم صاحب

مقبوضہ کشمیر کے وزیر اعلیٰ جناب میر قاسم صاحب کے متعلق روزنامہ امروز لاہور لکھتا ہے کہ انہوں نے

> ''پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے فیصلے پر نکتہ چینی کی ہے اور کہا ہے کہ پاکستان نے قرآن اور حدیث پر یقین رکھنے والوں کو اسلام کے دارے سے خارج کر دیا ہے۔''

(امروز 11 ستمبر 1974ء صفحہ 6)

برطانوی پریس

برطانوی پریس نے اس موقعہ پر جو کہا اور جس کو کہ یہاں پیپلز پارٹی کی طرف سے بھی شائع کیا گیا۔ برطانوی پریس نے اس موقع پر جو کمینٹس کیئے، یہ ذرا سوچنے والے ہیں۔ برطانوی پریس نے اس موقع پر لکھا ہے۔ اسی پیپلز پارٹی کا جو اشتہار ہے۔ اس میں 9 ستمبر 1974ء کو برطانوی اخبارات نے یعنی عیسائی دنیا نے قادیانیوں کے متعلق فیصلے کو سراہا ہے اور لکھا ہے کہ

> '' شاباش قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان کو خانہ جنگی سے بچالیا ہے۔''

توکس نے خراج تحسین ادا کیا؟ عیسائی دنیا نے۔ یہ ایک جھلک تھی جو میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا تھا۔

عوام الناس کے تبصرے

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ یہ تو اکابر پریس کے حوالے سے آپ نے بیان فرمایا کہ ان کے

کیا تبصرے تھے۔ عوام الناس کے کوئی کمنٹس اس حوالے سے بیان فرمائیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ عوام الناس کے کمینٹس (Comments) میں سے ایک دلچسپ بات تو یہ ہے جو مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال اوّل نے مجھے بتائی تھی پھر انہوں نے تحریر بھی دی اور وہ تحریر 1974ء کے مسودے میں شامل ہے۔ انہوں نے بتایا تھا۔ نالہ ڈیک سیالکوٹ کے قریب ایک مجذوب بیٹھے ہوئے تھے۔ فیصلے کے دوسرے دن ایک احمدی وہاں سے گذرا اور ان سے یہ بات کہی کہ تم احمدی ہو۔ کہنے لگے جی ہاں۔ میرا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے۔ کہنے لگے مبارک ہو۔ گند سے بچ گئے ہو تم۔ ان مولویوں کو میں خود سنبھال لوں گا۔ یہ بات اس مجذوب نے کہی۔

پھر مکرم چوہدری عبدالحق صاحب ورک جو اسلام آباد کے امیر تھے، انہوں نے مجھے سنایا۔ کہنے لگے کہ میرے بھائی ابھی تک غیر احمدی ہیں۔ مگر ان کا محبت کا تعلق بہت ہی بے مثال ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ جس وقت اناؤنسمنٹ ہوئی تو جماعت اسلامی کے ایک رکن، اور جماعت اسلامی کا جب لفظ آئے تو فوراً آپ کو چاہئے کہ آپ مودودی صاحب کی کتاب ''مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش'' کا تیسرا حصہ دیکھیں۔ اس میں لکھا ہے کہ مسلمان چڑیا گھر کے جانوروں کی طرح ہیں اور یہ لوگ ہر چیز کو جو کافرانہ ہے اسلامی کا لفظ لگا کے پیش کرتے ہیں اپنے کاروبار کو چلانے کے لئے اور کہتے ہیں کہ یہ اسلامی شرابخانہ ہے۔ یہ اسلامی شراب ہے۔ اسلامی سود ہے۔ (''مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش'' حصہ سوم صفحہ 25 بار سوم ناشر دفتر ترجمان القرآن دارالاسلام جمال پور متصل پٹھانکوٹ) تو جماعت اسلامی نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ آخر وہ بھی مسلمان ہیں اس کو بھی تو فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اسلامی کے لفظ سے۔

بہر حال کہتے ہیں کہ جماعت اسلامی کے ایک رکن ہمارے بھائیوں کے پاس آئے۔ غالباً بہاولنگر کی بات ہے۔ یا بہر حال اسی علاقے کی بات انہوں نے بتائی تھی۔ کہنے لگے ہمارے گھر جو آئے تو ہمارے بھائیوں سے کہنے لگے جی آج رات اناؤنسمنٹ ہوگئی ہے کہ مرزائی دائرہ اسلام سے خارج قرار پائے ہیں۔ بھٹو صاحب نے فیصلہ کر دیا ہے۔ اجماع امت ہوگئی ہے۔ کہنے لگے جی پھر کیا کیا جائے۔ کہنے لگے بس۔ اب یہ مرزائی کافر ہو گئے ہیں۔ ان کی کوئی چیز مشترک نہیں ہونی چاہئے۔ اگر کوئی جائیداد مشترک ہے تو اس سے الگ ہو جاؤ۔ کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے۔ کھانے پینے میں نہ

معاملات میں نہ جائیدادوں میں۔ کہنے لگے جی باقی چیزیں اور جائیدادیں تو پہلے ہی ہم تقسیم کر چکے ہیں۔ اب صرف بھینسیں رہ گئی ہیں۔ کہنے لگے جی ان کو علیحدہ کیا جائے۔ ان منکرین ختم نبوت اور گستاخان ختم نبوت کی بھینس بھی تمہارے پاس نہیں ہونی چاہئے۔ الگ کرو۔ کہنے لگے جی کہ یہ کام تو پھر آپ ہی کر سکتے ہیں۔ صاحب بصیرت ہیں آپ۔ اور ''شمع ختم نبوت'' کے پروانے ہیں۔ آپ ہر بھینس سے پوچھ لیں جو ختم نبوت کو مانتی ہو وہ ہمیں دے دی جائے اور جو نہیں مانتی وہ ان کے حوالے کر دی جائے۔

اس کے علاوہ حضرت مرزا مبارک احمد صاحب نے مجھے یہ بات بتائی۔ حضرت مرزا مبارک احمد صاحب نے فرمایا کہ ان کے نانا کے خاندان یعنی خلیفہ حمید الدین اور حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب کے خاندان کے جو غیر از جماعت بعض بزرگ کراچی میں مقیم تھے۔ کہنے لگے کہ میں ان کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ دلچسپ بات ہوئی ہے۔ ایک مولوی صاحب نے آ کر کہا کہ آپ نے سنا ہے خلیفہ صاحب؟ مرزائیوں کو تو گورنمنٹ نے غیر مسلم قرار دے دیا ہے۔ کہنے لگے آپ کا تو کوئی تعلق مرزائیوں کے ساتھ نہیں ہے۔ آپ کو فکر کرنی چاہئے اگر آپ کا تعلق ہے۔ کہنے لگے مرزائی نمازیں پڑھتے ہیں مجھے کبھی دیکھا ہے نماز پڑھتے ہوئے؟ میں شراب پیتا ہوں۔ کوئی مرزائی ایسا ہے جو شراب پیتا ہو؟ میں مرزائی کیسے ہو سکتا ہوں۔ کہنے لگے جی الحمد للہ خدا کا شکر ہے مرزائیت کے ساتھ آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

کراچی کے ایک احمدی ملے جب میں پہلی دفعہ گیا ہوں اس فیصلے کے بعد میں نے تمام واقعات اس وقت ان کے سامنے بیان کئے تھے۔ اس وقت حضرت چوہدری احمد مختار صاحب بھی تشریف فرما تھے اور اسی طرح جماعت کے جو بزرگ تھے اور مخلص نوجوانوں، خدا کے شیر، ان کی مجلس تھی۔ تو میں نے وہ ساری باتیں بتائیں اور میں نے پہلے اشارہ بھی کیا ہے کہ قطعاً ہم پر کوئی پابندی نہیں تھی کہ ہم بیان نہ کریں۔ میں بیان کرتا تھا اور حضورؒ کو بتاتا تھا۔ اتنی بات ہے کہ میں نے اکثر اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ یہ 1974ء کا دارالندوہ ہے۔ وہ تو قریش کا تھا رسول پاک ﷺ کے زمانے میں۔ 622ء میں اور یہ دارالندوہ اس زمانے کا ہے تو وہ میں نے ساری مفصل کارروائی دارالندوہ کی بیان کر دی ہے۔ تو آخر میں کراچی کے ہمارے ایک احمدی بزرگ کہنے لگے کہ یہاں ایک دلچسپ

لطیفہ ہوا ہے۔ میرے ایک غیر از جماعت دوست کہنے لگے کہ اور نمازیں پڑھ لو۔ اور تہجد پڑھ لو۔ دیکھا نا ہم نے نمازیں پڑھیں نہ اب پڑھتے ہیں۔ تہجد کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ روزے ہم نے کبھی رکھے نہیں۔ کلمہ ہم جانتے نہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم مسلمانوں کے دائرے میں رہ گئے ہیں۔ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ اتنی نمازیں نہ پڑھو اور نہ تہجد کی طرف جاؤ۔ یہ ساری ''خرابی'' اسی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ غلط ہوا ہے

یوم تشکر کے موقع پر مولوی ظفر احمد انصاری ممبر قومی اسمبلی کے اسلام آباد یونیورسٹی کے طلبہ سے خطاب کی رپورٹ نوائے وقت نے دی ہے کہ

> ''کوشش یہ ہونی چاہیے کہ قادیانیوں سے اب کسی قسم کا جارحانہ تعرض نہیں کرنا چاہیے تا کہ ملک میں امن برقرار رہے لیکن بعض سامعین ان سے بھی الگ سوچ رہے تھے وہ یہ کہہ رہے تھے کہ قادیانی تو صرف ختم نبوت کے منکر تھے۔ پاکستان میں بھی ابھی ایسے لوگ خاص مقامات اور اونچی کرسیوں پر متمکن ہیں جو سرے سے نبوت اور خدا کے ہی منکر ہیں۔ یہ ملک و ملت کی تخریب کاری میں اس آزادی سے مصروف ہیں کہ ان کا ہاتھ پکڑنے والا ہی کوئی نہیں۔ یہاں تک کہ یہ اب بھی کھلے بندوں کہہ رہے ہیں کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ غلط ہوا ہے۔''

(نوائے وقت لاہور 19 ستمبر 1974ء)

7 ستمبر 1974ء کے فیصلہ پر بے لاگ تبصرہ

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ مولانا صاحب! 7 ستمبر 1974ء کو جماعت احمدیہ کے حوالے سے پاکستان کی قومی اسمبلی میں جو قرارداد پیش کی گئی اور جو فیصلہ ہوا اس کے بارے میں آپ کا کیا تجزیہ ہے؟

آئین 1973ء میں حلف ناموں اور قرارداد کے الفاظ کا تجزیہ

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ انتہائی بنیادی سوال ہے جو خدا کے فضل سے اور اس کے

راہنمائی سے آپ اس وقت کر رہے ہیں اور میں ممنون احسان ہوں اس بارے میں آپ کا۔ بات یہ ہے کہ 1973ء میں جو قانون آئین پاکستان کا پاس ہوا اس کے آخر میں وزیر اعظم اور صدر کے لئے ایک حلف نامہ تیار ہوا جس میں ختم نبوت کے الفاظ تھے اور وہی الفاظ پھر دوبارہ 1974ء میں پیش کئے گئے۔ اس حلف نامہ کی شکل میں تو وہ الفاظ دراصل پرویزی مسلک رکھنے والے وزیر مملکت ملک جعفر خان صاحب کے تجویز کردہ تھے۔ انہی کو دوبارہ اس میں شامل کیا گیا اور یہ انہی کے الفاظ تھے۔ اور اس کا ڈاکومنٹری پروف یہ ہے کہ اپنی کتاب ''احمدیہ تحریک'' میں انہوں نے اس عقیدہ کو واضح کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

> ''جس ختم نبوت کے عقیدہ سے انکار کی بناء پر علماء جماعت احمدیہ کو اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں، اس کی روشنی میں یہ علماء اپنی پوزیشن پر کیوں غور نہیں کرتے؟ اگر ختم نبوت سے یہ مراد ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا (اور ہمارے نزدیک یہی مراد ہے) تو جماعت احمدیہ اور غیر احمدی علماء جو نزول مسیح پر ایمان رکھتے ہیں، دونوں ہی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ مسیح ابن مریم کے نبی ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور اگر ان کو رسول کریم کے بعد آنا ہے تو نبی کریم خاتم النبیین نہیں ہو سکتے۔ احمدیوں کے نزدیک مسیح ابن مریم کو نہیں آنا بلکہ ان کے مثیل کو آنا تھا جو مرزا صاحب کی ذات میں آ گیا۔...
>
> اس طرح بنیادی لحاظ سے ان دونوں فریقوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ ایک فریق ایک نبی کے آنے کا منتظر ہے اور دوسرے کا خیال ہے کہ یہ نبی آ چکا ہے۔ ایک منکر ختم نبوت بالقوہ ہے اور دوسرا بالفعل۔''

(''احمدیہ تحریک'' از ملک محمد جعفر خان صفحہ 129-130 ناشر سندھ ساگر اکادمی چوک مینارانارکلی۔ لاہور)

تو یہ عقیدہ تھا جو تئیس سال پہلے ملک جعفر صاحب اپنی کتاب ''احمدیہ تحریک'' میں شائع کر چکے تھے۔ اب بالکل وہی چیز اس میں موجود ہے۔ پہلی بات اس سلسلہ میں یہ ہے۔ الفاظ اس کے یہ ہیں کہ ہر وہ شخص جو آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر غیر مشروط طور پر ایمان نہیں لاتا۔ یعنی غیر مشروط آخری نبی نہیں تسلیم کرتا یا وہ کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یا ایسے دعویٰ کرنے والے کو نبی،

محدّث یا مصلح قرار دیتا ہے۔

"They are not Muslims for the purposes of the Constitution and Law."
This was the wording of the resolution that was passed in parliment of Pakistan in 1974.

پہلا سوال تو یہ ہے کہ

For the purposes of the Constitution and Law

یہ الفاظ کیوں لکھے گئے ہیں۔ قانون کو قانون دان ہی سمجھ سکتے ہیں۔ دوسرا شخص جو بھی معنی پہنائے گا وہ دراصل اس قانون سے بغاوت کے مترادف ہے۔

For the Purposes of the Contitution

یہ ٹرمینالوجی (Terminology) دنیا کے تمام کانسٹی ٹیوشنز میں پائی جاتی ہے۔

خود اسلامی جمہوریہ پاکستان کا جو دستور اس وقت میرے سامنے ہے 5 مارچ 1987ء یعنی ضیاء الحق تک کے زمانے کے بھی جو آرڈیننس تھے وہ سارے اس میں منتقل ہوئے ہیں۔ اس میں دو جگہ پر

For the purposes of the Constitution and Law

کے الفاظ موجود ہیں۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ

> ''ہم قانون کی اغراض سے، قانون جو اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ہے، اس کے مطابق انگریزی کیلنڈر کو تسلیم کریں گے۔''

قانونی اغراض کے مطابق اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں ہم ہجری کیلنڈر کی بجائے انگریزی کیلنڈر یعنی گریگورین کیلنڈر کو قرار دیتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پاکستان حضرت عمرؓ کے زمانے سے جاری ہجری کیلنڈر سے انکار کرتا ہے۔ اس کے صرف یہ معنی ہیں کہ ہجری کیلنڈر اپنی جگہ پر ہے۔ اس کو کوئی مسلمان فراموش نہیں کرسکتا۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر ہم قانون

کی اغراض کے لئے، بین الاقوامی تعلقات کے لحاظ سے، انٹرنیشنل ٹریڈ کے لحاظ سے، ڈپلومیٹک معاملات کے لحاظ سے، قانون کے فیصلوں کے لحاظ سے، سیشن کورٹس، ہائی کورٹس اور سپریم کورٹ یہ اپنی Judgment میں جب مہینوں کا ذکر کریں گے یا سالوں کی نشاندہی کریں گے تو اس سے مراد ہجری کیلنڈر کے سال اور مہینے نہیں ہوں گے۔ اس سے مراد کون سے مہینے ہوں گے؟

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ سن عیسوی

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ سن عیسوی ہوگا تو یہ ہے۔

For the purposes of the Constitution and Law

دوسری جگہ پر لکھا ہے کہ

’’قانونی اغراض کے لئے سرکاری زبان انگریزی ہوگی۔‘‘

اب کیا مطلب کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں عربی زبان کو ختم کر دیا گیا حالانکہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ عربی زبان خدا کی زبان ہے۔ محمد مصطفیٰ کی زبان ہے اور جنت کی زبان ہے۔ یہ معنی ہیں For the purposes of the Constitution کے؟ اس کی روشنی میں سورج کی طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بھٹو صاحب نے جو فیصلہ کیا اور خود انہوں نے اس فیصلے کو پیش کرتے ہوئے جو بات کی۔ وہ ساری تفصیل اخباروں میں چھپی ہوئی موجود ہے۔ وزیراعظم بھٹو صاحب نے ہاؤس کے لیڈر کی حیثیت سے Preamble کے طور پر اس کا تعارف کراتے ہوئے یہ بات کہی کہ اس فیصلہ کا کریڈٹ ہمیں جاتا ہے اور نہ کسی اور کو جاتا ہے۔ عوام کو جانا چاہئے۔ کیونکہ یہ فیصلہ ہم نے عوام کی امنگوں کے مطابق کیا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ قرآن وحدیث کے مطابق کیا ہے۔ عوام کہتے تھے کہ یہ فیصلہ کیا جائے ہم نے کر دیا ہے۔

آگے کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ جمہوری فیصلہ ہے۔ جمہور نے کیا ہے۔ مذہبی فیصلہ صرف اس وجہ سے ہے کہ جمہور کی اکثریت مسلمان کہلاتی ہے۔ ان معنوں میں یہ اسلامی فیصلہ ہے۔

(پوری تقریر ملاحظہ ہو)

The Pakistan Times Lahore September 9,1974 page 7

نیز ’’قادیانیت کا سیلاب اور ہماری حکمت عملی‘‘ از اسرار وڑائچ ناشر پائرا صفحہ 173-181)

جمہور مسلمان کیسے ہیں؟ مسلمان ان کی نگاہ میں سر اقبال صاحب ہیں اور سر اقبال صاحب جمہور کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ ؎

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود؟
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو

تو عوامی فیصلہ ہوا ہے۔ ان عوام کا فیصلہ جو مسلمان ہی نہیں ہے۔

For the Purposes Of the Constitution

کا پہلو لیکن اب میں آگے لے چلتا ہوں آپ کو۔ ہم Climax پہ پہنچ گئے ہیں اس کا ''پوسٹ مارٹم'' کرتے ہوئے۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ یہ الفاظ کسی سنی وزیر کے نہیں ہیں۔ شیعہ کے نہیں ہیں جو کہ امام غائب کے آنے کے قائل ہیں اور امام کو رسول سمجھتے ہیں، رسولوں سے افضل سمجھتے ہیں۔ یہ Wording کس شخص کی ہے؟ پرویزی خیال رکھنے والے ملک جعفر خان کی اور اس کا عقیدہ ہے کہ

> جو آنحضرت کے بعد کسی قسم کے نبی آنے کا بھی قائل ہو، غیر مشروط طور پر تسلیم نہیں کرتا کہ آنحضرت کے بعد ہر قسم کے نبی پرانے اور جدید اور ظلی بروزی یہ ختم ہو گئے ہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔

پہلے نمبر پر تو وہ Category آتی ہے۔ اور اس میں تمام مسلمان بشمول جماعت احمدیہ کے شامل ہیں۔ اس واسطے کہ شیعہ حضرات امام غائب کے قائل ہیں۔ اور امام کو وہ سمجھتے ہیں کہ وہ نبیوں سے بھی افضل ہوتے ہیں۔ اور تمام دیوبندی اور بریلوی جن میں جماعت اسلامی بھی شامل، جن میں طاہر القادری کے پرستار بھی شامل، جن میں ڈاکٹر اسرار صاحب کے عقیدت مند بھی شامل۔ تمام کے تمام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے قائل ہیں جو پرانے نبی تھے۔ تو یہ Clause کا پہلا حصہ تمام سنیوں، تمام شیعوں، تمام مودودیوں، تمام اسراریوں، تمام طاہر القادریوں کو نان مسلم قرار دیتا ہے۔

آگے لکھا ہے کہ

’’یا آنحضرت کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔‘‘

اور اس سے مراد کون ہے۔؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اس Clause کے پہلے حصہ میں سوائے پرویزیوں کے بشمول جماعت احمدیہ کے شیعہ، سنی، اہلحدیث سارے کے سارے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

For the Purpose of the Constitution and Law

دوسرے نمبر پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اشارہ ہوا کہ کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرے۔ حضرت مسیح موعود کا دعویٰ ہے کہ ظلی نبی ہوں۔ اصل نبوت تو محمد رسول اللہ کی ہے اور فرماتے ہیں کہ جس طرح آفتاب کے سامنے جب شیشہ کیا جاتا ہے تو اس میں جو تصویر نظر آتی ہے اس کو بھی آپ آفتاب کہیں گے یا نہیں کہیں گے؟ مگر اصل آفتاب کون ہے جو آسمان پر طلوع کر رہا ہے تو میں تو ظل ہوں۔ میں نے اپنے دل کے آئینے کو ایسا صاف کیا ہے کہ محمد رسول اللہ کا سورج اس میں چمک رہا ہے۔ یہ معنی ہیں ظلی نبوت کے۔ تو کہتے ہیں کہ جو شخص کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرے وہ بھی نان مسلم ہے۔ اس سے مراد بانی جماعت احمدیہ ہیں۔

تیسرا یہ ہے کہ جو ایسے شخص کو نبی قرار دے اس سے مراد جماعت احمدیہ ہے۔ اور یا مصلح قرار دے اس سے پیغامی مراد ہیں۔ اب اگر تو اس قرار داد کا مطلب ہے اور For the purpose of constitution کا مطلب یہی ہے جیسا کہ ملّاں نے بھی بعد میں یہی لیا اور بظاہر بھٹو صاحب نے ڈپلومیٹک (Diplomatic) طریق اختیار کر کے قرارداد کو پیش کرتے ہوئے اس کو صرف ان معنوں میں اسلامی قرار دیا کہ میجارٹی (Majority) عوام کی مسلمان کہلاتی ہے۔ یہ نہیں کہا کہ دراصل مسلمان ہے۔ اقبال کی نگاہ میں تو پہلے بھی کبھی مسلمان ہوئے تھے یا نہیں ہوئے تھے۔ اب اگر اس کے معنی یہ تھے For the purpose of constitution کہ وہ اسلام کے دائرہ سے خارج ہو گئے ہیں تو واضح بات ہے پھر تو سارے ہی اسلام سے خارج ہیں۔ سوائے پرویزی صاحبان کے۔ ہاں پرویزیوں کے علاوہ بابی اور بہائی بھی مسلمان قرار پاتے ہیں۔ اس لئے کہ بہائیوں کا یہ عقیدہ ہے۔ یہ غور سے سننے والی بات ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دراصل ہم ہیں جو آخری نبی مانتے ہیں محمد رسول اللہ ؐ کو اور اس کا ثبوت مولویوں کے عقیدہ پر رکھتے ہیں۔

تمام معاندین احمدیت کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول وہ ہوتا ہے جو کہ شریعت لے کر آئے مگر نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری نہیں۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ شریعت لانے والے رسول جو تھے وہ چار تھے۔ باقی وہ تھے جو کہ نبی تھے اور نبی وہ ہوتے ہیں جو کہ پہلی شریعت کو قائم کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ فرق ہے ان کی نگاہ میں نبی کا اور رسول کا۔ اس پر بنیاد رکھتے ہیں یہ تمام نام نہاد (Socalled) محافظین ختم نبوت کی۔ یہ ان کا عقیدہ ہے۔

بابی دنیا اور امر بہائی کے علمبردار ڈنکے کی چوٹ مولویوں سے کہتے ہیں کہ تم تو عیسیٰؑ کو آخری نبی مانتے ہو کیونکہ ان کے بعد نہ کوئی نیا نبی آئے گا نہ کوئی پرانا آئے گا۔ محفوظ الحق علمی کی کتابیں آپ پڑھیں۔ اس میں کھلے لفظوں میں، ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کیا گیا ہے اور آج تک کسی ملّاں کو اس کا جواب دینے کی توفیق نہیں ملی۔ وہ کہتے ہیں کہ تمہاری نگاہ میں نبی وہ ہے جو نئی شریعت نہیں لاتا اور رسول وہ ہے جو نئی شریعت لے کے آتا ہے۔ قرآن نے خاتم المرسلین نہیں کہا۔ نہ خاتم الرسل کا خطاب دیا ہے۔ وہاں پر خاتم النبیین قرار دیا ہے اور اس کے معنی یہ ہوئے کہ اب کوئی نبی ایسا نہیں آسکتا جو محمد رسول اللہؐ کی شریعت کا تابع ہو کر آئے۔ اب ختم رسولوں کو نہیں کیا یعنی نئی شریعت لانے والوں کو بلکہ نبیوں کو ختم کیا ہے اور ملاں کی نگاہ میں نبی وہ ہوتا ہے جو پہلی شریعت کی اتباع کرے اور رسول وہ ہے جو نئی شریعت لے کر آئے۔ اس واسطے آخری نبی ہم رسول اللہ کو مانتے ہیں تو اس فیصلے کی رُو سے اگر حقیقتاً دیکھا جائے تو سوائے پرویزیوں کے اور سوائے بابیوں اور بہائیوں کے خود ان کے اپنے عقیدے کے مطابق کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر مشروط آخری نبی نہیں مانتا۔

لیکن چالاکی اور عیاری یہ کی گئی کہ For The Purpose Of Constitution کے الفاظ رکھے گئے۔ تو پہلے ہی چونکہ مشتعل کر دیا گیا تھا۔ کسی شخص کو اس بات سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ لکھا کیا تھا۔ لیکن اس وقت ہی ہم نے یہ سنا، جب یہ فیصلے ہوئے۔ چند دن کے بعد میں گیا ہوں۔ تو وہاں مجھے ایک تو اتفاق یہ ہوا کہ چوہدری رحمت علی صاحب کے ساتھ جا رہا تھا تو جس بس پر تھے اس کے اوپر لکھا ہوا تھا۔ ؎

جنہیں حقیر سمجھ کے بجھا دیا تو نے
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

یہ عجیب اتفاق تھا۔ مجھے راولپنڈی کے ایک بزرگ نے بتایا کہ فیصلے کے اگلے دن ایک اہلحدیث عالم نے لاؤڈ سپیکر پر یہ اعلان کیا کہ مسلمانو! تمہیں ہوش آنا چاہئے۔ اس فیصلے نے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے۔ ہم لوگ جو مسیح کے دوبارہ آنے کے قائل ہیں، اس فیصلے کی رُو سے ہم بھی دائرہ اسلام سے خارج کر دیئے گئے۔ مگر عوام کو اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ ملاؤں نے اور پھر چونکہ بھٹو پارٹی بھی دراصل بظاہر دنیا کو ڈپلومیٹک (Diplomatic) طریقے سے سمجھانا چاہتی تھی کہ ہم نے جو کچھ کیا ہے عوام کی مرضی کے مطابق کیا ہے اس لئے عیسائی دنیا کو اور یورپ کو اور امریکہ کو ایسا نہیں کہنا چاہئے کہ قانون کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ ہم نے جمہوری قانون اختیار کیا ہے۔ عوام کا فیصلہ تھا۔

لیکن دراصل جہاں تک دشمنی کا تعلق تھا بھٹو صاحب کو اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے اپنے دل میں جماعت سے ان سے زیادہ بُغض تھا۔ اس لئے باوجود یہ الفاظ رکھنے کے دنیا کو دکھانے کے لحاظ سے اعلان یہی کیا گیا اور ملاّؤں نے کہا، بس جی ہماری نگاہ میں تو پہلے ہی اسلام کے دائرہ سے خارج تھے، اب قانوناً بھی ثابت کر دیا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے ’’مرزائیوں‘‘ کو خارج کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ اگر یہ بات تھی اور عوام کو تو اس کی طرف توجہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ملاّں اس کو کارنامے کے طور پر پیش کر رہا تھا۔ اگر یہ بتاتا کہ اس سے تو خود ہماری اس معاملے میں جو ساری عمر کی کمائی ہے وہ ختم ہو گئی ہے۔ ہمیں بھی غیر مسلم قرار دے دیا گیا ہے۔ تو یہ ان کی اپنی بدنامی ہوتی۔ اس واسطے انہوں نے یہی سوچا کہ For The Purpose Of Constitution کے یہی معنی دیئے جائیں۔

مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ گیانی واحد حسین صاحب مرحوم اور میں ایک جگہ ہم سفر تھے۔ کہنے لگے کہ پانی پت کرنال میں ایک نوجوان جاٹ تھا۔ اس کی شادی ہوئی۔ وہاں شادی کے وقت ہندو جاٹ یہ تو خطبہ نکاح نہیں پڑھتے جو محمد عربی ﷺ نے امت کو سکھایا ہے۔ ان کے ہاں یہ ہے کہ وہ چھوٹی سی تلوار دولہا میاں کو دے دیتے ہیں اور دولہا میاں صرف یہ اعلان کرتا ہے کہ میں اس تلوار کے

ذریعہ سے اپنی بیوی کی حفاظت کروں گا۔ اِستری کا لفظ عام طور پر بیوی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ادھراس نے یہ اعلان کیا۔ شادی ہوگئی۔ تیسرے دن آدھی رات کے وقت ڈاکو آئے۔ انہوں نے گن پوائنٹ (Gun Point) پراس کی بیوی جو سونا چاندی جہیز میں لے کر آئی تھی وہ نکلوا کے کہا کہ سر کے اوپر رکھو اور دوڑا دوڑا کے آخر جنگل میں جب پہنچے تو انہوں نے کہا یہاں رکھ دو اور چلے جاؤ۔ جب واپس آیا تو سارے محلے میں کہرام مچا ہوا تھا۔ لوگوں نے کہا کچھ شرم کرو کل تم نے کیا کہا تھا کہ تلوار کے ذریعہ سے میں رکھشا کروں گا اپنی استری کی، اور آج تم یہ چاندی اور سونا سارا دے آئے ہو اور حتیٰ کہ وہ جس بکس میں تھا وہ بھی تم دے آئے۔ سب کچھ وہ سنتا رہا پھر کہنے لگا کہ یہ کہنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے کہ سونا چاندی تو میں دے آیا ہوں۔ لیکن میں نے بھی ایسی ضرب کاری لگائی ہے کہ یاد کریں گے کہ کسی سے واسطہ پڑا تھا۔ کہنے لگے اچھا! تم نے کیا کارنامہ دکھایا ہے۔ کہنے لگا کہ وہاں ڈاکوؤں نے مجھ سے پوچھا تھا کہ سونا کتنا ہے اس کے اندر۔ ایک سیر تھا، میں نے بھی چھٹانک ہی بتایا ہے۔ چاندی پانچ سیر تھی میں نے کہا ایک سیر ہے۔ ایسی ضرب کاری لگائی ہے یاد رکھیں گے کیا ہوا!!

تو یہ کیفیت اس ملاّں کی ہے۔ اگر تو اس کے معنی یہ ہیں کہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو اس قرارداد کے مطابق سوائے پرویزیوں کے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں بابیوں کے کوئی بھی مسلمان نہیں تھا۔ اور اگر For The Purpose Of Constitution سے مراد یہ تھی کہ حلف اٹھانے کے لحاظ سے صدر اور وزیر اعظم پابند ہیں کہ وہ کہیں کہ میں غیر مشروط آخری نبی آنحضور ﷺ کو مانتا ہوں۔ تو یہ قانون صرف یہ بتاتا ہے قانونی اغراض کے لحاظ سے کہ اگر احمدیوں کی اکثریت بھی ہو جائے پارلیمنٹ میں تو اس قانون کی رُو سے وہ وزیر اعظم بن سکتے ہیں نہ صدر بن سکتے ہیں۔ لیکن اگر اس کو چھوڑ دیں آپ تو پھر سارے کا سارا قصہ یہی بنتا ہے کہ دین محمدؐ کے دشمن جو کہ رسول اللہ ﷺ کی شریعت کو منسوخ کر کے نئی شریعت کے مدعی ہیں، نئے دین کے مدعی ہیں۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ

’اب دور محمدؐ ختم ہو گیا، اب دور بہائیت ہے قیامت تک کے لئے‘ وہ مسلمان ہیں نعوذ باللہ۔

اور میں یہ چونکا دینے والی بات بھی آپ کے سامنے آج کھول کے رکھتا ہوں اور واضح کر کے بتانا چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر سر اقبال صاحب جنہوں نے سب سے پہلے کانگریسی حلقوں کے علاوہ مسلمانوں سے 1935ء میں کہا اور وہ رسالہ ان کا چھپا ہوا موجود ہے۔ پرویزی خاص طور پر اس کو شائع کرتے ہیں۔ اگرچہ سب سے پہلے شیرانوالہ گیٹ سے شائع کیا گیا مگر پرویز صاحب نے اس کو بڑی کثرت سے شائع کیا ہے۔ ''احمدیت اور اسلام'' اس کا نام ہے۔ اس میں یہ بھی اس نے لکھا ہے کہ ابن تیمیہؒ کی روح اس وقت بہت خوش ہوئی ہوگی جبکہ اتاترک نے ملاّؤں کو سیاست سے خارج کر دیا تھا۔ مگر اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ قادیانیوں کو تو فوراً خارج کر دینا چاہئے۔ اور مثال دی ہے انہوں نے سپینز وسے۔ اقبال صاحب نے کہا اور خود ان کی اپنی یادداشتوں میں چھپا ہوا موجود ہے کہ وہ اپنے زمانے کا ولی تھا۔ لیکن چونکہ یہودی اس سے خطرہ محسوس کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنی تنظیم سے، اپنے دائرہ سے خارج کر دیا۔ اسی طرح ہندوستان کے مسلمان کی وحدت کو خطرہ ''قادیانیوں'' سے ہے۔ اس لئے ان کو علیحدہ کرنا چاہئے۔ یہ انہوں نے بنیاد رکھی ہے اور ساتھ لکھا ہے کہ میری نگاہ میں ''قادیانیوں'' کے مقابل پر بابی اور بہائی جو ہیں انہوں نے بہت ہی معقول نظریہ اختیار کیا ہے۔

اب اس ''شاعر مشرق'' اور ''علامہ مشرق'' کا بابیت اور بہائیت کے ساتھ عشق میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ تاکہ آپ کو پورے بیک گراؤنڈ (Background) کا پتہ چلے۔ آپ اگر بابیت کی تاریخ پڑھیں قرۃ العین کا ذکر آپ کو ملے گا۔ جس نے سب سے پہلے بابیت کا سفیر ہونے کی حیثیت سے اعلان کیا بدشت کانفرنس میں، کہ آج سے دور محمدیتؐ ختم ہے اور حضرت باب کا دور شروع ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ذاتی جاگیریں ختم کر دی جائیں اور ساری جاگیروں اور تمام پراپرٹی کے اوپر حکومت کا قبضہ ہو جائے۔ بالکل کارل مارکس کی آواز تھی جو بابیت کے پلیٹ فارم سے سنائی دی اور یہی وہ قرۃ العین ہے جس نے اس دور کے ایران کے بادشاہ ناصرالدین قراچار کے سامنے باب کی شان میں قصیدہ پڑھا۔ یہ قصیدہ ابوالقاسم رفیق دلاوری نے اپنی کتاب ''آئمہ تلبیس'' حصہ دوم صفحہ 226 تا 228 میں شائع کیا ہے۔ اس میں قرۃ العین کا ایک شعر وہ ہے جس میں وہ کہتی ہے:

باب کی عظمت اور شوکت یہ ہے کہ اگر ہزاروں مصطفیٰ بھی ہوں تو اس کے مقابل پر اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ (نعوذ باللہ)

اصل شعر اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔ ؎

دو ہزار احمد مجتبیٰ ز بروق آں شہہ اصطفاء
شدہ مختفی شد در خفا متدثراً متزملاً

یعنی شاہ اصطفاء باب کی چمک دمک سے دو ہزار احمد مجتبیٰ بالا پوش اوڑھے جھرمٹ مارے ہوئے پوشیدہ ہو گئے۔

قرۃ العین وہ گستاخ رسولؐ ہے جس کے متعلق ''جاوید نامہ'' میں سر اقبال نے یہ لکھا ہے کہ مجھے جنت کی ارواح میں کوئی اور خاتون نظر نہیں آئی۔ مردوں میں سے مولانا رومؒ نظر آئے اور جنت کی خواتین میں نہ حضرت فاطمہؓ کا ذکر کیا انہوں نے نہ حضرت خدیجہؓ کا ذکر کیا ہے نہ حضرت سودہؓ کا ذکر کیا ہے اور ذکر کیا ہے؟

قرۃ العین طاہرہ کا۔ یہ عقیدہ ہے اقبال کا۔ تو اس اقبال کے پرستار ملک جعفر خان کے الفاظ میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ ظلم وستم کی انتہا ہے کہ فیصلہ کرنے والی وہ حکومت تھی جو اسلام کی علمبردار تھی۔ فیصلہ کروانے والے وہ مولوی تھے جو تحفظ ختم نبوت کا نعرہ لگا رہے تھے۔ اور عوام وہ تھے جن کے متعلق مشہور کیا جاتا تھا کہ ہم ان کی خاطر فیصلہ کر رہے ہیں۔ اور فیصلہ یہ ہوا کہ بابیت کے علمبردار رسول اللہؐ کو آخری نبی مانتے ہیں اور یا پرویزی خیال کے لوگ مانتے تھے۔ یہ اصل حقائق تھے۔

چٹا کانگ کا واقعہ

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا اس حوالہ سے چٹا کانگ کا ایک واقعہ آپ نے سنایا تھا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ میں چٹا کانگ کے متعلق عرض کرتا ہوں جس کا ذکر میں نے پہلے کیا تھا۔ بات یہ تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے عہد مبارک کے آخری ایام میں غالباً یہ 1980ء کی بات ہے، ایک ڈیپوٹیشن (Deputation) بنگلہ دیش کے لئے بھجوایا اور وہ ہمارے پیارے اور مشہور عالم احمدی ایڈووکیٹ جناب مجیب الرحمٰن صاحب کی سرکردگی میں تھا۔ وہ ہمارے وفد کے قائد تھے اور مولانا سلطان محمود صاحب انور جو اس وقت ناظر اصلاح وارشاد کے منصب پر تھے

اور تیسرا ممبر یہ خاکسار تھا۔ ہم لوگ چٹاگانگ میں گئے تو ڈاکٹر عبدالصمد صاحب مرحوم جو ہمارے نہایت مخلص مربی سلسلہ عبدالاوّل صاحب کے والد ہیں۔ اور ان کے اکثر M.T.A پر بھی بیانات اور سوالوں کے جوابات آتے ہیں۔ اور بہت شاندار انداز میں بنگالی زبان میں احمدیت کی ترجمانی فرما رہے ہیں اور انہوں نے نہایت وسیع پیمانے پر اپنی کوٹھی میں ایک دعوت کا اہتمام کیا جس میں کہ چوٹی کے سیاسی لیڈر بھی تھے، عدالت کے نمائندے بھی، جج بھی موجود تھے، وکلاء بھی موجود تھے۔

جماعت اسلامی کے ایک وکیل نے ہم سے یہ سوال کیا کہ پاکستان کی حکومت نے آپ کے خلاف قانون پاس کر دیا ہے۔ اب آپ کو کیا حق ہے کہ آپ جماعت احمدیہ کی آواز کو بلند کریں۔ میں نے کہا جناب والا بنگلہ دیش کی جو عدالتیں ہیں وہ پاکستان کے قانون کو بھی تسلیم کرتی ہیں؟ کہنے لگے نہیں۔ میں نے کہا یہ قرارداد پاس تو پاکستان کی اسمبلی نے کی ہے اور لاگو پاکستان کی حد تک ہو سکتی ہے۔ بنگلہ دیش نے تو کبھی یہ اعلان نہیں کیا۔ اب آپ پاکستان کی اسمبلی کا حوالہ دے کر ہمیں کس طرح روک سکتے ہیں۔؟ ایک بات۔ مگر اصل بات یہ ہے میں نے کہا مجھے بڑی خوشی ہے آپ نے یہ بڑا اہم سوال اس وقت ہمارے سامنے رکھا ہے۔ آپ کی وجہ سے دوسرے جو ہمارے یہاں تشریف لانے والے معزز مہمان ہیں ان کو بھی بہت فائدہ ہوگا۔ آپ خدا کے فضل سے بہت باذوق اور تجربہ کار وکیل ہیں، سپریم کورٹ بنگلہ دیش کے ایڈووکیٹ ہیں۔ آپ یہ فرمائیں کہ جب کوئی قرارداد پاس ہو کر فیصلہ تک پہنچتی ہے تو وہ فیصلہ کب سے لاگو ہوتا ہے؟ کہنے لگے یہ تو ایک واضح بات ہے۔ قانون کا ادنیٰ ترین طالب علم بھی جانتا ہے کہ اسمبلیوں میں پاس ہونے والا قانون اس وقت لاگو ہوتا ہے کہ جب وہ پاس کیا جائے۔ سوائے اس استثناء کے کہ اس کے اندر ہی یہ کنڈیشن (Condition) لگا دی جائے کہ یہ مؤثر بہ ماضی ہوگا۔ اتنے سال پہلے کا یہ معاملہ ہے ان کے اوپر بھی یہ لاگو ہوگا۔ میں نے کہا بالکل ٹھیک کہا ہے۔ صاحب بصیرت ہیں آپ۔ اب آپ یہ بتائیں کہ یہ جو دوسرے الفاظ ہیں۔ پہلے الفاظ تو یہ ہیں کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کو غیر مشروط طور پر آخری نبی نہیں مانتا یا آپ کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعویدار ہے۔

They are not muslims for the purpose of Constitution

آپ یہ فرمائیں کہ اس قرارداد کا یہ جو دوسرا حصہ ہے یہ کس کی طرف اشارہ کر رہا ہے؟ کہنے

لگے یہ تو واضح ہے کہ یہ آپ کی جماعت کے بانی کی طرف اشارہ ہے۔ میں نے کہا کہ اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں ادب کے ساتھ کہ بانی جماعت احمدیہ 1835ء میں پیدا ہوئے تھے۔ 1908ء میں آپ نے انتقال کیا۔ 1908ء کے انتالیس سال بعد پاکستان کا قیام ہوا اور قیام پاکستان 14 اگست 1947ء کے ستائیس سال کے بعد اسمبلی نے یہ قرارداد پاس کی تو بانی جماعت احمدیہ کی وفات کے کتنے سال بعد یہ قرارداد ہوئی؟

چھیاسٹھ سال بنتے ہیں۔ انتالیس سال وہ اور ستائیس سال یہ، چھیاسٹھ سال بنتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اب مجھے آپ فرمائیں کہ وہ قانون جو سات ستمبر 1974ء کو پاس کیا گیا، وہ ایسی شخصیت پر کیسے لاگو ہوسکتا ہے جو اس قانون سے چھیاسٹھ سال پہلے انتقال کر چکی ہے۔ کہنے لگے نہیں ہوسکتا ہے۔ میں نے کہا پھر ہم پر بھی نہیں ہوسکتا۔

حضور کا خطبہ جمعہ میں فیصلہ پر تبصرہ

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔اس کے علاوہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے خطبہ جمعہ میں جو اس فیصلہ کے فوراً بعد آیا تھا اس فیصلے پر کیا تبصرہ فرمایا تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ یعنی 13 ستمبر 1974ء کے خطبہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے بہت سے دوستوں کی طرف سے یہ درخواست پہنچی ہے کہ اس فیصلہ پر تبصرہ کیا جائے۔ فرمایا کہ

> ’میں فیصلے پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گا۔ No Comments۔
> اس فیصلے سے فکر اس کو دامنگیر ہوسکتی ہے جس نے اپنا ایمان لنڈے بازار سے خریدا ہے۔ جنہیں رب کریم نے یہ نعمت بخشی ہے، انہیں اس پر کوئی تشویش نہیں ہوسکتی۔‘‘

(تفصیلی خطبہ کے لئے ملاحظہ ہو ’’الفضل‘‘ 14 اکتوبر 1974ء ’’خطبات ناصر‘‘ جلد پنجم صفحہ 631 تا 641 ناشر نظارت اشاعت۔ ربوہ)

حضور کا پیغام احبابِ جماعت کے نام

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔اس قانون کے پاس ہونے کے بعد سات اور آٹھ ستمبر 1974ء کی درمیانی رات حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو ایک پیغام دیا آپ ناظرین وہ پیغام بھی سنا دیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ وہ پیغام جو حضور خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا۔ وہ میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ یہ اسی دور کی ایک نقل ہے میرے پاس۔ اوپر الفاظ یہ ہیں کہ ’’پیغام حضرت امیر المومنین‘‘۔ یہ میں 1974ء کی بات کر رہا ہوں۔ یہ رسوائے عالم آرڈیننس ضیاء صاحب کے فیصلے سے دس سال پہلے کی بات ہے۔

حضورؒ کے ارشاد پر 8 ستمبر 1974ء کو صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے پاکستان کی تمام احمدی جماعتوں کو جو پیغام دیا۔ حضورؒ کی منشاء مبارک کے مطابق اور حضورؒ کے الفاظ میں جو ’’Inverted Commas‘‘ میں تھے۔ وہ میں آپ کو پڑھ کے سناتا ہوں۔ الفاظ یہ تھے۔

’’بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم ومحترم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

براہِ مہربانی اپنی جماعت کے تمام احباب اور اسی طرح اپنی اردگرد کی چھوٹی جماعتوں میں یہ پیغام بھجوائیں۔

(حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے الفاظ یہاں سے شروع ہوتے ہیں۔)

’’جس احمدی کو اپنے اسلام پر ایمان کے لئے کسی غیر کے فتوے کی ضرورت تھی اسے تو فکر ہو سکتی ہے۔ لیکن جو احمدی سمجھتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں مسلمان ہے، اسے فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔‘‘

(یہاں پہ آکر حضرت امیر المومنینؒ کے الفاظ ختم ہوتے ہیں۔)

آگے لکھا ہے۔

''اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو اور آپ کو توفیق عطا فرمائے
کہ آپ ہمیشہ اس کے دامن سے چمٹے رہیں۔

والسلام خاکسار

مرزا خورشید احمد''

آپ کے دستخط ہیں اور نیچے تاریخ ہے 8 ستمبر 1974ء کی۔

اس تحریر کو، اس پیغام کو، آگے پھر امراء نے تمام جماعتوں میں پھیلایا ہے۔ چنانچہ اس کی تعمیل میں حضرت چوہدری اسد اللہ خان صاحب امیر جماعت لاہور نے 10 ستمبر 1974ء کو تمام صدر صاحبان حلقہ جات شہر لاہور اور صدر صاحبان جماعت ہائے احمدیہ ضلع لاہور کو ایک سرکولر بھجوایا۔ جس کے شروع میں یہی الفاظ تھے اور اس کے بعد، علاوہ سرکولر کے جو حضورؒ کے ارشاد کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چند بشارتیں تھیں جو پہلے الفضل میں چھپی تھیں۔ اس زمانے میں جبکہ ابھی فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ اس موقعہ پر جماعت احمدیہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ نے

''سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی چند بشارتیں''

کے عنوان سے اشتہار شائع کیا اور اس کے بعد حضرت چوہدری اسد اللہ خان صاحب نے حضورؒ کے تازہ پیغام کے ساتھ اس کو بھی ساتھ شامل کیا ہے تاکہ تمام جماعتیں اس کو مخلصین جماعت تک پہنچا دیں۔ اوپر مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کے ذریعہ حضورؒ کے پیغام کا متن دینے کے بعد لکھا گیا ہے:۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب نشانِ آسمانی میں فرماتے ہیں:۔

''یہ عاجز خدائے تعالیٰ کے احسانات کا شکر ادا نہیں کرسکتا کہ اس تکفیر کے وقت میں کہ ہر طرف سے اس زمانہ کے علماء کی آوازیں آرہی ہیں کہ لَسْتَ مُؤمِناً (یعنی تو مومن نہیں ہے۔ ناقل) اللہ جلّشانہٗ کی طرف سے یہ ندا ہے کہ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤمِنِیْنَ (یعنی تو کہہ میں مامور ہوں اور میں پہلا مومن ہوں۔ یہ ناقل کا ترجمہ ہے۔) ایک طرف حضرات مولوی

صاحبان کہہ رہے ہیں کہ کسی طرح اس شخص کی بیخ کنی کرو اور ایک طرف الہام ہوتا ہے **یَتَرَبَّصُوْنَ عَلَیْکَ الدَّوَائِرَ عَلَیْھِمْ دَائِرَۃُ السَّوْءِ**

(یعنی وہ تمہارے متعلق حوادث کی انتظار میں رہتے ہیں حالانکہ مصائب ان کو پھیر دیں گے۔ یہ ترجمہ مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کا ہے جو اس خاکسار نے کیا ہے۔)

آگے فرمایا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے:۔

”اور ایک طرف وہ کوشش کر رہے ہیں کہ اس شخص کو سخت ذلیل اور رسوا کریں اور ایک طرف خدا وعدہ کر رہا ہے۔ **اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ. اَللّٰہُ اَجْرُکَ. اَللّٰہُ یُؤْتِیْکَ جَلَالَکَ**

(یعنی میں ان کو جو تیری تذلیل کے درپے ہیں رسوا کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ تیرا اجر ہے۔ خدا تجھے بزرگی عطا فرمائے گا۔ ترجمہ از ناقل)

یہ تقریباً 1894ء کے قریب کی تحریر ہے۔

آگے فرماتے ہیں:۔

”اور ایک طرف مولوی لوگ فتوے پر فتوے لکھ رہے ہیں کہ اس شخص کی ہم عقیدگی اور پیروی سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف خدا تعالیٰ اپنے اس الہام پر بتواتر زور دے رہا ہے کہ **قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ** (فرماتا ہے کہ تو کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ ناقل۔) غرض یہ تمام مولوی صاحبان خدا تعالیٰ سے لڑ رہے ہیں۔ اب دیکھئے کہ فتح کس کو ہوتی ہے۔“

(”نشان آسمانی“ صفحہ 35 طبع اوّل روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 398-399۔ ناقل)

اس کے بعد حضرت چوہدری اسداللہ خان صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

”براہ کرم سب احباب تک یہ ہدایت پہنچا دیجئے کہ طالب علم اپنے سکول اور کالج میں، دوکان دار اپنی دوکانوں پر اور ملازم حضرات اپنی اپنی ملازمتوں پر لازماً حاضر ہو جائیں۔“

والسلام

خاکسار

اسد اللہ خان

امیر جماعت احمدیہ لاہور

10 ستمبر 1974ء

اب اس سلسلہ میں یہ ایک اور پیغام ہے۔ یہ پیغام بذریعہ جماعت احمدیہ راولپنڈی تمام پاکستان کی احمدی جماعتوں کو پہنچایا گیا۔ اس کا میں اب متن پڑھتا ہوں۔

کیسی بے بسی کا زمانہ تھا وہ۔ یہ ایک سرکلر (Circular) کی صورت تھی۔ لکھا بھی جلدی میں گیا تھا اور شام کے وقت لکھا گیا ہے یہ۔

اس میں کچھ چیزیں اور بھی ہیں۔ یعنی پیغام اپنی روح کے لحاظ سے یقیناً ایک ہے مگر اس میں اضافہ بھی ہے۔ اس واسطے میں اجازت چاہتا ہوں کہ اس کا مکمل متن بھی آجائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

”پیغام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز“

مؤرخہ 10 ستمبر بوقت 5:30 بجے شام“

وہ تو آٹھ ستمبر کا ہے۔ یہ ہے 10 ستمبر 1974ء کا اور 5:30 بجے شام ہے اور بذریعہ جماعت احمدیہ راولپنڈی شائع کیا گیا ہے۔ جیسے آپ نے فرمایا ابتدا وہی ہے۔

> ”جس احمدی کو اپنے اسلام اور ایمان کے لئے کسی غیر کے فتوے کی ضرورت تھی اسے تو فکر ہو سکتی ہے لیکن جو احمدی سمجھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مسلمان ہے، اسے فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کا حافظ و ناصر ہو اور آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ آپ ہمیشہ اس کے دامن سے وابستہ رہیں۔ آمین ثم آمین۔“

ہدایات:۔

نمبر ا۔ اپنے گھروں کو نہ چھوڑیں۔ نمبر ۲۔ اپنے جذبات کو مکمل طور پر

قابو میں رکھیں۔ حالات پر بلا وجہ تبصرہ نہ کریں۔ نمبر ۳۔ اشتعال انگیزی سے ہرگز مشتعل نہ ہوں۔ نمبر ۴۔ دعاؤں اور صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور رضا کو حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ خدا تعالیٰ کا فضل آپ کے شامل حال ہوگا۔ نمبر ۵۔ طلباء سکول اور کالج جائیں۔ نمبر ۶۔ ملازمین اپنی ملازمت پر جائیں۔ نمبر ۷۔ دوکاندار اپنی دوکانیں کھولیں۔ (کتاب نشانِ آسمانی جس کا میں نے پہلے متن پڑھا ہے۔) کتاب نشان آسمانی صفحہ 39، 40 کو نماز مغرب کے بعد پڑھ کر احباب جماعت کو سنائیں۔

''یہ عاجز خدا تعالیٰ کے احسانات کا شکر ادا نہیں کر سکتا... اب دیکھئے فتح کس کی ہوتی ہے۔''

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ جزاکم اللہ

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا تبصرہ

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اس سلسلہ میں یہ بھی میں ضمناً ذکر کر دوں کہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے بھی ایک بیان دیا تھا اور وہ بیان اخباروں میں بھی چھپا۔ یہ ''نوائے وقت'' 19 ستمبر 1974ء میں شائع ہوا۔

''اپنے مسلمان ہونے کے بارے میں کسی کی تائید کی ضرورت نہیں۔''

شاہد کی اپنی دلی کیفیت

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ جب یہ فیصلہ سنایا گیا تو اس وقت آپ کے دل کی کیا کیفیت تھی؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ عرض یہ ہے کہ اس وقت ایک ہی خیال آ رہا تھا کہ یہ الٰہی تقدیر تھی کہ تہتر فرقوں میں سے ایک فرقے کی نشاندہی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دور میں مقدر تھی اور وہ بھی اسمبلی کے ہاتھوں سے اور مولویوں کی مہر کے ساتھ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے وابستہ دو یادگار واقعات

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے اس فیصلے کے بعد خاص طور سے کوئی یادگار بات آپ بیان کرنا چاہیں۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ بھی ایک بہت ہی ایمان افروز سوال ہے۔ اس سلسلہ میں دو باتیں میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضور انورؒ نے مجھ حقیر خادم کو فوری طور پر فیصلے کے بعد حاضر خدمت ہونے کا ارشاد فرمایا۔ میں مشوش اور مضطرب حالت میں اپنے آقا کے حضور قدموں میں پہنچا۔ حضورؒ کے سامنے میز پر ایک کتاب رکھی تھی جس کی طرف حضورؒ نے اشارہ کرتے ہوئے ہدایت فرمائی۔ فرمایا کہ یہ درّثمین فارسی ہے۔ تمہیں صرف اس غرض سے بلایا ہے کہ اس کے ایک صفحہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جس شعر پر میں نے نشان لگایا ہے اسے پڑھ کر سنا دو۔ خاکسار نے اپنے پیارے آقا کے حکم کی تعمیل میں درثمین سے وہ شعر سنایا جو ”آئینہ کمالات اسلام“ صفحہ 55 طبع اوّل پر موجود ہے۔ وہ شعر یہ تھا ؎

بحمد اللہ کہ خود قطع تعلق کرد ایں قومے
خدا از رحمت و احسان میسر کرد خلوت را

خدا کا شکر ہے کہ اس قوم نے یعنی وہ قوم جس کی خدمت کے لئے صبح شام ہم مصروف ہیں اس نے ہم سے قطع تعلق کر دیا اور خود قطع تعلق کیا ہے۔

خدا از رحمت و احسان میسر کرد خلوت را

اور خدا کا احسان ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے اب دین کی خدمت کے لئے ہمیں خلوت میسر کر دی۔

فرمایا بس میں تمہیں اتنا بتانا چاہتا تھا کہ اللہ کے فضل کے ساتھ مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ میں اب ہمارے لئے دین اسلام کی خدمت کرنے کا زمانہ خدا نے عطا کر دیا ہے۔ اب ہمیں دوسروں کی خدمت کے لئے کسی سیاسی الیکشن میں شامل ہونے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔

ایک دوسرا واقعہ بھی بہت دلچسپ ہے۔ اس ملاقات کے جلد بعد ہی حضورؒ نے اس عاجز کو

شرف باریابی بخشا اور مسکراتے ہوئے یہ بات بتائی۔ حضورؒ اکثر بھٹو صاحب کا کوئی ذکر کرتے تو ''صاحب'' کا لفظ استعمال فرماتے تھے کہ میں حال ہی میں ''صاحب'' سے ملاقات کر کے آیا ہوں۔ ''صاحب'' نے پرتپاک خیر مقدم کرتے ہوئے یقین دلانے کی کوشش کی کہ خدا کی قسم میں آپ کو دوسروں سے بہتر مسلمان سمجھتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں آپ کے تأثر سے کیا جماعت کو اطلاع کر دوں؟ تو ''صاحب'' نے جواب دیا کہ اگر آپ نے ایسا کیا تو میں فوراً بیان دے دوں گا میں نے ہرگز یہ بات نہیں کی۔

اسمبلی میں پیش ہونے کے فیصلہ کی حکمت

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا صاحب! جماعت احمدیہ ہمیشہ اس بات کو پیش کرتی ہے کہ مذہبی اور دینی معاملات میں سیاسی اسمبلیوں کو بھی اور ان علماء کو بھی کوئی اختیار نہیں کہ وہ فیصلہ کریں خاص طور پر یہ کہ کسی کو مسلمان قرار دیں یا کسی کے مذہب کا فیصلہ کریں تو جماعت احمدیہ کے وفد نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی سرکردگی میں کن عوامل کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا کہ وہ اس اسمبلی کے سامنے پیش ہوں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ سوال نہایت اہمیت کا حامل ہے، حافظ صاحب! بات یہ ہے کہ اس کے متعلق خود حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقعہ پر وفد کے ممبروں کے سامنے یہ بات کھولی اور ابتدا میں یہ بات حضورؒ نے فرمائی کہ فیصلے تو پہلے سے ہو چکے ہیں۔ باقی اسمبلی کی کارروائی ایک ڈرامہ کھیلنے کے لئے دنیا کو جمہوریت کا نام دے کر سیاست چمکانے والی بات ہے، ورنہ فیصلے ہو چکے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی اور القاء فرمائی کہ ملّاں کو اسلام سے کوئی غرض نہیں۔ اس واسطے کوئی غرض نہیں کہ پیپلز پارٹی میں آنے والے بہت سے ممبر اسلام سے ہی بدظن ہو جائیں۔ انہیں فکر ایک ہی ہے کہ کسی طرح جماعت احمدیہ کو دائرہ اسلام سے خارج کیا جائے۔ تو اس واسطے مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ میں جماعت احمدیہ کا مؤقف اس انداز میں پیش کروں کہ پیپلز پارٹی اور دوسرے جو ممبر ہیں، اس طرح پر کمیٹی میں آنے والے، اسلام سے دور ہونے کی بجائے اسلام کے قریب آ جائیں۔ یہ روحانی پس منظر ہے۔

7 ستمبر کا فیصلہ۔ ایک خدائی نشان

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ جماعت احمدیہ اس فیصلے کو خدا کا ایک نشان سمجھتی ہے۔ اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔ جماعت احمدیہ یقیناً اس فیصلہ کو ایک نشان نہیں بلکہ نشانوں کا بہت بڑا مجموعہ قرار دیتی ہے۔ اس واسطے کہ اس کے نتیجہ میں قرآن مجید، حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء احمدیت کی بہت سی عظیم الشان پیشگوئیاں پوری ہوئیں اور ان میں سے کوئی بھی ایسی پیشگوئی نہیں کہ جس کے بارہ میں ہم بااختیار ہوتے۔ قرآن میں یہ لکھا تھا جیسا کہ میں اشارہ کر چکا ہوں۔ یعنی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے پہلے سے یہ خبر دی اور تاریخ کا واقعہ پیشگوئی کے رنگ میں بیان کیا کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو پیغمبری کا منصب عطا فرمایا تو اس دور کے لوگوں نے ہمیشہ ہی شک کی نگاہ سے دیکھا۔ **حَتّٰی اِذَا ھَلَکَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ مِنْۢ بَعْدِہٖ رَسُوْلًا** (المؤمن:35) جب تک تو حضرت یوسف زندہ رہے۔ وہ ظالم اور ناپاک لوگ حضرت یوسفؑ کی نبوت اور ماموریت کے بارے میں شک میں رہے اور جب وہ فوت ہو گئے ان پر تو ایمان لائے اور آئندہ کے لئے کہا **لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ مِنْۢ بَعْدِہٖ رَسُوْلًا** اس کے بعد کوئی بھی رسول نہیں آئے گا۔ یعنی پہلے آنے والے کو بھی نہیں مانا اور آنے والے کے لئے کہا کہ آئے گا ہی نہیں کوئی۔ یہ روح ہے دراصل کہ قوموں کے سردار، مذہبی لیڈر یہ گوارا نہیں کرتے کہ ہماری لیڈر شپ کوئی اور چھین کے لئے جائے۔ خواہ وہ نبی ہو یا کوئی اور ہو۔

قرآن نے آگے لکھا۔ **کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰہُ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۝ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰہِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ** (المؤمن:35) فرمایا خدا آخری زمانے میں ایسے ہی لوگوں کے اوپر اپنی مہر لگا دے گا۔ وہ تو نبوت کے خاتمے کی مہر لگائیں گے مگر ہم ان کے دلوں پر مہر لگائیں گے اور ان کی گمراہی ثابت کر دیں گے اور ان کے نشانی یہ ہو گی **یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰہِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ** ۔ وہ قرآن کی آیتیں پیش کر کے کہیں گے کہ اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حالانکہ قرآن میں نبوت کے ختم ہونے کے لفظ ہی نہیں۔ **خاتَم** کا لفظ ہے۔ **خاتِم** کا لفظ نہیں۔ نہ آخری کا

لفظ اس میں موجود ہے۔ تو فرمایا ایسا گروہ آنے والا ہے اور وہ پیدا ہوا اور اسمبلی اس بات کا منہ بولتا نشان بنی۔

پھر رسول پاک ﷺ نے فرمایا تھا بہتّر (72) فرقے اکٹھے ہوں گے، آگیں لگائیں گے۔ وہ سارے کے سارے ناری ہوں گے اور ایک مسلمان فرقہ ہوگا۔ ایک ہوگا جو ناجی ہوگا۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ وہ فرقہ صحیح معنوں میں مسلمان ہے۔ حضرت علامہ علی القاری جو کہ مجدد اہلسنت تھے انہوں نے اعلان کیا کہ وہ فرقہ جو صحیح معنوں میں مسلمان ہوگا وہ اہلسنت میں سے ہوگا اور طریقۂ احمدی کے اوپر ہوگا۔ (''مرقاۃ'' شرح مشکوٰۃ صفحہ 248 ناشر مکتبہ امدادیہ۔ ملتان)

ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے
پورے ہوئے جو وعدے کئے تھے حضور نے

پھر دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''ازالہ اوہام'' میں اپنا الہام شائع کیا اور الہام یہ تھا کَلْبٌ یَمُوْتُ عَلٰی کَلْبٍ ۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ اس کا ترجمہ ہے کتے پر کتا مرے گا۔ فرمایا اس کے اعداد کے لحاظ سے باون سال بنتے ہیں۔ وہ شخص جو احمدیت کا بدترین دشمن ہوگا، باون سال میں قدم رکھے گا تو ہلاک کر دیا جائے گا۔ (صفحہ 187 طبع اوّل) یہ جو پیشگوئی تھی اسے راولپنڈی کے ایک بزرگ حکیم دین محمد صاحب نے ''صداقت'' اخبار کراچی کو بھجوایا۔ ''صداقت'' 8 و 11 مارچ 1979ء نے اس کو شائع کیا اور ساتھ ہی یہ لکھا کہ یہ مرزا صاحب کی پیشگوئی ہے اس واسطے حکومت کو سوچنا چاہئے کہ کہیں مرزا صاحب کی پیشگوئی نہ پوری ہو جائے۔ اس کے علاوہ سانگلہ ہل کے گدی نشین تھے، انہوں نے لکھا، بلکہ اس وقت لکھا جبکہ ضیاء الحق صاحب جو کہ نوے دن میں انتخاب کرانے کا وعدہ کر کے آئے تھے کہ میں خدا سے وعدہ کرتا ہوں۔ یہ انہوں نے مجیب الرحمٰن شامی صاحب کو اپنا انٹرویو دیا تو اس میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ بہرحال یہ انٹرویو چھپا ہوا موجود ہے۔ اس میں انہوں نے لکھا کہ میں نے خدا سے وعدہ کیا ہے کہ میں اقتدار نہیں سنبھالوں گا اور فوراً الیکشن کرا کے اقتدار کی باگ ڈور ملک کے منتخب نمائندوں کے سپرد کر دوں گا اور میں خدا سے وعدہ کرتا ہوں۔ مگر اس شخص نے خدا کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا جس طرح پارہ پارہ کیا ہے، وہ دنیا کے سامنے ہے۔

بہرحال ضیاء الحق صاحب نے تمام دنیا کی اپیل تسلیم نہیں کی اور سپریم کورٹ نے بھٹو

صاحب کو پھانسی دیئے جانے کا فیصلہ بحال رکھا۔ ساری دنیا نے جن میں سعودی عرب، لیبیا اور دوسرے بڑے بڑے مسلمان ممالک تھے، لیبیا نے بلکہ سعودی عرب نے یہ کہا کہ بھٹو صاحب کو ہمارے پاس بھجوا دیا جائے۔ کیونکہ وہ تو لکھ چکے تھے کہ یہ وہ شخص ہے کہ یَبْعَثُ اللّٰہُ بِھِمْ خدا ان کو مبعوث کرتا ہے اور امت مسلمہ کی ظلمتوں کو کافور کرنے کے لئے اس نے بھیجا ہے۔ تو بڑی عقیدت کا اظہار تھا اور عقیدت اس لئے بھی تھی کہ شاہ فیصل صاحب کے ذریعہ سربراہ کانفرنس کو کامیاب کرانے والے بھٹو صاحب ہی تھے اور ان کے لئے خلافت کی بساط جمانے کے لئے یہ بطور آلہ کار کے استعمال ہوئے تھے۔ تو سعودی عرب اور لیبیا اور دوسرے تمام اسلامی ملکوں کے کہنے کے باوجود ضیاء صاحب نے یہ تمام کی تمام سفارشیں مسترد کر کے ان کو ختم کر دیا۔

اور جب یہ صورت بنی تو اس وقت میں جیسا کہ آپ کو ابھی اشارۃً بتایا ہے۔ سانگلہ ہل کے ایک گدی نشین نے ضیاء الحق صاحب کو لکھا کہ

> ’بھٹو صاحب کا پکا اور سچا مسلمان ہونا تو ان کے اس فیصلے سے ثابت ہو گیا ہے جو انہوں نے مرزائیوں کے خلاف کیا ہے۔ اور اس کے بعد لکھا کہ میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ خدا کے لئے اس اپیل کو منظور کریں ورنہ مرزائیوں کے جھوٹے نبی کی صداقت دنیا پر ثابت ہو جائے گی۔‘

عجیب بات ہے لیکن اس کے باوجود فیصلہ قائم رہا اور پھانسی کی سزا ملی اور باون سال کی عمر میں پھانسی ہوئی۔

اب اگر ’’ازالہ اوہام‘‘ کو پڑھیں۔ اس میں ایک اور ذکر بھی ہے۔ اس میں ان کی باقیات کی حکومتوں کا بھی ذکر ہے۔ آپ اگر پڑھیں۔ اس میں آگے یہ بھی لکھا ہے۔ مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان ظالموں کی تمثیل یہ ہے کہ ایک دفعہ باغ کے مالک نے کہا کہ میں اپنا نمائندہ بھجواؤں گا۔ اس نے وہ نمائندہ بھجوایا مگر شہر کے رہنے والوں نے اس نمائندے کو تکلیفیں دیں۔ اس کے خلاف کفر کے فتوے دیئے۔ شام ہو گئی۔ اور شام تک انتظار کرتے رہے اور کہتے رہے کہ ابھی وہ نمائندہ آئے گا۔ حالانکہ وہ نمائندہ اس مالک نے بھجوا دیا تھا۔ اب وہ مالک خود آئے گا اور آنے کے بعد یہ لوگ جو کہ اس کے نمائندہ کے خلاف حرکتیں کرنے والے تھے، ان کو شام کے وقت ہتھکڑی لگا کر جیل خانے میں بھیج

دے گا۔ (صفحہ 187 تا 189 طبع اوّل۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 191) تو ضیاء کی باقیات تک کا ذکر ہے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد میں۔

پھر آپ دیکھیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 1956ء کے جلسہ سالانہ پر اپنی تقریر میں پیشگوئی فرمائی کہ

> ''میں ایسے شخص کو جس کو خدا تعالیٰ خلیفہ ثالث بنائے، ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر کھڑا ہو جائے گا تو... اگر دنیا کی حکومتیں بھی اس سے ٹکر لیں گی تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔''

(''خلافت حقہ اسلامیہ'' صفحہ 18)

اور اس سے پہلے خود حضورؓ نے ''تفسیر کبیر'' سورۃ الفجر میں لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اسی صدی میں وہ واقعہ ہونے والا ہے اور قرآن کے حوالے سے آپ نے لکھا کہ اس سے ثابت ہے کہ کسی زمانے میں مسیح موعود کا کوئی خلیفہ کسی دریا کے کنارے پر یہ کہے گا کہ فرعون وقت ہمارا تعاقب کر رہا ہے۔ جماعت گھبرا اٹھے گی۔ لیکن مسیح موعود اور مسیح موعود کا خلیفہ یہ کہے گا، موسیٰ کی زبان میں کہ، ہرگز گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ وہ ہماری حفاظت کرے گا۔ حضورؓ کے الفاظ یہ ہیں:۔

> ''جب جماعت احمدیہ کسی فرعون کے مظالم کی وجہ سے سخت گھبرا اٹھے گی۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جماعت احمدیہ کو روحانی طور پر اس کے خلیفہ اور امام کی زبان سے کیونکہ وہ دو نہیں بلکہ ایک ہی وجود ہوں گے جبکہ وہ غم و ہم کے تمثیلی سمندر کے کنارے کھڑا ہوگا یا ممکن ہے کہ مصر یا کسی اور ملک میں ایسے ہی حالات پیدا ہونے پر اور واقعہ میں دریائے نیل کے کنارے پر یا کسی اور دریا کے کنارے پر بڑے جاہ وجلال کے ساتھ فرمائیں گے۔ كَلَّآ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ۔ كَلَّآ کے معنی یہی ہیں لَا تَحْزَنْ غم مت کر۔ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ میرے ساتھ میرا رب ہے یعنی ایک وتر بھی ہمارے

ساتھ ہے اور وہ اس لَیل میں سے ہمیں نکال کرلے جائے گا۔“

(”تفسیر کبیر“ جلد ہشتم صفحہ 548 ناشر نظارت اشاعت۔ ربوہ)

اب عجیب بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام میں کَـلـبٌ کا لفظ ہے۔ کتے پر کتا مرے گا اور اس کے اعداد باون آپ نے لکھے ہیں۔ یہ گالی نہیں ہے یاد رکھیں۔ یہ ایک حیرت انگیز پیشگوئی ہے۔ جس وقت 1977ء کے بعد بھٹو صاحب کی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور ضیاء الحق صاحب کے ہاتھ میں اختیار آیا اور یہ سازش ملّاں نے ضیاء الحق سے بھٹو صاحب کے بارہ میں مکمل کر لی تھی کہ اس کے معاً بعد بھٹو سے اقتدار چھین لیا جائے اور یقین تھا کہ اب بھٹو صاحب آخری لمحوں میں ہیں تو پھر جو گالیاں دی جاسکتی تھیں وہ انہوں نے دیں۔

اس وقت لاہور سے جو رسالے مفتی محمود صاحب کی جماعت کی طرف سے نکلتے تھے اس میں سے ایک نے ایک کتے کی تصویر بنائی کارٹون کے لحاظ سے۔ اور وہ بھٹو صاحب کی تصویر تھی۔ ”نقیب ملت“ اس رسالے کا نام ہے۔ یہ مفتی محمود صاحب کے مسلک سے تعلق رکھنے والے حضرات کا اس وقت ترجمان تھا۔

ہفت روزہ ”نقیب ملت“ لاہور (8 تا 14 فروری 1979ء) نے کارٹون میں بھٹو صاحب کی تصویر ایک کتے کی بنائی اور اگلے صفحے میں یہ لکھا کہ ایک کتے کی اپیل۔ کتا یہ اپیل کر رہا ہے کہ حضور امیر المومنین میری طرف توجہ فرمائیں اور مجھ پر رحم کریں۔

اگلے ایشو میں انہوں نے یہ لکھا کہ ہمارے خلاف اس پر پیپلز پارٹی کے حلقوں کی طرف سے رٹ (Writ) دائر کی گئی ہے کہ ہم نے بھٹو صاحب کی تحقیر اور تذلیل کی ہے۔ اس رِٹ کا عکس بھی دیا اور کتے کی تصویر پھر بنادی۔

پھر تیسرے ایشوع میں اوپر بھٹو صاحب کی کتے کی تصویر بنا کے کارٹون میں اور نیچے لکھا کہ ہم آپ کو بتانا چاہتے ہیں کہ یہ تصویر جس کے متعلق پیپلز پارٹی کہتی ہے کہ بھٹو صاحب کی ہے۔ یہ ہم نے ایک انگریزی ریڈر سے لی ہے۔

تین دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی مفتی محمود کے رسالہ کے ذریعہ سے پوری ہوئی۔ اب اس میں کہاں کسی احمدی کا اختیار ہوسکتا تھا؟

اس کے بعد کَلْبٌ یَمُوْتُ عَلٰی کَلْبٍ میں جس دوسرے فرعون کا ذکر تھا اور آپ اگر اس زمانے کے اخباروں اور رسالوں اور اپوزیشن کے جو بیانات پڑھیں، ان میں بار بار بھٹو کو فرعون قرار دیا گیا ہے۔ یہی لقب ضیاء الحق صاحب کو دیا گیا۔ کھلےلفظوں میں یہ کہا گیا۔ ادارتی نوٹوں میں ان کی زندگی میں یہ بات کی گئی۔

اب حیران کن بات یہ ہے کہ اتنا بڑا خدا کا نشان ہے کہ ترمذی شریف کی حدیث میں لکھا ہوا موجود ہے کہ:۔

> آنحضورﷺ کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اور اس نے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں، میں روزہ رکھوں تو حضور مجھے راہنمائی فرمائیں کہ میں کس مہینے میں روزہ رکھ سکتا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ اگر رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں روزہ رکھنا چاہتے ہو تو پھر محرم کے ایام میں روزہ رکھو۔ کیونکہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں خدا نے ایک قوم کو فرعون سے نجات بخشی تھی اور فرمایا ایک دوسری حدیث میں کہ اسی مہینے میں محرم میں آخرین میں بھی ایک فرعون پیدا ہوگا اور خدا آخرین کو بھی محرم کے مہینے میں نجات بخشے گا۔

(سنن ترمذی ابواب الصوم باب ماجاء فی صوم المحرم و جامع الترمذی ابواب الصوم بحوالہ التقریر للترمذی جلد اوّل صفحہ 123 ناشر قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی و صحیح مسلم کتاب الصیام مع شرح نووی مترجم علامہ وحید الزمان جلد اول 133-134 ناشر خالد احسان پبلشرز لاہور)

آپ جنگ اور دوسری اخباروں، ہر ایک اخبار کو دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا یہ تین محرم 1409 ہجری کی تاریخ تھی جب آنکھوں کے سامنے ضیاء الحق کا طیارہ آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔

اور اس سے محمد عربیﷺ کی ایک اور حدیث پوری ہوئی۔ آنحضورﷺ نے فرمایا تھا۔ علامہ سیوطی نے بھی اس کو لکھا ہے اور بہت ساری اور کتابوں میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ آنحضورﷺ کے زمانے میں حضور علیہ السلام کے ارشاد پر ایک مسلح دستہ دشمن کی سرکوبی کے لئے بھجوایا گیا۔ ایک شخص جس کا نام حدیثوں میں موجود ہے۔ اس نے یہ حرکت کی کہ ایک ایسے شخص کو جو کہتا تھا کہ **اَنَا مُسْلِمٌ**

میں مسلمان ہوں۔ ؎

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں

'حدیث میں لکھا ہے کہ اُس شخص نے اِس شخص کو جو کہ کہتا تھا کہ میں مسلمان ہوں، قتل کر دیا۔ جب یہ دستہ واپس آیا تو ایک صحابی نے دربار رسولؐ میں شکایت کی کہ اس شخص نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو کہتا تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ آنحضورﷺ نے جواب طلبی فرمائی اور فرمایا کہ تم نے یہ ظلم عظیم کیا! ایک شخص کہتا تھا میں مسلمان ہوں۔ تمہیں کیا حق تھا کہ تم اس کو قتل کر دیتے؟ کہنے لگے یا رسول اللہ! اس نے مجھ سے ڈر کے کہا تھا۔ دل میں ایمان نہیں تھا اس کے۔ فرمایا هَلَّا شَقَقْتَ قَلْبَهٗ ۔ تم نے اس کے دل کو چیر کے دیکھا تھا؟ تم عالم الغیب تھے؟ کہ یہ تم سے ڈرنے کی وجہ سے کہہ رہا ہے، اندر سے مسلمان نہیں ہے۔ فرمایا خدا نے یہ واقعہ میری امت کے لئے عبرت کا نشان اس لئے بنایا ہے کہ خدا کسی اور شخص کے لئے یہ قبول کر سکتا ہے کہ زمین اس کو قبول کرے مگر یہ اسے گوارا نہیں ہے کہ اس شخص کو زمین میں قبول کیا جائے جو ایک مسلمان کو قتل کرتا اور اس کو کافر قرار دیتا ہے۔'

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب الکف عمن قال لا الہ الا اللہ والخصائص الکبریٰ فی معجزات خیر الوریٰ از حضرت جلال الدین سیوطی اردو مترجم حکیم غلام معین الدین نعیمی صفحہ 183 ناشر مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ۔ کراچی)

یہ پیشگوئی چودہ سو سال پہلے ہوئی اور لفظاً لفظاً ضیاء الحق کے سانحے کے ذریعہ پوری ہوئی۔ یہ خدا کا قیامت تک کے لئے نشان ہے، جو ثبوت ہے کہ اسلام زندہ مذہب ہے۔ محمد رسول اللہؐ خدا کے زندہ نبی ہیں اور قرآن مجید خدا کی زندہ کتاب ہے اور مسیح موعودؑ ہی ہیں جنہیں محمد عربیﷺ کا پرچم لہرانے کے لئے آج خدا نے مبعوث کیا ہے اور خلافت حقہ وہی ہے جو محمد عربیﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق قائم ہوئی۔ اور جس کی جوبلی انشاء اللہ تعالیٰ ہم 2008ء میں منانے والے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کے رحم کے ساتھ۔

دورِ ابتلاء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بعض الہامات

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ محترم مولانا! ایک بہت اہم سوال یہ پوچھنا ہے کہ جماعت مشکل حالات سے گذر رہی تھی اور خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ بھی مصروف تھے۔ دعاؤں میں بھی مصروف تھے۔ اس دوران میں حضور کو خدا تعالیٰ سے راہنمائی بھی ملتی رہی اور بعض الہامات اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ پر نازل فرمائے۔ آپ ان کا کچھ ذکر کرنا چاہیں گے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یقیناً۔ یہ تو تاریخ کا ایک سنہری ورق ہے اور بتاتا ہے کہ یہ خدا کی آسمانی جماعت ہے۔ اور خلافت خدا کی قائم کردہ ہے۔ اس سلسلہ میں میں دو امور کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ ہے کہ یہ حضورؒ نے خود بیان فرمایا اور دونوں باتیں آپ نے اپنی زبان مبارک سے انہی دنوں جماعت کے سامنے بھی رکھ دیں۔ ابتدا میں اکثر احمدیوں کو پتہ نہیں تھا لیکن بعض بزرگوں نے بتائیں۔ اس کے بعد حضورؒ نے اپنے خطبوں میں بھی بیان کیں۔ میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔

پہلی اہم ترین بات جس کو میں نے خود حضورؒ کی زبان مبارک سے اس موقعہ پر سنا جہاں تک مجھے یاد ہے۔ ’’سرائے محبت‘‘ کی چابیاں جس دن حضورؒ نے ایک تقریب کے دوران جناب چوہدری حمید اللہ صاحب ناظر ضیافت (حال وکیل اعلیٰ تحریک جدید) کو عطا فرمائیں تو اس دوران حضورؒ نے یہ ذکر فرمایا کہ ان ایام میں جبکہ دنیا ہمیں صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہتی تھی، میرے پیارے خدا نے مجھ پر دو الہام نازل فرمائے۔ اس کے علاوہ حضورؒ نے اپنے خطبہ جمعہ یکم نومبر 1974ء میں بھی ذکر فرمایا تھا کہ جس دن قومی اسمبلی پر مشتمل خصوصی کمیٹی بننے کا اعلان ہوا نیز یہ کہ کاروائی خفیہ ہوگی۔ اس اعلان پر تشویش ہوئی۔ اور ساری رات دعا کی کہ اے خدا خفیہ اجلاس ہے۔ پتہ نہیں ہمارے خلاف کیا تدبیر کی جائے۔ سورۃ فاتحہ پڑھی اور اھدنا الصراط المستقیم بہت پڑھا۔ صبح خدا تعالیٰ نے بڑے پیار سے دو الہامات کئے۔ (’’الفضل‘‘ ربوہ 11 دسمبر 1974ء صفحہ 6)

ایک الہام یہ تھا کہ وَسِّعْ مَکَانَکَ یعنی آنے والے اب کثرت سے آنے والے ہیں۔

اس لئے ان گیدڑ بھبھکیوں کی پرواہ نہ کرو بلکہ اپنے مکانوں کو وسیع کرتے چلے جاؤ۔ مسجدوں کو وسیع کرو اور اسی طرح اپنے مدارس کو وسیع کرو، مہمان خانوں کو وسیع کرو کیونکہ خلقت خداوندی آسمان کے فرشتوں کے ذریعہ سے فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے والی ہے۔ اور دوسرا فرمایا کہ یہ الہام ہوا۔ **اِنَّا کَفَیْنَاکَ الْمُسْتَھْزِئِیْنَ** فرمایا استہزا کرنے والوں کی پرواہ نہ کرو۔ ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ میں خود ان کے لئے کافی ہوں جو استہزا کرنے والے ہیں۔ مسیح موعود علیہ السلام نے بھی تو فرمایا ہے۔

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

تو خدا نے پہلے سے بتا دیا کہ اس کا ردعمل دو شکلوں میں ہونے والا ہے۔ ایک تو یہ کہ کثرت سے مخلوق آئے گی، مسیح موعودؑ کی غلامی میں داخل ہونے کے لئے اور دوسرا خدا تعالیٰ کی جو چکّی ہے انذار کے لحاظ سے، وہ دشمنان دین کے خلاف چلنے والی ہے کیونکہ یہ معاملہ خدا نے کہا ہے کہ میں خود نبٹ لوں گا۔ یہ دونوں عظیم الشان نشان تھے کہ جو اس کے بعد، ہر آنے والے، طلوع ہونے والے دن، جب بھی چڑھا، آج تک پوری شان کے ساتھ دنیا کے سامنے آ رہے ہیں۔

ایک اور منذر الہام جس میں **اِنَّا کَفَیْنَاکَ الْمُسْتَھْزِئِیْنَ** کی تشریح موجود ہے۔ وہ ایک دوسرا الہام تھا۔ اس سلسلہ میں جناب مولانا منیر احمد صاحب بسمل سابق مجاہد افریقہ، حال نائب ناظر اشاعت ربوہ کا حلفیہ بیان میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ جو انہیں دنوں مولانا نے مجھے عطا فرمایا۔ وہ ''تاریخ احمدیت'' کے مسودہ میں شامل ہے اور انشاء اللہ شائع ہوگا۔ مولانا نے تحریر فرمایا:۔

> ''خاکسار خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر عرض کرتا ہے کہ:۔
>
> مکرم کرنل حیات قیصرانی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ (یہ دسمبر 1978ء کی بات ہے۔) 1974ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ قومی اسمبلی میں تشریف لے جاتے اور غیر احمدی علماء کے سوالات کے جوابات دیا کرتے تھے۔ ایک دن حضورؒ نے مجھ سے (یعنی کرنل حیات قیصرانی صاحب سے) بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھٹو کے بارہ میں یہ آیات الہام کیں۔ **فَدَمْدَمَ عَلَیْھِمْ رَبُّھُمْ بِذَنْبِھِمْ فَسَوّٰھَا وَلَا یَخَافُ**

عُقبٰهَا۔ حضورؒ نے فرمایا کہ اس کے بعد میں نے خدا تعالیٰ سے بہت دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تو ان کو ہدایت دے اور تباہی سے بچا لے۔ حضورؒ فرماتے ہیں اس پر پھر یہ آیت الہام ہوئی۔ حضورؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اور زیادہ الحاح سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو تباہی سے بچا دے اور ہدایت دے۔ اس پر تیسری دفعہ یہی آیات الہام ہوئیں۔

والسلام خاکسار
منیر احمد بسمل‘‘

یہ بیان مکرم بسمل صاحب نے 21 اکتوبر 1997ء کو دیا ہے۔

کارروائی کے دوران تائیداتِ الٰہی

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا! جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہے اور دعویٰ ہے کہ ہمارا زندہ خدا کے ساتھ ایک تعلق ہے اور اس کے تائیدی معجزات اور نشانات ہمارے شامل حال ہیں ہمیشہ سے۔ تو اس اسمبلی کی کارروائی کے دوران بھی اللہ تعالیٰ کی تائیدات کے نشانات ظاہر ہوتے رہے جن میں سے کچھ آپ نے بیان فرمائے کچھ مزید نشانات کا تذکرہ آپ فرمائیں گے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ مختصراً میں اس سلسلہ میں یہ عرض کروں گا کہ جبکہ سب آپ اُس ماحول کو اپنے سامنے رکھیں جبکہ سب دشمنان احمدیت سرکاری سطح پر متحدہ محاذ قائم کئے ہوئے تھے اور استعماری طاقتیں ان کی پشت پناہی کر رہی تھیں۔ سعودی عرب کا ہاتھ کارفرما تھا اور یہ خیال اور تصور بھی نہیں تھا کہ کیا کیا سوالات اسمبلی میں پوچھے جائیں گے۔ اس ماحول میں آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ کتنے وسیع پیمانے پر جماعت کو اپنے دفاع کے لئے تیاری کی ضرورت ہوگی۔ اپنی بساط کے لحاظ سے اور ان واقعات کے لحاظ سے۔ حضورؒ کے ارشاد پر میں قریباً ایک ہزار کتب خلافت لائبریری ربوہ سے لے کر گیا تھا۔ کچھ میری اپنی کتابیں تھیں۔ مگر یہ سارے کام اللہ ہی کے توکل پر کئے جا رہے تھے اور جو انتخاب کیا گیا تو یہ کسی نے نہیں بتایا تھا کہ یہ کتابیں منتخب ہونی چاہئیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت مجھے جو راہنمائی فرمائی اس کے مطابق میں نے وہ کتابیں چن لیں اور ساتھ لے گیا۔

لیکن اس کے بعد ایک موقعہ ایسا آیا کہ اس میں شیعوں کی بعض کتابوں کا پیش کرنا مقصود تھا

مثلاً یہی ''کلھم اولاد البغایا ما خلا شیعتنا''۔ حضرت امام جعفر صادقؑ کی یہ کتابیں ہمارے پاس تھیں ہی نہیں۔ لائبریری میں بھی موجود نہیں تھیں۔ سیدی حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ شیعہ لٹریچر ہمارے حضرت قاضی محمد یوسفؓ صاحب کے پاس موجود تھا۔ وہ فوت ہو چکے ہیں لیکن ان کی لائبریری اگر دیکھی جائے تو ممکن ہے، یہ چیز مل جائے۔ اب صرف رات ہی کا وقفہ تھا ہمارے پاس۔ اسمبلی کا اجلاس ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے چوہدری رحمت علی صاحب آف سڑوعہ حال دارالبرکات ربوہ کو۔ وہ ان دنوں راولپنڈی میں تھے۔ انہوں نے اپنی کار پر مجھے لے جانے کی حامی بھری اور راتوں رات ہم مردان پہنچے۔ اب یہ اللہ کا فضل اور احسان ہے کہ گھر میں ان کے صاحبزادے یا ان کے عزیز موجود تھے اور اس سے بڑی بات یہ ہے کہ انہوں نے اجازت دی کتب خانہ کو دیکھنے کی۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ساری کتابیں اس میں موجود تھیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم سے راتوں رات یہ کام ہو گیا۔

اس کے علاوہ بھی یہ صورت بنی کہ فوری طور پر بعض کتابیں راولپنڈی جماعت کے بعض مخلص احباب سے ہمیں ملتی رہیں مثلاً پیر صلاح الدین صاحب کی طرف سے اور سید ضیاء الحسن صاحب کی طرف سے عربی لٹریچر عطا ہوا۔ ''لسان العرب'' یا غالباً ''مفردات امام راغب'' تھی۔ یہ اس وقت ضرورت پڑی جس وقت ذُرِّیَّۃُ الْبَغَایَا کے لغوی معنوں کا سوال پیدا ہوا تھا۔ تو یہ کتابیں ہمیں اللہ تعالیٰ نے راولپنڈی کے بزرگوں سے عطا فرمائیں۔ یہ اللہ ہی کا فضل ہے کہ کتابیں پہلے سے موجود تھیں۔ پیر صلاح الدین صاحب مرحوم انگریزی میں قرآن کریم کا ترجمہ کر رہے تھے اور اس کے علاوہ پھر اس کی تفسیر بھی انہوں نے شائع کی۔ اس لحاظ سے ایک بہت بڑا اور بیش بہا ذخیرہ ان کے پاس تفسیروں کا بھی تھا اور عربی لغات کا بھی موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ جزائے عظیم بخشے اس موقعہ پر انہوں نے یہ سارا خزانہ ہمیں عطا فرمایا جو بعد میں ان کی خدمت میں واپس پیش کر دیا گیا۔

یہ سلسلہ دراصل آج تک خلیفہ وقت کی توجہ سے چل رہا ہے۔ آپ حیران ہوں گے۔ یہ جو میں نے آپ کے سامنے پڑھا ہے۔ اِنَّا کَفَیْنَاکَ الْمُسْتَھْزِئِیْنَ اور پھر فَدَمْدَمَ عَلَیْھِمْ۔ اب یہ کل سوال آپ کی طرف سے پیش ہوا ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ اس سلسلہ میں کل ہی ہمارے شعبہ تاریخ کے کمپیوٹر سیکشن کے جو انچارج ہیں مولانا حافظ انوار رسول صاحب، وہ آئے، کہنے لگے کہ یہ چند

کتابیں ہیں۔ یہ میں آپ کو Present کرنا چاہتا ہوں۔ رات میں نے وہ کتابیں دیکھیں تو ان دونوں کا تعلق ہمارے انٹرویو کے ساتھ تھا۔ ان میں کیا کچھ تھا۔ وہ انشاء اللہ میں بعد میں بیان کروں گا۔

نشان ساتھ ہیں اتنے کہ کچھ شمار نہیں
ہمارے دین کا قصوں پہ ہی مدار نہیں

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ ایک اور واقعہ بھی آپ نے ہمیں بتایا تھا حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ کی کتاب کے بارے میں۔ وہ بھی آپ بیان فرما دیں!

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ ہاں وہ مجھے یاد آ گیا ہے۔ آپ کا شکریہ میں لفظوں میں ادا نہیں کر سکتا۔

ع تیرے اس لطف کی اللہ ہی جزا دے ساقی

بات یہ ہوئی۔ یہ آخری دن تھا اور ہم لوگ ساری رات مولانا ابو المنیر صاحب کے صاحبزادے منیر الحق اور خدام الاحمدیہ والے وغیرہ، ضمیموں کی تیاری کر رہے تھے یعنی ایک تو وہ امتحان تھا روزانہ جس کے پرچے دینے پڑتے تھے اسمبلی میں۔ ایک یہ تھا کہ ساتھ ضمیمے دیئے جا رہے ہیں۔ کتابیں پہنچائی جا رہی ہیں۔ تو آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ تیسری طرف یہ کہ تشویشناک اطلاعات مل رہی تھیں۔ احمدیوں کے جان و اموال ہتھیا لئے گئے ہیں۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ تو قیامت خیز گھڑیاں تھیں دراصل جماعت کے لئے۔ تو اس موقعہ پر کچھ سمجھ ہی نہیں آتی تھی کہ سوال کیا ہونے والے ہیں۔ میں اب تک یہ سوچ رہا ہوں۔ اب دیکھیں ہر لمحہ یہ خلافت کی توجہات کے نتائج تھے۔ جس طرح میں نے کہا ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی توجہ کام کر رہی ہے۔ اس انٹرویو میں یہ جو دو کتابیں ملی ہیں یہ حضور کی دعائے خاص کے نتیجہ میں ہیں۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا اور یہ اچانک ایسے وقت میں ملی ہیں کہ اس کا تذکرہ میرے لئے کرنا ضروری تھا۔ لیکن میرے ذہن اور خیال میں بھی وہ چیزیں موجود نہیں تھیں۔ پہلی دفعہ میں نے دیکھیں۔ یہ خدا کا تصرف نہیں تو اور کیا ہے؟

میں عرض کر رہا تھا ساری رات ہم لوگ جاگتے رہے۔ کوئی حوالے نقل کر رہا ہے۔ اور کوئی جو

پہلے حوالے تھے مثلاً جو کچھ رہ گئے تھے جن کا جواب دینا مقصود تھا۔ اس کی تیاری، پھر نئے کا تو کچھ پتہ نہیں تھا۔ اسی عالم میں ہمیں بتایا گیا کہ اب تیار ہو جاؤ جانے کے لئے۔ میں نے تین ٹرنک حسبِ دستور ساتھ لئے۔ ان میں کتابیں رکھیں۔ کسی میں دستاویزات، کسی میں مسودات، کسی میں اخباریں، اس میں میں نے وہ مسودے رکھے جو ہم نے فوٹو کاپی کر کے پیش کرنا تھے۔ ان کو جمع کرانا تھا۔ اس سے قبل داخل ہونے والے مسودے۔ تو یہ ایک ہجوم تھا مطالبوں کا۔ یہ الگ چیز تھی کہ یہ سارا کھیل اور ڈرامہ تھا دراصل۔ عجیب بات ہے کہ چلتے ہوئے جب میں یہ تینوں ٹرنک اٹھانے لگا تو خدا نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ ان ہزار کتابوں میں بڑی مشہور کتاب ”تذکرۃ الاولیاء“ بھی ہے۔ شاید اس کی ضرورت پڑ جائے۔ اب دیکھیں خالصتہً خلیفہ وقت کی دعاؤں اور آسمان کے فرشتوں کے نتیجہ میں یہ بات تھی ورنہ میرے ذہن اور خیال میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔ میں نے اس وقت ”تذکرۃ الاولیاء“ سب سے اوپر رکھی۔

اب وہاں پہنچے تو اول خیال یہ تھا کہ آج حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب سوالوں کے جواب دیں گے۔ لیکن وہاں پہنچے تو چیئر مین صاحب نے پہلے دن تو یہ کہہ دیا یعنی اس سے پہلے دن تو یہ رولنگ دے دی تھی کہ ٹھیک ہے۔ حضورؒ نے یہ فرمایا تھا کہ جب حکومت کے اعلامیہ کے باوجود اٹارنی جنرل صاحب کی بجائے آپ ایک اپوزیشن کے ممبر کو سوالوں کے لئے مدعو کر رہے ہیں تو پھر مجھے بھی اجازت دی جائے کہ میں اپنے ڈیلی گیشن کے کسی ممبر کو اپنی طرف سے ترجمان مقرر کروں۔ اس وقت انہوں نے تسلیم کر لیا لیکن پھر بعد میں، جیسا ہمیں علم ہوا، علماء آئے۔ انہوں نے کہا کہ اب ایسی آپ کے اٹارنی جنرل نے ناکام قسم کی وکالت کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اب ہماری طرف سے نمائندہ ہونا چاہئے۔ آخر چیئر مین صاحب کو تو دکھانے کے لئے، ان کی بات رکھنے کے لئے یہ ایک موقعہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ جی ٹھیک ہے آپ کر لیجئے اور حقیقت یہ ہے کہ انہیں بھی یقین تھا کہ یہ ایسا موقعہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب اس کا جواب نہیں دے سکیں گے کیونکہ ملاؤں کے بڑے بڑے دعاوی تھے۔

بہر حال جب حضورؒ کمیٹی روم نمبر دو میں پہنچے۔ ہم منتظر تھے کہ ابھی چیئر مین صاحب کی طرف سے ہمیں یہ اطلاع پہنچے کہ آپ آ جائیں۔ اسی دوران حضورؒ نے ہم سب سے کہا کہ مولانا ابوالعطاء صاحب میری طرف سے جواب دیں گے اور حضورؒ نے مجھے فرمایا کہ تم مولانا ابوالعطاء صاحب کی نشست پر بیٹھ جانا اور مولانا ابوالعطاء صاحب سے یہ ارشاد فرمایا کہ اس کی جگہ پر آپ

بیٹھیں اور آپ نے یہ شروع کرنا ہے۔ ہمیں حضورؒ نے یہ ہدایت فرمائی۔ جب وہاں پہنچے تو نقشہ ہی بگڑا ہوا تھا۔ حضورؒ نے جاتے ہی فرمایا کہ آپ نے جس طرح مجھ سے حلف لیا ہے۔ اسی طرح قانونی حلف مولانا ابوالعطاء صاحب سے بھی لیں۔ بجائے اس رولنگ پر قائم رہنے کے، چیئرمین صاحب نے بالادستی اور چابک دستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ میں نے کل آپ کو یہ اجازت دی تھی لیکن کمیٹی کے تمام افراد یہ کہتے ہیں کہ آپ امام جماعت احمدیہ کی حیثیت سے خود موجود ہیں اور اپنا دفاع بڑے شاندار طریقے پر آپ کر سکتے ہیں تو ہم یہ خواہش رکھتے ہیں کہ ڈیلیگیشن کے کسی ممبر کی بجائے آپ خود اپنی زبان سے اس کا جواب دیں۔ بڑے اچھے طریقے پر انہوں نے یہ بات کہی۔ ان کا اب یہ خیال تھا کہ حضورؒ اس پر دوبارہ یہ جرح کریں گے کہ یہ تو عجیب بات ہے اور انتہائی قسم کی یہ خلاف قانون بات ہے۔ لیکن اس پر حضورؒ نے قطعاً کوئی بات نہیں کی بلکہ جس بشاشت سے حضورؒ تشریف لائے تھے، اسی طرح مسکراتے ہوئے، مائیک جو حضورؒ نے اپنے دست مبارک سے مولانا ابوالعطاء صاحب کے سامنے رکھا تھا وہ خود اپنے سامنے کر لیا اور کہا فرمائیے۔

اس پر جو سوالات کئے گئے محترم ظفر انصاری صاحب کی طرف سے جیسا کہ پہلے بات آچکی ہے، تحریف قرآن کے متعلق تھا۔ ام المؤمنین کے متعلق تھا۔ تیسرا سوال ظلی حج کے متعلق تھا۔ انہوں نے کہا دیکھیں جی! آپ کا قرآن علیحدہ، آپ کے حج علیحدہ ہیں۔ جس وقت یہ بات حضورؒ نے سنی تو حضورؒ نے مجھے نہ علی بن موفق کا حوالہ دیا نہ ’’تذکرۃ الاولیاء‘‘ کی بات کی، مجھے بس اتنا فرمایا کہ وہ حوالہ دیں۔ کسی کتاب کا ذکر نہیں، کسی صوفی کا ذکر نہیں اور عجیب خدا کا تصرف یہ ہے کہ جلدی میں چلتے ہوئے ٹرنک میں سب سے اوپر وہی ’’تذکرۃ الاولیاء‘‘ رکھا گیا مجھ سے۔ اور اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ باقی دو ٹرنک ذرا دور رکھے تھے اور یہ ٹرنک بالکل میرے سامنے رکھا تھا۔ ایک لمحہ کے اندر اندر میں نے وہ جب ٹرنک کھولا تو وہ کتاب سامنے تھی اور جب میں نے اس کو کھولا تو وہ علی بن موفق کا واقعہ تھا۔ (تذکرۃ الاولیاء اردو ترجمہ صفحہ 157 از علامہ عبدالرحمٰن شوق ناشر ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور) یہ کتنا حیرت انگیز تصرف ہے اور اس کا ثبوت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو منصب خلافت عطا فرماتا ہے تو آسمان کے فرشتے اس کی طاقت بن کر اس کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور پھر جو بھی اس کے خادموں میں شامل ہو جاتا ہے، تو جو کام خدا کے مامور کی طرف سے اس خادم کے سپرد کیا جاتا ہے عرش کے فرشتے اس کی تائید کرتے ہیں۔

کارروائی کا تذکرہ خلیفۂ وقت کی زبانِ مبارک سے

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسمبلی کی کارروائی کے ضمن میں احباب جماعت کے سامنے کچھ ذکر فرمایا تھا۔ میں چاہوں گا کہ وہ بھی آپ احباب کو پڑھ کر سنا دیں۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ جزاکم اللہ! اللہ تعالیٰ کی خاص تائید سے ایک بیان آپ نے ''تاریخ انصار اللہ'' جلد دوم میں ابھی حال میں ہی شائع فرما دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے تصرفات ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تحریر میں سنا دیتا ہوں۔ ''تاریخ انصار اللہ'' جلد دوم کے صفحہ 95-96 پر زیب قرطاس ہوئی ہے۔ حضور انورؒ نے فرمایا:۔

> ''74ء میں جب میں نیشنل اسمبلی گیا ہوں، خدا تعالیٰ نے بہت نشان دکھائے۔ بہت بڑا نشان یعنی عجیب ہے اپنی کمیت Volume کے لحاظ سے کہ جب انہوں نے کہا کہ پہلے تو زبردستی مجھے بلایا، ہم نے کراس ایگزیمن (Cross Examine) کرنا ہے۔ پہلے کہا کہ محضر نامہ خود پڑھو جماعت کا۔ ہم سوال کریں گے۔ آپ جواب دیں۔ مجھے پتہ لگا تو میں نے پیغام بھیجا کہ 90 سال پر پھیلا ہوا ہے ہمارا لٹریچر اور مذہب کا معاملہ ہے۔ بڑا سنجیدہ ہے اور میں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ سارا لٹریچر مجھے زبانی یاد ہے۔ ایک دن پہلے آپ سوال لکھ دیں، بھجوا دیں۔ ہمیں دے دیں۔ اگلے دن ہم جواب دے دیں گے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ ہمارا یہ فیصلہ ہے کہ اُسی وقت سوال ہوگا اُسی وقت آپ جواب دیں گے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ دعا کی بھی اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے۔ قریباً ساری رات میں نے دعا کی خدا سے۔ خیر مانگی اس سے۔ صبح کی اذان سے ذرا پہلے مجھے یہ کہا گیا وَسِّعْ مَکَانَکَ. اِنَّا کَفَیْنَاکَ الْمُسْتَھْزِئِیْنَ مہمان تو پہلے سے بھی زیادہ آئیں گے۔ اتنی بڑی خوشخبری۔ یہ استہزا کا منصوبہ تو بنا رہے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن فکر کیوں کرتے ہو؟ ہم تمہارے لئے کافی ہیں۔ ان کی رپورٹ جو تھی وہ یہ تھی کہ انہوں نے گیارہ دنوں

پر پھیلا کر کل 52 گھنٹے دس منٹ مجھے کراس ایگزیمن (Cross Examine) کیا۔ باون گھنٹے دس منٹ **کفیناک المستھزئین** کا مجھے یہ نظارہ نظر آتا تھا۔ جس طرح فرشتہ میرے پاس کھڑا ہے۔ جہاں مجھے جواب نہیں آتا تھا وہاں مجھے جواب سکھایا جاتا تھا۔ بعض دفعہ یہ بتایا جاتا تھا کہ یہ جواب اس طرح دینا ہے۔ مثلاً ایک رات شام کو مجھے یہ کہا گیا کہ اس کا جواب نہیں دینا اس وقت، کل صبح دینا ہے۔ میرے پیچھے پڑ گئے۔ میں نے کہا میں نے دینا ہی نہیں۔ بہت پیچھے پڑے۔ میں نے کہا آپ یہ لکھ لیں، میں نہیں جواب دینا چاہتا۔ میں نے اس وقت جواب نہیں دینا۔ تو مجھے یہی کہا گیا تھا کہ کل صبح دینا جواب کیونکہ کل صبح دینے میں ان کے لئے کافی خفت کا سامان پیدا ہونا تھا۔ یعنی اس تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے راہنمائی کی۔ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ باون گھنٹے دس منٹ ہر ہر سوال کا جواب مجھے وصول ہوا یا سوال سکھایا جاتا تھا یا یہ کہ اس کا جواب کس طرح دینا ہے۔ یہ بتایا جاتا تھا'' (سبحان اللہ)۔

''ایک دن یہ سوال کیا۔ ایک پیرا یہاں سے شروع ہوا۔ یہ ایک صفحہ سمجھیں اس کو۔ یعنی بیچ میں لکیر نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ہے۔ یہاں سے شروع ہوا۔ یہاں جا کے ختم ہوا۔ یہاں سے ایک فقرہ اٹھایا سوال کے لئے۔ ایک فقرہ ایک پیرے سے اٹھا کے کہنے لگے، یہ تو جی بڑے قابل اعتراض فقرے لکھ گئے ہیں مرزا غلام احمد صاحب۔ تو بڑا فساد پیدا ہوتا ہے۔ اس قسم کی باتیں شروع کر دیں۔ مجھے کہا گیا ابھی جواب دو۔ مجھے جواب کوئی نہیں آتا تھا۔ یعنی یہ حقیقت ہے بغیر ذرا مبالغہ کے کہ میں بالکل اندھیرے میں تھا۔ میں نے کہا کہ کتاب بھیج دیں۔ میرے پاس کتاب نہیں ہے۔ مجھے کتاب بھیج دیں۔ ابھی میں جواب دے دیتا ہوں۔ یحییٰ بختیار کہنے لگے، اچھا کل پھر آپ دے دیں، کوئی ضروری نہیں ہے ابھی دیں۔ میں نے کہا میں کہہ رہا ہوں۔ میں نے ابھی دینا ہے جواب تو آپ مجھے کتاب بھیج دیں۔ دو تین

دفعہ تکرار کے بعد وہ لے آیا نشان لگا کے۔ کتاب میں نے کھولی۔ جہاں سے وہ پیرا شروع ہوتا تھا تین چار سطریں نیچے وہ فقرہ تھا جہاں اس کا جواب موجود تھا۔ اور میری آنکھ نے وہی پکڑا۔ میں نے پہلی ہی نظر میں اس کو پکڑا۔ میری عادت تھی کہ جہاں مجھے موقعہ ملتا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا کلام ان کے کانوں میں ڈال دیتا تھا۔ تو میں نے کہا آپ نے ایک فقرہ پڑھا اور اعتراض کر دیا۔ میں ایک پیرا پڑھ دیتا ہوں اور آپ کو جواب مل جائے گا۔ میں نے سارا پیرا پڑھ دیا اتنی تفصیل میں۔ تو اس سے بڑا نشان سوچ بھی نہیں سکتا۔ گیارہ دن باون گھنٹے 10 منٹ جو خدا نے کہا تھا، اس کے مطابق میری راہنمائی کرتا رہا۔ ایک دن مجھے شام کو خدا نے کہا کہ کل ایک ایسا سوال کیا جائے گا کہ تمہارے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل جائے گی۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو کہہ دیا کہ مجھے خدا نے یہ بتایا ہے۔ ہوشیار ہو جائیں۔ گیارہ بجے چائے کا وقفہ ہوا۔ کوئی ایسا سوال نہیں آیا۔ سوال آتے گئے۔ جواب دیتے رہے کھانے کا وقت آ گیا۔ کوئی سوال نہیں۔ شام کی چائے پینے کے لئے بہت سارے وقفے آیا کرتے تھے۔ اس وقت تک کچھ سوال نہیں ہوا۔ بالکل آخری پانچ دس منٹ بلکہ آخری سوال کر دیا۔ بالکل کسی کو اس کے جواب کا نہیں پتا تھا۔ ہم دے ہی نہیں سکتے تھے اس کا جواب۔ بڑی پریشانی اٹھانی پڑی۔ ہم نے ان کو کہا کہ کل دیں گے جواب، انہوں نے کہا کہ ہاں ٹھیک ہے۔ دیر ہو گئی ہے کل ہی دے دیں۔ مشورہ کیا اس کے جواب کے لئے۔ فون کیا، دس سال کے الفضل کے فائل منگوائے ربوہ سے۔ وہاں سے موٹر چلی صبح کی اذان کے وقت وہاں پہنچی۔ اس کو دیکھا۔ تلاش کیا۔ وہاں سے وہ جواب ڈھونڈا۔ تب تسلی ہوئی یعنی ساری رات خدا تعالیٰ نے پریشان رکھا، دعائیں کرائیں۔ یہ بھی اس کا احسان ہے۔ لیکن بتا دیا تھا پہلے کہ اتنی پریشانی اٹھاؤ گے کہ حد نہیں۔ پھر وہ جواب دیا ان لوگوں کو۔ تو انصار اللہ سے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ کی ذمہ داری ہے ساری دنیا

کو نبی اکرم ﷺ کے جھنڈے تلے جمع کرنا ہے۔'' جزاکم اللہ۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ جزاکم اللہ۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ آپ کا بھی شکریہ کہ آپ نے چھپا چھپایا حوالہ کتاب میں سے پہلے سے ہی مہیا فرما دیا ہے۔

ع اس سے بڑھ کر تجھے یہ توفیق خدا دے ساقی

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ اس دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو اللہ تعالیٰ کی بے شمار مدد اور نصرتیں شامل حال رہیں۔ اسی طرح وہاں پر محترم مولانا صاحب کی ذمہ داری تھی کہ آپ حوالوں کو پیش فرمائیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے محترم مولانا صاحب کو ''حوالوں کا بادشاہ'' کے لقب سے نوازا ہے۔ میں حضورؒ کے فرمودات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے 23 اکتوبر 1982ء کو بعد نماز مغرب مسجد مبارک ربوہ میں ایک مجلس میں فرمایا:۔

> ''مولوی دوست محمد صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل سے حوالوں کے بادشاہ ہیں۔ ایسی جلدی ان کو حوالہ ملتا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جب قومی اسمبلی میں پیش ہوئے تھے تو وہاں بعض غیر از جماعت دوستوں نے آپس میں تبصرہ کیا اور بعض احمدی دوستوں کو بتایا کہ ہمیں تو کوئی سمجھ نہیں آتی۔ ہمارے اتنے موٹے موٹے مولوی ہیں۔ ان کو ایک ایک حوالہ ڈھونڈنے کے لئے کئی کئی دن لگ جاتے ہیں لیکن ان کا پتلا دبلا سا مولوی ہے اور منٹ میں حوالے ہی حوالے نکال کر پیش کر دیتا ہے۔''

(''الفضل'' 11 جون 1983ء صفحہ 1)

پھر ایک اور موقع پر پروگرام ''ملاقات'' (15 اپریل 1994ء) میں ایم ٹی اے پر ارشاد فرمایا:۔

> ''جب کوئی حوالہ ہمیں یہاں (لندن) سے نہ ملے تو پھر حوالوں کے بادشاہ مولوی دوست محمد صاحب ہیں۔ ان کو فیکس بھیجتے ہیں اور وہ ضرور نکال

دیتے ہیں۔ کہیں سے نکالیں۔ ایسا خدا کے فضل سے ان کو عبور ہے۔ مطالعہ بھی وسیع ہے اور پھر یاد رہتا ہے کہ کتاب کہاں ہے۔ چونکہ لائبریری میں کام کرتے ہیں۔ اس سے ان کو سہولت ہو جاتی ہے۔ یہاں کام کرنے والوں کو پتہ ہوتا ہے کہ کہاں کتاب ہو گی اور اس کے کس صفحہ پر متعلقہ حوالہ موجود ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزائے خیر دے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مزید فرمایا:۔

"وہاں بھی ان کے کوئی مددگار ضرور ہوں گے اور ان کا نام آئے یا نہ آئے، اللہ کے علم میں ہے اللہ ان کو جزاء عطا کرے گا۔ اس دوران مکرم منیر احمد جاوید صاحب نے عرض کیا کہ بعض اوقات وہ خود بھی اپنے مددگاروں کے نام لکھتے ہیں۔ مکرم نعمت اللہ صاحب بشارت اور مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب۔ یہ مربیان سلسلہ ہیں۔ (حضور انور نے ہر دو مربیان کرام کے نام دہرائے۔ اور فرمایا) ہاں وہ خود بھی خیال رکھتے ہیں کہ میں ہی دعاؤں کا حصہ دار نہ بنوں، ان سب کو بھی شریک کیا جائے۔"

اسی طرح سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے ایک خط میں جو محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب کے نام تھا۔ اس میں بھی آپ کی ان خدمات کا ذکر فرمایا۔ حضورؒ کے خط کا متن آپ کو پڑھ کے سناتا ہوں۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

لندن

پیارے مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مؤرّخ احمدیت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے احمدیہ مسلم ٹیلی وژن کے ذریعہ پوری دنیا میں پیغام حق پہنچانے کی توفیق مل رہی ہے اور دشمنوں کے اعتراضات کے

جوابات کا ایک سلسلہ جاری ہے۔ جس میں آپ بھی میرے ممد و معاون ہونے کے اعتبار سے شامل ہیں۔ جب بھی مجھے حوالہ جات کی ضرورت ہوتی ہے، آپ کی طرف سے بر وقت حوالہ جات مل جاتے ہیں اور آپ فوراً لبیک کہتے ہیں۔ فجزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

اللہ آپ کو صحت سے بھرپور زندگی عطا فرمائے۔ آپ کے علم اور عرفان میں برکت ڈالے۔ آپ اور آپ کے رفقائے کار جو حوالے تلاش کرنے اور نوٹ کرنے میں آپ کے معاون ہیں، سب دعاؤں میں یاد رہتے ہیں۔ عزیزم ڈاکٹر سلطان مبشر بھی دعاؤں میں یاد رہتا ہے۔ اللہ سب پر اپنا فضل نازل فرمائے۔ دین و دنیا کی بے شمار نعمتوں سے نوازے۔ میری طرف سے سب کو محبت بھرا سلام دیں۔ کان اللہ معکم

والسلام

مرزا طاہر احمد
خلیفۃ المسیح الرابع

یہ حضور کی فیکس ہے جو محترم مولانا صاحب کو 23 جون 1994ء کو موصول ہوئی۔

وفد کے ممبران کی خوشگوار یادیں

حافظ نصر اللہ صاحب: اس کارروائی کے دوران وفد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ حضرت مولانا ابو العطاء جالندھری صاحب، حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر، حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) اور آپ شامل تھے اس دوران کچھ خوشگوار واقعات، کچھ یادیں بھی آپ کی زندگی کا لازمی حصہ ہوں گی۔ اگر ان یادوں میں سے کچھ بیان فرمائیں تو احباب کرام کے لئے مفید ہوں گی۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ بہت ہی دلچسپ سوال کیا آپ نے ماشاء اللہ۔ آپ کے ذوقِ سلیم کی بھی عکّاس ہے۔ وفد میں شامل حضورؒ کے خدام میں سرفہرست حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب تھے۔ اپنی عمر کے لحاظ سے حضرت شیخ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے روحانیت کے ایک خاص رنگ

سے رنگین فرمایا تھا۔ ان کا کلام بھی جامعیت کا شاہکار ہوتا تھا اور ان کی باتوں میں بھی فصاحت و بلاغت کا رنگ رہتا تھا۔ بہت کم بولتے تھے۔ کسی وقت ان دنوں حضورؓ کی خدمت میں جو کچھ کہا وہ ایسے موقع پر کہا جبکہ کم از کم میں اس میں موجود نہیں تھا۔ کیونکہ ان کی رہائش حضورؓ کی رہائش کے بالکل قریب تھی اور خاکسار نچلی منزل میں تھا۔ جبکہ کتابیں بھی تھیں میرے ساتھ، تو حضرت شیخ صاحب کسی کسی وقت تشریف لاتے اور جب سونے کا وقت قریب آتا تو فرماتے۔ ''مولانا! اب میں ''سونا'' بنانا چاہتا ہوں۔'' یہ کہہ کہ پھر چلے جاتے۔

میرے ساتھ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں صرف ایک بات عرض کرنے کا مجھے یاد ہے اس وقت، اور وہ بات تھی اس موقع کی جس کا میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بیان میں ذکر کیا ہے کہ راتوں رات اخبار منگوایا گیا۔ یہ دراصل اخبار تھا ایک تو ''بدر''۔ ایک ''الفضل'' اور یہ حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب کے اس شعر سے متعلق سوال تھا کہ

محمدؐ پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں

تو راتوں رات ''بدر'' بھی آ گیا پھر حضرت قاضی اکمل صاحب نے جو بیان وضاحت کے لئے الفضل میں دیا تھا وہ بھی آ گیا۔ اس میں موجود تھا کہ اس سے مراد تو **وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ** (الجمعۃ:4) کی تفسیر ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میں نے تو کچھ کہا ہی نہیں ہے اور وہ مقام بڑا ہے۔ **وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی** (الضحیٰ:5) کے مطابق میں نے شعری زبان میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو ''الفضل'' قادیان 13 اگست 1944 صفحہ 1)

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب کے پاس عموماً ''تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ'' اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا رسالہ جو کہ حضورؓ نے سپرد قلم فرمایا تھا، ''نظریہ وحی و نبوت'' ساتھ ہوتا تھا۔ جب یہ مسئلہ پیش ہوا اور یہ بہت اہم مسئلہ تھا کیونکہ اشتعال انگیزی کے لئے بطور بم کے استعمال کرنا مقصود تھا۔

یعنی بم ایسا کہ جس سے ایوان پر یہ کھل جائے کہ یہ گستاخِ رسول ہیں۔ ان کا کوئی تعلق رسولِ عربی ﷺ کے ساتھ نہیں ہے اور یہ وجۂ جواز بن گیا ہے کہ ہم ان کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیں تو حضرت شیخ محمد احمد صاحب (اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں اور برکتیں ان پر ہوں) نے اس موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر حضور کی خدمت میں عرض کیا:

لیک آئینہ ام ز رب غنی
از پئے صورت مہ مدنی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"لیکن میں رب غنی کی طرف سے بطور آئینہ ہوں مدینے کے چاند کی صورت دنیا کو دکھانے کے لئے۔" ("نزول المسیح" صفحہ 100 طبع اوّل)

تو جو کچھ اکمل صاحبؓ نے کہا ہے وہ تو انہی معنوں میں کہا ہے کہ محمد عربیؐ چاند کی شکل میں دنیا میں ظاہر ہوئے۔ خدا نے اس چاند کی شکل کو دکھانے کے لئے موجودہ دنیا میں جو اس زمانہ کی دنیا سے بہت بڑی ہے اور اس دنیا میں اب آسٹریلیا بھی اور اس کے علاوہ امریکہ بھی شامل ہے اور ذرائع اور وسائل بھی شامل ہیں۔ وہ چاند پہلے سے بڑھ کر دنیا میں دکھانے کے لئے خدا نے مجھے بھجوایا ہے۔ اور یہ وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ کی تشریح ہے۔

یہاں مجھے خیال آیا۔ یہ حضرت شیخ صاحب نے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا پُر معارف شعر پڑھا لیکن میں عرض کر دوں کہ یہ جو حوالہ ہے اس کو احمدیت کے دشمنوں نے پچھلی صدی سے انتہا درجہ کی اہمیت قرار دے کر ہر جگہ پر اس کی اشاعت کی اور صاف بات ہے کہ اک عاشق رسول کے لئے اتنا ہی بتا دینا کہ فلاں گستاخ رسول ہے، کافی ہے۔ یہ غماز ہے کہ وہ شخص جو مشتعل ہوتا ہے حقیقتاً اس کے دل میں محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی محبت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ملّاں نے ہر ایک کو گستاخ رسول قرار دے دیا ہے۔ بریلوی جب بات کریں گے اہلحدیث کے متعلق اور دیو بندیوں کے متعلق، مودودی کے متعلق تو گستاخ رسول سے کم پر وہ "راضی" نہیں ہوتے۔

احمدیوں کے خلاف مقدمات میں بھی اور جس وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ، (مولانا شبیر احمد ثاقب میرے ساتھ تھے) ایسے احمدی مخلص نوجوانوں کو بھی 298C کے تحت مقدمہ کی اپنی

ایف۔ آئی۔ آر میں شامل کیا، کہ جو بیچارے اردو بھی نہیں پڑھ سکتے تھے اور ان کو بطور لیکچرار کے شامل کیا کہ اس نے لیکچر دیا اور ''ایک غلطی کا ازالہ'' کا یہ حوالہ پڑھا۔ ''افتراء پردازی'' کا فن تو ''ختم'' ہے ان لوگوں پر جس طرح کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت ختم ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ یہ لوگ ساری کارروائی ختم نبوت اور اسلام کے نام پر کرتے ہیں۔ قرآن کے حوالے بھی دیتے ہیں جس طرح خدا نے فرمایا تھا کہ آخری زمانہ میں جو جھگڑا اٹھے گا وہ یوسف کے زمانے کے کافروں کا مثیل اور نظیر ہوگا اور وہ کہے گا کہ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ ۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا (المؤمن: 35) نبوت ختم ہوگئی ہے۔ تو اس میں یہی فرمایا کہ یُجَادِلُوْنَ فِیْ اٰیَاتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطَانٍ اَتٰهُمْ کہ وہ قرآن کی آڑ میں قرآن کا نام لے کر جھگڑا کریں گے۔ قرآن کو بدل دیں گے اپنے مقاصد کے لئے۔ ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

یہ لوگ نہ قرآن سے واقف، نہ حدیث سے واقف، نہ اپنے بزرگوں سے واقف۔ یہ میرے پاس اس وقت قدوۃ العلماء، زبدۃ الفضلاء حضرت مولانا الحافظ احمد بن مبارک سلجماسیؒ کی ''کتاب تبریز'' کا ترجمہ ہے ''ابریز'' جو کہ مشہور دیوبندی عالم مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے کیا اور جسے مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم۔ اے جناح روڈ کراچی نے طبع کیا ہے۔ اس کا میں صرف ایک صفحہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ محمد عربی ﷺ کی کیا شان ہے جو ان بزرگوں نے دیکھی جو صاحبِ بصیرت تھے، صاحبِ الہام تھے، صاحبِ کشف تھے۔ مسیح موعود کا انتظار کرنے کی وجہ سے خدا نے اپنی وہ نعمتیں جو چودہ سو سال تک اپنے ولیوں کو عطا کیں، خدا نے ان مخالفین سے ہمیشہ کے لئے چھین لیں۔ آج دنیا میں کوئی شخص نہیں ہے جو کہتا ہو کہ خدا مجھے الہام کرتا ہے۔ میں صاحبِ کشف ہوں۔ صاحب رؤیا ہوں۔ یہ سب سے بڑی سزا ہے جو خدا نے خاتم النبیین کے منکروں کو دی ہے اور جس کو کوئی چیلنج نہیں کرسکتا۔ دنیا میں کوئی ایک بھی غیر احمدی عالم دین عرب میں ہو، عجم میں ہو، پاکستان میں رہنے والا ہو، انڈونیشیا کا ہو، بنگلہ دیش کا ہو، سعودی عرب میں ہو، مصر میں ہو، تیونس میں ہو، کوئی ایک بڑے سے بڑا عالم، مفکّر، Historian، جو چاہے ہوسکتا ہے مگر خدا کے آستانے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ قرآن کہتا ہے قیامت کے دن سب سے بڑی سزا کافروں کو اور بے ایمانوں کو اور دوزخیوں کو اور

مجرموں کو یہ ملے گی کہ خدا ان سے کلام نہیں کرے گا۔ تو یہ سزا خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تکفیر کرنے والوں کو اس وقت سے دی ہے جب سے کہ انہوں نے تکفیر کا یہ کارخانہ شروع کیا ہے۔ اور یہ قیامت تک رہے گی۔

اب میں بتاتا ہوں کہ پہلے بزرگوں کو جو عاشق رسولؐ تھے، جو صحیح معنوں میں محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبیین سمجھتے تھے اور جن میں ختم نبوت کا فیض خدا کی طرف سے الہام اور کشف کی صورت میں ظاہر ہوا تھا، انہوں نے محمد عربی ﷺ کا کیا فیضان دیکھا۔ یہ کتاب دیوبندیوں نے شائع کی ہے۔ کراچی سے چھپی ہے یعنی ترجمہ اس کا۔ اس شان کی بلند پایہ کتاب ہے۔ یہ کسی معمولی عالم کی کتاب نہیں ہے۔ اپنے دور کے ایک کامل صوفی ہیں اور صاحب کشف اور الہام ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ محمد عربی ﷺ کی کیا شان ہے۔ دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کلام کہ میں تو محمد عربی ﷺ کے چاند کا چہرہ تمام دنیا کو دکھانے کے لئے آیا ہوں اور رب غنی نے محمد رسول اللہ ﷺ کے چاند کو دکھانے کے لئے مجھے آئینہ بنا دیا ہے۔ ایک آئینہ تو وہ ہے جو انسان خود دیکھتا ہے۔ فرمایا کہ میں وہ آئینہ ہوں کہ میں دنیا کو دکھانے کے لئے آیا ہوں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت اور شان کیا ہے اور کس طرح خدا نے تمام مخلوقات میں تمام نبیوں کے سردار ہونے کا منصب آنحضرت ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔ حضرت احمد بن مبارک فرماتے ہیں:

> ”حضرت سلام بھی کہتے ہیں کہ ہر عاشق رسول میں آپ کی صورت اس طرح مرتسم ہوئی ہے جیسے آئینہ کے سامنے کوئی کھڑا ہوا ہو۔“

بالکل وہی اصطلاح استعمال کی ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مصرعہ میں سمو دیا ہے۔

> ”جیسے آئینہ کے سامنے کوئی کھڑا ہوا ہو تو وہ خود آئینہ کے اندر نہیں آیا بلکہ اس کی صورت اس میں اتر آئی ہے (اور جتنے آدمی بھی آئینہ پر نظر ڈالیں گے وہ صورت بیک وقت سب کو نظر آئے گی۔) یہی وجہ ہے کہ بے شمار مخلوق ایک ہی وقت میں مختلف جگہوں پر خوابوں میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوتی ہے۔ (اتنا باریک نکتہ ہے یہ۔ ناقل) کہ کوئی مشرق میں ہے اور کوئی مغرب میں

> اور ایک شمال میں ہے تو دوسرا جنوب میں۔ (مگر سارا عالم چونکہ ذاتِ محمدیؐ کا آئینہ بنا ہوا ہے اس لئے اپنے اپنے مقام پر بیٹھے ہوئے سب نے صورتِ مبارکہ کو دیکھ لیا ہے۔ نہ یہ کہ آپ کی ذاتِ مطہرہ بیک وقت اماکن مختلفہ میں سب کے پاس پہنچ گئی۔) پس صاحب فتح جب اس صورت مبارکہ کو دیکھتا ہے (خواہ حالتِ بیداری میں ہو یا بحالتِ خواب)۔“

عبدالعزیز بن باز صاحب جو سعودی عرب کے مفتیِ اعظم تھے۔ کسی زمانے میں انہوں نے فتویٰ دیا کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ آنحضرت ﷺ کشف میں نظر آتے ہیں، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لیکن آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے عاشقوں کو بیداری میں بھی یا بحالتِ خواب آپ کی زیارت کی سعادت بخشتا ہے۔

> ”تو اس کی بصیرت پیچھے پیچھے چلتی ہے اور (چشمِ قلب کو جس نے صورتِ محمدیہ دیکھی ہے قوت اور مدد پہنچا کر) نورِ عالم کو پھاڑتی ہوئی ذاتِ مبارکہ تک پہنچتی اور (عین ذات کے مشاہدہ سے فیض یاب ہوتی ہے) اور جو شخص بصیرت سے محروم ہے اگر حق تعالیٰ فضل و احسان فرمائے تو کبھی وہ بھی عین ذات کا مشاہدہ کر لیتا ہے کہ ذاتِ مطہرہ اس مقام پر خود تشریف لے آتی ہے۔ کیونکہ اپنے متعلق اس کی کمال محبت اور سچے تعلق کو معلوم فرما لیتی ہے۔ غرض یہ آنحضرت ﷺ کی مرضی پر موقوف ہے کہ جس کو چاہیں اپنی ذات مطہرہ کا نظارہ کرا دیں اور جس کو چاہیں صرف صورتِ شریفہ دکھائیں۔ نیز آپ کی صورت اصلیہ کا ظہور دوسری صورتوں میں بھی ہوا کرتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام عام اور آپ کی امت مرحومہ کے تمام اولیاء کی صورتیں آپ کی صورت شریفہ کے مظاہر ہیں۔ (جتنے نبی آئے، جتنے ولی آئے یا قیامت تک آئیں گے وہ کسی نہ کسی شکل میں رسول اللہ ﷺ کی تصویر ہیں۔ ناقل) کہ اپنے زمانہ کا ہر نبی اس لحاظ سے کہ آپ ہی کے انوار و فیضان وحی سے مستفیض

> ہو کر نبی بنا ہے اور آپ کی امت کا ہر ولی اس اعتبار سے کہ آپ ہی کی روح مع الجسد کی تعلیم و تربیت سے ولی بنا ہے، معنوی لحاظ سے گویا ذات محمدی کی صورتِ مثالیہ ہے۔‘‘

اب آپ دیکھ لیں آئینہ میں جس شخص کو محمد رسول اللہ ﷺ دکھائی دیں گے اس صورت کو محمد رسول اللہ کے سوا کیا نام دیا جا سکتا ہے۔

فرماتے ہیں:۔

> ’’اور یہی سبب ہے کہ اکثر مریدوں کو خواب میں آپ کی زیارت اپنے شیخ کی صورت میں ہوتی ہے۔‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کو بھی بعض بزرگوں نے خواب میں محمد عربی ﷺ کی شکل میں دیکھا ہے۔ اب یہ ملّاں کی شریعت میں تو گستاخی رسول ہے۔ مگر حضرت مولانا سلحماسی فرماتے ہیں یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا فیض ہے۔ اور وہ فیض اسی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ حضورؐ کی شکل بعض اوقات کسی مرید کو اپنے مرشد کی شکل میں بھی نظر آتی ہے اور مرشد اور ولی اور نبی سارے محمد عربی ﷺ کی ہی تصویریں ہیں۔ دیکھیں ایک شخص کو اگر یہ اختیار ہو کہ اس کی پیدائش سے لے کر اس کی وفات تک کی تصویریں لی جائیں تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ وہ تصویریں کروڑ اگر لی جائیں تو مختلف ہوں گی۔ اسی طرح انبیاء اور خلفاء اور اولیاء کی کل تصاویر لی جائیں اور اگر محمد عربی ﷺ کے زمانے میں کیمرہ ہوتا اور حضور ﷺ کی تصویر پہلے دن سے آخر تک لی جاتی تو اس وضاحت کے لحاظ سے ہر نبی کی تصویر کوئی نہ کوئی ایسی ضرور ہوگی جو محمد رسول اللہ ﷺ کی تصویر سے مل جائے گی۔ اتنا عجیب نکتہ ہے تو فرماتے ہیں کہ

> ’’حضرات انبیاءؑ کی تعداد صحیح تو یہی ہے کہ کسی کو معلوم نہیں۔ مگر بعض کا قول ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں اور اتنی ہی تعداد اولیاء امت بلکہ صرف حضرات صحابہؓ کی تھی جنہوں نے بلا واسطہ جسمِ اطہر سے استفادہ فرما کر انبیاء بنی اسرائیل کا سا درجہ حاصل کیا اور قیامت تک بعد کے آنے والے اولیاء

میں ہر ولی انہی حضرات میں سے کسی ایک کے رنگ پر آیا اور سب گویا صحابہؓ ہی کی صورتوں کی صورت مثالیہ بنتے رہے۔ لہٰذا صورت محمدیہ کے ظہور کے لئے دنیا میں دو لاکھ اڑتالیس ہزار صورتیں آئیں کہ جس طرح کسی کے پاس دو لاکھ اڑتالیس ہزار لباس ہوں کہ جس لباس کو چاہے پہن لے۔ سب اسی کے ہیں۔ اسی طرح ذات محمدی کو اختیار ہے کہ جس نبی یا جس ولی کی صورت میں چاہے مصور ہو جائے کہ سب آپ ہی کے روحانی بچے ہیں اور سب کی صورتیں آپ ہی کے ثمرات اور فیضان ونتائج جودوکرم سے ہیں۔ چنانچہ جامع کتاب کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ کو اپنے شیخ (عبدالعزیز) کی صورت میں دیکھا اور گود میں لے کر چاہا کہ آپ کو اپنے اندر داخل کرلوں (یعنی دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ شیخ عبدالعزیز کی صورت میں آئے ہیں۔ ناقل) صبح کو حضرت شیخ سے تعبیر پوچھی تو فرمایا کہ ایک دفعہ نہیں ہوسکتا۔ تھوڑا تھوڑا کر کے بتدریج ہو گا۔ مطلب یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کے انوار وتجلیات خاصہ کا اپنے اندر لینا تدریجی طور پر نصیب ہوا کرتا ہے۔"

"ابریز" ترجمہ "تبریز"۔ یہ اس کتاب کا پہلا حصہ ہے۔ اس کے ترجمہ کا صفحہ 172-173 ہے۔ اس کے مترجم دیوبندی عالم مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی ہیں۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی سوانح "تذکرۃ الرشید" کے نام سے لکھی اور اس کے نشر وطبع کا انتظام کرنے والی مدینہ پبلشنگ کمپنی جناح روڈ کراچی ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہ تو مولانا! آپ نے، مکرم ومحترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے جو ایک شعر حضرت صاحب کی خدمت میں پیش فرمایا تھا اس کے حوالے سے تشریح فرمائی۔ باقی بزرگان کے بارے میں جو آپ کی یادیں ہیں اس سے بھی ہمیں مستفید فرمائیں۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب سے بعض اوقات علاوہ اسمبلی میں جانے آنے کے وقت ملاقات ہوتی تھی۔ ایک دفعہ اسمبلی کے اجلاس کے اختتام کے بعد آپ نے فرمایا کہ ہم لوگوں کی ساری عمر مناظرے میں گذری ہے۔

ع عمر گذری ہے اس دشت کی سیاحی میں

مگر حضور کے جوابات خدا کے خاص تصرف کے ماتحت ہیں۔ ان سے نظر آتا ہے کہ یہ جناب الٰہی کی طرف سے سکھائے گئے ہیں اس لئے کہ ساری عمر ہماری گذری ہے کتابیں پڑھتے ہوئے، اعتراضوں کا جواب دیتے ہوئے، مناظرے اور مباحثے کرتے ہوئے مگر کبھی ہمارے ذہن اور خیال اور گمان میں بھی یہ جواب نہیں آیا۔ بلکہ جب حضورؒ نے خود ذکر فرمایا، خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے، اپنے خطبہ میں اور (ڈاکٹر سلطان احمد مبشر کو مخاطب کرتے ہوئے) آپ کی نئی معرکۃ الآراء تصنیف ہے ''تاریخ انصار اللہ'' میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ جب پوچھا گیا مجھ سے کہ مرزا صاحب نبی تھے۔ نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ نہیں۔ یہ جواب انتہائی بلیغ تھا اور سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ مولانا ابو العطاء صاحب فرمانے لگے کہ میں بھی حیران ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے بعد حضورؒ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو شخص اپنے تئیں نبی کہتا ہے وہ دجال اور کذاب، دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ بانی جماعت احمدیہ نے کبھی نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ دعویٰ کیا ہے امتی نبی ہونے کا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ میں تو محمد رسول اللہ ﷺ کے سورج کا آئینہ ہوں۔ دراصل اگر اس آئینے میں کوئی روشنی ہے تو وہ مرہون منت ہے شمسِ محمدیت کی۔ بانی جماعت احمدیہ نے خود فرمایا ہے:۔ ؎

این چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمد است

فرمایا یہ جو عظیم الشان نظام جس کے نتیجے میں ہزاروں محمد عربی ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہو رہے ہیں اور یہ قرآن مجید کے عظیم الشان معارف جو ایک بحرِ مواج کی طرح موجیں لے رہے ہیں، یہ میری وجہ سے نہیں۔ نہ میری ذات کا نتیجہ ہے، یہ سب محمد عربی ﷺ کے فیضان کے نتیجہ میں ہے۔ آنحضرت ﷺ سمندر ہیں جس کا کوئی کنارہ نہیں اور میں اس کا ایک قطرہ ہوں۔ تو بانی جماعت احمدیہ کا اتنا ہی دعویٰ ہے کہ محمد عربی ﷺ کمالات کے ناپیدا کنار سمندر ہیں اور سمندر کا ایک قطرہ محمد رسول اللہ ﷺ کی جوتیوں کے طفیل مجھے عطا ہوا ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی معیت کا عقیدت مندانہ اظہار

اب سیّدی حضرت مرزا طاہر احمدؒ صاحب کے متعلق بھی آپ نے اس سوال میں پوچھا۔

دراصل اس اسمبلی کے سلسلہ میں ابتداء سے لے کر آخر تک سب سے زیادہ مجھے جو سعادت ملی وہ سیّدی حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی جوتیوں میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ بے تکلفی بھی بے انتہا تھی۔ ابتداء سے آخر تک ہر مرحلہ پر محضر نامہ کے لکھنے، پہنچانے پھر سوالوں کے جوابات لکھوانے میں بھی ساتھ رہا۔

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ ہمیں تو کچھ پتہ نہیں کہ سوالات کیا ہونے والے ہیں۔ تو کچھ نہ کچھ خود ہی اندازہ کر کے، خدا سے دعا کر کے کچھ سوالوں کے جواب بناتے رہا کرو۔ پتہ نہیں کس وقت کس کی ضرورت ہو۔ لوگوں میں تو ملاّؤں نے مشہور کیا تھا کہ جی پہلے کوئی بتا دیا کرتا ہے حالانکہ اس سے بڑا جھوٹ بیسویں صدی میں شاید ہی کسی نے بولا ہو۔ تو بات اتنی تھی حضورؒ کے ارشاد پر میں نے پھر کئی حوالوں کی کئی فائلیں بنائیں۔ آپ چاہیں تفصیل میں تو میں دکھا سکتا ہوں۔ کچھ چھوٹی تھیں کچھ بڑی تھیں۔ پھر مختلف مضامین کے لئے الگ بنائی گئیں کہ ممکن ہے کہ اس کی ضرورت پڑ جائے۔

اس کے علاوہ یہ ہے کہ ربوہ سے اسلام آباد آنے کے لئے حضرت سیدی مرزا طاہر احمد صاحبؒ نے خود ہی انتظام کیا اور فرمایا کہ میں اپنی گاڑی پہ آپ حضرات کو لے جاؤں گا۔ چنانچہ جتنی دفعہ ہم گئے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا قیام تو وہاں ایک مخلص احمدی قاضی محمد شفیق صاحب مرحوم کے ہاں تھا اور ہم لوگوں کو آپؒ ارشاد فرماتے کہ اب آپ جا سکتے ہیں۔ بعض اوقات حضورؒ بھی درمیان میں ربوہ تشریف لے آتے۔ لیکن بہرحال اس کے علاوہ پھر ہمارا قیام نہیں ہوتا تھا بلکہ حضورؒ کا ارشاد ہوتا تھا کہ آپ فوراً چلے جائیں۔

چنانچہ جس وقت آخری دن یہ اجلاس ختم ہوا تو حضورؒ نے ارشاد فرمایا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کو بھی اور مجھے بھی کہ اب تم دونوں فوراً راتوں رات ربوہ پہنچ جاؤ اور حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب اور حضرت شیخ صاحب میرے پاس رہیں گے۔

اس کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں ان خوشگوار یادوں میں۔ مگر اس سے پہلے اس سلسلہ میں میں نے بتایا ہے کہ حضور کی کار ہوتی تھی۔ تو ہم اکثر ربوہ سے یہ جو مونگ رسول والی نہر اور رستہ ہے، اس راستہ سے ہم پہنچتے تھے اور سرائے عالمگیر تک پہنچنے کے بعد آخر میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ دریائے جہلم

کے پل کا اگلا حصہ تو جہلم پر ختم ہوتا ہے اور پہلے حصہ کے بائیں طرف بڑا سادہ سا ہوٹل ہوتا تھا اور اب بھی شاید ہو۔ تو حضور کو تنور کی گرم روٹی اور دال بہت پسند تھی، اکثر آتے اور جاتے ہم لوگ ناشتہ یا چائے یا کھانا وغیرہ وہاں کیا کرتے تھے اور ہم نے اس وقت دیکھا ہے کہ جو لطف اس وقت گرم تنور کی روٹی سے اور دال سے آپ لیتے تھے۔ حیرت آتی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ پلاؤ اور زردہ کھانے والے جو ہیں ان کو بھی وہ لطف نہیں آتا ہوگا جو حضورؒ کو اس دال اور روٹی سے آتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنی سادہ زندگی تھی۔ وہ کسی نے کہا ہے کہ ؎

لذت نانِ جویں تجھ کو مبارک اے شیخ
مجھ گناہگار کو ہے صرف تنجن کافی

مگر حضورؒ نے کبھی وہاں پر رستے میں کوئی ایسی دکان نہیں چنی، صرف یہ جگہ تھی جو ہمارا مرکز تھا اور اس میں تنور کی روٹی مل جاتی تھی۔

اب دلچسپ یادوں میں سے انتہائی دلچسپ واقعہ میں آپ کے سامنے عرض کروں گا اور یہ واقعہ ہے کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق، الہام کے مطابق اور آسمانی نوشتوں کے مطابق ”غارِ ثور“ کا نشان دوبارہ اللہ کے فضل سے دنیا کو دکھانے کے بعد لنڈن تشریف لے گئے اور حضور نے از راہ شفقت اسلام آباد لنڈن میں منعقد ہونے والے پہلے سالانہ جلسہ میں صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب اور خاکسار کو بطور نمائندہ، شرکت کا ارشاد فرمایا۔ وہاں میں اس خیال میں پہنچا تھا کہ جلسہ کی کارروائی سننے کے بعد واپس آنا ہوگا اور کوئی کتاب ساتھ نہیں لے گیا۔ لیکن وہاں پر حضورؒ کے ارشاد پر میں قریباً چھ ماہ رہا ہوں۔

واپسی میری اگلے سال 20 فروری 1986ء کو ہوئی۔ اور میری بیگم بھی ساتھ تھیں۔ حضورؒ نے اتنی ذرہ نوازی فرمائی کہ میری بچی جو ایک عرصہ تک ٹورانٹو کی صدر لجنہ بھی رہی ہیں اور حضرت سیّدہ ام متینؓ صاحبہ اور حضرت سیّدہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ کے حضور خاص طور پر انہیں خدمت کا موقع ملا، ان سے تربیت حاصل کی۔ کئی سال تک انہوں نے ٹورانٹو کے جلسہ پر تقریریں بھی کیں۔ ان کا بچہ رضوان جامعہ احمدیہ ٹورانٹو میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ دعا کی بھی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو آسمانِ احمدیت کے ستارے اور آفتاب و ماہتاب بنا دے۔ ؎

وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

میری طرح سے مراد یہ ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام جس طرح چاہتے تھے۔ نداء مسیح موعود کی بلند کرنا، خدا ان کے ذریعہ سے اور پھر قیامت تک میری نسل کے ذریعہ سے بلند سے بلند تر ہوتی چلی جائے۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جب آخری اجلاس 24 اگست کی شب کو تقریبا دس، گیارہ بجے آخری اجلاس تھا۔ وہاں سے واپسی کے معاً بعد حضورؒ نے ہمیں ارشاد فرمایا اور مجھے یاد ہے کہ ہم نے وہاں کھانا بھی نہیں کھایا، کھانا راستے میں ہی کھایا۔ حضرت سیدنا طاہرؒ نے مجھے کہا کہ میں کار لاتا ہوں، مجھے فرنٹ سیٹ پر ہی بیٹھنے کا ارشاد فرمایا۔ خیر وہاں سے چلے تو مسجد نور مری روڈ راولپنڈی کی جو ہے۔ (میں بیت النور کہتا ہوں چونکہ آئین یہی کہتا ہے اور بیت کا لفظ ہی ہے جو خانہ کعبہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ دیکھیں گلاب کو جس نام سے بھی یاد کیا جائے اس کی خوشبو تو نہیں جا سکتی۔ تو بیت خانہ کعبہ کے لئے خدا نے خود استعمال کیا ہے۔ مسجد کا لفظ مسجد حرام کے لئے استعمال ہوا ہے۔ لیکن خانہ کعبہ کے لئے بیت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ تو وہی ہم استعمال کرتے ہیں۔ اب ہمارا اس میں کیا نقصان ہے۔؟)

بہرکیف بیت نور تک جب ہم پہنچے تو حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمدؒ صاحب نے فرمایا کہ دیکھیں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں راتوں رات ربوہ تک پہنچا دوں۔ گھر تک نہیں پہنچانے کا ارشاد فرمایا ہے۔ بلکہ ربوہ تک پہنچانے کا ارشاد فرمایا ہے۔ تو یہ میرا فرض ہے لیکن تمہارا ابھی ایک فرض ہے۔ میں نے کہا حضور وہ کون سا فرض ہے۔ فرمانے لگے کہ تمہارا فرض یہ ہے کہ جب تک ربوہ کی پہلی دیوار نہیں آتی تم نے خاموش نہیں ہونا۔ کوئی لطیفہ بیان کرو۔ کوئی نکتہ بیان کرو، کوئی مناظرہ ہے تو اس کا تذکرہ کرو۔ تم نے خاموش نہیں ہونا۔ کیونکہ ڈرائیو (Drive) میں کر رہا ہوں، اونگھ آ جائے گی۔ کون ذمہ دار ہے اس کا؟

خیر! میں سنتا رہا یہ بات۔ اب وہ بھی جانتے تھے کہ یہ جو حکم دیا جا رہا ہے کس محبت اور پیار کا سمندر ہے اس کے پیچھے۔ میں نے کہا میاں صاحب بات یہ ہے کہ آپ مجھ سے خدا کے لئے ربوہ کا

ڈبل کرایہ لے لیں۔ یہ شرط بڑی مشکل ہے میرے لئے۔ یہ کہنے کے بعد پھر میں نے وہ لطائف شروع کئے۔ ایک لطیفہ میں نے پیش کیا تو میاں صاحب نے ملاں نصیرالدین کے لطیفے شروع کر دیئے۔

مثلاً ایک لطیفہ یہ بیان کیا کہ ملا نصیرالدین کسی قرض دار کے پاس جسے خان صاحب کہا جاتا تھا، قرضہ لینے کے لئے گئے اور کہا کہ یہ ایسا شخص ہے کہ دس سال ہو گئے ہیں، درہم ہی دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اور عجیب و غریب قسم کے بہانے بنانا بھی اس پر ختم ہے۔ کہا کہ میں نے آج بہر کیف جو بھی صورت ہو گی قرض واپس لے کے آنا ہے۔ وہاں قریب جو پہنچا تو اوپر دوسری منزل میں اس نے دیکھا کہ خان صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ خیر یہ تسلی ہو گئی کہ آج میں خالی نہیں جا سکتا، گھر میں ہی ہیں۔ یہ اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آپ دوبارہ آئیں لیکن اس نے بھی دیکھ لیا۔ اس نے اپنی خادمہ سے کہا کہ ملّاں آ رہا ہے۔ دروازہ کھٹکھٹائے گا۔ تم کہنا کہ خاں صاحب تو باہر تشریف لے گئے ہیں۔

اس کے بعد میں نے ایک گرہ لگائی۔ کیونکہ ناظم وقف جدید تھے ناں حضرت صاحبؒ۔ میں نے اس حکایت میں یہ شامل کی کہ خادمہ کو اس نے یہ بھی کہا کہ جب مزید کہے گا ناں مولوی تو تم کہنا کہ میں وقفِ جدید کا چندہ لینے گیا ہوں۔ حضورؒ بہت مسکرائے اس پر یعنی کہنے لگے داؤ لگا لیا ہے تم نے کسی کی حکایت بیان کر کے۔

اس کے بعد قصہ یہ ہوا کہ اس نے Knock کیا، اور کہا خاں صاحب! خاں صاحب! تو وہ جو گورمنتا بنائی تھی، اس کے مطابق خادمہ آئی۔ کہنے لگی کون صاحب ہیں؟ کہنے لگا ملاں نصیرالدین۔ کن سے ملنا ہے آپ نے؟ حضرت خاں صاحب سے! کہنے لگی افسوس وہ تو گھر میں نہیں ہیں۔ اگر کوئی Message (پیغام) دینا چاہیں آپ تو۔ کہنے لگے ہاں بات یہ ہے کہ ہم تو بے کار آدمی ہیں۔ اور خاں صاحب ''سلسلے'' کی خدمت میں مصروف ہیں۔ اب وہ ''وقف جدید'' کے چندے کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ سال کا آخر آ گیا ہے۔ تو ویسے وہ باہر ہی رہیں گے یا کبھی گھر بھی آئیں گے؟ کہنے لگی نہیں آ جائیں گے۔ ایک دن تو آ جانا ہے انہوں نے۔ اچھا پھر ایک پیغام آپ پہنچا سکیں گی؟ کہنے لگی کیا؟ میں لکھتی ہوں۔ خیر اس نے پھر لکھا اس نے کہا خاں صاحب سے بس اتنی بات کہیں کہ آپ چندہ لینے کے لئے تشریف لے جائیں سلسلہ کے کام کے لئے۔ لیکن اپنی گردنِ مبارک جو ہے وہ دوسری منزل پر نہ رکھا کریں۔ اس سے خواہ مخواہ آنے والوں کو شبہ پڑتا ہے کہ شاید حضرت خاں

صاحب گھر میں ہی موجود ہیں۔ یہ لطیفہ اس وقت ہوا۔ اچھا اس کے بعد پھر لطیفوں کا تبادلہ ہوتا رہا۔ تبادلۂ خیالات کے بجائے تبادلۂ لطائف اور مضحکات۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ساری رات ابھی پڑی ہوئی ہے تو کوئی لمبا سا ایسا لطیفہ ہو کہ یہ سفر بھی کٹ جائے اور حضرت میاں صاحب بھی لطف اندوز ہوں۔ اس سے دلچسپی کی بات یہ ہے کہ چند دن پہلے میں لاہور گیا تھا کشمیری بازار میں۔ وہاں سے میں نے حضرت سلطان باہوؒ کی ابیات سے متعلق کچھ کتابیں لیں۔ یہ 1974ء کی بات ہے۔ 32 سال پہلے کا تذکرہ ہے۔ اس میں ایک کتاب تھی ''ہزار مسئلہ''۔

میں نے کہا میاں صاحب! ایک بڑی دلچسپ کتاب لایا ہوں۔ آپ حضرات کو یاد ہوگا خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے غالباً 1974ء کے جلسہ سالانہ پر نوجوانوں سے یہ فرمایا تھا کہ ہر کتاب پڑھنی چاہئے اور میں تو وہ کتاب جو بکواس ہو وہ بھی پڑھتا ہوں۔ اور اس کے بعد حضورؒ نے فرمایا کہ اپنی جو کتابیں آپ پڑھ لیں اور آپ کے کام کی نہ ہوں تو وہ سلسلہ کی مرکزی لائبریری، خلافت لائبریری میں دیا کریں۔ چنانچہ اس وقت سے خدا کے فضل سے جو مخلص احمدی ہیں اس پر عمل کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت ملک عمر علی صاحب جب وفات پا گئے تو میں نے ملک فاروق صاحب سے کہا کہ حضرت ملک صاحب کی کتابیں آپ خلافت لائبریری میں دے آئیں۔ اس کے علاوہ یوز یڈ تاثیر صاحب کی وفات کے بعد ان کے اعزاء آئے۔ کہنے لگے جی کہ یہ کتابیں ہم کہاں رکھیں۔ میں نے کہا کہ وہ تو خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا پہلے سے ہی ارشاد ہے۔ ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ سلسلہ کے مرکزی ادارے کی طرف توجہ رکھے کیونکہ یہ ہمارا واحد مرکزی ادارہ ہے کہ جس سے ساری دنیا کے احمدی استفادہ کر رہے ہیں۔

بہرکیف میں نے کہا کہ یہ ''ہزار مسئلہ'' کتاب بہت ہی دلچسپ ہے۔ کہنے لگے کہ اس میں دلچسپی کیا ہے۔ میں نے کہا جی اس میں ایک کذاب اور دجال نے چالیس صفحے کی ایک حدیث وضع کی ہے اور جس طرح کہ فسانہ بنایا جاتا ہے اور ناولوں میں ہیرو ہیں اور پھر اس میں کوئی Nucleus ہوتا ہے۔ بعض اوقات وہ معاشرے کے حالات کا منظر پیش کرتے ہیں۔ بعض اوقات وہ ادبی دنیا کی طرف لے جاتے ہیں۔ تو اس میں یہ ہے کہ آنحضور ﷺ کے دعویٰ کو سن کر مدینہ میں عبداللہ بن سلام تھے اور ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، وہ یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے، اپنے زمانے کے ریسرچ

سکالر تھے، تو انہوں نے یہ سوچا کہ میں ایک ہزار سوال اگر بناؤں اور یہ دعویٰ نبوت کرنے والے اگر ان کا جواب دیں تو مجھے لازماً آپ کی بیعت کرنی چاہیئے۔ خیر انہوں نے ایک ہزار سوال بنایا اور اس کے بعد اپنی یہودی قوم کو جمع کیا اور کہا کہ یہ ہزار سوال میں نے اس لئے بنایا ہے کہ میں محمد ﷺ کے پاس جانا چاہتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ ان کا اگر صحیح صحیح جواب مجھے مل جائے تو میں ایمان لے آؤں گا۔ سب نے کہا یہ تو بہت ہی اچھا ہے۔ اگر آپ ایمان لائیں گے تو ہم بھی ایمان لے آئیں گے۔

چنانچہ یہ پس منظر بیان کرنے کے بعد پھر وہ سوالات بنائے گئے ہیں، ان میں سے چار پانچ میاں صاحب! اس میں سے آپ کو اسی زبان میں بتاتا ہوں جو سنی اور شیعہ واعظ اور خطیب خطبے دیتے ہیں کیونکہ یہ قصے انہی کے لئے بنائے گئے ہیں کہ وہ خطبوں میں ان زٹلیات کو بیان کریں اور لوگوں کی دلچسپی کا موجب بنیں اور اس سے پھر لوگوں میں واہ واہ اور سبحان اللہ کے نعرے لگیں کہ علم و عرفان کے یہ تو پیکر ہیں اور ''علاّمہ دوراں'' اور ''غزالی زمان'' ہیں۔

حضرت میاں صاحب کہنے لگے ہاں سناؤ۔ تو میں نے انہی کی زبان اور لب و لہجہ استعمال کرتے ہوئے وہ سوال و جواب دہرانے شروع کئے۔

عبداللہ بن سلام نے یہ سوال کیا زمین کی صفت کیا ہے؟ آپؐ نے جواب دیا کہ زمین چپٹی ہے۔ عبداللہ بن سلام نے یہ بات کہی کہ زمین کس جگہ پر کھڑی ہے؟ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ تحقیق البتہ زمین کھڑی ہے ایک بیل کے سینگ کے اوپر۔ عرض کیا گیا وہ بیل کہاں پر کھڑا ہے؟ فرمایا رسول اللہؐ نے، سوہنے کملی والے نے، تحقیق البتہ زمین کھڑی ہے اک بیل کے سینگ کے اوپر۔ عرض کیا گیا کس نے عرض کیا؟

عبداللہ بن سلام نے عرض کیا۔ بہت دلچسپ قصہ ہے یہ۔ میرے بھائیو! ذرا توجہ کے ساتھ سنو اس بات کو۔ یہ موقع پھر نہیں آئے گا۔ آپؐ کو عرض کیا گیا کہ اس بیل کی صفت کیا ہے؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، تحقیق البتہ (تحقیق البتہ نہیں چھوڑا) بیل کھڑا ہے وادی غزبان کے اوپر۔ سبحان اللہ

عبداللہ بن سلام نے عرض کیا۔ وادئ غزبان کی صفت کیا ہے؟ فرمایا رسول اللہؐ نے، میرے سوہنے نبی نے، وادی غزبان جہنم کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔ جس کے دس ہزار شہر ہیں۔
کتنے شہر ہیں؟

دس ہزار۔ دس ہزار شہر ہیں۔ ہر شہر کے دس ہزار محلے ہیں۔ ہر محلے میں دس ہزار گلیاں ہیں۔ ہر گلی میں دس ہزار مکان ہیں۔ ہر مکان کی دس ہزار کوٹھڑیاں ہیں۔ ہر کوٹھڑی میں دس ہزار سانپ ہیں۔ ہر سانپ کی دس ہزار آنکھیں ہیں۔ عبداللہ بن سلام کہنے لگے۔ حق ہے یا رسول اللہؐ! عبداللہ بن سلام فوراً مسلمان ہو گئے۔ (محترم مولانا صاحب نے یہ قصہ بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی فرمائش پر مسجد مبارک ربوہ میں منعقدہ ایک مجلس عرفان میں بھی سنایا تھا۔ ناقل)

تو یہ ایک نمونہ تھا۔ اب حضرت سیدنا طاہرؒ اس طرح لطف اندوز ہوئے کہ ہم نے جانا تھا منڈی بہاؤالدین کی طرف اور پتہ نہیں کسی اور طرف چلے گئے۔ تو جب میں نے وادی غزبان کا لفظ استعمال کیا تو کہنے لگے آج سے ہم اس جگہ کا نام وادیٔ غزبان رکھتے ہیں۔ تو یہ ان یادوں میں سے ایک ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے قربت کے لمحات

اب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی نسبت! اس بارے میں معذرت چاہتا ہوں کہ ان ایّام میں حضور کی خدمت میں ملاقات کے وقت میں روزانہ جو جاتا تھا تو اس کا براہ راست تعلق کتابوں اور حوالوں کے دیکھنے کے ساتھ تھا۔ لیکن چونکہ آپ کا سوال ہے اور خوش طبعی کے معاملہ کے لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ اگر چند ماہ بعد کی کوئی بات ہو تو بھی اس سے حسنِ ذوق کے نظارے میں بہر حال ایک دلکش اضافہ ہو سکتا ہے۔

وہ ایک واقعہ میں صرف عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہ 1974ء کی بات ہے کہ خاکسار نے جلسہ سالانہ کے اسٹیج پر تقریر کی تھی ’’تفسیر خاتم النبیین اور بزرگان سلف‘‘ اور اس میں اللہ کی دی ہوئی توفیق سے پہلی دفعہ میں نے اسلامی ممالک خصوصاً ترکی سے لٹریچر منگوایا اور ختم نبوت کے متعلق تیرہ سو سال میں جو کتابیں شائع ہوئیں یا جو ہمیں میسر آ سکتی تھیں ان کی ریسرچ کی، اور میں نے یہ ثابت کیا کہ خاتم النبیین قرآن مجید کی آیت میں آیا ہے اور قرآن عربی زبان میں آیا ہے اور عربی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ہر لفظ بیسیوں نہیں بعض اوقات ہزاروں معنے رکھتا ہے۔ تو میں آپ کو بتاؤں گا کہ امت مسلمہ کے اکابر اور بزرگ اور صوفیاء اور مفسرین اور صاحب قلم اور دانشوروں اور مؤرخوں نے خاتم النبیین کی آیت پر معرکۃ الآراء روشنی ڈالی ہے کم از کم میری ریسرچ کے مطابق کم از کم تیس معنی کئے

ہیں۔ اس میں اللہ کے فضل سے تین کا اور اضافہ ہوا ہے۔ وہ معنی میں نے اس میں بیان کئے تو ہمارے بہت مخلص بزرگ جنہوں نے شعبہ تاریخ احمدیت کے لئے ٹائپ رائیٹر (Type Writer) مرحمت فرمایا۔ ان کا خاندان، حضرت بابو قاسم الدینؓ صاحب سیالکوٹ کا خاندان، بہت مخلصین میں سے ہیں۔

اور یہ ہمارے میاں مبارک علی صاحب اور دوسرے میاں اصغر علی صاحب اور میاں عبدالماجد صاحب ہیں۔ یہ سارے خدا کے شیر ہیں اور حضرت بابو قاسم الدینؓ صاحب سے نسبت کی وجہ سے بس یہ سمجھیں کہ یہ اخلاص کے پیکر ہیں۔ میاں عبداللطیف صاحب ایڈووکیٹ میاں بھائی آٹوز والے اس وقت سٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے تو تقریر ختم ہوتے ہی انہوں نے مجھے مبارکباد دی اور کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ پانچ ہزار کی تعداد میں تمہاری تقریر کو اپنے خرچ پر شائع کروں۔ تو میں نے شکریہ ادا کیا۔ میں نے کہا کہ آپ پھر اس طرح کریں کہ ناظر اشاعت حضرت قاضی محمد نذیر صاحب کی خدمت میں درخواست کریں۔ چنانچہ انہوں نے درخواست لکھی۔ حضورؒ کی خدمت میں عرض کی۔ حضورؒ نے لکھا کہ ضرور شائع کی جائے مگر میں اس کو اشاعت سے پہلے ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔

حضورؒ کا بیان فرمودہ ایک واقعہ

اس سلسلہ میں حضورؒ نے مجھے بلایا۔ حضورؒ کی خدمت میں میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ ایک دلچسپ بات لاہور سے ایک احمدی ایڈووکیٹ بزرگ نے لاہور بار ایسوسی ایشن کے اجلاس کی کارروائی کے سلسلہ میں تفصیل بھجوائی۔ وہ حضور نے چند منٹ پہلے پڑھی تھی۔ تو وہ جو میرا مسودہ تھا وہ تو حضور نے بس ایک نظر دیکھ کر چند منٹ بعد فرمایا کہ کاتب کو دے دیں۔ لیکن فرمایا میں تمہیں دلچسپ بات بتاتا ہوں۔

فرمانے لگے یہ تو ذرا ملنے کا یہ بہانہ تھا۔ کتاب تم دے دو۔ لطیفہ میں سنانا چاہتا ہوں۔ یہ وہ ایّام ہیں جن کی میں بات بیان کر رہا ہوں۔ وہ دراصل بھٹو صاحب کے دور کی نہیں ہے۔ یہ بھٹو صاحب کا جو ضمیمہ ہے کَلْبٌ یَّمُوْتُ عَلٰی کَلْبٍ کا مصداق ضیاء الحق ہے۔ یہ اس دور کی بات ہے اور اس زمانے کی بات ہے جبکہ اس غاصب نے اپنا زبردست تسلّط جما لیا تھا اور کہا تھا کہ میں قادر مطلق ہوں اور یہاں تک ایران میں بیان دیا کہ آئین کی کیا حیثیت ہے۔ بتیس صفحہ کا ایک چھوٹا

سا چیتھڑا ہے۔ میں اس کو چاہوں تو پھاڑ دوں۔ اور یہ جو سیاسی لیڈر ہیں وہ اپنی دم ہلاتے ہوئے میرے پیچھے آئیں گے۔ اس قسم کے الفاظ اس وقت استعمال کئے گئے۔ یہ اُس زمانے کی بات ہے اس وقت ایک فرعون وقت کا جو رعب داب حضرت موسیٰ کے زمانے میں تھا اس کا اندازہ ہمیں اس دور میں ہوا کیونکہ کہتے ہیں کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔

یہاں بار ایسوسی ایشن میں سارے ہی مخالف تھے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ مارشل لاء کے متعلق کوئی جلسہ ہونا چاہئے لیکن ایسے رنگ میں ہو کہ قانون کی زد میں نہ آئے اور سب باتیں حکایتوں کی شکل میں ہوں۔ تو صدر کی اجازت سے پہلے دو جو مقرر تھے ان کی وضاحت کے سلسلہ میں حضورؒ نے فرمایا کہ ایک نے یہ بات کہی کہ ایک اونٹ جنگل میں سرپٹ دوڑا چلا جا رہا تھا۔ ایک دوسرے اونٹ نے کہا کہ کیا مصیبت آ گئی ہے۔ کوئی قیامت تو نہیں ہے۔ وقار کے ساتھ چلو۔ آہستہ آہستہ ہم پہنچ جائیں گے۔ کہنے لگا۔ نہیں تمہیں پتہ نہیں لگا ابھی تک؟ کیسے بے خبر ہو سیاست سے۔ کہنے لگا کیا ہوا؟ کہنے لگا ضیاء الحق کا مارشل لا لگ گیا ہے۔ کہنے لگا پھر کیا ہوا۔ کہنے لگا اس میں یہ بھی ہے کہ جس قدر بھی ہاتھی موجود ہیں ان کو فوراً اریسٹ (Arrest) کر لیا جائے۔ کیونکہ انسانی حکومت قائم ہونے والی ہے ہاتھیوں سے معاملہ بگڑ جائے گا۔ کہنے لگا پھر تمہیں اس سے کیا فکر ہے؟ تم تو ہاتھی نہیں ہو، اونٹ ہو۔ کہنے لگے جی مارشل لا ہے نا جی اب کوئی پتہ نہیں For the purpose of constitution مجھ کو ہی ہاتھی سمجھ کر وہاں پر نہ ڈال دیں۔

دوسرا اٹھا۔ اس نے تو اونٹ کی مثال دی تھی۔ اس نے ایک بھیڑ کی مثال دی۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص جنگل میں گیا تو دیکھا ایک بھیڑ چل رہی تھی۔ بدصورت انتہا درجے کی اور رطوبت اس کی ناک سے نکل رہی تھی اور رنگ بالکل کالا سیاہ تھا۔ تو اس نے پوچھا کہ سنا ہے یہاں پریاں بھی رہتی ہیں۔ کہنے لگی تم ٹھیک کہتے ہو۔ شبہ تو مجھ پر ہی ہے لوگوں کا۔ کہنے لگے کہ اسی طرح ضیاء کو شبہ ہو گیا ہے کہ اللہ نے مجھے Islamization کے لئے دنیا میں مبعوث فرمایا ہے۔

اب صدر صاحب کی باری آئی۔ بار ایسوسی ایشن کے پریذیڈنٹ کی۔ انہوں نے ایک خان صاحب کا واقعہ سنایا۔ کہنے لگے ایک خان صاحب جو بڑی قد آور شخصیت تھی۔ ان کے متعلق عوام میں یہ چرچا ہونے لگا کہ انہوں نے خدا کے چھوٹے بھائی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ہر مجلس میں، ہر گلی،

کوچے میں، ہر ہوٹل میں Burning Issue کے طور پر یہی موضوع تھا۔ اس دن ایک مجلس میں دو چار آدمی بیٹھے ہوئے بات کر رہے تھے۔ ایک کہنے لگا یہ خواہ مخواہ ایک شریف آدمی کے اوپر تہمت لگانے والی بات ہے۔ بدنام کرنے والی بات ہے۔ یہ کوئی سازش معلوم ہوتی ہے۔ دوسرے نے کہا، دیکھیں ہوسکتا ہے سازش ہی ہو۔ مگر دیکھیں انسان کے دماغ میں خلل آنے کا حادثہ تو سبھی کو ہوسکتا ہے۔ ہم مولوی محمد حسین صاحب آزاد کی نظمیں پڑھتے ہیں۔ ان کی ''آب حیات'' اور دوسری کتابیں۔ وہ اس دور کے ادب کا شاہکار سمجھی جاتی ہیں۔ آخر عمر میں پاگل ہوگئے تھے۔ بچے ان کو چھیڑتے تھے۔ وہ ان کو پتھر مارتے تھے۔ حالانکہ بچے نظمیں ان کی پڑھتے تھے۔ تو ہوسکتا ہے دماغ خراب ہوگیا ہو۔ ایک شخص کہنے لگا اصل طریق تو یہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ اس کے اوپر ہم کوئی جرح کریں۔ نزدیک ہی تو ان کی کوٹھی ہے۔ وہاں جا کر خود ان سے پوچھ لینا چاہئے تاکہ اصل حقیقت ہمارے سامنے آجائے۔

دو بھائی تھے۔ انہوں نے اس گپ شپ میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ وہ دونوں اکٹھے وہاں سے نکلے اور خان صاحب کی کوٹھی پر پہنچے۔ Knock کی۔ انہوں نے اپنے ڈرائینگ روم میں ان کو بٹھایا۔ کہنے لگے جی ارشاد۔ کہنے لگے نہیں کوئی ایسی بات نہیں۔ ہمارے دل میں ایک خیال آیا کہ اتنی عمر ہوگئی ہماری، ہم خدا کو نہیں دیکھ سکے تو ہم نے سوچا۔ یہ اللہ کا فضل ہوگیا ہے کہ کم از کم خدا کے چھوٹے بھائی کی ہی زیارت کر لیتے ہیں۔ اب صاف بات ہے۔ مقصد یہ تھا کہ ہاں یا ناں میں بات صاف ہوجائے گی۔ خان صاحب نے بڑے وثوق کے ساتھ اور اعتماد کے ساتھ کہا۔ ہاں یہ واقعی محض اللہ کے فضل سے آپ کو زیارت نصیب ہو رہی ہے۔ خدا کے چھوٹے بھائی کی۔ کہنے لگے الحمد للہ یہ تو بڑا اللہ کا کرم ہے۔ آپ کا احسان ہے کہ آپ نے شرف بخشا ہے۔ بس ایک درخواست ہے۔ بڑا بھائی کہنے لگا۔ درخواست یہ ہے یہ جو میرا چھوٹا بھائی ہے اس کی دائیں آنکھ سلامت ہے۔ بائیں آنکھ جو ہے وہ سلامت نہیں ہے۔ یعنی ایک آنکھ کام ہی نہیں کرتی۔ تو آپ کے بڑے بھائی نے ایک آنکھ دی ہے میرے بھائی کو۔ آپ اس کے چھوٹے بھائی ہیں۔ چھوٹی سی آنکھ آپ بھی مرحمت فرما دیں۔

ع ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

کہنے لگے ہاں۔ یہ مطالبہ تو بالکل معقول ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ حکومتوں میں بھی یہ چیز ہے۔ چھوٹی سے لے کر بڑی حکومتوں تک اپنے سارے نظام کی بنیاد تقسیم کار پر رکھتی ہیں۔ تو ہر

ڈیپارٹمنٹ کے اپنے فرائض ہیں۔ آنکھیں بنانے، آنکھوں کو صاف کرنے، آنکھوں میں زیادہ نور برپا کرنے کی ذمہ داری بڑے بھائی نے اٹھائی ہوئی ہے، اور کسی کو اندھا کرنا۔ یہ اس ناچیز کے کندھوں کے اوپر یہ فرض عائد کیا گیا ہے۔ تو اگر آپ یہ چاہتے ہوں یہ پہلی جو آنکھ ہے اس کو بھی ختم کر دیا جائے تو یہ ناچیز یہ فریضہ بحیثیت خدا کے چھوٹے بھائی کے بآسانی سرانجام دے سکتا ہے۔ یہ مثال بیان کرنے کے بعد کہنے لگا ضیاءالحق صاحب مسلمانوں کو اور اسلام کو ضائع کرنا جانتے ہیں۔ اسلام قائم کرنے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حبیب جالب صاحب نے بھی تو ایک شعر کہا تھا کہ سب کچھ تمہیں کرنے کی اجازت ہے مگر خدا کے لیے اسلام کا جلوس نہ نکالو۔

تو یہ دلچسپ یادوں کا ضمیمہ تھا۔

حضور کی اسلام آباد میں قیام گاہ

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا صاحب! حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کا دوران اسلام آباد میں قیام کس گھر میں رہا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ مکرم قاضی محمد شفیق صاحب کے گھر میں۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ کچھ تھوڑا سا تعارف ان کا کروا دیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ مکرم قاضی محمد شفیق صاحب سے میری ملاقات اسی دور میں ہوئی اور انہوں نے مجھے بتایا کہ میں نے اسلام آباد میں یہ کوٹھی بنوائی ہے۔ میں ربوہ میں حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضورؒ یہ میں نے نئی کوٹھی بنائی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ حضورؒ کے قدموں سے اس کو برکت حاصل ہو جائے۔ یہ ایک موقعہ آ گیا ہے۔ جماعت کو بہرحال ضرورت ہے تو میں اپنی کوٹھی اس کے لئے پیش کرتا ہوں تو حضورؒ نے از راہ شفقت اس کو شرف قبولیت بخشا۔ یہ بات انہوں نے خود مجھے بیان فرمائی تھی۔ قاضی محمد شفیق صاحب فیض اللہ چک ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں ہوں۔ وہ 19 فروری 2005ء کو ہم سے جدا ہو گئے۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ قاضی صاحب کی ایک خودنوشت آپ کے پاس موجود ہے۔ جو

اس مکان کی تعمیر میں اللہ تعالیٰ کے افضال اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی اس مکان میں رہائش کے حوالہ سے بڑی ایمان افروز ہے۔ آپ اگر اسے ہدیہ ناظرین کر سکیں۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ ان کا اصل خط ہے۔ میں نے ان کی خدمت میں اسمبلی کی کارروائی کے معاً بعد لکھا کہ آپ تو ایک تاریخی شخصیت بن گئے ہیں۔ اپنے حالات سے اطلاع بخشیں تو بڑی عنایت ہو گی۔

انہوں نے جو تحریر فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

''میرا آبائی گاؤں فیض اللہ چک ضلع گورداسپور ہے۔''

ڈاکٹر صاحب! آپ کے سسرال کا تعلق بھی تو فیض اللہ چک سے ہے۔ اور اسی طرح بڑے بڑے اکابر بزرگ اور میرے استاد حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب جٹؓ کا تعلق بھی اسی گاؤں کے ساتھ ہے۔ ڈاکٹر عطاء الرحمان صاحب امیر جماعت احمدیہ ساہیوال بھی وہیں سے تعلق رکھتے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ

> ''میرا آبائی گاؤں فیض اللہ چک ضلع گورداسپور ہے۔۔۔۔ میرے والد کا نام قاضی کریم اللہؓ تھا۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ (یہ میں ان کی تحریر پڑھ رہا ہوں۔) آپ ہجرت کے وقت گاؤں میں شہید ہو گئے۔''

(دراصل فیض اللہ چک میں اس وقت بہت بڑا معرکہ اور جنگ تھی۔ کئی احمدی بھی شہید ہوئے تھے۔) کہتے ہیں:۔

> ''ریٹائرمنٹ کے وقت ائیر فورس میں سکواڈرن لیڈر کے عہدہ پر فائز تھا۔ میں نے اسلام آباد میں ایک ٹکڑا زمین بنانے کے لئے 1966ء میں خریدا۔ 1973ء جنوری میں ریٹائر ہونے کے بعد اس زمین پر مکان بنانے کا پروگرام بنایا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے مئی 1973ء میں اس پر کام شروع ہوا... اس مکان کی تکمیل اور مالی مشکلات کے لئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض قریباً روزانہ کیا کرتا تھا۔ آخر 73ء یا شروع 74ء میں

امیر جماعت اسلام آباد مکرم جناب ورک صاحب اور مکرم جناب امیر جماعت راولپنڈی شہر چودھری احمد جان صاحب نے اشارۃً مکان حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے لئے کرایہ پر لینے کی خواہش کی۔ مکان مکمل نہ تھا اور نہ ہی سرمایہ۔ میں نے عرض کیا کہ پندرہ ہزار مل جائے تو کام ہو جائے گا۔“

اور اس کے بعد کہتے ہیں کہ

”انہوں نے خاموشی اختیار کی اور میں اکثر دعا کیا کرتا کہ یا اللہ حضور مکان میں تشریف لے آویں۔ کام رکتا اور چلتا رہا۔ جولائی 1974ء کے وسط میں مجھے 1200 کی سخت ضرورت تھی مگر کوئی انتظام نہ تھا...

مکرم جناب امیر صاحب چوہدری احمد جان صاحب ...نے مجھے ایک خط پر لکھ دیا کہ حضور کے لئے مکان چاہئے اور پچیس سو روپے نقد عطا فرمائے کہ فوراً ضروریات پوری کرلو۔...“

پھر لکھتے ہیں کہ

’حضرت مرزا منور احمد صاحب نے ایک دن اسمبلی کے دنوں میں مجھ سے کہا کہ حضورؒ سے بھی ملاقات کرلو۔ حضورؒ قیام فرما ہیں اور یہ برکت کے ایام ہیں۔ تو میں پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے بعد پھر میں نے عرض کیا کہ حضور دو ہی حصے ہیں اس کوٹھی کے۔ جن میں سے ایک میں تو حضور قیام فرما ہیں۔ اور دوسرے میں وفد کے ارکان ہیں تو حضورؒ ان کے نام رکھ دیں۔‘

تو فرماتے ہیں کہ

’حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس جگہ پر جہاں حضورؒ کا قیام تھا اس کا نام دار الامن تجویز فرمایا اور جہاں وفد کے ممبر مقیم تھے، اسے دار السلام قرار دیا۔“

(اس گھر کا پتہ یہ ہے۔ ”مکان نمبر 18 گلی نمبر 44 سیکٹر F-8/1 اسلام آباد۔ سلطان احمد مبشر)

پھر فرماتے ہیں کہ

> ”ایک دن حضور ایدہ اللہ تعالیٰ باہر Terrace میں کھڑے فوٹو گرافی فرما رہے تھے۔ ایک فوٹو گرافر نے حضورؒ کا فوٹو لے لیا اور یہ ایک فوٹو بھی میرے پاس موجود ہے۔“

آخر میں لکھتے ہیں کہ

> ’میں اس وقت رسالپور میں رہتا ہوں اور یہ مکان وہ ہے جو ابھی تک نامکمل ہے اور یہ رسالپور میں احمدی کا پہلا مکان ہے۔ نماز جمعہ رسالپور میں جماعت احمدیہ کے ممبر میرے مکان پر پڑھتے ہیں۔‘

کارروائی سے متعلق شائع شدہ بعض کتب پر سیر حاصل تبصرہ

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب: ۔ مولانا صاحب! قومی اسمبلی 1974 کی کارروائی خفیہ رکھنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ لیکن اس حوالہ سے کچھ کتابیں بھی بازار میں آئی ہیں۔ آپ نے لازماً ان کا مطالعہ کیا ہوگا۔ ایک چشم دید گواہ کی حیثیت سے آپ کا تبصرہ ان کتابوں پر کیا ہے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔ جزاکم اللہ۔ یہ بھی نہایت اہم ترین سوالات میں سے ہے۔ اس تبصرے سے پہلے میں صرف یہ عرض کروں گا کہ بھٹو گورنمنٹ نے جو فیصلہ احمدیوں کے متعلق کیا تھا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے یورپ میں بھی اور پاکستان میں بھی، انصار اللہ کے اجتماع میں یہ فرمایا ہے کہ یہ قانون جو For The Purpose Of The Constitution ہے، یہ خود حکومت کے اپنے سیاسی قانون کے لحاظ سے ہے۔ یہ ہمیں پابند نہیں کرتا کہ ہم اپنے تئیں مسلمان نہ سمجھیں اور حقوق انسانی کے چارٹر کے لحاظ سے جو کہ خود آئین پاکستان کا مستقل حصہ ہے، ہمیں اختیار ہے کہ ہم اپنے مذہب کا اعلان عام کریں۔ اسی طرح یہ کارروائی خفیہ رکھنے کا نہ کوئی گورنمنٹ کی طرف سے اعلان ہوا۔ نہ صرف یہ نہیں ہوا بلکہ میں نے بتایا ہے کہ خود بھٹو حکومت نے اس کو شائع کیا مگر اس کی اشاعت خفیہ رکھی۔ سرکلر میں اس کا مختصراً جو خلاصہ تھا، وہ شائع کیا اور اس کی کاپیاں سینٹ اور اسمبلی کے ممبروں کے لحاظ سے شائع کیں اور پھر ان کو دیں اور ان سے کہا کہ پھر جس کو آگے وہ دینا چاہیں۔ تو یہ چیز ہمیں پابند نہیں کرتی کسی لمحے میں بھی، خاص طور پر اس شخص کو جو کہ Eye Witness ہو۔

تو یہ خفیہ کا لفظ بھی جیسا کہ میں نے بتایا کہ یہ ایک سازش تھی۔ جس طرح کہ احمدیوں کے مکانوں کو تو کھلے بندوں تباہ کیا جا رہا تھا اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے "In Camera" کارروائی ہو رہی تھی۔

اب یہ ایک وضاحت جو میں نے عرض کی ہے۔ اس کے بعد میں اس سلسلہ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ایک کتاب جو میں نے دیکھی ہے غالباً وہ ملتان سے چھپی ہے So Called مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے۔

مجھے اس سلسلہ میں یہ بھی یاد آیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بہت بلند پایہ بزرگ تھے۔ دس کروڑ دیوبندی ملّاں بھی ان کی جوتیوں پر قربان کر دیئے جائیں تو ان کے لئے باعث سعادت ہے۔ وہ اپنے مکتوب میں یہ تحریر کرتے ہیں کہ

> ’ایک صاحب نظر نے دریا کے کنارے شیطان کو دیکھا۔ اس سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ کہنے لگا میں شیطان ہوں۔ کہنے لگے تمہیں تو قیامت تک کے لئے خدا نے ورغلانے اور گمراہ کرنے اور برائیاں پھیلانے کے لئے حکم دیا ہے۔ تم آرام کے ساتھ چھٹی منا رہے ہو یہاں پر۔ اپنا کام کرو۔ کہنے لگا نہیں بات یہ ہے کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میں نے اپنا سارا کام جو ہے وہ تکفیر گر ملّاؤں کے سپرد کر دیا ہے۔‘

(”مکتوبات امام ربانی“ جلد اول صفحہ 47 ناشر مطبع نامی گرامی منشی نولکشور۔ کانپور)

اب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو نام نہاد کارروائی ہے دراصل وہ ختم نبوت کے نام پر ایک نہایت شرمناک اور اخلاق سوز ڈرامہ ہے۔ جس میں بھٹو سرکار کے شائع کردہ سرکلر کو پیش نظر رکھ کر اسمبلی کی کارروائیوں کی رپورٹنگ (Reporting) اپنے باطل نظریات کے مطابق ڈھالنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ اور انتہائی افسوسناک بات یہ ہے کہ یہ اخلاق سوز ڈرامہ اسلام اور ختم نبوت کے نام پر کھیلا گیا ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے والد مفتی محمود نے تو کہا تھا کہ میں پاکستان کے قیام کے گناہ میں شامل نہیں ہوں (”امروز“ یکم ستمبر 1975ء صفحہ 8) اور فضل الرحمٰن نے یہ کہا کہ پاکستان فراڈ اعظم ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ اگر فراڈ اعظم کا لقب دیا جا سکتا ہے پچھلی صدی میں تو اس کتاب کو دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے بارہ روزہ حقیقت

افروز بیانات کی تفصیلات سرکاری سرکلر کے فل سکیپ (Fools Cap) سائز کے ایک ہزار دوسو ستتر صفحات پر محیط ہے۔ جس کا خلاصہ مرتب کتاب نے نہایت مسخ شدہ صورت میں دوسو چوبیس صفحات میں پیش کیا ہے۔ اور یہ صفحات کتابی سائز کے ہیں، سرکلر فل سکیپ سائز کا ہے۔ اوراس کے صفحات ہیں بارہ سوستتر۔ یہ اعداد وشمار ہی اس امر کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ مرتّب نے ایک مذہبی، قومی اورتاریخی امانت کے معاملے میں کس درجہ دجل وفریب، بددیانتی اور جعل سازی سے کام لیا ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے موقف پر جس تفصیل سے جواب دیئے۔ ’’تقویۃ الایمان‘‘ کے حوالے سے لاجواب کیا۔ مسئلہ جہاد پر مسلم لیڈروں کی آراء پیش کیں۔ فتاویٰ تکفیر سامنے رکھے۔ سعودی عرب کا کردار بےنقاب کیا، اس کا نام ونشان بھی اس خلاصے میں نہیں پایا جاتا کیونکہ زد پڑتی تھی۔ اصل حقائق سامنے آتے تھے اور مقصود حقائق کو دبانا تھا اوراحمدیوں کو بدنام کرنا تھا۔

کتاب ’’تحریک ختم نبوت‘‘ فنِ تلبیس کا شاہکار

اب میں غلط بیانیوں کے بہت سے نمونوں میں سے وقت کی مناسبت سے چند نمونے عرض کرتا ہوں۔

> ’’صفحہ نمبر 102-103 میں یہ ذکر ہے کہ 8 اگست کو مفتی محمود نے حضور پر جرح کرتے ہوئے قلائد الجواہر، تذکرۃ الاولیاء اور دیوبندی مذہب کے متعلق کہا کہ یہ ہم پر حجت نہیں۔ ان رطب ویابس کتب کو بہانہ بنا کرالجھانا یہ دجل ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ مرزا ناصر احمد صاحب نے صرف یہی جواب دیا کہ مفتی صاحب نے صحیح کہا کہ یہ ان کی کتابیں نہیں ہیں۔‘‘

یہ سب فرضی بیان ہے جو مفتی محمود کی علمیت جتانے کے لئے اختراع کیا گیا ہے۔ حد یہ ہے کہ اس بیان میں سات نکات کا ہیولہ مرتّب نے خود تیار کیا ہے۔ اورمفتی محمود کی طرف منسوب کرڈالا ہے۔ نیز اس میں زور پیدا کرنے کے لئے یہ فرضی بیان درج ذیل الفاظ میں ختم کیا ہے کہ:

> ’’میں پھر چیلنج کرتا ہوں کہ میرے سات نکات میں سے کسی ایک کا مرزا ناصر کے پاس ہمت ہے، جواب ہے تو لائے۔‘‘

8 اگست کی کارروائی کے متعلق سرکاری سرکلر موجود ہے جو اس دجل وفریب پر شاہد ناطق ہے کہ مفتی محمود کی طرف سے نہ کوئی سات نکات پیش کئے گئے نہ کوئی چیلنج کیا گیا۔ وہ موقع ہی کوئی نہیں تھا یعنی اس طرح پیش کرنے والے نے کیا ہے یعنی بتایا جائے کہ مناظرہ ہو رہا ہے۔ یہ محض افسانہ ہے جو مرتّب کے دماغ کی پیداوار ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اس کے علاوہ کوئی اور بھی مغالطہ ہے جو ڈالا گیا۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ جی 20 اگست 1974ء کی کارروائی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی طرف یہ بیان منسوب کیا گیا ہے کہ آپ نے اٹارنی جنرل کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ

> ''یہ مرزا صاحب کی زندگی کی بات نہیں ہے بلکہ قیامت تک مسیح کا زمانہ محدود نہیں۔ آپ ان کے زمانے کو محدود نہ کریں بلکہ حضور علیہ السلام کے خلفاء کا زمانہ اب مسیح موعود کے خلفاء کا زمانہ ہے۔ میں وثوق سے کہتا ہوں کہ اب تین صدیوں میں اسلام پھیل جائے گا امریکہ سمیت ساری دنیا میں۔ یہ میرا ایمان ہے۔''

یہ تحریک ختم نبوت جلد دوم صفحہ 172-173 کی عبارت ہے۔

اب اس کے مقابل پر حکومت پاکستان کے سرکلر سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا اصل بیان میں پیش کرتا ہوں۔ حضورؒ نے فرمایا اس سرکلر کی رپورٹنگ کے مطابق:۔

> ''اصل زمانہ محمد ﷺ کا ہے۔ صبح اگر میں اپنی وضاحت نہیں کر سکا تو میں معافی مانگتا ہوں۔ اس لئے زمانہ بعثت نبویؐ سے قیامت تک محمد ﷺ کا زمانہ ہے۔ بیچ میں مختلف آپ کے روحانی فرزند مجددین وغیرہ آئے۔ ہمارا محاورہ ہے کوئی چیز ان کی طرف نہیں جاتی جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ ہماری تمام تر خوشی اس میں ہے۔ ہماری بعثت کی غرض خدا تعالیٰ کی توحید، نبی کریم ﷺ کی عزت کو دنیا میں قائم ہو۔ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ ہماری نسبت جس قدر تعریفی کلمات پہلی پیشگوئی اور تمجیدی باتیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائیں

یہ بھی درحقیقت آنحضرت ﷺ کی طرف راجع ہے۔ اس لئے میں آپ ہی کا غلام ہوں اور آپ ہی کے مشکوٰۃ نبوت سے نور حاصل کرنے والا ہوں۔ مستقل طور پر ہمارا کچھ نہیں اس لئے وہی زمانہ چل رہا ہے (یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ کا زمانہ۔ ناقل) غلبہ دین کے متعلق مہدی اور مسیح موعود کے وقت کے متعلق، پہلوں نے لکھا، تفسیر میں بھی ہے اور دوسری ہماری جو مذہبی کتابیں ہیں ان میں بھی ہے۔'' (سرکلر صفحہ 84-85)

اس کے بعد حضورؒ نے مختلف تفاسیر کے حوالے پیش فرمائے۔ مثلاً تفسیر ابن جریر۔ تفسیر حسینی

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ ''ذریۃ البغایا'' کے حوالہ سے جو اعتراض ہوتا ہے اس پر بھی؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ ہاں جزاکم اللہ اس پہلو کو بھی اجاگر کرنے کی ضرورت تھی۔ اس کتاب کی جلد دوم کے صفحہ 114 پر ذریۃ البغایا کی بحث کے متعلق لکھا ہے کہ

> (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) ''نے ایوان میں اتنا ہی جواب دیا کہ ذریۃ البغایا کے معنی کنجریوں کی اولاد نہیں اور پھر کہا کہ خیر آگے چلیں۔''

حالانکہ حضورؒ نے ایوان میں ایسا مدلل اور مسکت جواب دیا کہ گویا دن چڑھا دیا۔ اب میں اس کے ثبوت میں گورنمنٹ کے شائع کردہ سرکلر کا حوالہ پیش کرتا ہوں۔ لکھا ہے:۔

> ''اس مضمون کو دوسری جگہ آپ نے (یعنی مسیح موعودؑ نے۔ ناقل) اس طرح بیان کیا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کے لئے دنیا میں بھیجا ہے اور مجھے بشارت دی گئی ہے کہ تمام نوع انسانی اسلام کو قبول کرلے گی اور صرف وہی باقی رہ جائیں گے جن کی حالت چوہڑوں اور چماروں کی طرح ہوگی۔ اور بھی بعض جگہ آیا ہے تو ایک مؤلف کے حوالے کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس قسم کے جو مضمون اس نے بیان کئے ہیں ان سب کو اپنے سامنے رکھا جائے۔ یہ عربی کا صیغہ ہے۔ یہ حال اور مستقبل دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ حال اور مستقبل ہر دو کے لئے۔ دوسرا حوالہ اس میں یہ بتا رہا ہے کہ یہاں مستقبل کے لئے ہے حال کے لئے نہیں۔ معنی یہ نہیں

> قبول کرتے ہیں۔ جب یہ لکھا گیا تھا تو اس کے بعد لاکھوں آدمیوں نے اسلام کو قبول کرلیا۔... ہماری تبلیغ اس وقت ہو رہی ہے افریقہ میں، یورپ میں، امریکہ میں، لاکھوں نے اسلام کو قبول کیا۔ بت پرستوں نے اپنے بت توڑ دیے۔ ہمیں تصویریں آتی رہتی ہیں وقفے وقفے کے بعد ان لوگوں کی جو بت جلاتے ہیں۔ یہاں جو مضمون بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آخری زمانہ میں یہ مقدر رکھا ہے کہ تمام نوع انسانی اسلام کو قبول کرلے گی۔ **ذریة البغایا الذین ختم الله علی قلوبهم** (یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ مبارک ہیں۔) صرف وہ باقی رہ جائیں گے جن کی حالت چوہڑے چماروں کی طرح ہوگی۔
>
> آگے اس کی تشریح کی ہے جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے صرف وہ اسلام کو قبول کرنے میں پیچھے رہ جائیں گے۔ سارے اسلام کو قبول کرلیں گے۔ یہ مستقبل کی بات ہے اس کو حال پر کیوں لگایا جاتا ہے۔''

(سرکلر 20 اگست 1974ء صفحہ 132-133)

کتنا شاندار اور فیصلہ کن اور معرفت سے لبریز جواب ہے۔ قیامت تک اس کا دیوبندی دنیا کوئی جواب نہیں دے سکتی۔ ؎

خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ ''جہاد'' کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے، اس کے بارے میں آپ کے کیا تاثرات ہیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ اس بارے میں، میں یہ سرکلر ہی کی روشنی میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ 22/ اگست 1974ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جہاد، اس کی شرائط اور دیگر بعض اہم مسائل پر معرکہ آراء بحث فرمائی جو حکومت کے جاری کردہ سرکلر میں فل سکیپ سائز کے ایک سو چار صفحات پر مشتمل ہے۔ مگر اس کتاب کے مصنف نے اس کو محرف و مبدل بلکہ حذف کر کے اور مسخ کر کے صرف اکیس صفحات میں اس کا خلاصہ کیا ہے اور انتہائی خباثت باطنی کے ساتھ حضورؒ کے بیان

فرمودہ حقیقت افروز مباحث کو غارت کر دیا ہے۔ اس روز حضورؒ نے تفصیل کے ساتھ مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی اور مولوی کرم دین صاحب بھیں کے بھی مفصل حوالے پیش فرمائے۔ جن کا خلاصہ صرف ایک فقرے میں دیا گیا ہے اور وہ فقرہ یہ ہے کہ

”مرزا ناصر احمد: ۔ اوروں نے انگریز کی حمایت نہیں کی؟“

ع کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

حافظ محمد نصر اللہ صاحب : ۔ ایک بات اس کتاب میں یہ درج کی گئی کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری اور محمدی بیگم کے متعلق جو سوال کئے گئے تو حضورؒ نے فرمایا کہ اس کا مفصل جواب دے دیا جائے گا جو کہ کتاب کے مطابق نہیں دیا گیا۔ اس بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔ اس کتاب کے صفحہ 225 اور صفحہ 231 میں یہ تاثر دیا گیا ہے کہ حضورؒ نے مولوی ثناء اللہ صاحب اور محمدی بیگم سے متعلق پیشگوئیوں کی وضاحت آئندہ کرنے کا وعدہ کیا جو ایفاء نہیں ہوا۔ یعنی تاثر یہ دیا گیا ہے۔ حالانکہ حضورؒ کی طرف سے ان پیشگوئیوں کے متعلق جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں، مفصل نوٹ اسمبلی میں چند دنوں کے اندر دے دیئے گئے تھے۔ اور وہ نوٹ، ان کا مکمل عکس میرے پاس موجود ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب: ۔ مولوی ظفر انصاری صاحب کے حوالے سے یہ بات کہی ہے کہ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (البقرة: 5) کی آیت کے حوالہ سے، اس نے کہا کہ جی مرزا صاحب نے اس لحاظ سے معنوی تحریف کی ہے قرآن کریم میں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔ ہاں یہ سوال کیا تھا انہوں نے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب: ۔ تو اس حوالے سے بھی کچھ مغالطہ دینے کی کوشش کی گئی ہے اس کتاب میں۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔ جی صحیح فرمایا آپ نے۔ اس کتاب کے صفحہ 234 پر ذکر ہے کہ

> ”جناب مولوی ظفر انصاری صاحب نے یہ اعتراض پیش کیا کہ
> **وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ** اس میں مرزا صاحب کی نبوت مراد لی گئی ہے جو

تحریف معنوی ہے۔‘‘

آگے جو حضورؒ کی طرف سے اس میں جواب لکھا گیا ہے چودھویں صدی کے اس ’’یہودی‘‘ کی طرف سے اس میں صرف یہ لکھا گیا ہے کہ

’’ایک لفظ کے کئی ترجمہ ہو سکتے ہیں۔‘‘

لیکن حق یہ ہے جیسا کہ خود حکومت پاکستان کے مجریہ سرکلر سے ثابت ہے، حضور نے اس دعویٰ کے ساتھ دلائل بھی پیش فرمائے ہیں اور اس ضمن میں بعض قدیم کتب کا بھی حوالہ دیا ہے۔ صفحہ 236 پر ظفر انصاری کا یہ سوال درج ہے کہ

’’حضرت مرزا صاحب کو ان آیات قرآنی میں الہام ہوا جو آنحضرت ﷺ سے مخصوص ہیں۔‘‘

جیسا کہ سرکاری ریکارڈ یعنی سرکلر کے صفحہ 114 اور 115 کے مطالعہ سے واضح ہے۔ حضورؒ نے اس ضمن میں حضرت مولوی عبداللہ غزنویؒ کے متعدد الہامات پیش فرمائے۔ میں تفصیل عرض کر چکا ہوں۔ آنحضرت ﷺ کے لئے جو آیات اور مقام سے مختص تھے ان الفاظ میں الہامات ہوئے۔ اسی طرح حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی کتاب ’’فتوح الغیب‘‘ سے بھی مثالیں حضورؒ نے پیش کیں۔ حضرت سید عبدالقادر صاحب جیلانیؒ کو کئی بار وہ آیات الہام ہوئیں جو قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اعلیٰ شان کے لئے مذکور ہیں۔ مگر کتنے شرم کی بات ہے کہ اس نام نہاد گستاخ ’’ختم نبوت‘‘ نے اپنی کتاب کے صفحہ 237 پر حضورؒ کی طرف سے صرف یہ جواب نقل کیا ہے کہ

’’بزرگوں کو الہام نہیں ہوتے؟ اس کا کوئی مقصد ہی نہیں ہے۔‘‘

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ منارۃ المسیح کے حوالے سے بھی ایک سوال تھا اور حضورؒ نے جو مفصل جواب دیا۔ اس حوالے سے بھی اس کتاب میں غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ کتاب کے صفحہ 240 پر مولوی ظفر انصاری کا یہ اعتراض درج ہے کہ

’’دمشق میں ایک مینار پر حضرت عیسیٰ کا نزول ہوگا۔ مرزا صاحب

نے قادیان میں منارۃ المسیح بنوایا۔‘‘

کتاب کے مؤلف کے مطابق حضورؒ نے اس کا جواب محض یہ دیا کہ

’’دمشق ایک اینٹ گارے کا شہر ہے‘‘

اب حکومت پاکستان کے سرکلر سے حضور کا اصل جواب ملاحظہ ہو:۔

> ’’دمشق ایک اینٹ گارے کا بنا ہوا شہر بھی ہے اور دمشق کے ساتھ کچھ مذہبی Associations بھی ہیں۔ تو جو حدیث میں آیا ہے کہ دمشق کے قریب اترے گا آنے والا مسیح۔ بانی سلسلہ احمدیہ نے ہمیں یہ نہیں کہا۔ بانی سلسلہ احمدیہ نے ہمیں یہ کہا کہ یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ دمشق جو اینٹ گارے کا بنا ہوا ہے وہ، بلکہ جو Associations امت مسلمہ کے دماغ میں دمشق کے ساتھ ہیں وہ مراد ہے اور وہ اس کے سمبل (Symbol) کے طور پر مینار ہے۔ مینار کی کوئی حرمت نہیں لیکن ایک علامت ہے اور ایک سمبل کے طور پر اس کو کھڑا کیا گیا ہے۔‘‘ (سرکلر 24 اگست صفحہ 142-143)

کتنا شاندار، دلنواز اور محققانہ جواب ہے مگر ان ظالموں نے سب کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا ہے اور ڈھنڈورا یہ پیٹا کہ ہم کامیاب ہوگئے۔ کامیاب ضرور ہوئے ہیں مگر جھوٹ میں، دجل میں، فریب میں، تحریف میں۔ کامیابی اگر اس چیز کا نام ہے تو کوئی نہیں جو ان کی کامیابی کا انکار کر سکے۔ مگر صاف ظاہر ہے کہ اگر حقیقتاً کامیابی ہوئی ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور احمدیت کی ہوئی ہے کیونکہ جب کوئی شخص جھوٹ بولنے پر مجبور ہو جائے تو وہ اعلان کرتا ہے کہ اس صداقت کا جواب میرے پاس کوئی موجود نہیں ہے۔ الغرض کہاں تک بتایا جائے۔

اس کتاب کی تیسری جلد میں عالمگیر جماعت احمدیہ کے روحانی پیشوا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے مفصل، مدلّل اور حقیقت افروز بیان کو نہایت بے دردی سے اور اس کی تفصیل اور اصل سیاق وسباق سے قطع کر کے اپنے ڈھب میں ڈھالنے اور اس کا حلیہ بگاڑنے میں کوئی بھی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ مستشرقین یورپ نے عہد مظلمہ میں بالخصوص آنحضرت ﷺ کے ذکر میں اسی نوعیت کے دجل و تلبیس کے بڑے بڑے شرمناک مظاہرے کئے ہیں۔ مگر بلا شبہ اس کتاب نے پچھلی صدیوں کی

رپورٹنگ (Reporting) کی تاریخ میں جعلسازی کے سارے ریکارڈ مات کر دیئے ہیں۔ حکومت پاکستان نے ان دنوں خود اسمبلی کی کارروائی سے متعلق بیانات شائع کئے خواہ ان میں غلطیاں بھی ہیں، قرآن اور حدیث کی نقل کرنے میں بہت ہی نالائقی کا ثبوت دیا گیا ہے مگر بہر حال کچھ نہ کچھ بیان تو اس میں موجود ہے مگر حکومت کی چھپی ہوئی رپورٹ کے باوجود کس طرح ظالمانہ طور پر یہ تحریف کی گئی ہے۔ اس پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ

ع چہ دلاور است دُزدے کہ بہ کف چراغ دارد

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ کتاب میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے گویا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو حوالہ جات کی کوئی فائل حکومت کی طرف سے دی گئی تھی۔ مثلاً ایک جگہ پر حضورؒ نے ایک حوالہ ان سے پوچھا کہ اس کو مکمل بتائیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ آپ کے پاس فائل موجود ہے اس میں سے دیکھ لیں۔ تو کیا کوئی ایسی بات تھی کہ کوئی فائل حضورؒ کو دی گئی تھی۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ فن تلبیس کا ایک شاہکار ہے۔ اس قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ فائلیں جو ہماری طرف سے دی گئیں ان کا جو حشر ہوا وہ تو میں پہلے بتا چکا ہوں۔ اور فائل کا حوالہ تو دے بھی نہیں سکتے تھے۔ اگر دینا چاہتے تو پھر پہلے دن ہی دے دیتے کہ فائلیں تو میں آپ کو دے چکا ہوں۔ ان سوالوں کی کیا ضرورت ہے؟ تو یہ خالص گپ ہے۔ جس میں سچائی کا کروڑواں حصہ بھی نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں میں ایک دو باتیں عرض کرنا ضروری ہیں۔

بات یہ ہے کہ یہ کتاب احمدیت کی صداقت کا ایک کھلا اور چمکتا ہوا نشان ہے۔ اس لحاظ سے بھی کہ اس کتاب میں جا بجا جھوٹ بول کر عملاً اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ احمدیت مجسم صداقت ہے۔ جھوٹ بولنے کی نوبت تو تبھی آتی ہے جب صداقت کا کوئی جواب نہ ہو۔ بزور قانون بھی اسی وقت بنائے جاتے ہیں۔ مجھے یاد ہے۔ یہ 1978ء کی بات ہے یعنی فیصلہ سے چار سال بعد کی۔ حرمین شریفین کے ایک عرب تھے، اب بھی ان کے دوستوں سے میرا رابطہ ہے۔ نام بتانے کی ضرورت نہیں۔ وہ ربوہ تشریف لائے تو اپنے ایک احمدی دوست کے ساتھ شعبہ تاریخ میں بھی آئے۔ آتے ہی کہنے لگے:۔

یا شیخ انا رجل معمور الاوقات وقد زرت فی ھذا الوقت ولکنی لیس

عندی وقت انی ذاھب فی الطیارۃ فعلیک ان تخبرنی عن ھٰذا الامر ماذا وقع فی بارلیمان خلاف الجماعۃ الاحمدیہ وما ھی الالفاظ وما المتن فی ھٰذا.

کہنے لگے میرے پاس وقت نہیں ہے میں فوری طور پر جانا چاہتا ہوں۔ صرف یہ پوچھنے کے لئے آیا ہوں کہ پارلیمنٹ نے آپ کے متعلق قرارداد کیا پاس کی تھی؟

میں نے ان کے سامنے شیخ الاسلام، مجدد القرن الثانی عشر، بارہویں صدی ہجری کے مجدد سعودی عرب کے رہنے والے بھی ان کو مجدد سمجھتے ہیں، جماعت احمدیہ بھی ان کو مجدد قرار دیتی ہے۔ اور جماعت احمدیہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ مسیح موعودؑ کی بعثت سے پہلے جتنے بھی بزرگ تھے خواہ کسی فرقے میں تھے، وہ ہمارے بزرگ ہیں۔ یہ جماعت احمدیہ کی عجیب شان ہے اور یہ بنیادی ایک کلید ہے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیائے اسلام خلیفہ وقت کی قوت قدسی کے نتیجہ میں ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے والی ہے۔ میں اس بارہ میں ضرور عرض کروں گا کہ احمدیت کے جو عقائد ہیں وہی دنیا میں اتحاد المسلمین کی مہم کو کامیابی تک پہنچانے والے ہیں۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ آپ ذکر کر رہے تھے کہ ایک عرب آپ کو ملنے کے لئے آئے اور انہوں نے آپ سے بات کی۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ تو میں نے تمہیداً یہ بات کی ہے کہ جماعت احمدیہ جو ہے وہ دراصل بنیاد بننے والی ہے تمام امت مسلمہ کو اکٹھا کرنے کی۔ اس وقت ان عرب صاحب سے میں نے کہا:۔

یا اخی ھٰذا کتاب لشیخ الاسلام الامام المجدد لقرن الثانی عشر محمد بن عبدالوھاب رحمۃ اللہ علیہ انی ارید ان تطالع ھٰذ ا الکتاب وھذا الکتاب ینطق مجیبا عنک فی ھٰذا الوقت.

میں نے کہا کہ میں خود جواب دینے کی بجائے مجدد قرن ثانی عشر، بارہویں صدی کے مجدد کا یہ آپ کو اقتباس پیش کرتا ہوں۔ حضرت امام محمد بن عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ

> ’جب حضرت رسول پاک ﷺ کا وصال ہوا تو بہت سارے قبیلے مرتد ہو گئے اور مرتدوں نے یہ کہا۔ ان میں سے ایک فرقے نے کہ **لو کان**

نبیاً ما مات اگر نبی ہوتے آپ تو کبھی وفات نہ پاتے۔ وقالت فرقة: انقضت النبوة بموتہٖ فلا نطیع احداً بعدہٗ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد غیر مشروط طور پر ہر قسم کی نبوت ختم ہوگئی ہے۔ فلا نطیع احداً بعدہٗ اس کے بعد ہم کسی کی بھی اطاعت نہیں کریں گے۔"

("مختصر سیرت الرسول" از حضرت شیخ محمد بن عبدالوہاب صفحہ 197-198 ناشر دار الکتاب العربی)

جب وہ پڑھ چکے۔ میں نے کہا۔

سیدی وحبیبی ماالفرق بین ھٰذاہ العقیدة الفاسدة التی جحدھا ابو بکر الصدیق و خالد بن ولید وغیر ذٰلک من الصحابة الکرام خلاف ھذہ العقیدة. وما الفرق بین ھٰذ ا العقیدة وما الفرق فی قرار داد باکستان.

میں نے ان سے یہ کہا کہ اب آپ مجھے یہ فرمائیں کہ ان مرتدوں کے عقیدہ میں جن کے خلاف حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سرکردگی میں حضرت خالدؓ بن ولید اور تمام مسلمان کمانڈروں نے جہاد کیا تھا۔ ان کے عقیدہ میں اور بھٹو حکومت کے 7 ستمبر کی قرارداد میں کیا فرق ہے؟ اس پر وہ رو کے کہنے لگا:۔

انما الفرق ھٰذا بان ھٰذا العقیدة فی اللسان العربی و قرار داد فی لسان الاردیه او الانکلیزیه.

فرق ایک ہی ہے۔ عقیدہ وہی ہے جو ان مرتدوں کا تھا۔ فرق اتنا ہے کہ انہوں نے عربی زبان میں اپنا عقیدہ بیان کیا اور بھٹو حکومت اور مولویوں نے اس کو اردو یا انگریزی میں ڈھال دیا۔

اب اسی سلسلہ میں دوسری اور آخری بات یہ کہتا ہوں۔ میں نے کہا ہے نا کہ یہ احمدیت کی سچائی کی دلیل ہے۔ میرے پاس ایک بہت بڑے دیوبندی عالم جن کو "قطب عالم حضرت مولانا شاہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اکثر جو چوٹی کے علماء ہیں ان میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور شاہ حاجی امداد اللہ صاحب سرفہرست ہیں۔ یہ ان کا ایک مکتوب ہے اور جو بعد میں "شمائم امدادیہ" میں چھپا جسے مضمون کہنا چاہئے۔ بعد میں ان کے دوسرے بعض ملفوظات اور تصوف سے متعلق مضامین کا مجموعہ "شمائم امدادیہ" کے نام سے شائع کیا گیا۔ انہوں نے یہ مضامین

غالباً مکہ میں لکھے ہیں۔ یہ ہم عصر تھے مسیح موعود علیہ السلام کے اور یہ تحریر بالکل حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کے ابتدائی ایام کی ہے، یا چند دن اس سے پہلے ہو کیونکہ معیّن اس میں تاریخ نہیں، ایام وہی تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ

> ”ظہور امام مہدی آخر الزّمان کے ہم سب لوگ شائق ہیں۔ مگر وہ زمانہ امتحان کا ہے۔ اول اول ان کی بیعت اہل باطن اور ابدال شام بقدر تین سو تیرہ اشخاص کے کریں گے اور اکثر لوگ منکر ہو جائیں گے۔ اللہ سے ہر وقت یہ دعا مانگنا چاہئے کہ **رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ**“

(”شمائم امدادیہ“ حصہ سوم صفحہ 102 ناشر کتب خانہ شرف الرشید شاہ کوٹ۔ شیخوپورہ)

یہ وہی دعا ہے جو ہمارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جوبلی کی دعائیہ پروگرام میں شامل فرمائی ہے اور پھر اس کو کثرت سے پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے۔

کہتے ہیں مولانا امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کہ مسیح موعود جب آئے گا تو ساری دنیا میں صرف تین سو تیرہ لوگ مانیں گے۔ چنانچہ امت مسلمہ کی تاریخ میں اگرچہ بہت سے مدعیان مہدی گذرے۔ جس طرح چاند سورج کا گرہن مسیح موعود کے ذریعہ سے ظاہر ہوا۔ یہ تین سو تیرہ کی فہرست سوائے مسیح موعود کے کسی نے شائع نہیں کی۔ تو یہ ایک زبردست نشان ہے مسیح موعود کی صداقت کا۔ اسی سلسلہ میں ضمناً یہ حوالہ بیان کر کے میں یہ جواب ختم کروں گا۔ بالکل اسی طرح اہل بیت کی طرف سے بھی پیشگوئیاں صدیوں سے چلی آ رہی ہیں اور شیعہ کتب میں موجود ہیں اور انہی کی روشنی میں پچھلی صدی میں ایک شیعہ عالم مولانا سید محمد سبطین سرسوی نے ایک کتاب لکھی ہے۔ **”الصراط السوی فی احوال المھدی“** یہ امامیہ کتب خانہ لاہور نے شائع کی۔ یہ موچی دروازہ کے اندر ایک کتب خانہ ہے۔ میں اور مولانا ریاض محمود باجوہ صاحب یہ کتاب لینے کے لئے ان کے پاس گئے تھے۔ اس میں صفحہ پانچ سو سات پر لکھا ہے کہ دراصل بات یہ ہے کہ یہ نہ سمجھیں کہ جب امام غائب آ جائے گا تو فوراً دنیا اس کو تسلیم کر لے گی۔ دیکھیں نا یہ تو تاریخ عالم کا کھلا ورق ہے۔ دنیا میں کوئی ایک نبی ایسا نہیں آیا جس کا استقبال پھولوں سے کیا گیا ہو۔ حلوے کی دیگیں چڑھائی گئی ہوں۔ شربت تقسیم کئے گئے

ہوں۔ استقبال محمد مصطفیٰ ﷺ جیسے خاتم النبیین کا بھی پتھروں سے کیا گیا، گالیوں سے کیا گیا، دل آزاری سے کیا گیا، قتل کے منصوبوں سے کیا گیا۔ تو لکھتے ہیں کہ

> ”ہرگز ایمان نہ لائیں گے بلکہ مثل شیطان شک و شبہ کر کے اپنے قیاسات باطلہ رکیکہ سے اس کی حجیت کا انکار کریں گے بلکہ اس کے مقابلہ کو اکثر لوگ عداوت و دشمنی پر آمادہ ہو جائیں گے اور ہر طرح سے اس کو اور اس کے معتقدین کو اذیّت پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ علماء اس کے قتل کا فتویٰ دیں گے اور بعض اہل دول اس کے قتل کے لئے فوجیں بھیجیں گے اور یہ تماماً نام کے مسلمان ہی ہوں گے۔“

دیوبندیوں نے جو محضر نامہ پیش کیا وہ محض اقلیت کا نہیں تھا بلکہ مرتد اقلیت کا تھا اور مرتد اقلیت کے معنی کئے ”واجب القتل“۔ پہلے سے خدا نے محمد رسول اللہ ﷺ کے عشاق کو بتا دیا کہ جب امام مہدی کا ظہور ہوگا تو علماء قتل کے فتوے دیں گے۔ اور یہی قتل کا فتویٰ آپ محضر نامہ میں دیکھ سکتے ہیں، جس میں کہ مسیح موعود کی جماعت کو مرتد قرار دیا گیا ہے اور عملاً مطالبہ یہ کیا گیا ہے کہ اقلیت نہیں بلکہ مرتد اقلیت قرار دیا جائے۔ یعنی دنیا میں پہلی دفعہ یہ اصطلاح استعمال ہوئی ہے اور ملّاں نے استعمال کی ہے صرف قتل و غارت کے لئے۔ تو حق یہ ہے کہ خود یہ پوری ایجی ٹیشن، جماعت کی مخالفت 1889ء سے لے کر آج تک اور بالخصوص یہ 1974ء کا دور اور یہ محضر نامہ، پھر اسمبلی کی کارروائی یہ سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کا اعلان عام کر رہے ہیں۔

”نوری بشر“

”تاریخ احمدیت“ کا چوتھا حصہ میں لکھ رہا تھا تو بھیرہ جاتے ہوئے میں ملکوال سے بذریعہ ٹرین جب جا رہا تھا تو اسی ڈبے میں بریلوی اور دیوبندی دوست بیٹھے ہوئے تھے۔ عالم تھے دونوں۔ بڑی لمبی لمبی داڑھی تھی اور بزرگ آدمی تھے۔ بہت لمبی عمر دونوں کی ہوگی اور میری حیثیت تو، (یہ غالباً 1960ء کی بات ہے اگر تو 1927ء میں جو شخص پیدا ہوا ہے تو کتنی عمر ہوگی اس کی؟)

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ تینتیس سال

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ تینتیس سال بس کم و بیش یہی میری عمر ہوگی اُس وقت۔

میرا طریق یہ رہا ہے اور اب بھی ہے کہ میں جس جگہ یا شہر میں جاتا ہوں اگر وہاں کتابوں کا کوئی مرکز ہو تو کتابیں ضرور خریدتا ہوں اور پھر یہ ہے کہ گھر آنے سے پہلے ایک نظر ضرور ان کو دیکھتا ہوں۔ میرے پیارے دوست محمد شفیق قیصر صاحب جو ہمارے رشتہ دار بھی ہیں ان کا ایک مقولہ تھا۔ ”میں ایک کتاب خرید کے لایا ہوں ابھی میں نے سونگھنی ہے وہ۔“ تو ”سونگھنا“ بڑی ضروری چیز ہے۔ اس سے ایک خاکہ فوری طور پر دماغ پر آجاتا ہے۔ پھر انسان کبھی بیٹھے تو اس کے مندرجات کے لئے اس کی فہرست پڑھے۔ پھر اسی طرح Author (مصنف) کو پڑھ لے۔ کبھی کوئی چیز پڑھے۔ پھر اس کے بعد وہ بالالتزام پڑھے تو یہ آسانی کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔

تو میں ایک کتاب پڑھ رہا تھا اس وقت لیکن یہ علماء دونوں بریلوی اور دیوبندی مناظرانہ گفتگو کر رہے تھے۔ آوازیں آتی تھیں میرے کان میں لیکن مجھے اپنے کام سے غرض تھی۔ میں نے دیکھا کہ یکایک جس طرح کہ ایک طوفان کھڑا ہو جاتا ہے بڑی تیز گفتاری کا، اور اس وقت وہ گویا میدان مناظرہ بنا ہوا تھا، دونوں پہلوان اکھاڑے میں جس طرح کہ اترتے ہیں اور پھر بڑا شور و فغاں بلند ہوتا ہے۔ اور کہہ کیا رہے تھے بریلوی صاحب؟ یہ کہہ رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ نور تھے اور دیوبندی یا غالباً وہ اہلحدیث تھے ان کا موقف یہ تھا کہ یہ شرک ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ تم گستاخ رسولؐ ہو تم بشر کہتے ہو۔ یہ کہتے تھے کہ تم مشرک ہو۔ اب جس وقت Climax (عروج) پر یہ معرکہ پہنچا، ان دنوں قتل و غارت بھی ہو چکی تھی۔ غالباً منٹگمری میں بھی اسی وجہ سے مسجد میں ایک شخص کو قتل کر دیا گیا تھا ان ایام میں۔ بریلوی اخبار اور شورش کا اخبار یہ دونوں آپس میں اس وقت ایک دوسرے کے مقابلے میں آ رہے تھے۔ اس زمانہ کے وہ اخبار بھی میرے پاس محفوظ ہیں۔ اور اس میں گالیاں بھی تھیں، شعروں میں گالیاں، نثر میں گالیاں۔ دونوں ایک دوسرے کو ایجنٹ کہتے تھے۔ دونوں گستاخ رسول قرار دیتے تھے۔ اس وقت ایک نوجوان درمیان میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے نہایت ہی بصیرت سے اور ذہانت سے کام لیتے ہوئے دونوں علماء سے کہا کہ ایک مولانا صاحب یہ بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان سے پوچھیں ان کا نظریہ کیا ہے؟

اب اس موقع پر اس کا یہ کہنا ایسا مفید ثابت ہوا کہ لوگ جو بیٹھے ہوئے تنگ آ گئے تھے۔ مصیبت سمجھ کے ڈر رہے تھے کہ شاید یہاں قتل و غارت ہی نہ شروع ہو جائے۔ سبھی نے تائید کی کہ ہاں

یہ طریق ٹھیک ہے۔ بھیرہ بھی آنے والا تھا۔ وہ خطرہ اس طرح ٹل گیا۔ سبھی نے کہا ہاں مولوی صاحب آپ بتائیں۔ تو میرے لئے یہ اپنی زندگی میں پہلا موقع تھا سوچنے کے لئے۔ لیکن مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے **اِنِّیْ مُعِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ** جو مسیح موعود کی اعانت کا ارادہ بھی کرے گا خدا اس کی تائید کرے گا۔ پس بجلی کی طرح میرے دل میں یہ خیال آیا۔ خیال آتے ہی ان کی طرف سے پہلا سوال یہ ہوا کہ مولانا! آپ کا نظریہ کیا ہے کہ آنحضرتؐ نور تھے یا بشر تھے۔ تو میں نے یہ جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ **''نوری بشر''** تھے۔ اب یہ ان کے لئے ایک بالکل جدید زاویہ نگاہ تھا۔ کہنے لگے یہ تو ایک انوکھا نظریہ ہے جو آپ نے پہلی دفعہ پیش کیا ہے۔ کبھی ہمارے علماء نے اس کو پیش نہیں کیا۔

میں نے کہا اصل ہے ہی یہی۔ دیکھیں آنحضرت ﷺ کی خواب میں بھی کبھی آپ لوگوں نے زیارت کی ہے؟ کبھی نہیں کی۔ تو بیداری میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آنحضرت ﷺ کی حقیقت اور شخصیت خدا سے بڑھ کر کون جانتا ہے؟ جو خالق ہے۔ اسی نے محمد عربی ﷺ کو شہنشاہ نبوت کی خلعت عطا فرمائی۔ ختم نبوت کا تاج بخشا ہے۔ شاہ دو جہاں کے منصب پر فائز فرمایا ہے۔ قرآن میں دونوں لفظ موجود ہیں۔ بشر کا بھی **قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** (الکہف: 111) اور نور کا لفظ بھی آتا ہے۔ تو محض نور کہنا بھی غلط ہے۔ محض بشر کہنا بھی غلط ہے۔ قرآن کی رو سے محمد عربی ﷺ نوری بشر تھے۔

اور اس کے بعد جو میں نے جواب دیا وہ خدا ہی نے سمجھایا، جس طرح ہر احمدی کو اللہ تعالیٰ دعوت الی اللہ کے وقت سمجھاتا ہے۔ میں نے کہا دیکھیں میں بریلوی بزرگ سے کہتا ہوں کیونکہ عمر میں مجھ سے بڑے ہیں۔ تجربہ بھی ان کو ہے۔ عالم دین ہیں اپنے فرقے کے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر فرقے کے علماء دین کا اعزاز اور اکرام اور احترام کریں۔ یہ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ آپ نور ہونے پر جو اصرار فرما رہے ہیں کبھی آپ یہ غور فرمائیں کہ شب معراج میں آپ کے ساتھ حضرت جبرائیل تھے۔ ان کو آپ کیا سمجھتے ہیں؟ وہ نور تھے یا بشر تھے۔ کہنے لگے وہ تو نور تھے۔ میں نے کہا ایک موقعہ ایسا آ گیا کہ جب جبرائیل نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ جا سکتے ہیں میں نہیں جا سکتا۔ کہنے لگے ہاں آ گیا تھا۔ میں نے کہا اگر محمد عربی ﷺ کو صرف نور کہا جائے تو پھر ان کا مقام حضرت

جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام جتنا رہ جاتا ہے۔ حالانکہ جبرائیل پیچھے رہ گئے۔ جبرائیل بھی نور تھے۔ محمد مصطفیٰ بھی نور تھے مگر نور محمدی آگے چلا گیا۔ تو اگر آپ صرف نور کا لفظ استعمال کریں گے تو نور تو جبریل بھی تھے تو آپؐ کی شان کو آپ نے گرایا ہے۔ اس حقیقت کو بیان نہیں کیا۔ اور دیوبندی حضرات سے کہا کہ آپ بشر پر زور دے رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ غیر مسلم بھی تو بشر ہیں کہ نہیں۔ تو شرم آنی چاہئے ہمیں کہ وہ مقام دیا جائے جس میں غیر مسلم شامل، جس میں دہریہ شامل، خدا کو گالیاں دینے والے بھی بشر ہیں۔ اب رشیا کے رہنے والے خدا کو گالیاں دیتے ہیں۔ کارل مارکس نے کس طرح کہا ہے کہ سارا فتنہ ہی معاذ اللہ، خدا کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس واسطے محض نور کہنا بھی گستاخی ہے محض بشر کہنا بھی گستاخی ہے۔ ''نوری بشر'' کہنا چاہئے۔

اور میں نے کہا۔ آگے میں کہتا ہوں میں جماعت احمدیہ کا فرد ہوں، اس وقت میں نے بتایا۔ میں نے کہا میں جماعت احمدیہ کے ایک فرد کی حیثیت سے آپ سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ اب اس پر وہ ذرا اور چونک پڑے۔ ان کے لئے یہ بھی ایک زلزلہ سا تھا کہ یہ بات کہنے والا ایک احمدی ہے جس کو ہم کافر قرار دیتے ہیں۔ میں نے کہا بات یہ ہے کہ قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کو بشر کہا گیا ہے۔ مگر اسی قرآن میں سیّد البشر بھی تو کہا گیا۔ سورۃ یٰس میں ہے۔ **یا سیّد البشر**۔ نور بھی کہا گیا ہے لیکن سراج منیر کا نام بھی آپؐ کو دیا گیا ہے کہ آپؐ روشن سورج ہیں اور نور بنانے والے ہیں۔ منیر کے معنی ہیں جو دوسروں کو نور بنا دے۔ آپؐ ہی کی وجہ سے سارے صحابہ مجسم نور بن گئے۔ جتنے عارف، صوفیا، صلحاء، اہل کشف، امت میں گذرے ہیں وہ سب نور تھے اور ان کو نور کس نے عطا کیا؟ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے۔ اس لئے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کہتے ہیں:۔ ؎

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

تو آپ کو محض نور نہیں کہنا چاہئے، سراج منیر کہنا چاہئے۔ تو میں جماعت احمدیہ کے ایک ادنیٰ خادم کی حیثیت سے آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ آج سے دنیا میں یہ اعلان کریں کہ محمد رسول اللہؐ سیّد البشر ہیں۔ محمد رسول اللہؐ سراج منیر ہیں۔ ؎

خاک پائے مصطفیٰ بہتر ہے ہر اکسیر سے
سینکڑوں عیسیٰ بنے اس خاک کی تاثیر سے

ایک مناظرے میں حضرت ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب کے مطالبے پر ایک پادری نے پڑھا کہ

ع عیسیٰ کے معجزوں نے مردے جلا دیئے

حضرت ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب مسکراتے ہوئے کھڑے ہوئے۔ کہنے لگے۔ پادری صاحب پورا شعر پڑھیں۔ ؎

عیسیٰ کے معجزوں نے مردے جلا دیئے
محمد کے معجزوں نے عیسیٰ بنا دیئے

رسوائے زمانہ آرڈیننس 1984ء

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ مولانا! جو ضیاء الحق نے رسوائے زمانہ آرڈیننس 1984ء میں جاری کیا وہ بھٹو حکومت کی قرارداد کا نکتہ عروج تھا۔ اس بارے میں آپ کوئی تبصرہ کرنا پسند کریں گے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ ہاں یہ بہت ہی بنیادی سوال ہے مگر جس وقت آپ نے سوال کا ابتدائی جملہ ہی استعمال کیا تو میرے ذہن میں اس پہلے مضمون کے سلسلہ میں جس کی طرف میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے اشعار اور ارشادات کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ نظم سامنے آ گئی۔ کچھ شعر میں اس کے سنا دیتا ہوں کہ کس طرح حضورؒ نے اظہار کیا ہے۔ ؎

ظالم مت بھولیں بالآخر مظلوم کی باری آئے گی
مکاروں پر مکر کی ہر بازی الٹائی جائے گی
پتھر کی لکیر ہے یہ تقدیر ۔ مٹا دیکھو گر ہمت ہے
یا ظلم مٹے گا دھرتی سے یا دھرتی خود مٹ جائے گی
ہر مکر انہی پہ الٹے گا ۔ ہر بات مخالف جائے گی
بالآخر میرے مولیٰ کی تقدیر ہی غالب آئے گی
اک روز تمہارے سینوں پر بھی وقت چلائے گا آرا

ٹوٹیں گے مان تکبر کے، بکھریں گے بدن پارہ پارہ
مظلوموں کی آہوں کا دھواں ظالم کے افق کجلا دے گا
نمرود جلائے جائیں گے دیکھے گا فلک یہ نظارہ
کیا حال تمہارا ہو گا جب، شدّاد ملائک آئیں گے
سب ٹھاٹھ دھرے رہ جائیں گے جب لاد چلے گا بنجارہ

تو کس طرح دھوئیں نے اور آگ نے دنیا کو یہ نظارہ دکھلا دیا۔ لفظاً لفظاً خدا نے اپنے محبوب خلیفہ کی بات پوری کر دی۔ کون ہے دنیا میں جو اس صداقت کا انکار کر سکے۔!

میں صرف یہ کہوں گا کہ یہ پورا آرڈیننس قرآن مجید کی ببانگ دہل نافرمانی ہے۔ قرآن تو کہتا ہے کہ **مَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَا اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُوۡلٰئِکَ ھُمُ الۡکَافِرُوۡنَ** (المائدۃ:45) پھر آگے ہے **فَاُوۡلٰئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوۡنَ** (المائدۃ:46)۔ پھر **فَاُوۡلٰئِکَ ھُمُ الۡفَاسِقُوۡنَ** (المائدۃ:48) ہے۔ کتاب اللہ کو چھوڑ کر جو فیصلہ کیا جاتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ فیصلہ کرنے والا کافر ہے، ظالم ہے، فاسق ہے۔

قرآن یہ فرماتا ہے **ھُوَ سَمّٰکُمُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ مِنۡ قَبۡلُ وَ فِیۡ ھٰذَا** (الحج:79) فرمایا مسلم کا نام کسی کمپنی کو ٹریڈ مارک کے طور پر ہم نے نہیں دیا جس طرح کہ ضیاء کے بیٹے نے لندن میں اور یہاں پر کہا ہے۔ بلکہ فرمایا کہ **ھُوَ سَمّٰکُمُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ مِنۡ قَبۡلُ وَ فِیۡ ھٰذَا** (الحج:79) یہ مسلمان کا نام ہم نے عطا کیا ہے تمہیں بھی اور تم سے پہلے بزرگوں کو بھی۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا موجود ہے:۔

رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ (البقرۃ:129)

اے خدا مجھے بھی مسلمان بنا اور میری ذریت کو بھی امت مسلمہ بنا دے۔ تو جتنے تھے وہ مسلم تھے اور امت مسلمہ کے ہر فرد کا نام خدا نے مسلمان رکھا ہے۔ جو نام اللہ نے دیا ہے وہ سوائے اللہ کے کون واپس لے سکتا ہے؟ اس لئے قرآن مجید نے اگرچہ منافقوں کے متعلق یہ کہا ہے کہ یہ جہنم کے عذاب میں کافروں سے بھی زیادہ نیچے جائیں گے مگر انہیں بھی اجازت دی ہے کہ تم اپنا نام مسلمان رکھ سکتے ہو۔

آنحضور ﷺ نے رئیس المنافقین ابی ابن سلول کی گستاخانہ بکواس کے باوجود کبھی اس کو غیر مسلم نہیں کہا بلکہ اس کا جنازہ پڑھا اور جنازہ کے ساتھ ہی حضورؐ نے اپنا مبارک کرتہ بھی عطا فرمایا۔ یہ اسوۂ محمدیؐ ہے۔ لیکن اس کے مقابل پر ضیاء صاحب نے جو آرڈیننس جماعت کے خلاف بنایا ہے، وہ ایک نئی شریعت ہے، نیا اسلام ہے۔ محمد ﷺ کی شریعت کے ایک ایک لفظ کی دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں۔ دیکھیں مسلم کا لفظ! یہ پابندی ہے کہ احمدی اپنے تئیں مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ قرآن تو کہتا ہے کہ یہ نام آدمؑ کے زمانے سے ہر نبی کا تھا اور ہر امت کا تھا اور ہر مسلمان کو اللہ نے یہ خطاب دیا ہے اور قرآن کی رُو سے منافق کو بھی آپ غیر مسلم نہیں کہہ سکتے اس کو مسلمان کہنا پڑے گا۔ بلکہ باوجود منافق معلوم ہونے کے، خدا نے بتایا کہ یہ منافق ہے، اس کو غیر مسلم نہ کہا بلکہ مسلمان قرار دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پڑھایا اور جیسا کہ میں نے بتایا کرتہ بھی عطا فرمایا۔

رضی اللہ کا لفظ ہے۔ قرآن میں لکھا ہے کہ **وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ** (التوبہ:100) فرمایا کہ مہاجر صحابہ اور انصار جو اولین میں سے ہیں خدا ان سے راضی ہو گیا اور ان سے بھی راضی ہوا جو ان کی پیروی کریں گے **اَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ** اب آپ دیکھیں کہ جماعت احمدیہ کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ وہ تمام صحابہ خواہ وہ مہاجر ہوں یا انصار ہوں ان کو محمد عربی ﷺ کے صحابی ہونے کی وجہ سے آسمان روحانیت کا ستارہ سمجھتی ہے۔ جب یہ صورت ہو تو قرآن نے **وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْاهُمْ** میں خود ہر احمدی کے لئے **رَضِيَ اللّٰهُ** کا لفظ استعمال کیا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت قرآن کا دیا ہوا یہ لقب احمدیوں سے چھین نہیں سکتی۔ اپنے وجود میں جو کہتا ہے، کہتا رہے۔

''مسجد'' کا لفظ استعمال کرنے کی ممانعت کی گئی۔ حالانکہ عیسائیوں کے عبادت خانوں کا نام سورۃ کہف میں ''مسجد'' رکھا گیا ہے۔ بلکہ ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ سورۃ جن میں آتا ہے۔

اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (الجن:19)

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ سورۃ ''الجن'' ہے۔ اور یہ آنحضرت ﷺ کے دعویٰ نبوت کے چند مہینوں کے بعد نازل ہوئی ہے۔ بالکل ابتدائی سورۃ القلم کے بعد جو سورتیں نازل ہوئیں ان میں یہ سورت ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی کوئی مسجد ہی موجود نہیں تھی۔ یہ ایک حیرت انگیز

بات ہے۔ ایک بھی نہیں تھی اور یہاں مساجد کا ذکر ہے۔ یہ ایک ایسا پیچیدہ مسئلہ مفسرین کو پیش آیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہاں تو تین مسجدوں کا ذکر ہے۔ مسلمانوں کے پاس تو ایک بھی مسجد نہیں تھی۔ نمازیں آخری مکی زمانہ میں دارِارقم میں پڑھی جاتی تھیں جو اسلام کا مرکز تھا۔ یہیں انصار کی بیعت بھی ہوئی۔ یہیں معاہدات ہوئے۔ تو مسجد اگر تھی، ایک تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر کا ایک کونہ تھا۔ اس کو مسجد قرار دیا یا انہوں نے اور ایک کمرہ سا بنایا ہوگا اور اس کو بھی ان ظالموں اور بدسگالوں نے جلا دیا جس طرح کہ یہ احراری کر رہے ہیں۔ یعنی خدا کی مسجدوں کو بھی گوارہ نہیں کیا بالکل یہی ذہنیت یہاں ہے۔ گراتے بھی ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اپنی ان مساجد کا نام مساجد نہ رکھو۔

حالانکہ ان کے ''مجدد صاحب'' نے یہ لکھا ہے کہ غیر مسلم کی بنائی ہوئی مسجد بھی مسجد ہی ہے۔ یہ ''فتاویٰ رشیدیہ'' میں موجود ہے۔ (صفحہ 409 ناشر محمد سعید اینڈ سنز۔ قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ۔ کراچی) تو خواہ کچھ بھی تم چاہو، کسی کو غیر مسلم کہو، یہ کفر سازی کے کارخانے ہیں اور ہر ایک کے پاس ہیں جو چاہو تم کر سکتے ہو۔ لیکن بات یہ ہے کہ یہ نام نہیں کوئی چھین سکتا۔

مگر میں یہ بتا رہا تھا کہ مفسّروں کے لئے یہ بڑا ناقابل حل مسئلہ پیش آیا ہے کہ وہاں تو ایک بھی مسجد نہیں تھی اور قرآن کہتا ہے کہ اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ۔ تمام تفسیروں کو دیکھیں۔ حتیٰ کہ مودودی صاحب کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ مساجد کا لفظ جو ہے یہ مسجد کی جمع ہے اور مسجد سے مراد یہ عبادت گاہ نہیں بلکہ وہ اعضاء مراد ہیں جن پر سجدہ کیا جاتا ہے۔ سجدہ کرتے ہوئے مسلمان اپنی پیشانی رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں ناک رکھتا ہے۔ دونوں ہاتھ پاؤں وغیرہ۔ مودودی صاحب کہتے ہیں کہ یہ اعضاء مراد ہیں۔ (''تفہیم القرآن'' جلد ششم صفحہ 119 ناشر ادارہ ترجمان القرآن اچھرہ۔ لاہور۔ 1972ء) قرآن نے ان اعضاء کو، پیشانی کو مسجد کہا ہے۔ ناک کو مسجد کہا ہے۔ ہاتھ کو مسجد کہا ہے۔ پاؤں کو مسجد کہا ہے۔ یہ خدا کہتا ہے تو خدا جو ہے وہ ناک اور پاؤں اور پیشانیاں جو احمدیوں کی ہیں ان کو بھی مسجد قرار دے رہا ہے۔ اب کون سی طاقت ہے جو مسجد کا لفظ ہم سے ہٹا سکتی ہو۔

اب اس بارے میں سب سے بڑی بات میں آخر میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ ایک اہلحدیث بزرگ میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ بریلوی حضرات تو حدیث کی عظمت نہیں جانتے۔ افسوس آپ حضرات پر ہے جنہوں نے 1984ء میں فرعون وقت

سے رسول پاک ﷺ اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو پارہ پارہ کرنے کی پیشکش کی اور پھر وہ قلم تبرکاً عبدالقادر روپڑی صاحب نے لیا جس سے کہ وہ آرڈیننس جماعت کے خلاف پاس کیا گیا کہ احمدی اذان کا لفظ نہیں استعمال کر سکتے۔

یہ عجیب دلچسپ بات ہے۔ عرب میں جائیں تو یہ لفظ وہاں جو بھی ہیں وہ استعمال کرتے ہیں۔ یہ کبھی دنیا میں ایسا ہوا ہی نہیں ہے۔ اب جتنی بڑی بڑی لغات ہیں وہ بیروت میں چھپتی ہیں اور ان کو مرتب کرنے والے عیسائی ہیں۔ اب کہتے ہیں کہ اذان کا لفظ نہیں استعمال کرنا چاہئے اذان دیتے وقت۔ میں نے ان سے کہا کہ میں اب آپ کے سامنے اس آرڈیننس کو پیش کروں گا اور بتاؤں گا اور بات واضح ہو جائے گی کہ دراصل یہ آرڈیننس محمد عربی ﷺ کے خلاف اعلان جنگ ہے۔

اسی وقت میں نے ''دار قطنی'' منگوائی۔ اس میں ان اہل حدیث بزرگ کو یہ حدیث دکھائی، تقریباً ساری حدیث کی کتب میں موجود ہے، ابو محذورہ کی وہ حدیث یہ ہے۔ ''دار قطنی'' میں چونکہ زیادہ تفصیل ہے اس لئے میں نے وہی منگوائی۔

اب ذرا توجہ سے غور فرمائیں کہ یہ لوگ ختم نبوت کے تحفظ کے نام پر خود خاتم النبیین کے خلاف اعلان جنگ کر رہے ہیں اور دنیا میں ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ Islamization کی بنیادیں رکھ دی گئی ہیں۔ ابو محذورہؓ کی اپنی روایت اس میں درج ہے کہ

فتح مکہ کے بعد ہم لوگ جو کہ اسلام کے دشمن تھے اور بہت بغض رکھتے تھے۔ اپنے متعلق کہا کہ میں تو آنحضرت ﷺ کا چہرہ بھی دیکھنا گوارہ نہیں کرتا تھا۔ ہم نے جونہی یہ سنا کہ مکہ پر محمد رسول اللہؐ کا قبضہ ہو گیا تو ہم نے کہا کہ یہاں سے ہمیں چلے جانا چاہئے۔ بھاگ کے وہاں سے نکلے'' یعنی ایسی حالت تھی کہ ابوجہل کی بیٹی نے اس موقعہ پر (یہ ابن ہشام میں لکھا ہے) یہ کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ میرا باپ موجود نہیں تھا ورنہ اذان سن کے پتہ نہیں اس کے اوپر کیا گذرتی یعنی ایسا ہول تھا کہ پتہ نہیں، ہے کیا چیز؟ جس طرح کسی نے سکھوں کے زمانے میں اذان دی رنجیت سنگھ کے زمانے کی یہ بات ہے۔ سکھ آئے جی کہ انہوں نے بانگ دی ہے۔ کہنے لگے کیا ہوا ہے؟ کہنے لگے کہ ہمارے جو کپڑے تھے وہ باندھے گئے، بھوجن تھا وہ بھی باندھا گیا۔ کہنے لگے کیا مقصد ہے۔ انہوں نے پھر اذان دی جس وقت، تو کہنے لگے کہ اب میرے پر تو اس کا کوئی فرق نہیں پڑا۔ کہنے لگے اچھا

پھر میں ان کو کہتا ہوں کہ اذان نہ دیا کرو۔ لیکن اب تمہارا فرض یہ ہے کہ اذان تو نماز پر بلانے کے لئے ہے۔ تو اب تم میں سے ہر ایک جائے اور پنجوقتہ نمازوں کے لئے ہر ایک کا دروازہ کھٹکھٹائے اور ان کو بلائے۔ کہنے لگے کہ پھر اذان دینے کی اجازت دیں کوئی ایسی بات نہیں۔ مگر ان ”سکھوں“ کو اب اتنی بھی ہوش نہیں رہی۔

بہر کیف یہ جو مکہ والے تھے انہوں نے اذان کے تصور سے ہی خوف کھا لیا تھا۔ یہ میں اس لئے بھی کہہ رہا ہوں کہ یہ اسلامی فقہ کا مسلمہ اصول ہے کہ جو چیز جائز ہو اس پر سزا دی نہیں جا سکتی۔ دوسرا یہ ہے کہ ایک دفعہ کسی جرم میں سزا دی جائے تو پھر دوسری دفعہ اس کو سزا نہیں دی جا سکتی۔ ہم پر پہلے قرارداد کی رو سے سب سے بڑا ظلم کیا گیا۔ اگر ہمیں زندہ جلا دیا جاتا تو یہ اس سے کم جرم تھا کہ ہمیں محمد رسول ﷺ کے عاشقوں میں سے علیحدہ کرنے کی سازش کی گئی۔ تو یہ ہمارے لئے سب سے بڑی قیامت تھی۔ اس کے بعد سب سے بڑا ظلم یہ آرڈیننس تھا۔ شریعت اسلامیہ ایک جرم کی ایک ہی سزا دیتی ہے۔ اور ان باتوں پر کبھی سزا نہیں ہو سکتی جس کو اسلام نے جائز قرار دیا ہو۔ یہ تمام مفتیان اسلام کا فتویٰ ہے۔

ابو محذورہؓ کی بات میں کر رہا تھا اذان ہی کے سلسلہ میں۔ ابو محذورہؓ کی ”دار قطنی“ میں روایت ہے کہ انہوں نے خود بتایا کہ

> ہم لوگ اذان کو سن کے اور یہ معلوم کر کے کہ اب ان لوگوں کا جو رسول اللہ کے ماننے والے ہیں، ان کا قبضہ ہو گیا ہے۔ ہم لوگوں نے کہا اب مکہ کو چھوڑ دینا چاہئے۔ اب مکہ میں رہنے کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ تو ہم ایک جگہ پر تھے کہ آنحضرت ﷺ اپنے لشکر سمیت غزوہ حنین سے واپس آئے اور وہاں کیمپنگ کی۔ حضور کے ارشاد پر خیمے لگائے گئے۔ اذان کا وقت ہوا تو ایک صحابی نے اذان دی۔ جب ہم نے اذان سنی کیونکہ ہم بدترین دشمن تھے، ہم نے مذاق کے طور پر اذانیں دینی شروع کر دیں۔ نستھزی به ہم بھی مذاقاً، ان کا مذاق اڑانے کے لئے کہ جی اللہ ایک ہے۔ اللہ ایک کیسے ہو سکتا ہے۔ سینکڑوں بت، خدا موجود ہیں اور ہم یہ کیسے شہادت دیں کہ اللہ ہی ہے جو دنیا میں

پروردگار ہے۔ باقی ہم رسول اللہ کو رسول اللہ کیسے مان سکتے ہیں۔ تو ہم نے مذاقاً اذان دی۔ نستھزی بہ یہ الفاظ ہیں۔

جب اذانیں ختم ہو چکیں تو آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جتنے غیر مسلم جنہوں نے اذانیں دی ہیں، ان کو بلالو۔ ہم دس بارہ نوجوان تھے۔ ایک سے ایک بڑھ کر اسلام کا دشمن۔ میں رسول اللہ کا چہرہ ہی نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ بات کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ کہنے لگے کہ میں بدترین دشمن تھا۔ میں بھاگنا چاہتا تھا کہ یہ چہرہ نہ نظر آجائے۔ بات نہ ہو جائے۔ کہنے لگے لشکر کیونکہ بہت بڑا تھا، دس گیارہ نوجوان تو بھاگ بھی نہیں سکتے۔ مجبوراً آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں جب پیش کئے گئے تو حضور نے فرمایا کہ تم میں سے بہترین اذان کس نے دی ہے؟ سب نے بیک زبان میری طرف اشارہ کیا کہ ابو محذورہؓ کی اذان بہترین اذان ہے۔ انتہائی خوش الحانی سے اس نے اذان دی ہے۔''

بہترین تلفظ تھا اس کا اور آواز بہت بلند تھی۔ پہاڑ بھی گونج رہے ہوں گے۔

''حضورؐ نے فرمایا کہ باقی چلے جائیں اور مجھے فرمایا کہ قریب آجاؤ۔ اس کے بعد اظہار خوشنودی کرتے ہوئے پہلے تو حضور نے اپنا دست مبارک میرے سینے کے اوپر رکھا اور اسے برکت دی۔ اور فرمایا ابو محذورہ! تمہیں اللہ نے آواز بڑی دلکش عطا فرمائی ہے۔ ایک دفعہ پھر میرے سامنے اذان دو۔''

اور یہ غیر مسلم سے حضورؐ کا ارشاد ہے!

''کہنے لگے میں نے پھر اذان دی۔ حضورؐ کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا''

یعنی اس سے بڑی خوشی کیا ہو سکتی ہے کہ ایک غیر مسلم ہے اور یہ اعلان کرتا ہے کہ **اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ** اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں **اشھد ان محمد رسول اللہ** اور میں گواہی دیتا ہوں، ڈنکے کی چوٹ، نوبت خانوں کے ذریعہ سے کہ محمد مصطفی ﷺ خدا کے

نائب ہیں۔ خدا کے رسول ہیں، خدا کے پیامبر ہیں۔

> حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتہائی خوشی کے ساتھ مجھے شاباش بھی دی اور اپنی جیب خاص سے تھیلی نکالی۔ اس میں لکھا ہے اَعْطَانِیْ صُرَّۃً فِیْھَا شیء مِنْ فِضَّۃٍ جو چاندی سے بھری ہوئی تھی۔ اور فرمایا محذورہ یہ تمہیں انعام دیتا ہوں۔ اور تمہیں اجازت ہے کہ اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے تم مکہ معظّمہ اور خانہ کعبہ میں بھی اذان دے سکتے ہو۔ کہتے ہیں اس کے بعد میں نے اسلام قبول کیا ہے۔ (تفصیل ملاحظہ ہو سنن الدارقطنی کتاب الصلوۃ باب فی ذکر اذان ابی محذورہ)

تو میں نے اس اہلحدیث عالم سے کہا کہ قیامت کے دن رسول اللہؐ کے سامنے کس منہ سے جاؤ گے تم؟ آنحضرتؐ کی سنت یہ تھی۔ حضورؐ نے مؤذن رسول حضرت بلالؓ کو کبھی انعام نہیں دیا۔ میں نے ریسرچ کی ہے کوئی واقعہ مجھے نہیں ملا۔ مگر انعام کس کو دیا ہے؟ اسلام کے بدترین دشمن اور غیر مسلم کو۔

آنحضرت ﷺ کی سنت تو یہ تھی کہ بدترین غیر مسلموں کو انعام دیا کرتے تھے۔ مگر عبدالقادر روپڑی صاحب اور دوسرے اہلحدیث مولوی حضرات ضیاء الحق کے قدموں میں پہنچے اور کہا آپ سے درخواست ہے کہ ”ختم نبوت کے تحفظ کے لئے“ احمدیوں کو، جو اذان دیں، جو اپنے تئیں مسلمان کہتے ہیں، مگر ہم ان کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اگر وہ اذان دیں تو ان کو انعام کی بجائے جیل میں ڈال دینا اور اتنے ہزار جرمانہ لینا۔ میں نے کہا اب آپ خود سوچیں یہ آرڈیننس کھلی جنگ ہے یا نہیں حضرت محمد عربی ﷺ کے ساتھ؟

تحریک آزادیٔ کشمیر اور جماعت احمدیہ

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا صاحب! دوران انٹرویو یہ بات بھی سامنے آئی کہ 1974ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی کی قرارداد سے قبل ہی آزاد کشمیر اسمبلی نے جماعت احمدیہ کے حوالے سے ایک قرارداد پاس کی۔ اس حوالے سے نئی نسل کی خاطر ہم آپ سے کچھ سوالات آزاد کشمیر کی تحریک آزادی کے حوالے سے کرنا چاہیں گے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ جی۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ جماعت احمدیہ کا جو کردار تحریک آزادی کشمیر میں رہا ہے، پاکستان کے قیام سے قبل 1947ء سے پہلے 1931ء یعنی پاکستان کے قیام سے قبل جو تحریک آزادی کشمیر تھی، وہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی رہین منت تھی۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ جی بالکل یہی بات ہے۔

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ اور اس کے صدر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہے ہیں تو اس بارے میں آپ کچھ دستاویزی ثبوت ناظرین تک پہنچا دیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ بہت ہی اہم تاریخی سوال ہے جو آپ نے نئی نسل کے سامنے حقائق کو بیان کرنے کے لئے پیش فرمایا ہے جس کے لئے مَیں آپ کا شکریہ ادا کرنے کو الفاظ نہیں پاتا۔

حق یہ ہے کہ تحریک آزادی کشمیر کے حقیقی معنوں میں حضرت مصلح موعودؓ ہی علمبردار تھے اور بحیثیت صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے، تمام آزادی جو انگریز کے زمانے میں ملی، ہمارے کشمیری بھائیوں کو مڈلٹن کمیشن، بلانٹ گلانسی کمیشن کے بعد اور دوسرے معاملات کے بعد، ہزاروں روکوں کے باوجود وہ صرف آل انڈیا کشمیر کمیٹی اور حضرت مصلح موعودؓ کے طفیل ہے۔ یہ ایسے حقائق ہیں کہ اگر کوئی شخص کچھ بھی خدا کا خوف رکھنے والا ہو، خدا ترس ہو تو وہ کسی مرحلے پر اس امر کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اور حق یہ ہے کہ قیامت تک کوئی تاریخ آزادی کشمیر کی لکھی ہی نہیں جا سکتی جس میں حضرت مصلح موعودؓ کے عظیم کردار اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی شاندار خدمات کا ذکر نہ کیا جائے۔

قائد ملت چوہدری غلام عباس صاحب کا حقیقت افروز بیان

چوہدری غلام عباس، شیخ عبداللہ کی طرح صف اول کے عظیم کشمیری لیڈروں میں شمار ہوتے ہیں۔

قائد ملت بھی ان کو کہا جاتا ہے۔ چوہدری غلام عباس صاحب نے اپنی آٹو بائیوگرافی (Autobiography) ’’کشمکش‘‘ کے نام سے لکھی، اردو اکیڈمی لاہوری دروازہ لاہور سے وہ چھپی ہے۔ اس میں انہوں نے کھلے لفظوں میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ آزادی کشمیر کی ابتداء

اگرچہ ہو چکی تھی۔ مگر اس تحریک کی زیادہ سے زیادہ آواز سنائی دیتی تھی تو کشمیر سے باہر ہندوستان کے بعض علاقوں میں سنائی دیتی تھی۔ مگر ولایت تک کی دنیا میں اس کی گونج جو ہوئی ہے وہ رہین منت ہے صرف آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی خدمات کی۔ یہ ان کی کتاب کے صفحہ 111-112 پر موجود ہے۔ فرماتے ہیں:۔

> ”آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی معرفت ہماری شکایات سمندر پار کے ممالک میں زبان زد ہر خاص و عام ہو گئیں۔“

چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسجد فضل لنڈن انگلستان کا مشن موجود تھا۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؓ پہلے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے سیکرٹری تھے اور اس کے بعد وہاں تشریف لے گئے۔

ان کے ہاؤس آف کامنز اور ہاؤس آف لارڈز کے ممبروں کے ساتھ انتہائی گہرے تعلقات تھے۔

تو چوہدری غلام عباس صاحب لکھتے ہیں:۔

> ”آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی معرفت ہماری شکایات سمندر پار کے ممالک میں بھی زبان زد ہر خاص و عام ہو گئی۔ اس نزاکت حال کے پیش نظر حکومت کشمیر کے لئے ہماری شکایات کو ٹالنا اور بزور طاقت عمومی محرکات کو بلا نتائج کچلتے چلے جانا مشکل ہو گیا۔“

کتنی بڑی اہمیت ہے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی اس بین الاقوامی کوشش کی۔ لکھتے ہیں:۔

> ”آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے پیہم اصرار کے باعث حکومت ہند کا معاملات کشمیر میں دخل انداز ہونا ناگزیر ہو گیا۔ کشمیر کی سرحدات چین، روس جیسے اشتراکی ممالک سے ملتی ہیں لہٰذا اپنی فوجی اہمیت اور بین الاقوامی معاملات کے نقطہ نظر سے بھی ضروری ہو گیا کہ انگریز ریاست کے معاملات میں دخل ضرور ہی دے۔ نومبر 1931ء کے آخری دنوں میں حکومت کشمیر کو مجبوراً مسلمانان ریاست کی شکایات اور مطالبات کی تحقیقات کے لئے ایک آزاد

کمیشن کا اعلان کرنا پڑا۔ یقین غالب ہے کہ اس کمیشن کے تقرر میں حکومت ہند کو بھی زبردست دخل تھا۔‘‘

آپ اگر ’’تاریخ احمدیت‘‘ کی جلد ششم دیکھیں جس میں کہ تحریک کشمیر کی تفصیل بتائی گئی ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس وقت جو ہندوستان کے وائسرائے تھے۔ یہ 1931ء کی بات ہے۔ خود حضورؓ نے ’’الموعود‘‘ میں جو 1944ء کا حضور کا لیکچر ہے۔ اس بات کو واضح کیا ہے کہ سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ گورنمنٹ انڈیا یہ اظہار کر چکی تھی کہ ہم ریاستوں کے معاملات میں Interfere نہیں کریں گے۔

چنانچہ حضورؓ اور مولانا عبد الرحیمؓ صاحب درد جو آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے سیکرٹری تھے، وائسرائے ہند سے ملے۔ لارڈ ولنگڈن ان دنوں وائسرائے تھے اور نئے نئے آئے تھے۔ آپ نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی طرف سے یہ بات کہی کہ آپ اس وقت برٹش ایمپائر کے نمائندے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ برٹش ایمپائر کا نظام موجودہ وقت میں بہترین انتظام ہے کہ جس میں ہمیں جمہوریت کی راہیں بہت ہی کھلی نظر آتی ہیں اور روشن نظر آتی ہیں۔ اور اس وقت دنیا میں بھی اس بات کا چرچا ہے کہ ڈیموکریٹک طریق پر یہ حکومت ہمیشہ تمام ملک میں رہنے والے برٹش جو ہندوستانی ہیں (انڈیا کے رہنے والے ہندوستانی) ان کے حقوق کی پاسداری کرتے ہیں اور یہ بھی آپ نے کہا ہے کہ جو ریاستیں ہیں وہ خود مختار ہیں۔ اس بارے میں آپ کوئی Interfere کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اصل میں آپ سمجھتے ہیں کہ جمہوری انداز میں ہمیں ایسا کرنا چاہئے۔ یہ ان کو یاد رکھنا چاہئے۔ مولانا عبدالرحیم صاحب دردؓ نے کہا کہ باوجودیکہ ہم کشمیر کمیٹی بھی اور روشن خیال لوگ بھی یہ خیال کرتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ موجودہ دنیا میں جو حکومتیں اس وقت قائم ہیں، برطانیہ کی حکومت اپنے جمہوری اصولوں کے لحاظ سے سب سے بالا ہیں۔ مگر یہ جمہوری حکومت داغ دار ہوگئی ہے مظلوم مسلمانوں کے خون سے۔ میں آپ کے پاس استغاثہ لے کر آیا ہوں کہ چالیس لاکھ کشمیری مسلمان کے ساتھ خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ آپ ہزار پروپیگنڈہ کریں اور ہم بھی کہیں مگر دنیا دیکھ رہی ہے کہ چالیس لاکھ مظلوم مسلمانوں کا خون اس وقت گرایا جا رہا ہے۔ تو آپ کو یہ زیب نہیں دیتا۔ میں ہمدردی کے طور پر آپ کو کہتا ہوں کہ دنیا میں آپ بدنام ہو رہے ہیں۔

دیکھیں کس انداز سے حضورؓ نے ان کے ذریعہ سے آواز پہنچائی۔ لارڈ ولنگڈن نے اس پر یہ کہا کہ دیکھیں آپ نے خود بتایا ہے کہ گورنمنٹ انڈیا جو ہے وہ سٹیٹس کے معاملے میں مداخلت نہیں کرتی۔ اور مجھے بھی ہدایات ہیں اور دوسرا یہ کہ دو تین مہینے ہوئے میں لنڈن سے آیا ہوں۔ اور مجھے بہت سے پولٹیکل معاملات، سوشل معاملات، ڈیموکریسی کے متعلق بہت سی باتیں جن کا پہلے مجھے مطالعہ کرنا ہے۔ پھر میں کوئی بات کر سکتا ہوں۔ ہندوستان کے یا ریاست کے مسلمانوں یا دوسرے لوگوں کے متعلق۔ لیکن اسی بات سے آپ یہ سوچ لیں کہ میری مشکل یہ ہے کہ یہ ہماری پالیسی کے خلاف ہے یہ کہ ہم اس معاملے میں، کشمیر کے معاملے میں پڑیں کیونکہ یہ ریاست کا معاملہ ہے۔ سنٹرل گورنمنٹ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرمانے لگے کہ یہ ٹھیک ہے۔ آپ کی عمومی پالیسی یہی ہے مگر اس میں استثنا بھی ہے۔ آپ نے حیدر آباد دکن کے معاملات میں انٹرفیئر (Interfere) کیا ہے۔ تو وہی استثناء آپ کو کشمیر کے معاملے میں بھی اختیار کرنا چاہئے۔ اس بات سے وہ لاجواب ہو گیا۔ کہنے لگے۔ اب میں یہ چاہتا ہوں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے ریزولیشن کے مطابق آپ مہاراجہ جموں وکشمیر کو لکھیں کہ کشمیر کمیٹی جو کہ کشمیر کے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے اور ان کی وکیل جماعت ہے۔ وہ اپنے ڈیپوٹیشن سری نگر اور جموں میں بھجوانا چاہتی ہے۔ اس کے لئے انتظام کریں اور اطلاع دیں کہ کب یہ انتظام کریں گے اور کون سی تاریخیں آپ مقرر کریں گے۔

چنانچہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؓ نے حضورؓ کے ارشاد کے مطابق فوری طور پر کشمیر کمیٹی کے سیکرٹری ہونے کے لحاظ سے مہاراجہ کو خط لکھا کہ ہمارا ڈیپوٹیشن آرہا ہے آپ بتائیں کون سی معین تاریخ آپ دے سکتے ہیں۔ یہ اس لئے لکھا کہ انہی کے سامنے خود وائسرائے کی طرف سے یہ چٹھی جا چکی تھی اور جب وائسرائے کا یہ حکم پہنچ گیا تو پھر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے سیکرٹری کی طرف سے یہ چٹھی بھجوائی گئی کہ ہمیں بھی تاریخیں بتائیں آپ۔ اس پر چند دن کے بعد مہاراجہ کے وزیر اعظم ہری کشن کول کی طرف سے ایک چٹھی آئی کہ آپ کی تجویز بہت معقول ہے لیکن اگر موجودہ صورت میں جبکہ کشمیر میں فسادات برپا ہیں اور اشتعال پھیلا ہوا ہے اگر کوئی ڈیپوٹیشن اس موقع پر حالات کا جائزہ لینے کے لئے پہنچے گا تو عین ممکن ہے کہ سیاسی صورت حال زیادہ بگڑ جائے اور فسادات پہلے سے زیادہ بگڑ جائیں اور ٹینشن (Tension) میں اضافہ ہو جائے۔ اس واسطے اس کا آنا ہمارے لئے بھی

مشکلات کا موجب بنے گا اور خود ان کے مقاصد کی تکمیل میں بھی حائل ہو جائے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ارشاد فرمایا کہ بظاہر یہ بڑی معقول تجویز ہے کچھ دن انتظار کیا جائے۔ اب یہ ظاہر بات ہے کہ زیادہ دیر تک کوئی حکومت یہ پسند نہیں کرتی کہ اس کی بدنامی کے دن ایسے لمبے ہوں کہ لوگوں میں یہ چرچا ہو کہ یہ حکومت ناکام ہو گئی اور قتل عام ہو رہا ہے اور یہ حکومت کچھ نہیں کر رہی جلّاد ہے اور قصاب ہے۔ پس چند دن کے بعد ہی کشمیر گورنمنٹ، اس کے وزیر اعظم، اس کے کارندوں نے، اس کے پریس کے نمائندوں نے، اس کی ایجنسی کے نمائندوں، نے یہ اعلان کیا کہ اب صورتحال قابو میں ہے اور فساد بھی ختم ہو چکے ہیں۔ پس یہ خبر جب پریس میں آئی تو حضورؓ نے حضرت مولانا درد صاحبؓ سے کہا کہ اب آپ لکھیں۔ مبارک باد بھی دیں کہ اب صورتحال بدل گئی ہے اور ہم نے فیصلہ کر لیا ہے۔ اب آپ بتائیں اس امن کی صورت میں آپ کیا تاریخ مقرر فرماتے ہیں۔ اس کا جواب بذریعہ تار یہ آیا کہ وقتی طور پر یہ فتنہ دب گیا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ ڈیپوٹیشن کے پہنچنے کے بعد پھر اشتعال پیدا ہو جائے۔

بس اس خط کے آنے کی بات تھی، حضورؓ نے دوبارہ حضرت درد صاحبؓ کو ارشاد فرمایا کہ آپ سیکرٹری کی حیثیت سے اور میرے نمائندے کی حیثیت سے وائسرائے صاحب سے وقت لیں۔ درد صاحب نے وقت لیا، وہاں پہنچے اور ان کے سامنے یہ بات پیش کی کہ آپ کے حکم کے ماتحت ہم نے وزیر اعظم کو اور مہاراجہ صاحب کو یہ لکھا تھا۔ ان کا یہ جواب آیا کہ اس وقت ہنگامے ہو رہے ہیں۔ ہم نے کہا بالکل ٹھیک ہے ایسے موقع پر آپ کی شرائط کا ہم احترام کرتے ہیں۔ اب اس کے بعد اعلان ہوا کہ اب ہنگامے ختم ہو گئے ہیں اور حالات قابو میں ہیں اور کوئی فتنہ کہیں نہیں ہے۔ نہ جموں میں، نہ سری نگر میں، نہ پونچھ میں۔ تو اب آپ مہربانی کر کے تاریخ مقرر فرمائیں تو اب جواب یہ آیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے آنے سے پھر اشتعال پیدا ہو جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ مہاراجہ صاحب نے انکار کیا اُس وقت اس وجہ سے کہ اب فسادات ہو رہے ہیں۔ اب انکار ایسے وقت میں کیا ہے کہ فسادات ختم ہو چکے ہیں مگر ہو سکتا ہے کہ دوبارہ شروع ہو جائیں۔ تو اب وہ کون سا وقت آئے گا جب کہ ایک غیر جانبدار ڈیپوٹیشن وہاں جا کر کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کے حال کا جائزہ لے سکے۔ یہ ایسی زبردست بات تھی کہ اس نے ہلا دیا وائسرائے کو۔ اس کے نتیجہ میں پھر اُسے مداخلت کرنی پڑی۔

پریم ناتھ بزاز کی چشم کشا تحریر

اس کے علاوہ دیکھیں آپ۔ میرے پاس کشمیر کے بہت ہی نامور ہسٹورین کی کتاب ہے۔

The History Of Struggle For Freedom In Kashmir The Culture And Political From The Earliest Times To The Present Day.

یعنی ابتدائی ایام سے لے کر اس وقت تک کے جو حالات ہیں وہ انہوں نے وہ پوری طرح اس شامل کئے ہیں۔ پریم ناتھ بزاز بہت ہی عظیم الشان اور نامور انسان ہیں اور حقیقتاً مسلمان کشمیری لیڈروں کی طرح یہ شخص پوری طرح پوری زندگی مسلمانوں کے ساتھ وابستہ رہا ہے۔ اور سرفروشانہ طور پر ہر موقع پر اس نے مسلمانوں کے Cause کو ترجیح دی ہے۔ ان کی اس کتاب کا ایک نیا ایڈیشن چھپا ہے جس کے ناشر کشمیر پبلشنگ کمپنی 122 کوٹلہ مبارک پور نیو دہلی ہیں۔ اس ایڈیشن کے صفحہ 620-621 پر انہوں نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی خدمات کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ پارٹیشن کے بعد جب آزاد کشمیر حکومت قائم ہوئی، اس کی تفصیل بھی اس میں بڑی وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ میں عرض کرتا ہوں اس میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیدی کردار تھا اور جو آزاد کشمیر حکومت (کشمیر حکومت کہنا چاہئے) اس وقت راولپنڈی میں اناؤنس کی گئی، اس کے صدر بھی احمدی تھے جناب خواجہ غلام نبی گلکار صاحب۔ انور کے نام سے میڈیا میں ان کا ذکر آتا تھا۔ اس ضمن میں بھی شاید پریم ناتھ بزاز نے اپنی اس کتاب میں ذکر کیا ہے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ آپ کے سامنے صفحہ 620 اور 621 ہے۔ بڑی لمبی عبارت ہے۔ اس میں انہوں نے صاف لکھا ہے کہ 3 اکتوبر 1947ء کو راولپنڈی کے پیرس ہوٹل میں عبوری حکومت قائم کی گئی۔ اس کے پیچھے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ تھے اور سب سے پہلے اس کی چار اکتوبر کو اناؤنسمنٹ کی گئی۔ یہ سب سے پہلا دن ہے آزاد کشمیر کا!!

لکھتے ہیں کہ خواجہ غلام نبی گلکار اس کے سب سے پہلے صدر تھے۔ اور اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ حالات چونکہ مخدوش تھے اس لئے ان کا نام انور رکھا گیا۔ اور اس دوران پھر جن جن کشمیری

بزرگوں کو وزارت میں لیا گیا۔ ان کا نام بھی انہوں نے بتایا ہے۔

مثلاً ان کی عبارت یہ ہے کہ

> That Anwar was no other person than Ghulam Nabi Gilkar, a member of the working committe of the Muslim Conference, one of the old veterans of the Kashmir Freedom Movement who headed the provisional revolutionary Government of Azad Kashmir.

پھر وہ کہتے ہیں کہ

Other member according to the some source were:

1. Sardar Muhammad Ibrahim: Prime Minister
2. Ghulam Haider Jandalvi:Defence Minister
3. Nazir Hussain Shah:Finance Minister
4. Mr Alim:(assumed name) Education Minister
5. Mr Luqman (assumed name) Health Minister
6. Mr Karkhana(assumed name) Industries Minister
7. Mr Fahim (assumed name) Agriculture Minister

تو یہ بات کھلم کھلا انہوں نے بیان کی کہ تحریک آزادی کشمیر کے ایک صف اول کے کشمیری لیڈر ہیں، خواجہ غلام نبی گلکار جو کہ صدر اول بنائے گئے اور 4 اکتوبر 1947ء کو اس کی اناؤنسمنٹ کی گئی۔

پھر آپ دیکھیں ''امروز'' نے ایک خصوصی نمبر میں خواجہ صاحب کی تصویر کے ساتھ ایک مفصل آرٹیکل شائع کیا ہے اور بتایا کہ ایسا جانباز انسان تھا۔ اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر یہ بھی، خواجہ غلام

نبی گلکار اور شیخ عبداللہ جن کو پربت کے قلعے میں جو جیل خانہ کے طور پر بنایا گیا دھکیلا جا رہا تھا۔ اور اس وقت یہ معلوم بھی نہیں تھا کہ زندہ رہیں گے یا نہیں۔ یہ لیڈر مسلم کانفرنس کے تھے اور مسلم کانفرنس کے بنانے والے بھی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ تھے۔

''تاریخ احمدیت'' جلد ششم میں شیخ عبداللہ صاحب کی تحریر موجود ہے کہ آپؓ ہی نے مسلم کانفرنس کا قیام فرمایا۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؓ کو اپنے نمائندہ کے طور پر یہاں سارے انتظام کے لئے بھیجا۔ اخراجات قادیان سے ادا کئے گئے کہ کشمیر کمیٹی میں ممبر تو بہت تھے مگر چندہ صرف احمدیوں کا جاتا تھا۔ وکیل بھی احمدیوں کے تھے۔

حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب نے خود مجھے بتایا کہ یہ جو بدزبان کشمیری مولوی گزرا ہے۔ انور کشمیری جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقدس نام دجال کے لفظ کے بغیر کسی کتاب میں نہیں لکھتا، اس کے دو سگے بھائیوں مولوی سیف اللہ شاہ صاحب اور مولوی سلیمان شاہ صاحب کو پھانسی کی سزا ہو چکی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم پر حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب نے کیس لڑا اور خدا کے فضل سے باعزت طور پر بری کر دیئے گئے۔

شیخ صاحب کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا سامان کیا کہ خدا نے میرے دل میں ڈالا کہ انہوں نے یہ بات کہی ہے کہ یہ بغاوت کر رہے تھے۔ بغاوت کی سزا ہماری ریاست کے جو رولز اور ریگولیشن ہیں پھانسی کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتی۔ تو میں نے جب رولز اور ریگولیشن دیکھے تو اس میں یہ بات دیکھی کہ اس چیز کی اطلاع موقع پر پولیس میں دی ہی نہیں گئی۔ یہ بات بعد میں بنا کر بعض لوگوں نے ان کے نام پر تھوپی۔ چنانچہ سارا ریکارڈ نکالنے کے بعد جب کورٹ کے سامنے اس وقت حضرت شیخ صاحب نے یہ بات پیش کی کہ یہ تو مقدمہ ہی نہیں چل سکتا۔ کیونکہ جو قواعد و ضوابط ہیں اس کے لحاظ سے اس مقدمہ کو اتنی تاریخ کے اندر اندر رجسٹرڈ ہونا چاہئے تھا۔ اور یہ صاف بات ہے کہ اصل معاملہ کے گزرنے کے بعد بعض لوگوں نے شرارت کے طور پر یہ ساری Conspiracy (سازش) کی ہے، اس وجہ سے یہ مقدمہ ایسا نہیں ہے کہ اس کو سماعت کیا جا سکے۔ چنانچہ اس پوائنٹ پر آ کر ان کو رہا کر دیا گیا۔

مشہور سکالر کلیم اختر کی تحقیقی کاوش

کلیم اختر بھی بہت بڑے، عظیم سکالر ہیں۔ کشمیری لیڈروں میں سے ہیں۔ ان کی کتاب ہے۔ ’’شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ۔ تاریخ حریتِ کشمیر کے آئینہ میں‘‘۔ سندھ ساگر اکیڈمی۔ 26 بیرون لوہاری دروازہ۔ لاہور نے اسے شائع کیا ہے۔

یہ کتاب بہت ضخیم ہے۔ اس کتاب کے صفحہ 121 سے لے کر اس کے صفحہ 129 تک جماعت احمدیہ کا ذکر ہے۔

دس صفحے بنتے ہیں۔ اور عنوان ہے:۔

’’جماعت احمدیہ کا مسلک‘‘

اس میں انہوں نے بتایا ہے کہ

> ’’جماعت احمدیہ خطۂ کشمیر کی آزادی کے بارے میں کچھ مذہبی اعتقادات رکھتی ہے۔ اور ان اعتقادات کی یہ اساس وہ پیشگوئیاں ہیں جو کشمیر کے بارے میں اس کے امیر نے کی ہیں۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کی ایک مشہور کتاب ’’المبشرات‘‘ کے (یہ خاکسار کی کتاب ہے جو مصلح موعودؓ کے ارشاد پر لکھی تھی۔) صفحہ 359 پر ایسی ہی ایک پیشگوئی کا ذکر ہے جو 31 جولائی 1932ء کے الفضل کے صفحہ 7 پر بھی شائع ہو چکی ہے۔
>
> ’’کشمیر کے مسلمان یقیناً غلام ہیں اور ان کی حالت دیکھنے کے بعد بھی جو یہ کہتا ہے کہ ان کو کسی قسم کے انسانی حقوق حاصل ہیں وہ یا تو پاگل ہے یا اول درجہ کا جھوٹا اور مکار۔
>
> ان لوگوں کو خدا تعالیٰ نے بہترین دماغ دیئے ہیں۔ اور ان کے ملک کو دنیا کی جنت بنایا ہے مگر ظالموں نے بہترین دماغوں کو جانوروں سے بدتر اور انسانی ہاتھوں نے اس بہشت کو دوزخ بنا دیا ہے۔‘‘
>
> یہ حضرت مصلح موعودؓ کی تقریر تھی 1931ء کے جلسہ سالانہ کی۔
>
> ’’لیکن خدا تعالیٰ کی غیرت نہیں چاہتی کہ خوبصورت پھول کو کانٹا

بنادیا جائے۔ اس لئے وہ اب چاہتا ہے جسے اس نے پھول بنایا ہے، وہ پھول ہی رہے اور کوئی ریاست یا حکومت اسے کانٹا نہیں بنا سکتی۔ یہ بہر حال پوری ہوگی ایک دن وہ پھول ہی رہے اور کوئی ریاست اور حکومت اسے کانٹا نہیں بنا سکتی۔ روپیہ، چالاکی، مخفی تدبیریں اور پروپیگنڈہ، کسی ذریعے سے بھی اسے کانٹا نہیں بنایا جا سکتا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے اس لئے کشمیر آزاد ہوگا، اور اس کے رہنے والوں کو ضرور ترقی کا موقع دیا جائے گا۔" (المبشرات)

یہ 1932ء کی پیشگوئی ہے اور یہ پوری ہو کے رہے گی۔

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

احمدی ہر وقت یہ دعائیں کر رہے ہیں۔

آگے "پہلی تحریک حریت کشمیر کے متعلق رؤیا وکشوف" کا عنوان دے کر پھر انقلاب کے حوالہ سے حضور کے رؤیا وکشوف بیان کئے ہیں۔

پھر کشمیر کمیٹی کے وجود کا ذکر کیا ہے کہ کس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے اپیل کرنے پر کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ مظلوم کشمیریوں کی حفاظت کے لئے اور ان کی آواز کو بلند کرنے کے لئے اور ان کی مدد کے لئے جمع ہو جائیں۔

آگے ذکر کیا ہے مسلمانوں کے کشمیری لیڈروں کا جن میں سر اقبال، نواب ابراہیم صاحب آف کنج پورہ، سر ذوالفقار علی خان، خان بہادر شیخ رحیم بخش، سید محسن شاہ صاحب ایڈووکیٹ (ان کے بیٹے نسیم حسن شاہ صاحب پاکستان کے چیف جسٹس تھے) سید کشفی صاحب (ان کے بیٹے سید محمد ظفر۔ ایس ایم ظفر صاحب، بہت مشہور ایڈووکیٹ ہیں۔)، خواجہ حسن نظامی صاحب اور سید حبیب مدیر سیاست، مولانا حسرت موہانی وغیرہ شامل ہیں۔

سید کشفی صاحب حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ کشمیر کمیٹی میں تھے۔ یہ رنگون میں رہتے تھے۔ جناب ایس ایم ظفر صاحب کے والد سید کشفی۔ سید محمد محسن شاہ صاحب ایڈووکیٹ بھی آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے ممبر تھے اور جسٹس سید نسیم حسن شاہ صاحب انہی کے فرزند ہیں۔ تو حضور کی اپیل کا ذکر کرتے

ہیں کہ سارے ہندوستان میں کسی نے اپیل نہیں کی۔ یہ جوش اور درد اور رقت اور خدمت کا جذبہ طوفان کی طرح اگر بلند ہوا ہے تو حضرت مصلح موعودؓ کے قلب مطہر پر۔ اس واسطے کہ عرش سے حضور کی ولادت سے پہلے فرمایا تھا کہ وہ ”اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔“

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

تو فرماتے ہیں کہ حضورؓ ہی کی آواز پر علّامہ اقبال، سر ذوالفقار علی، سید محسن شاہ، خواجہ حسن نظامی، سید حبیب اور حسرت موہانی جیسے لوگ اکٹھے ہوئے اور علامہ اقبال کی تجویز پر حضورؓ سے زمامِ قیادت کی درخواست کی گئی اور حضورؓ نے اپنے روحانی مقام کے باوجود جو لاکھوں کی جماعت کے دینی پیشوا ہونے کی حیثیت سے آپ کو حاصل تھا، محض اسلامی اخوت کے تقاضوں کے پیش نظر آپ نے اسے قبول فرمایا۔

پھر لکھتے ہیں کہ

”جس وقت آپ نے یہ کٹھن کام اپنے ذمہ لیا“

یعنی حضرت مصلح موعودؓ نے، اس وقت کشمیری باشندوں کی حالت کس قدر دردانگیز تھی اس کا نقشہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے اجلاس اوّل کی روداد میں بایں الفاظ کھینچا گیا ہے۔

وہ الفاظ یہ ہیں:۔

”ریاست میں اس وقت تک نہ پریس کی اجازت ہے...“

(مسلمانوں کا کوئی پریس نہیں تھا۔)

”... نہ تقریر کی، نہ اجتماع کی اور کوئی ایسی صورت نہیں جس سے پُرامن طریق سے رعایا حکومت تک اپنے خیالات پہنچا سکے۔ اس طرح مذہبی آزادی جو کہ تہذیب کا پہلا رکن ہے اس سے بھی کشمیری محروم ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو جائے تو اس کی جائیداد ضبط کر لی جاتی ہے اور بیوی بچوں سے اسے علیحدہ کر دیا جاتا ہے نیز زمین کے مالکانہ حقوق سے بھی وہ لوگ محروم ہیں کیونکہ زمینداروں کو خود اپنی زمین پر مالکانہ حقوق نہیں دیئے جاتے اور

ریاست اپنے آپ کو پورے کشمیر کی زمین کی مالک سمجھتی ہے۔“

یعنی مہاراجہ بادشاہ ہے اور باقی سارے غلام ہیں۔ ان کی زمینیں بھی مہاراجہ کی ہیں اور ہر شخص غلام ہے جس طرح چاہے اس کے ساتھ سلوک کرے۔

> ”اس طرح باوجود تعلیم یافتہ ہونے کے اور کثرت کے، مسلمانوں کو ملازمت میں نہایت ہی قلیل حصہ دیا جاتا ہے جو تین فیصدی ہے۔“ (صفحہ 125)

یہ پس منظر تھا جبکہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی زمام اقتدار حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ہاتھ میں لی۔

آگے پھر اس کے بعد مشکلات بتاتے ہیں کہ ان مشکلات کے باوجود حضورؓ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی دی گئی اور اس کے بعد کلیم اختر صاحب نے اس بات کا بھی ذکر کیا ہے کہ

> ”4 اکتوبر 1947ء کو راولپنڈی میں خواجہ غلام نبی گلکار انور آزاد کشمیر حکومت کے پہلے صدر اور سردار ابراہیم خان وزیراعظم بنے۔ یہ دور حکومت جنوری 1948ء تک جاری رہا۔“

پھر لکھا:۔

> ”4 اکتوبر کو حکومت قائم ہونے کے ساتھ ہی 6 اکتوبر کو مجوزہ پروگرام کے مطابق خواجہ غلام نبی گلکار انور مظفر آباد سے مقبوضہ کشمیر میں چلے گئے تا کہ وہاں بھی انڈر گراؤنڈ متوازی حکومت قائم کر کے ڈوگرہ حکمران مہاراجہ ہری سنگھ کو گرفتار کیا جا سکے۔ (یہ مقصد تھا ان کے جانے کا۔) جہاں آپ نے شیخ محمد عبداللہ سے رازداری کے ساتھ ملاقات کی اور ان سے مل کر انڈر گراؤنڈ حکومت اور اس کے لئے رضا کاروں کی ایک فوج بنائی تھی۔ اس انڈر گراؤنڈ حکومت کے عہدہ دار مقبوضہ کشمیر میں جن میں سے ہر ایک کا مخفی نام تجویز کیا گیا تھا، حسب ذیل ہیں۔“

آگے پھر انہوں نے نام دیئے ہیں۔ جس میں بتایا کہ مخفی نام کیا تھا اور اصل نام کیا تھا۔

> ”مسٹر علیم وزیر تعلیم، اصل نام ڈاکٹر نذیر اسلام، مسٹر لقمان وزیر صحت: اصل نام ڈاکٹر وزیر احمد قریشی۔“

یہ مخفی نام تھا یعنی Code Word کے طور پر استعمال ہوا۔ جنگوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

اسی طرح انہوں نے کئی اور نام لکھے جن میں سے مسٹر انصاف، مسٹر ریشم الدین، ڈاکٹر بشیر محمود، ڈائریکٹر میڈیکل سروسز۔

یہ ڈاکٹر بشیر محمود بھی احمدی تھے جو شہید ہوئے اور مسٹر انعام خلیفہ عبدالمنان صاحب چیف انجینئر، یہ حضرت خلیفہ نورالدین صاحب کے صاحبزادے تھے۔ اس طرح منور، یہ چیف پبلسٹی آفیسر مقرر ہوئے۔ یہ میرے پیارے دوست اور صف اول کے قدیم لیڈروں میں سے اب یہی رہ گئے ہیں خواجہ عبدالغفار ڈار صاحب۔

آخر میں وہ لکھتے ہیں کہ

> ’’امیر جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے راقم الحروف کو (یعنی کلیم اختر صاحب) ایک انٹرویو میں 3 دسمبر 1955ء میں فرمایا
>
> ’’میرا مسئلہ کشمیر سے گہرا تعلق ہے اور اس سانحہ کا زخم ابھی تک میرے دل پر قائم ہے۔ میں ہر وقت کشمیریوں کی بے بسی پر خون کے آنسو روتا اور اللہ تعالیٰ سے ان کی رستگاری کے لئے دعا گو ہوں۔‘‘
>
> ’’قیام پاکستان کے بعد جماعت احمدیہ نے کشمیر کی جنگ میں حصہ لیا اور فرقان فورسز محاذ پر بھی لڑتی رہیں جن کا شکریہ پاکستان کے کمانڈر انچیف نے بڑے اچھے الفاظ میں کیا۔‘‘
>
> پھر حضورؓ نے افسوس کے ساتھ کہا، اس وقت کی حکومت نے میرے مشوروں پر عمل نہیں کیا۔ اگر وہ میری بات مان لیتی تو صورتحال یقیناً بدل جاتی۔‘‘

یہ دراصل صفحہ 129 پر لکھا ہے۔ میں یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اصل بات یہ تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی 31 اگست 1947ء کو قادیان سے ہجرت کر کے لاہور تشریف لے آئے۔ یہاں سب سے پہلے آپؓ نے صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ یکم ستمبر کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی۔ اور اس کے ساتھ اپنے قلم سے اخبار الفضل میں ادارتی نوٹ لکھے اور ان میں واضح لفظوں میں پُرزور طریقے سے حکومت پاکستان کو جس کے وزیراعظم لیاقت علی خان تھے۔ کھلے لفظوں میں یہ بات بتائی کہ میرا کشمیر کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور خدا نے اپنے فضل سے پالیٹکس

(Politics) پر مجھے بصیرت بخشی ہے۔ میں آپ کو کھلم کھلا بتانا چاہتا ہوں کہ کشمیر کا مسئلہ آپ کی آنکھوں سے نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ پاکستان قائم ہو گیا لیکن ریاستوں کا معاملہ ابھی تک لٹک رہا ہے اور ایسی صورت نظر آ رہی ہے کہ مسلمان ریاستیں بھی، ہندوستان ہڑپ کرنا چاہتا ہے۔

اس لئے آپؓ نے فرمایا کہ سب سے پہلا اقدام لیاقت علی خان صاحب کی حکومت کو یہ کرنا چاہئے کہ وہ اعلیٰ سطح پر نہرو حکومت کے ساتھ گفتگو کرے۔ اور اس میں یہ اصولی فیصلہ کیا جائے کہ ہندوستان کا بقیہ حصہ تو آزاد ہو چکا۔ ریاستیں ابھی تک فیصلہ نہیں کر پائیں۔ بعض نے کھلم کھلا اعلان کر دیا ہے۔ کسی نے پاکستان میں شامل ہونے کا، کسی نے ہندوستان میں شامل ہونے کا، لیکن بعض ریاستیں ایسی ہیں کہ جو گومگو کی حالت میں ہیں۔ حیدر آباد جن میں سرفہرست ہے اور کشمیر اس کے ساتھ ہے۔ فوری طور پر لیاقت حکومت کو چاہئے کہ وہ فیصلہ کرے حکومت ہند کے ساتھ کہ ان کی شمولیت کا کیا فارمولا ہونا چاہئے۔

حضورؓ نے فرمایا۔ میرے خیال میں دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ نقطہ نگاہ پیش نظر رکھا جائے کہ ریاست کا جو والی ہے، جس مذہب کے ساتھ اس کا تعلق ہے، اگر تو وہ ہندو ہے تو اس کو ہندوستان میں شامل ہونا چاہئے۔ اگر وہ مسلمان ہے تو اس کو پاکستان میں شامل ہونا چاہئے، لیکن میری نگاہ میں اصل یہ ہونا چاہئے کہ آزادی ہو چکی ہے، مہاراجے اب کوئی زر خرید غلام نہیں رکھ سکتے۔ ان کی اصل Base یہ ہونی چاہئے کہ جس ریاست میں اکثریت جس مذہب کی ہے، اس کے مطابق اس کو ملکوں کے ساتھ شامل ہونا چاہئے۔ اگر کسی ریاست کی اکثریت مسلمان ہے تو اس کو لازمی طور پر پاکستان میں شامل کیا جانا چاہئے، اور اگر وہ ریاست اپنی اکثریت کے لحاظ سے ہندو کی ہے مگر حکمران مسلمان ہے جیسا کہ حیدر آباد دکن ہے تو اس کو لازمی طورر پر ہندوستان میں شامل ہونا چاہئے۔

کے ایچ خورشید کی شہادت

آپ حیران ہوں گے کہ حضور بھی زور دے رہے تھے اور خدا نے موقع بھی پیدا کیا۔ ابھی حال ہی میں یہ خبریں دوبارہ شائع ہوئی ہیں۔ قائداعظم کے ساتھی تھے کشمیر کے جن کی یادداشتیں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے، یہ میں کے ایچ خورشید صاحب کا ذکر کر رہا ہوں جو قائداعظم کے سیکرٹری بھی رہے ہیں۔

انہوں نے اپنی یادداشتوں میں یہ بات لکھی ہے کہ نہرو حکومت باقاعدہ اس مفاہمت کے لئے تیار ہوگئی کہ حیدرآباد ہمیں دے دیں۔ کشمیر ہم آپ کو دیتے ہیں مگر لیاقت کی نالائقی کی وجہ سے کہ وہ یہ خیال کرتے رہے کہ حیدرآباد دکن ہماری اسٹیٹ ہوگی اور ہم ہندوستان کے اوپر اس کی وجہ سے بالادستی قائم کرلیں گے۔ وہ تو جا نہیں سکتی اور کشمیر تو ہمارا ہی ہمارا ہے کیونکہ ہمارے بارڈر کے ساتھ ہے۔ نتیجہ کیا نکلا؟ ہندوستان نے جارحانہ طور پر قبضہ کرلیا حیدرآباد دکن پر اور ابوالکلام آزاد، لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور نہرو اور گاندھی، ان ساروں کے پریشر (Pressure) میں سری نگر پہنچے اور ان کے پریشر (Pressure) کی وجہ سے وہاں کے مہاراجہ نے الحاقِ ہندوستان کا اعلان کیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ آج تک اصل جو کشمیر کا حصہ تھا وہ ہندوستان کے قبضے میں چلا آرہا ہے۔

آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا تبصرہ

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا آزادیٔ کشمیر کی تحریک کے حوالے سے جماعت احمدیہ کی کتنی عظیم الشان خدمات ہیں۔ لیکن 1973ء میں ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان کے آئین کی منظوری کے فوراً بعد 29 اپریل 1973ء کو سب سے پہلے کشمیر کی قانون ساز اسمبلی نے جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اس حوالے سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 4 مئی 1973ء کو ایک خطبہ ارشاد فرمایا وہ اگر آپ قارئین کو اور ناظرین کو بتائیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آزاد کشمیر حکومت کی جماعت احمدیہ کے خلاف غیر مسلم اقلیت سے متعلق قرارداد کے پریس میں آنے کے بعد 4 مئی 1974ء کو بیت اقصیٰ ربوہ میں پُرشوکت خطبہ ارشاد فرمایا جو کہ

''آزاد کشمیر اسمبلی کی ایک قرارداد پر تبصرہ''

کے نام سے نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی طرف سے شائع شدہ ہے۔ اس سلسلہ میں مَیں ایسے سربستہ راز آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جو میں سمجھتا ہوں کہ عالمگیر جماعت احمدیہ کے سامنے یہ کبھی نہیں آئے۔

بات یہ ہوئی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے اس خطبہ میں تبصرہ کیا کہ یہ قرارداد کیا

چیز ہے؟ کتنے ممبر اس میں موجود تھے؟ کل ممبر کتنے ہیں اور اس میں کیا کچھ کہا گیا؟۔ اس کے بعد حضورؒ نے جو ارشاد فرمایا۔ اور جسے ہمارے انچارج صاحب زود نویسی مولانا یوسف سلیم شاہد صاحب (اللہ تعالیٰ ان کو جزائے عظیم بخشے) نے ٹیپ ریکارڈر سے تحریر کر کے حضورؒ کی خدمت میں بھجوایا، یہ اس کا عکس میرے سامنے ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ارشاد فرمایا تھا کہ خطبہ چھپنے کے بعد مجھے بھجوایا جائے تاکہ یہ میں ریکارڈ رکھ سکوں۔

کسی اور خطبے کے متعلق حضور نے یہ ارشاد نہیں فرمایا۔ باقی سب آج تک شعبہ زود نویسی کے پاس ہیں مگر یہ اصل خطبہ میرے پاس ہے اور یہ حضور کا ارشاد تھا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے تصرفات میں سے ہے۔ حضورؒ نے اس موقعہ پر جو فرمایا اصل میں۔ وہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ حضورؒ نے پہلے تو اس خطبہ میں سے کوئی آٹھ دس سطریں کاٹنے کے بعد آخر میں جماعت احمدیہ کو نصیحت فرمائی کہ ہمیں مضبوطی سے ان ہدایات پر عمل کرنا چاہئے۔

یہ حضورؒ کے اصل الفاظ تھے:۔

> ”آنحضرت ﷺ سے پیار کرتے رہنا ہے۔ اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھنا۔ بے لوث خدمت میں آگے رہنا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنا ہے اور جب دنیا پیار کو کلی طور پر قبول کرنے سے انکار کر دے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک الہام ”آؤ دعائیں کریں اور قیامت کا نمونہ دیکھیں“ میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہ وقت نہیں کہ آؤ دعائیں کریں اور قیامت کا نمونہ دیکھیں۔ کسی وقت کسی خطہ ارض پر ہو سکتا ہے کہ ایسے حالات پیدا ہوں کہ احمدی دعائیں کریں اور ان لوگوں کو جو مخالفین اسلام واحمدیت ہیں ان کی ہلاکت کا نشان دیکھیں یعنی ان کو خدا اسی طرح ملیامیٹ کر دے جس طرح اس نے پہلے بعض قوموں کو کیا تھا۔ لیکن ہم اسے پسند نہیں کرتے اور اس دعا کی اجازت کے باوجود جیسا کہ آنحضرت ﷺ سے کہا گیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ میں کفار کے لئے بد دعا نہیں کرنا چاہتا۔ میں ان کی ہدایت کا طلبگار رہوں۔ ہم بھی یہی

کہتے ہیں۔“

یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا اور میرے کانوں میں آج بھی یہ آواز گونج رہی ہے۔ فرمایا:۔

> ”ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اے خدا ایسے حالات یہاں پیدا نہ ہوں اور ان احمدیوں کو جن کی زندگی میں ایسے حالات پیدا ہوں۔ خدا نہ کرے کہ کبھی پیدا ہوں لیکن اگر کبھی پیدا ہوں تو ان کو مقبول دعاؤں کی توفیق عطا فرمائیو جس کے نتیجہ میں ”ظلمات“ خدا کے نور سے بدل جائیں اور دنیا وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (الزمر:70) کا نظارہ دیکھنے لگ جائے۔ اللھم آمین۔“

یہ اصل عبارت تھی جو حضورؒ کی زبان مبارک سے اس وقت بیت اقصیٰ کے منبر پر ادا ہوئی۔ جب حضورؒ نے ”الفضل“ کو بھجوانے کے لئے اس مسودہ پر نظر ثانی فرمائی تو حضورؒ نے یہ ساری عبارت کاٹ دی۔ اور اس کی بجائے پہلے یہ عبارت لکھی کہ

> ”اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنا ہے اور جب دنیا پیار کو کلی طور پر قبول کرنے سے انکار کر دے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کو یاد رکھنا کہ ”**اٹھو نمازیں پڑھیں۔ اور قیامت کا نمونہ دیکھیں۔**“ اور عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ رحمت الٰہی کو جذب کر کے اور مستانہ وار اپنے رب کریم کی طرف رجوع کر کے خدائے قادر و توانا کی غیرت کے عظیم نشان دیکھنے کی کوشش ہمارا فرض ہے۔“

یہ عبارت ہے جو حضورؒ نے اس وقت تبدیل کر کے لکھی اور یہی شائع شدہ ہے۔ اس سے پہلے حضورؒ نے عبارت تبدیل کی تھی۔ اصل عبارت یہ تھی:۔

> ”اور قیامت کا نمونہ دیکھیں۔ اور کسی وقت کسی خطۂ ارض پر ہو سکتا ہے ایسے حالات پیدا ہوں۔“

یہ ساری عبارت میں نے بتائی ہے کہ اس سے پہلے تھی۔ حضورؒ نے ساری کاٹ دی اور پھر

یہ عبارت کہ

> ’’ایسے حالات میں ہماری یہ دعا ہوگی کہ اے رحیم خدا! ہمیں مقبول دعاؤں کی توفیق عطا فرمائیو جس کے نتیجہ میں ’’ظلمات‘‘ خدا کے نور سے بدل جائیں اور دنیا وَاَشۡرَقَتِ الۡاَرۡضُ بِنُوۡرِ رَبِّھَا (الزمر: 70) کا نظارہ دیکھنے لگ جائے۔ آمین‘‘

معمولی تصرف کے ساتھ یہ عبارت اسی طرح حضورؒ نے رکھی اور اسی طرح شائع شدہ ہے۔

کشمیر اسمبلی کی قرارداد پر ہفت روزہ ’’کہانی‘‘ کا آرٹیکل

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد پر ہفت روزہ ’’کہانی‘‘ نے بھی آرٹیکل لکھا تھا۔ ہفت روزہ ’’کہانی‘‘ نے اس بارے میں کیا تبصرہ کیا تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ جزاکم اللہ۔ ہفت روزہ ’’کہانی‘‘ کے تبصرے کا ایک حصہ میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

عنوان اس حصے کا ہے:۔

’’گھر پھونک دو۔‘‘

یہ ماہنامہ لکھتا ہے:۔

> ’’آزاد کشمیر اسمبلی کے کل پچیس ارکان ہیں جن میں سے سردار قیوم کے تیرہ اور اپوزیشن پارٹیوں کے گیارہ رکن ہیں۔ ایک سپیکر ہے۔ اپوزیشن پارٹیوں کی تفصیل یہ ہے۔ لبریشن لیگ پانچ، پیپلز پارٹی چار، آزاد کانفرنس دو، ہنگاموں کی وجہ سے اپوزیشن کے ارکان اجلاس میں موجود نہ تھے اور بائیکاٹ کر چکے تھے۔ اٹھائیس تاریخ کو (یعنی اٹھائیس اپریل کو) اسمبلی میں سردار قیوم کے اپنے ارکان بھی صرف نو کی تعداد میں تھے۔ چنانچہ سردار قیوم کے اشارے پر احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کی قرارداد انہیں نو ارکان سے منظور کروائی گئی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایسی کوئی قرارداد اسمبلی کے ایجنڈے میں شامل نہ تھی۔ اس پر کوئی بحث نہ ہوسکی کیونکہ اپوزیشن کے ارکان اس سے پہلے ہی واک آؤٹ

> کر چکے تھے اور انہیں اس قرارداد کے پیش کرنے کا علم نہ تھا۔ چوبیس میں سے نو ارکان کی منظور کردہ قرارداد کو یوں پیش کیا گیا کہ اسے آزاد کشمیر اسمبلی نے متفقہ طور پر منظور کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی دائیں بازو کی جماعتوں نے وسیع پیمانے پر پاکستان میں جلسے کرنے اور جلوس نکالنے کا پروگرام بنایا۔‘‘

دیکھیں قدم قدم پر فراڈ اور جھوٹ اور دجل اور فریب ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ ’’کہانی‘‘ کا تبصرہ ہے جو میں عرض کر رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی دائیں بازوں کی جماعتوں نے یعنی احراریوں نے وسیع پیمانے پر پاکستان میں جلسے کرنے اور جلوس نکالنے کا پروگرام بنایا۔ اس کی غرض وغایت یہ تھی کہ ایک طرف سردار قیوم کو مجاہد اسلام بنا کر پیش کیا جائے اور ان کو جو مجاہد اول کہتے ہیں۔ یہ بھی فراڈ ہے۔

اگر آپ جسٹس یوسف صرّاف کی کتاب دیکھیں اس میں ایک Chapter ہے کہ یہ بالکل غلط اور جھوٹی کہانی ہے۔ تو یہ ان کے مجاہد اول ہیں۔ پھر ’’کہانی‘‘ میں عادل چشتی لکھتے ہیں:۔

> ’’اس کی غرض وغایت یہ تھی کہ ایک طرف سردار قیوم کو مجاہد اسلام بنا کر پیش کیا جائے تا کہ حکومت پاکستان اسے پوچھ گچھ کرے اور دھاندلیوں، لوٹ کھسوٹ کی تفصیل چاہے تو سردار قیوم اور اس کے حواری آزاد کشمیر اور پاکستان کے عوام کو یہ تاثر دے سکیں کہ ہم نے احمدیوں کو اقلیت قرار دیا ہے اس لئے پیپلز پارٹی کی حکومت ہمارے خلاف ہوگئی ہے۔‘‘

عجب باریک ہیں واعظ کی چالیں
لرز جاتا ہے آواز اذاں سے

چنانچہ یہی پروپیگنڈہ کیا گیا۔ ایک طرف تو یہ تھا کہ پاکستان کے عوام کو یہ تاثر دے سکیں کہ ہم نے احمدیوں کو اقلیت قرار دیا ہے اس لئے پیپلز پارٹی کی حکومت ہمارے خلاف ہوگئی ہے۔

> ’’دوسری طرف احمدیوں کو اقلیت قرار دیئے جانے کے مسئلہ پر خواجہ ناظم الدین کے زمانے میں جس طرح پنجاب میں ہنگامے کرائے گئے تھے۔ اسی طرز پر پورے پاکستان میں شور مچایا جا سکے اور پیپلز پارٹی کی حکومت کو ناکام کرنے کی کوشش کی جائے۔‘‘

یہ بیک گراؤنڈ تھا۔ آگے لکھتے ہیں:۔

”مذہب کا سیاسی استعمال“

> ”اس امر کے قطع نظر کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دینا چاہئے یا نہیں، یہ امر ٹھنڈے دل سے غور وفکر کا متقاضی ہے کہ اس خالص مذہبی مسئلے کو ہمیشہ مخصوص سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا گیا اور جب وہ مقصد پورا ہو گیا تو ختم نبوت کے لئے جان دینے والے اپنے گھروں میں بیٹھ گئے۔ آج مفتی محمود صاحب کی حکومت جاتی رہی تو وہ آزاد کشمیر کی اسمبلی کی قرارداد پر سر دُھن رہے ہیں۔ کوئی ان سے پوچھے، مفتی صاحب! اگر آپ کے نزدیک ختم نبوت واقعی اتنا اہم مسئلہ تھا تو آپ سرحد اسمبلی کے کم وبیش ایک سال تک وزیر اعلیٰ رہے۔ آپ نے یہ قرارداد وہاں کیوں نہ منظور کروائی۔ آپ نے اس تحریک کے لئے وہاں کام شروع کیوں نہ کرایا؟
>
> ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔“

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اور یہ جو قرارداد پیش کرنے والے تھے میجر ایوب صاحب، وہ اکتوبر 2005ء میں آزاد کشمیر میں آنے والے زلزلہ میں عبرت کا نشان بنے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ وہ تو خدا تعالیٰ کے عبرتناک نشان کا لقمہ بنے اور دنیا میں اس بات کا اعلان کرنے کا موجب بنے کہ ؎

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ زار و نزار

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ اکتوبر 2005ء میں کشمیر میں جو زلزلہ آیا۔ یہ بہت ہی قہری نشان تھا۔ کیا اس نشان کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات بھی ملتی ہیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ تاریخ احمدیت کا ایک عظیم الشان پہلو ہے جس کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے۔ حق یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور حقانیت کے لئے زلزلہ 2005ء ایک نشان ہی کافی ہے۔

ع اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوف کردگار

سن 2005ء کا جو زلزلہ آیا تھا اور جس کے اثرات اب تک دکھائی دے رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب ''الوصیت'' میں اس کے متعلق اتنی تفصیلی علامات بیان کی گئی ہیں کہ سوائے عرش کے خدا کے کوئی علم غیب دنیا میں ظاہر نہیں کرسکتا۔ اور یہ تو ایک واضح حقیقت ہے کہ دنیا خواہ مریخ پر چلی جائے، سائنسدان خواہ کتنی رفعتوں پر پہنچ جائیں، یہ تو ہے کہ ایسے زلزلہ پیما آلے تیار ہو گئے کہ کیا کیفیت ہے زلزلے کی، مگر یہ کہ زلزلہ آ رہا ہے یا نہیں آ رہا؟ اس بارے میں کوئی بھی انسان نہیں جان سکتا۔ نہ کوئی اس بارے میں کوئی آلہ ایجاد کیا گیا ہے۔ مگر آپ دیکھیں یہ زلزلہ 8 اکتوبر 2005ء کو برپا ہوا ہے۔

اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب ''الوصیت'' چوبیس دسمبر 1905ء کو شائع ہوئی۔ ایک سو سال پہلے کی یہ کتاب ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ یہ پہلے ایڈیشن کے صفحہ 14 اور 15 کے الفاظ ہیں۔ ایک ایک لفظ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو خدا کے حکم سے اپنے قلم سے لکھا ہے۔ وہ اس شان کے ساتھ پورا ہوا ہے کہ کوئی انسان اس کا انکار نہیں کرسکتا۔

یہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے الفاظ ہیں اور بہت توجہ سے سننے کے لائق ہیں۔ مَیں ناظرین سے یہ عرض کروں گا کہ خدا کے مسیح کے ایک صدی پہلے کے ان الفاظ کو غور سے سنیں اور پھر دیکھیں کہ خدا تعالیٰ کا جلالی نشان 2005ء میں کس شان کے ساتھ پورا ہوا ہے۔ حضورؑ کے الفاظ یہ ہیں۔

> ''اور خدا نے فرمایا **زَلْـزَلَةُ السَّـاعَةِ** یعنی وہ زلزلہ قیامت کا نمونہ ہوگا۔ اور پھر فرمایا **لَکَ نُـرِیٰ آیَـاتٍ وَّ نَهْدِمُ مَا یَعْمَرُوْنَ** یعنی تیرے لئے ہم نشان دکھلائیں گے اور جو عمارتیں بناتے جائیں گے، ہم ان کو گراتے جائیں گے۔ اور پھر فرمایا بھونچال آیا اور شدت سے آیا۔ زمین تہ و بالا کردی یعنی ایک سخت زلزلہ آئے گا اور زمین کو یعنی زمین کے بعض حصوں کو زیر و زبر کردے گا

> جیسا کہ لوطؑ کے زمانے میں ہوا۔ اور پھر فرمایا **اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَةً** یعنی میں پوشیدہ طور پر فوجوں کے ساتھ آؤں گا اس دن کی کسی کو بھی خبر نہیں ہوگی جیسا کہ لوطؑ کی بستی جب تک زیروزبر نہیں کی گئی کسی کو خبر نہ تھی۔ اور سب کھاتے پیتے اور عیش کرتے تھے کہ ناگہانی طور پر زمین الٹائی گئی۔ پس خدا فرماتا ہے کہ اس جگہ بھی ایسا ہی ہوگا کیونکہ گناہ حد سے بڑھ گیا اور انسان حد سے زیادہ دنیا سے پیار کر رہے ہیں اور خدا کی راہ تحقیر کی نظر سے دیکھی جاتی ہے اور پھر فرمایا **زندگیوں کا خاتمہ** اور پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا **قَالَ رَبُّکَ اِنَّهٗ نَازِلٌ مِّنَ السَّمَاءِ مَا یُرْضِیْکَ رَحْمَةً مِّنَّا. وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا** (یہ خاص توجہ سے سننے کے لائق ہیں۔ ناقل) یعنی تیرا رب کہتا ہے کہ ایک امر آسمان سے اترے گا جس سے تُو خوش ہو جائے گا۔ یہ ہماری طرف سے رحمت ہے اور یہ فیصلہ شدہ بات ہے جو ابتدا سے مقدر تھی اور ضرور ہے کہ آسمان اس امر کے نازل کرنے سے رُکا رہے۔ جب تک کہ یہ پیشگوئی قوموں میں شائع ہو جائے۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 314-315)

یہ پیشگوئی حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے زمانے میں اس وقت پوری ہوئی جبکہ ساری دنیا میں تحریک الوصیت کا ایک عظیم الشان جذبہ پیدا ہوا اور مخلصین احمدیت نے امریکہ سے لے کر یورپ اور افریقہ اور آسٹریلیا تک ’’لبیک یا امیر المومنین‘‘ کہتے ہوئے نظام الوصیت سے وابستگی کا اعلان کیا اور ساتھ ہی الوصیت مختلف زبانوں میں شائع ہو چکی۔ عربی میں، انگریزی میں، دوسری زبانوں میں۔ تو فرمایا یہ احمدیت کی صداقت کے لئے خدا نے نشان پہلے سے رکھا ہوا تھا۔ مگر خدا اس وقت تک اس نشان کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جب تک کہ ساری دنیا میں ’’الوصیت‘‘ شائع نہ کی جائے۔ مختلف زبانوں کے ذریعہ سے دنیا کی مختلف قوموں کو اس سے متوجہ نہ کیا جا سکے۔ یہ خدا کا عظیم الشان نشان ہے جو خلافت خامسہ کے زمانے میں پوری آب و تاب کے ساتھ پورا ہوا۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ جزاکم اللہ۔ مولانا صاحب! یہ بتائیے کہ عرب

صحافت نے بھی اس زلزلے کے بارے میں کوئی تبصرہ کیا تھا؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ عرب صحافت نے اس بارے میں ہو سکتا ہے کہ اور بھی اخباروں نے لکھا ہو لیکن مجھے یہاں ''**السیاسة**'' اخبار کا جو عرب کا مشہور اخبار ہے، تذکرہ کرنا ہے یہ اکیس اکتوبر 2005ء کا شمارہ ہے۔ اخبار ''**السیاسة**'' نے اس پر جو تبصرہ کیا اس کا ایک حصہ میں سناتا ہوں۔ عنوان تھا:۔

> ''**زلزال باکستان اختبار من الخالق و علیناالحذر من غضبه و نقمته...**''
>
> اخبار نے لکھا:
>
> '**ان المولیٰ سبحانه اخبر نبیه**ﷺ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریمﷺ کو یہ اطلاع دی کہ **انه قد اهلک الامم المکذبة للانبیاء والمرسلین السابقین علیه و علی المومنین جمیعا** اللہ تعالیٰ نے محمد عربیﷺ کو اطلاع دی کہ خدا نے ان قوموں کو ہلاک کیا جو خدا کے نبیوں اور سچے مرسلوں کے مکذب تھے **و علی المومنین جمیعا ان یتقوا الله** اور مومنوں کو فرض ہے کہ وہ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں۔ **و یراقبوا بامتثال اوامره و اجتناب نواهیه** اور ان کا فرض ہے کہ خدا کے احکام پر عمل پیرا ہو جائیں اور خدا نے جو منہیات رکھی ہیں ان سے علیحدگی اختیار کریں۔ **و اذا ما حلت بهم نازلة من النوازل فعلیهم** اور جب تکذیب کرنے والی قوموں کی طرح ان پر بھی عذاب آئے۔ تو ان کا فرض ہے کہ **ان ینیبوا الی الله** کہ وہ خدا کی انابت اختیار کریں۔ خدا کی طرف جھک جائیں۔ اس کے آستانہ کے اوپر اپنا سر رکھیں۔ **و یرجعوا الیه** اور اسی کی طرف توجہ کریں۔ **و یفتشوا فی انفسهم عن اسباب ما حصل** اور ان اسباب کو دیکھیں کہ کہیں وہ بھی تو تکذیب کرنے والوں میں سے شامل نہیں ہیں۔ **و علیهم ان یتوبوا الی الله** کہ ان کا فرض اولین ہے کہ وہ خدا سے توبہ کریں۔'

حیرت کی بات ہے کہ زلزلہ کے آنے سے پہلے مظفر آباد اور ایبٹ آباد کی دیواروں کے اوپر احمدیت کے خلاف اشتعال انگیز پوسٹر موجود تھے۔

اخبار ''السیاسة'' نے لکھا کہ

> 'اس زلزلے کے بعد اب ان کا فرض ہے کہ ان حرکتوں سے توبہ کریں۔ **یتوبوا الی الله مما حصل منهم من نقص فی الطاعات او اقتراف للسیئات فان التوبة من اسباب رفع المصائب** ان کا فرض ہے کہ جو غلطیاں تھیں اس سے اجتناب کریں اور جو گناہ کئے اس سے تائب ہو جائیں کیونکہ توبہ ہی ہے جو مصیبتوں کو اٹھا دیتی ہے۔'

یہ ریمارکس تھے جو عرب کی صحافت نے کئے۔ اخبار ''السیاسة'' 21 اکتوبر 2005ء بمطابق 18 رمضان 1426ھ۔

خلفائے احمدیت کے بیان فرمودہ حقائق کی قبولیتِ عام

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا! آپ نے محترم حافظ انوار رسول صاحب (جو آپ کے شعبہ تاریخ میں کمپیوٹر سیکشن کے انچارج ہیں) کے حوالہ سے بیان فرمایا تھا کہ انہوں نے کچھ کتابیں آپ کو تحفۃً دی ہیں تو ان میں سے کچھ اہم حوالہ جات افادہء عام کے لئے سنائیں۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ آپ نے کمال کر دیا ہے اتنا ذہن رسا رکھتے ہیں کہ ان کتابوں پر میرا خیال ہے، اسی وقت سے نظر ہے کہ کم از کم ان کا بھی تعارف ہو جائے۔ ایک کتاب کا نام ہے:

''پاکستان اور دنیا۔ کون کیا ہے۔''

اس کے مصنف ہیں زاہد حسین صاحب، جہانگیر بک ڈپو لاہور راولپنڈی ملتان کراچی۔ دوسری کتاب ہے:

''فرقہ واریت ملّی خودکشی''

یہ عنوان ہے اور مؤلف ہیں جناب قربان انجم صاحب۔ پاکستان کے بہت مشہور اور نامور مؤلف اور دانشور۔ اور کتاب کو شائع کرنے والے ہیں دار التذکیر لاہور۔ مکرم جاوید احمد غامدی

صاحب پاکستان کے بڑے مشہور مفکر ہیں۔ یہ غالباً ان کا ادارہ ہے۔ اب ’’کون کیا ہے‘‘ کے بارہ میں عرض کرتا ہوں۔ میں نے حضورؒ کے بیانات کے سلسلہ میں یہ بتایا تھا کہ

پہلے دن ہی حضورؒ نے فرمایا۔ جب یہ اٹارنی جنرل صاحب کی طرف سے سوال ہوا کہ آپ کا ردعمل کیا ہوگا تو حضورؒ نے یہی جواب دیا تھا کہ

> ’’یہ فیصلہ اگر ہوا تو ہمارے خلاف نہیں، محمد عربی ﷺ کی سپریم کورٹ کے خلاف فیصلہ ہوگا۔‘‘

اور اس کے بعد جیسا کہ ڈاکٹر (سلطان احمد مبشر) صاحب کی تازہ تالیف ’’تاریخ انصاراللہ جلد دوم‘‘ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے خود بیان فرمایا کہ میں نے تین دفعہ دعائیں کیں مگر الہام یہی ہوا کہ خدا اس پارٹی کو اور ان لوگوں کو تباہ کرے گا اور (عفو کی) دعا کرنے کے باوجود بار بار خدا کی طرف سے یہی الہام ہوا۔

اس دوسری کتاب ’’فرقہ واریت ملّی خودکشی‘‘ میں نہ صرف یہ ذکر ہے کہ آج تک فرقہ واریّت جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بھی آخر میں خلیفہ عبدالحکیم کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا تھا اور اس کی روشنی میں فرمایا تھا کہ آج ہمارے خلاف ہو، کل ملّا جو ہے دوسرے کے خلاف فتنے اٹھائیں گے اور اس کے نتائج آپ کو بھگتنا پڑیں گے۔

یہ کتاب بتاتی ہے کہ 1974ء میں خدا کے شیر نے اسمبلی میں ملک کے دانشوروں کو خدا سے علم پا کر پاکستان کا جو عبرت ناک نقشہ ہونے والا تھا اور وہ پاکستان جس کو حسن تہامی صاحب نے کہا تھا کہ اب صحیح معنوں میں ’’اسلامی حکومت‘‘ بنی ہے کیونکہ مرزائیوں کو خارج از اسلام قرار دے دیا گیا ہے۔ (روزنامہ ’’مشرق‘‘ لاہور 9 ستمبر 1974ء صفحہ 1) وہ نقشہ اس کتاب سے آپ کو پوری طرح نظر آئے گا بلکہ یہی نہیں، خدا کا تصرف یہ ہے کہ اس میں صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ جب تک حکومت ملّاؤں کو لگام نہیں دے گی اور مسجدوں کا کنٹرول خود نہیں سنبھالے گی اور ان کے خطبہ دینے پر پابندی نہیں لگائے گی، اس وقت تک ملک میں کبھی بھی امن نہیں ہوسکتا۔ (صفحہ 235) اور یہی وہ بات ہے کہ جسے بیسیوں مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی تقریروں میں بیان کیا۔ اپنے خطبوں میں اس کی نشاندہی کر کے فرمایا جب تک کہ اس پیر تسمہ پا کو ختم نہیں کیا جائے گا، پاکستان آرام کی نیند نہیں سو

سکتا۔ سو فیصدی اس کی تائید اس میں ملتی ہے۔

اس پہلی کتاب ''کون کیا ہے'' میں یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آئین پاکستان کے متعلق جو کچھ کہا اور ان فیصلوں کے متعلق جو عدالتوں میں کئے گئے۔ اس کے بعد جو حشر ہوا اس آئین کا وہ اس سے پتہ چلے گا۔ 1973ء کے متفقہ آئین کی خاطر بھٹو صاحب نے جماعت احمدیہ کو نشانہ بنایا اور فخر کیا کہ یہ متفقہ آئین میں نے دیا ہے، 1973ء کا آئین اور اس کے بعد انتخابی مہم میں خاص طور پر ان کا تذکرہ کیا گیا کہ ملک میں پہلی دفعہ متفقہ آئین دیا گیا ہے جس پر کہ چاروں صوبے متفق ہیں۔

لیکن آپ دیکھیں کہ وہ متفقہ آئین! اس کے بعد اس فیصلے سے پہلے صرف ایک ترمیم ہوئی تھی۔ 23 اپریل 1974ء کو اور وہ ترمیم مشرقی پاکستان کو پاکستان سے نکالنے اور بنگلہ دیش کے تسلیم کرنے کی۔ لیکن اس دوسری ترمیم کے بعد یہ سترہویں ترمیم تک معاملہ پہنچا ہے۔ (اب 22 ویں ترمیم تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ ناقل) اور سپریم کورٹ کے سابق ججوں نے لکھا ہے کہ ضیاء الحق کے زمانے میں اس آئین کی دھجیاں بکھر گئیں جس کو کہ بھٹو صاحب نے متفقہ بنایا تھا اور جس کی وجہ سے احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے منصوبے بنائے گئے تھے۔ اور اس کا خلاصہ میں بیان کر چکا ہوں۔

ہاں ایک بات اس میں رہ گئی ہے چھوٹی سی۔ وہ یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے محضر نامے میں بھی اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے تو کھلے لفظوں میں یہ بات کہی کہ اگر پاکستان کے سیاسی لیڈر اور مذہبی لیڈر اس روش پر قائم رہے تو نہ صرف خدا تعالیٰ لیڈروں کی رسوائی کا سامان کرے گا بلکہ پاکستان نہایت خطرناک قسم کے نتائج کی گرداب میں پھنس جائے گا۔

پھر زیڈ۔ اے۔ سلیری کی ایک کتاب ہے۔

''مسئلہ افغانستان''

یہ بھی جس طرح میں نے عرض کیا ہے ایک آسمانی Aid (تائید) ہے جو کہ ہم لوگوں کو حضرت خلیفۃ المسیح کی غلامی کے طفیل ملتی ہے۔ میں کوئی دو ہفتے سے اپنی یہ کتاب تلاش کر رہا تھا۔ آج صبح میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ کہا کہ الٰہی تیرا ہی وعدہ ہے۔ **انی معین من اراد اعانتک** یہ دعا

کرتے ہوئے میں نے ایک ایسی الماری کو دیکھنا شروع کیا کہ جس کے متعلق میرا تصور بھی نہیں تھا۔ دراصل بات یہ تھی کہ یہ کتاب Arrival والی کتابوں کی بجائے افغانستان کے خانے میں رکھی ہوئی تھی تو وہاں سے نکلی۔ اس میں زیڈ۔ اے۔ سلیری صاحب کا بیان ہے۔ یہ سلیری صاحب مونچھوں کے بال سمجھے جاتے ہیں ضیاء صاحب کے اور یہ چار پانچ سال تک ان کی مجلس شوریٰ کے سرگرم ممبر رہے، پھر مشیر بھی رہے۔

یہ جنیوا میں ہونے والا امریکہ اور رشیا کا سمجھوتہ جو کہ افغانستان کی جنگ کے متعلق تھا، اس کا اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

> ''شاید اس بارے میں صدر ضیاء الحق کو کوئی زخم لگا ہے کہ ان جیسا صابر اور متحمل اور اپنے اوپر ضبط رکھنے والا صاحب اقتدار بھی اپنے درد کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکا۔ انہوں نے مدیران جرائد کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا (یعنی پریس کانفرنس میں یہ کہا) کہ سربراہی کانفرنس میں امریکہ اور روس میں سمجھوتہ ہو گیا اور اس کوئلوں کی دلالی میں ہمارا منہ کالا ہو گیا۔''

(''مسئلہ افغانستان'' از زیڈ اے سلیری صفحہ 156)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کس طرح ان کے گرویدہ اور خلیفۃ المسلمین سمجھنے والوں میں سے تھے۔ ''صاحب اقتدار بھی'' یعنی جس شخص نے کھلے بندوں کوڑوں کی سزا دی اور اس ملک کو وسیع قید خانے میں بدل دیا اور اسلام کا حلیہ بگاڑ دیا اور اسلام کے نام پر سب کچھ کیا۔ تو یہ صاحب فرماتے ہیں کہ ضیاء الحق بڑے صابر، بڑے متحمل اور اپنے اوپر ضبط رکھنے والے صاحب اقتدار تھے۔

تو یہ سزا تو قیامت کے دن جہنمیوں کی خدا نے قرار دی ہے۔ ویسے تو مرنے پر بھی دنیا کے سامنے ظاہر ہو گیا مگر اس سے پہلے زبان سے خدا نے کہلوا دیا اور ساری دنیا میں یہ بیان چھپ گیا کہ ضیاء صاحب دلال تھے اور مرے نہیں جب تک کہ خدا نے ان کا منہ کالا نہیں کر دیا۔

جسٹس جاوید اقبال کے قلم سے بھٹو اور ضیاء کی چہرہ نمائی

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا! ڈاکٹر سر اقبال کے صاحبزادے ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور سپریم کورٹ کے جج بھی رہے ہیں۔ دونوں لحاظ سے

آپ کا نام ایک بلند پایہ شخصیت کی حیثیت سے جانا جاتا ہے پاکستان میں بھی اور برصغیر میں بھی۔ یہ دونوں حکمرانوں یعنی بھٹو صاحب اور ضیاء الحق صاحب سے بہت قریب رہے ہیں۔ وہ ان دونوں فرعون صفت حکمرانوں کے حوالے سے کیا فرماتے ہیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ جزاکم اللہ۔ یہ بھی بہت ہی معرکہ آراء سوال ہے۔ جناب جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال کے قلم سے سنگ میل پبلی کیشنز لاہور نے ایک مبسوط کتاب شائع کی ہے۔

''اپنا گریبان چاک''

یہ محترم ڈاکٹر صاحب کی کتاب کا عنوان ہے۔ خودنوشت سوانح حیات ہے جو ان کے قلم سے نکلی ہے۔ اور یہ کتاب دراصل محض ان کی سوانح عمری نہیں بلکہ انہوں نے اپنے عہد کے سیاسی اور مذہبی حالات پر بھی بہت گہری نظر رکھتے ہوئے تبصرہ کیا ہے۔ بعض مقامات پر ضمناً باتیں انہوں نے کی ہیں۔ بعض مقامات پر کھل کر کی ہیں۔ میں اس کتاب کے چند اقتباسات آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس کتاب کے صفحہ 162 پر لکھتے ہیں۔

> ''پاکستان میں جب بھی کسی حکومت کو گرانا مقصود ہو تو عموماً اسلام کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال میں لایا جاتا ہے۔ بھٹو کی مخالف سیاسی جماعتوں کے ''کھ'' نے بھی نظام مصطفیٰ تحریک کے تحت ان سے زیادہ تر مذہبی مطالبات ہی کئے۔ مثلاً احمدیوں کو اقلیت قرار دو، اتوار کی بجائے جمعہ کی چھٹی کرو، گھڑ دوڑ پر جوا بند کرو، شراب بند کرو۔ بھٹو نے اپنی کرسی محفوظ کرنے کی خاطر سب مطالبات مان لئے لیکن سیاسی جماعتوں کے ''کھ'' کی تسلی نہ ہوئی۔ دراصل ان کا مقصد کسی قسم کے اسلام کے نفاذ کا نہ تھا بلکہ کسی نہ کسی طریقہ سے بھٹو کو ہٹانا تھا۔''

(''اپنا گریبان چاک'' صفحہ 162)

اس کے بعد ایک حوالہ پڑھتا ہوں جس کا تعلق غاصب پاکستان، آمر پاکستان، فرعون پاکستان ضیاء الحق کے ساتھ ہے۔ جسٹس جاوید اقبال فرماتے ہیں کہ

> ''جنرل ضیاء الحق نے اقتدار غصب کرتے ہی ایک نئے تجربے کی

ابتداء کی۔ انہوں نے پاکستانیوں کو اچھے مسلمان بنانے کی خاطر بھٹو کی عطا کردہ اصلاحات (قادیانیوں کو اقلیت قرار دو، جمعے کی چھٹی کرو، گھڑ دوڑ بند کرو، شراب بند کرو) کی سمت میں مزید آگے قدم بڑھانے کی ٹھانی۔ اس کے نتیجہ میں قادیانیوں پر اسلامی شعار استعمال کرنے کی پابندی لگا دی گئی۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں میں تمیز کرنے کی خاطر ہر قسم کے فارموں میں مذہب کا اندراج کرنا ضروری قرار پایا، کسی منصب کا حلف لیتے وقت بھی یہ حلفی بیان دینا اہم تھا کہ مُحلِف قادیانی نہیں ہے۔ وغیرہ۔

علاوہ ان کے، قرون وسطیٰ کے عہد کے فقہی اسلام کی کڑوی دوا کی چند خوراکیں پاکستانیوں کو پلوانے کا اہتمام بھی کیا گیا۔ ''توہین رسالت'' کا قانون بنا جس کے سبب غیر مسلم اقلیتوں میں خوف وہراس پھیلا، شریعت کورٹ قائم ہوا۔ جہاں خصوصاً سرقہ، حربہ، زنا وغیرہ کے کیس سنے جاتے تھے اور مجرموں کو اسلامی سزائیں دی جانی مقصود تھیں۔ (جو ثبوت کا معیار بہت مشکل ہونے کے سبب آج تک نہیں دی گئیں۔) اس عدالت کے جج صرف مسلمان ہو سکتے تھے اور صدر جنرل ضیاء الحق کے رحم وکرم پر تھے۔ چونکہ وہی ان کو مقرر کرنے اور ہٹانے کا اختیار رکھتے تھے۔ گویا ان اسلامی ججوں کو وہ آزادئ ضمیر بھی حاصل نہ تھی جو سیکولر عدالتوں کے ججوں کو ''معلق دستور'' کے تحت حاصل تھی۔ علاوہ اس کے اس عدالت کو اسلامی عائلی قوانین اور مالی معاملات سے متعلق کیس سننے کا اختیار بھی نہ تھا۔ پہلے یہ تجربہ کیا گیا کہ ہائی کورٹوں ہی میں شریعت بنچ بنا دی جائے اور ابتدائی دور میں ہائی کورٹ لاہور کے دو ججوں پر مشتمل شریعت بنچ میں مَیں سینئر جج کے طور پر بیٹھا تھا لیکن بعد ازاں بعض علماء کے مشورے پر اس عدالت کو علیحدہ فیڈرل نوعیت کا بنا دیا گیا۔

جہاں تک اسلامی قانون سازی کا تعلق ہے، اس ضمن میں حدود آرڈیننس نافذ کیا گیا۔ نیز ضابطۂ قانون شہادت میں عورت کی گواہی نصف کر

دی گئی اور چند مزید ایسی تبدیلیاں لائی گئیں جو آج کے زمانے کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتیں۔ ضرب خفیف اور ضرب شدید کے قانون میں بھی آنکھ کے بدلے آنکھ کے اصول پر تبدیلیاں ہوئیں۔ جن کے تحت سزا دیتے وقت ججوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

خیر یہ تو مختصر سا خاکہ اس ''اسلامائزیشن'' کا تھا جو جنرل ضیاء الحق نے ملک میں نافذ کی مگر ہم پر ان اصلاحات کا نہ تو کوئی روحانی اثر ہوا اور نہ اخلاقی بلکہ سنگین جرائم میں کمی کی بجائے روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔ پاکستان میں خصوصی طور پر عورتوں سے متعلق کئی نئے قسم کے جرائم مشاہدے میں آئے جن کی پہلے کوئی مثال موجود نہ تھی۔ مثلاً پنجاب میں مردہ خواتین کو قبروں سے نکال کر ان کے ساتھ زیادتی کرنے کے دو واقعات پیش آئے۔ اور شرعی عدالت کے لئے یہ طے کرنا مشکل تھا کہ جرم ''زنا'' بنتا ہے یا نہیں۔ پھر مخالف پارٹی کے مردوں نے کسی خاندان کی خواتین کو (بوڑھی عورتوں، جوان اور چھوٹی عمر کی بچیوں سمیت) الف ننگا کر کے انہیں بازار میں نچوایا اور مردوں نے مل کر ان کے ارد گرد بھنگڑا ڈالا۔ نیز حدود آرڈیننس کا بالخصوص عورتوں کے معاملے میں غلط استعمال کیا گیا۔ بطور جج لاہور، بہاولپور، ملتان اور راولپنڈی کے بنچوں پر میرے سامنے مستغیث پارٹی اور پولیس کی اس دیدہ دانستہ دھاندلی کے بعض ایسے کیس آئے کہ میں حیران رہ گیا۔''

(''اپنا گریبان چاک'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور صفحہ 172-173)

چند مثالیں بھی دی ہیں لیکن میں پیش نہیں کرتا۔ یہ مثالیں بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

''پس یہ نام نہاد اسلامی اصلاحات دراصل کتابِ قوانین پر ''سرخی پاؤڈر'' (کاسمیٹک) لگانے کے مترادف تھیں۔ ان اسلامی قوانین کے ''دانت'' تو تھے مگر ''نمائشی''۔ وہ کاٹ سکنے کی اہلیت نہ رکھتے تھے۔ نیز اصلاحات کا زیادہ زور سزاؤں پر تھا یعنی ''منفی'' پہلو پر۔ ''مثبت'' پہلو پر

تبھی ہوتا جب اسلامی برکات سے متعلق اصلاحات نافذ کر کے ابتداء کی جاتی جن سے غربت اور افلاس کے خاتمے کے لئے اقدام اٹھائے جاتے۔ مگر اس ضمن میں زکوٰۃ اور عشر وغیرہ کی وصولی سے متعلق جو اصلاحات نافذ کی گئیں۔ ان سے حاصل کردہ رقوم میں بھی غبن کی شکایات سننے میں آئیں اور مالی امداد مستحقین تک نہ پہنچ سکی۔''

(''اپنا گریبان چاک'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور صفحہ 175)

پھر فرماتے ہیں ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب:۔

''یہ 84ء کی بات ہے۔''

یہ وہی سال ہے جبکہ احمدیت کے خلاف اس ظالم اور غاصب نے رسوائے عالم آرڈیننس جاری کیا تھا۔ فرماتے ہیں کہ

''اسی سال (یعنی 1984ء۔ ناقل) مجھے حکومت پاکستان نے اقوام متحدہ کے زیر اہتمام ''مذہبی عدم رواداری'' کے موضوع پر ایک سیمینار میں شرکت کے لئے جینیوا (سوئٹزرلینڈ) بھیجا۔ مجھے احساس تھا کہ اس سیمینار میں پاکستان نے احمدی اقلیت کے متعلق جو قانون سازی کر رکھی ہے اس پر بین الاقوامی برادری کے سامنے کوئی نہ کوئی تسلی بخش دینا پڑے گا۔ اس لئے میں نے وزارت خارجہ سے بریف مانگی مگر وہ مجھے کچھ نہ دے سکے بلکہ جواب دیا کہ وزارت قانون سے پوچھوں۔ میں نے شریف الدین پیرزادہ صاحب سے رابطہ کیا مگر وہاں سے بھی کوئی خاطر خواہ جواب نہ ملا۔ بالآخر میں نے سیمینار میں علامہ اقبال اور قائداعظم کے فرمودات کے حوالوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ بانیانِ پاکستان مذہبی رواداری سے متعلق کیا خیالات رکھتے تھے۔ مگر جینیوا میں احمدیوں کا مشن بھی سیمینار میں آبزرورز (Observers) کے طور پر حصہ لے رہا تھا۔ انہوں نے مجھے احمدیوں سے متعلق جنرل ضیاء الحق کی مخصوص قانون سازی پر خوب لتاڑا بلکہ مجھ سے بین الاقوامی برادری کے

روبرو اپیل کی کہ اپنی حکومت کو علامہ اقبال اور قائداعظم کی مذہبی رواداری سے متعلق اصول اپنانے کی تلقین کروں۔ میرا مؤقف یہی تھا کہ یہ قانون سازی احمدی برادری کے خلاف نہیں بلکہ ان کے تحفظ کی خاطر کی گئی ہے تاکہ وہ مسلم اکثریت کے غیظ وغضب کا نشانہ نہ بنیں۔ مگر بین الاقوامی برادری نے میرے دلائل مسترد کر دیئے۔ اور اس مسئلہ پر جو بھی قراردادیں پاس ہوئیں سب کی سب پاکستان کے خلاف تھیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ جنرل ضیاء الحق کے زمانے ہی سے بین الاقوامی برادری میں پاکستان کا امیج مذہبی طور پر ایک تنگ نظر اور متشدد ریاست کے ابھرا۔ میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا کہ جب بانیان پاکستان کی نگاہ میں پاکستان کو ایک وسیع النظر اور روادار ریاست بننا تھا تو پھر مذہبی طور پر تنگ نظر اور متشدد ریاست کیونکر بن گئی۔ ''

(''اپنا گریبان چاک'' ناشر سنگ میل پبلیکیشنز لاہور صفحہ 192-191)

اسی سال کہتے ہیں۔ پس منظر یہ ہے اس وقت چیف جسٹس کے بننے کا سوال تھا۔ اس وقت غالبًا یہ سپریم یا ہائی کورٹ میں جسٹس تھے۔ تو ضیاء گورنمنٹ نے یہ چاہا کہ کسی طرح وہاں سے منتقل کر کے انہیں پھر دوبارہ لاہور ہائی کورٹ کا چیف جسٹس بنایا جائے۔

تو لکھا ہے کہ

''میں نے جواب دیا'' میں اس کیفیت میں واپس چیف جسٹس کے طور پر لاہور آنا نہ چاہوں گا۔ اگر آپ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں کہ سپریم کورٹ میں میرا بطور جج تقرر ہو تو مجھے منظور ہے۔ لیکن واپس لوٹ کر اپنے کسی جونیئر رفیق کی چیف ججی کا حق مارنا مجھے پسند نہ ہوگا۔ ''

پھر فرمایا: ''آپ اپنی جگہ چیف جسٹس بننے کی سفارش کس کے لئے کریں گے۔ ؟'' میں نے کہا ''میرے بعد سب سے سینئر جج سعد سعود جان ہیں۔ جو لائق بھی ہیں اور قابل ستائش بھی'' ''مگر وہ تو قادیانی ہیں۔ '' جونیجو نے اعتراض کیا۔ ''سر اول تو وہ اعلانیہ کہتے ہیں کہ میں قادیانی نہیں ہوں۔ دوم وہ

> جمعہ کی نماز بھی ہمیشہ اسی جی او آر کی مسجد میں پڑھتے ہیں جہاں دیگر مسلمان پڑھتے ہیں۔ لیکن اگر وہ قادیانی ہوں بھی تو کیا مذہبی عقائد کے سبب ان کی Seniority اور میرٹ کو نظر انداز کر کے ان کا حق مارنا جائز ہے؟'' اس سوال کا جواب جونیجو کے پاس نہ تھا۔
>
> میری ریٹائرمنٹ کے روز ہی سے مجھے سپریم کورٹ کا جج مقرر کر دیا گیا۔ لاہور ہائی کورٹ میں میرا رخصتی ریفرنس ہوا۔ میرے رفقاء نے بڑے تپاک اور محبت سے مجھے الوداع کہا۔ جسٹس سعد سعود جان کا تقرر بھی سپریم کورٹ کے جج کے طور پر کر دیا گیا مگر انہیں اپنی لیاقت اور Seniority کے باوجود لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے عہدہ سے اس لئے محروم رکھا گیا کہ وہ قادیانی سمجھے جاتے تھے۔ یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ جو ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں ہے لیکن اگر کسی منصب پر ''غیر مسلم'' کا استحقاق ہو تو اسے محروم رکھنا کہاں کا اسلام ہے؟۔ میں جب کبھی بھی اس بات پر غور کرتا ہوں تو ندامت سے مجھے پسینہ آنے لگتا ہے۔ ہمارے یہاں ماضی میں اپنی Seniority کے لحاظ سے غیر مسلم ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کے چیف جسٹس رہ چکے ہیں۔ مگر وہ قائداعظم کی تعلیمات کا اثر تھا۔ اب ہم پر ضیاء الحق کے متعصب قسم کے اسلام کا نفاذ تھا جس کے سامنے کوئی بول سکنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا کیونکہ ہم ضمیر کی آزادی سے محروم تھے۔ بلکہ بقول اقبال سلطانی وملائی و پیری کا ''کشتہ'' بن چکے تھے۔''

(''اپنا گریبان چاک'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور صفحہ 195)

پھر ڈاکٹر صاحب ایک جلسے کی روئیداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک کانفرنس تھی۔ کانفرنس کی صدارت ضیاء الحق کر رہے تھے اور ضیاء الحق صاحب نے یہ اعلان کیا کہ اب ہم جاوید اقبال کے خیالات بھی ضرور سنیں گے۔ یہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

> ''میں شش و پنج میں پڑ گیا۔ میرے پہلو میں مجید نظامی بیٹھے تھے۔

میں نے انہیں بتایا کہ طے تو یہی ہوا تھا کہ میں صرف تقاریر سنوں گا۔ نیز میرے پاس تو تقریر بھی لکھی ہوئی نہیں۔ بہرکیف ان کے کہنے پر میں نے وہیں بیٹھے جلدی سے اپنی تقریر لکھی اور جب مجھے بلوایا گیا تو میں نے وہی تقریر پڑھ ڈالی۔ تقریر اردو میں تھی اور میرا موٴقف مختصراً یہ تھا:۔ وطن عزیز کا سب سے اہم مسئلہ یہی ہے کہ ہم نے قائداعظم کے نظریات سے انحراف کیا اور اب اس کی سزا بھگت رہے ہیں۔ اس مسئلہ کا حل یہی ہے کہ بانی پاکستان کے نظریات کی طرف از سرِ نو رجوع کیا جائے۔ اپنی تقریر کے دوران میں نے جنرل ضیاء الحق کی ''اسلامائزیشن'' کو تنقید کا نشانہ بنایا اور خصوصی طور پر حدود آرڈیننس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ چونکہ اس کے تحت (ثبوت کے مشکل معیار کی بنا پر) کسی مجرم کو سزا دے سکنا ممکن نہیں۔ لہٰذا یہ قانون نمائشی ہے۔ ہمارے ضابطوں پر محض سرخی پاوٴڈر لگانے کے مترادف ہے اور ایسے قانون کو نافذ کر کے احکام الٰہی کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ تقریر کے اختتام پر علماء حضرات نے شور و غل مچانا شروع کر دیا کہ گذشتہ چودہ سو سالوں میں کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوئی کہ احکام الٰہی کو'' کالعدم'' قرار دیا جائے۔ (میں نے کب کہا تھا کہ احکام الٰہی کو ''کالعدم'' قرار دیا جائے لیکن بدقسمتی سے ہمارے علمائے کرام جب کوئی منطقی دلیل پیش نہ کر سکیں تو ایسی ہی تخیلی جذباتیت کا اظہار کر کے آپ کے پاوٴں کے نیچے سے دری کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں)۔''

پھر کہتے ہیں کہ

''جنرل ضیاء الحق پہلے تو چند لمحے اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے رہے اور علماء حضرات کے شور و غل سے لطف اٹھاتے رہے۔ پھر یکدم اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور سنجیدہ لہجے میں فرمایا:۔ علماء حضرات اطمینان رکھیں۔''

یہ کن کے الفاظ تھے؟ جنرل ضیاء الحق صاحب کے۔

''فرمایا:۔ علماء حضرات اطمینان رکھیں۔ ڈاکٹر جاوید اقبال کی

> سفارشات پر عمل درآمد نہیں کیا جائے گا'' (یعنی قائداعظم کے نظریات کی طرف رجوع نہیں ہو گا۔) اس پر تمام علماء حضرات خاموش ہو گئے اور کانفرنس کی کارروائی جاری رہی۔''

(''اپنا گریبان چاک'' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور صفحہ 205)

اب آپ کو آخری اقتباس جو میں سنانا چاہتا ہوں وہ ذرا غور کے قابل ہے۔

انہوں نے دونوں فرعونوں کی حکومت اور یہاں اسلام کو جس طرح استعمال کیا جاتا ہے اس کا نقشہ جامع الفاظ میں کھینچا ہے جو سننے کے لائق ہے۔

دو فرعونوں کا موازنہ

جناب جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال اپنی سوانح حیات کے صفحہ 207 پر ان دونوں فرعونوں کے زمانۂ حکومت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

> ''جنرل صاحب (ضیاء الحق صاحب) اتنے ہی مسلمان ہیں جتنے بھٹو صاحب تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک نے اسلام کو اپنے اقتدار کی ڈوبتی کشتی کے تحفظ کی خاطر استعمال کیا اور دوسرے نے اسے اپنے اقتدار کے چڑھتے سورج کے استحکام کے لئے۔ مجھے پہلا مارشل لاء لگنے پر سکندر مرزا کے اعلان کی یاد نے شرمندہ کر دیا۔ ہم سیاسی مقاصد کی خاطر کب تک اسلام کو بطور ''طوائف'' استعمال کرتے رہیں گے؟''

(''اپنا گریبان چاک'' صفحہ 207)

محافظین ختم نبوت کا رخ کردار

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ مولانا! **1974ء میں بھی یہ الزام دہرایا گیا اور احراری اور دیوبندی حلقوں کی طرف سے اب تک اخبارات میں بھی یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ جماعت احمدیہ اقلیت ہے۔**

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ جی۔ ہاں یہ تو آج تک کیا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ یہ تو ایک محض مفتریانہ پروپیگنڈہ ہے لیکن آپ کیا یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ یہ جو "محافظین ختم نبوت" ہیں، ان کا رُخ کردار کیا ہے۔ اس سعی کے حوالے سے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ ان احراری ملّاؤں نے جو دنیا میں یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ ہمیں یکا یک ختم نبوت کے تحفظ کا خیال آیا، یہ وہ لوگ تھے جو ساری عمر پنڈت نہرو اور گاندھی اور پٹیل اور دوسرے اسلام دشمن لیڈروں کے چرنوں میں رہے۔ دنیا حیران ہے کہ ان دشمنان اسلام کے قدموں میں رہنے والے شخص کہاں سے عاشقِ ختم نبوت ہو سکتے ہیں۔

بہر حال یہ سیاسی قلابازی تھی اور چونکہ انہیں معلوم تھا کہ ایشیا کا دماغ، مسلم دماغ خاص طور پر، وہ مذہب کے نام پر ہی مشتعل ہو سکتا ہے اور اسی اشتعال کے نتیجہ میں ہم پاکستان کو تباہ کر سکتے ہیں۔ ان لوگوں نے وہی راہ اختیار کی جو کہ سیاست میں ہمیشہ ہی دنیا کی تمام پارٹیاں استعمال کرتی ہیں اور اس میں مسلم غیر مسلم کا کوئی فرق نہیں۔ جتنی بھی کوئی سیاسی پارٹی ہو گی اتنی ہی زیادہ فریب کاری کا نمونہ وہ دکھائے گی۔

یہ بالکل ویسا ہی طریقہ کار ہے جیسا کہ چوروں کا گروہ جب کہیں چوری کی واردات کے لئے پہنچتا ہے تو وہ اپنے میں سے بعض لوگوں کی ڈیوٹی تو سینددھ لگانے کے لئے لگاتے ہیں۔ بعض اندر پھلانگنے کے لئے ہوتے ہیں۔ بعض چور ہیں جو بازار میں کھڑے ہوتے ہیں اور آواز دینے کے لئے کہ دیکھو چور ہے اور فلاں چور ہے تا کہ لوگوں کی توجہ دوسری طرف ہو جائے اور چوری کرنے میں آسانی ہو جائے۔ بعینہٖ یہی صورت ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔

ابوالکلام آزاد صاحب کے ذریعہ سے کانگریس نے 1929ء کے اجلاس راوی پر اس مجلس احرار کو قائم کیا اور ابوالکلام صاحب آزاد نے اپنی وصیت میں جو "India Wins Freedom" میں چھپ چکی ہے اور میں حوالہ دے چکا ہوں۔ یہ کہا کہ

> ' مجھے پاکستان سے شدید نفرت ہے۔ پاکستان کا نام ہی اسلام کے خلاف ہے۔ میری تمام ہمدردیاں یہودیوں کے ساتھ ہیں۔

تو اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جس پارٹی کا لیڈر پاکستان کے نام کا ہی دشمن ہو اور

اس کی 1929ء سے ساری ہمدردیاں یہودیوں کے ساتھ ہوں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کے پرستار یہودیوں سے علیحدہ رہ سکیں۔ ان کا تو صبح اور شام اوڑھنا اور بچھونا یہودی کاز (Cause) کو فروغ دینے کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا۔

یہ چیزیں لوگوں نے یہاں پر اس لئے شروع کیں کہ استعمار کی طرف سے اس رنگ میں پروپیگنڈہ کیا گیا کہ مسلمان اس وقت یہود کے نام سے مشتعل ہوسکتے تھے۔ حیرت کی بات ہے کہ یہودیوں کے خلاف ضربِ کاری، قانونی لحاظ سے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے لگائی تھی۔ اس وجہ سے استعماری طاقتیں، جن میں امریکہ اور رشیا وغیرہ آتی تھیں۔ انہوں نے اسی بناء پر حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی مخالفت کی۔ چونکہ حضرت چوہدری صاحب جماعت احمدیہ کی عظیم شخصیت تھے اس لئے پھر اس کے بعد یہ ساری تحریک جماعت احمدیہ کے خلاف کر دی گئی۔ ورنہ اندرون خانہ یہ لوگ 1929ء سے یہودیوں کے ایجنٹ تھے۔ لیکن انتہائی چالاکی اور عیاری کے ساتھ انہوں نے یہ تحریک اٹھائی۔ اس وجہ سے کہ یہودی کے نام پر اشتعال پیدا ہوسکتا ہے کہ احمدی یہودیوں کے ایجنٹ ہیں۔ حالانکہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب ہی تو تھے جنہوں نے اس وقت تمام دنیا کے سامنے ثابت کیا کہ قانونی طور پر، عقلی طور پر، اخلاقی لحاظ سے، کسی لحاظ سے بھی امریکہ اور رشیا کی یہ قرارداد تسلیم نہیں کی جاسکتی کہ مظلوم اور مصیبت زدہ اور ستم رسیدہ عربوں کو ان کے وطن سے نکال دیا جائے اور اس کی بجائے ان ظالموں کو جو کہ ہمیشہ ہی خنجر چھپائے ہوئے محمد عربی ﷺ کی نعش تک نکالنے کے لئے سازشیں کرتے رہے ہیں ان کو یہاں آباد کیا جائے۔ جنہوں نے سارے حربے محمد ﷺ کی زندگی میں بدر کی زمین سے لے کر اور جنگ سے لے کر غزوہ احزاب تک استعمال کئے، سارے عرب کو اکٹھا کیا۔ عرب اکٹھا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ یہ یہود کی کارستانی تھی۔ اس کا روپیہ، اس کا ہتھیار، اس کا پروپیگنڈہ، اور اس کی تیاریاں تھیں جس کی وجہ سے سارا عرب اکٹھا ہو کر مدینہ رسول پر حملہ آور ہوا تھا۔ تو یہ یہودی تھے جن سے ان کے تعلقات 1929ء سے ہیں مگر کیونکہ انہوں نے عیاری اور مکاری سے یہودیوں کا ایجنٹ احمدیوں کو قرار دے کر اشتعال دلانا تھا۔ خود یہ پس پردہ رہے تا کہ عوام اس بات کو محسوس نہ کرسکیں کہ اصل ایجنٹ تو یہ ہیں۔ یہ خود تو نعرہ لگا رہے ہیں۔ چنانچہ یہ بات زیادہ دیر تک پوشیدہ رہ نہیں سکتی تھی۔

یہ آپ دیکھیں کہ دیوبندی مولوی پیر محمد اشرف 1984ء میں استعماری طاقتوں کی سرپرستی میں پاکستان سے اسرائیل میں پہنچا۔ ان سے کیا کچھ سازش ہوئی؟ اس کے نتیجہ میں جب یہ شخص یہاں پر آیا ہے تو ''جنگ'' اور دوسرے اخباروں میں اس نے یہ اعلان کیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اس کو (اسرائیل) کو تسلیم کر لیں۔

آپ مجھے یہ بتائیں جماعت احمدیہ نے 1947ء سے لے کر آج تک کبھی اس بات کی تحریک کی ہے کہ اقوام عالم کو، اسرائیل کو حقیقت کے طور پر تسلیم کر لینا چاہئے۔ مگر یہ یہودی ایجنٹ تھے کہ جن کے رکن، اس وقت پاکستان کی مجلس شوریٰ کے رکن بھی تھے پیر اشرف، یہ خفیہ طور پر وہاں پہنچے۔ ساری بات یہ ہے کہ وہاں پہنچنے کے لئے استعماری طاقتیں اور وہاں کی یہودی حکومت ان سب کی سازش تھی اور وہ یہ سوچ رہے تھے کہ ہم نے مصر کو تو رام کر لیا ہے۔ اردن بھی تقریباً ہمارے ساتھ متاثر ہو چکا ہے۔ تو اب وقت آ گیا ہے کہ پاکستان کو بھی اس بات پر مجبور کیا جائے کہ وہ تسلیم کر لے۔ تو جب اس نہج تک یہ صورت پہنچی تو پیر محمد اشرف صاحب کو وہاں پر پہنچایا گیا اور انہوں نے آ کر کھلے بندوں اعلان کیا کہ یہ حماقت ہو گی کہ ہم اسرائیل کو تسلیم نہ کریں۔ اس پر ایک شور مچ گیا اور یہ بات اخباروں میں آئی اور پھر گورنمنٹ نے اس پر تحقیقات شروع کی۔ یہ ساری باتیں روزنامہ ''جنگ'' میں موجود ہیں۔ 14 جولائی 1984ء کا اور 11 ستمبر 1997ء کے اخبار ''جنگ لاہور'' میں دیکھیں۔ یہ سارے حقائق چھپے ہوئے ہیں۔

صاف بات ہے کہ یہ خود یہودی ایجنٹ تھے اور یہودی ایجنٹ کے نام پر اشتعال پھیلانے کے لئے انہوں نے ہمارے نام یہ سارا پروپیگنڈہ کیا اور عجیب بدبخت یہ لوگ ہیں کہ اپنی ایجنٹی کو چھپانے کے لئے آج تک پھر وہی الزام دہرا رہے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ گوئبلز (Goebbles) نے جس طرح یہ کہا تھا کہ اگر ایک الزام کوئی مرتبہ دہرا دیا جائے تو وہ صداقت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ مولانا اجمل قادری بھی اسرائیل گئے حالانکہ کوئی پاکستانی اپنے پاسپورٹ پر وہاں نہیں جا سکتا۔ اور اس شخص نے بھی یہی بات کہی۔ تو یہ باتیں اب دنیا کے سامنے آ گئی ہیں۔ دنیا اتنی اندھی نہیں ہے کہ ان حقائق کو نہ سمجھ سکے۔

چنیوٹی ملاں کی پیشگوئی کا انجام

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا چنیوٹ کے ایک بدنام زمانہ ملاں نے 1989ء سے قبل ایک پیشگوئی کی اور یقینی طور پہ شیطانی القاہی ہے۔ اس نے کہا کہ جماعت احمدیہ 1989ء سے قبل ہی مکمل طور پر مٹ جائے گی۔ اس کا یہ قول اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ استعماری طاقتوں کے بل بوتے پر یہ لوگ اپنے دعوے کرتے ہیں۔ اس بارہ میں کچھ فرمائیے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ آپ نے بالکل سچ فرمایا۔ یہ الفاظ ’’روزنامہ جنگ‘‘ لاہور کی اشاعت 30 جولائی 1986ء میں شائع ہوئے جبکہ ضیاء الحق زندہ تھا۔ اور ضیاء ہی وہ شخص تھا جس نے 1985ء میں ویمبلے کانفرنس لندن میں خاص طور پر پیغام دیا تھا کہ قادیانیت کینسر ہے اور ہم اس کو ختم کر کے چھوڑیں گے۔ (جنگ 11 ستمبر 1985ء) تو استعماری طاقتوں کی آواز ہی تھی جس کے ترجمان اس دور کے فرعون بنے ہوئے تھے اور انہیں کے گماشتوں میں اور خود کاشتوں میں یہ ملاّں بھی تھے۔ اس ملاّں کا نام لینا دراصل اس مجلس کو ناپاک کرنے کے مترادف ہے۔ اس لئے نام کے بغیر میں الفاظ اس شخص کے پڑھتا ہوں۔ ویسے اتنا بتا دیتا ہوں کہ یہ ملاّں وہ ہے جس کا ہم نام ڈیرہ غازی خان میں بھی موجود ہے۔ اسی دیوبندی مسلک کا آدمی ہے اور اسے حکومت کی طرف سے دہشت گرد قرار دیا جا چکا ہے۔ تو ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں خواہ وہ چنیوٹ کا کوئی ملاّں ہو یا ڈیرہ غازی خان کا ہو۔ اس شخص نے یہ کہا کہ

> ’’1989ء تک پوری دنیا سے قادیانیت کا جنازہ نکل جائے گا۔‘‘

بات واضح ہے۔ یہ الفاظ ہیں

> ’’1989ء تک پوری دنیا سے قادیانیت کا جنازہ نکل جائے گا۔‘‘

اسے الہام ہوا؟ کشف ہوا؟ صاف بات ہے کہ یہ لوگ تو اب خدا کو مردہ سمجھتے ہیں۔ الہام اور وحی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ دراصل استعماری طاقتوں کی سازش کا اعلان تھا کہ اب انہوں نے 1989ء تک صفحۂ ہستی سے مٹا دینا ہے ’’قادیانیت‘‘ کو۔ آگے یہ لکھا کہ

> ’’مولانا اسلم قریشی اور سکھر کے شہداء کا قتل قادیانیت کی غنڈہ گردی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔‘‘

اب آپ دیکھیں کہ کتنا بڑا فراڈ ہے۔ اسلم قریشی کو ضیاء نے اور مولویوں نے خود بھجوایا صرف اس لئے تا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ پر مقدمہ دائر کیا جا سکے کہ آپ معاذ اللہ اس کے قاتل ہیں۔ چنیوٹ کے اس خبیث الفطرت ملّاں نے یہاں تک کہا کہ اگر گورنمنٹ اجازت دے تو میں مرزا طاہر احمد صاحب کے مکان سے، ان کے بستر کے پاس اسلم قریشی کو برآمد کر سکتا ہوں اور پھر کہا کہ یہ مار دیا گیا ہے اور ملاؤں نے اس کا جنازہ پڑھا۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ اسلم قریشی کو ہم نے خود بھیجا ہے۔ اتنا بڑا فراڈ میں سمجھتا ہوں مذہبی دنیا میں کبھی نہیں کھیلا گیا۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے تو یہ کہا تھا اپنی ایک مجلس میں کہ پاکستان فراڈ اعظم ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں یہ تو بے بنیاد چیز ہے۔ یہ تو حقیقت ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ پاکستان جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ مکہ اور مدینہ جس طرح کامیاب ہوئے اللہ تعالیٰ بالآخر پاکستان کو بھی اسلامستان بنائے گا اور یہ دنیا کی قوموں کی صف اول میں آئے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو یہاں پناہ دی ہے اور انہی کی کوشش سے یہ عظیم الشان مملکت معرض وجود میں آئی ہے اور اب تک جو بچی ہوئی ہے، وہ ان دعاؤں ہی کا نتیجہ ہے جو حضرت مصلح موعودؓ نے، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اور موجودہ حضور کر رہے ہیں۔ تو یہ سب سے بڑا فراڈ ہے جو ملّاں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ پر قتل کا مقدمہ کرنے کے لئے اسلم قریشی کی شکل میں بنایا تھا۔ اس نے اس کا حوالہ دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ غنڈہ گردی ہے اس لئے اب وقت آ رہا ہے کہ اس کے جواب میں اب مرزائیت کو 1989ء سے پہلے پہلے ختم کر دیں گے۔

یہ اعلان تھا کہ اب ساری طاقتیں مجتمع ہو رہی ہیں اور ممکن نہیں ہے کہ جماعت احمدیہ اب استعماری طاقتوں کا مقابلہ کر سکے۔ یقیناً اس کو ختم کر دیا جائے گا۔ یہ بالکل فراڈ اعظم ہے۔ جب میں نے یہ خبر پڑھی تو بس اِدھر میں نے خبر پڑھی اور اُدھر مجھے حضرت گیانی واحد حسین صاحب کا ایک لیکچر یاد آ گیا۔ غالباً یہ لیّہ کی بات ہے۔ حضرت ملک عمر علی صاحب امیر جماعت احمدیہ ملتان صدارت کر رہے تھے اور گیانی واحد حسین صاحب نے احرار کے متعلق تقریر کی۔ میری تقریر کا عنوان تھا ’’اتحاد المسلمین‘‘۔ ان کی تقریر احرار کے متعلق تھی۔ ان دنوں میں احرار کی بڑی شورش تھی۔ تو انہوں نے احراریوں کے جھوٹ اور ان کی فریب کاریوں کا نقشہ کھینچنے کے بعد یہ پڑھا۔ پنجابی کے شعر تھے:۔

کسے دا منڈا کسے دی دھی
نائی کھا گیا شکر گھی
نالے لے گیا رپئے تی (30)
اینوں کیندے جی چار سو وی
عجب زمانہ آیا لوکو عجب زمانہ آیا

تو یہ چار سو بیس اور فراڈ اعظم دنیا نے دیکھا ہے اور یہ قیامت تک کے لئے روزنامہ ”جنگ لاہور“ 30 جولائی 1986ء میں محفوظ ہے۔

MTA کا رعب اہلِ سیاست اور ملاؤں پر

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ذریعہ 1994ء سے M.T.A کا عالمگیر اور آفاقی نظام عطا فرمایا ہے اور اس کی وجہ سے مخالفین کے چھکے چھوٹ گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں اگر ناظرین کو کوئی مستند نمونہ پیش فرما سکیں تو یقیناً یہ ازدیادِ ایمان کا باعث ہوگا!

مولانا دوست محمد شاہد صاحب: ۔ یہ بھی بہت ہی اہم سوال ہے۔ یہ میرے ہاتھ میں اس وقت پاکستان کا ایک مشہور اخبار ہے۔ یہ اس دور کا اخبار ہے۔

منظور وٹو صاحب وزیر اعلیٰ تھے اور چوہدری الطاف حسین صاحب گورنر پنجاب تھے۔ میرے سامنے موجود ہے اس کا پورا صفحہ۔ اس صفحہ پر عنوان یہ ہے۔

”ذوالفقار علی بھٹو کے بعد قادیانیوں کے خلاف آواز بلند کرنے والا دوسرا کردار گورنر پنجاب ہیں۔“

لیکن وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ

”قادیانیوں کو کسی ثبوت کے بغیر فرقہ واریت کے ناسور کا ذمہ دار کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔“

دوسری سرخی یہ ہے کہ

''امریکہ صرف قادیانیوں سے کیوں ڈرتا ہے؟ ۔''

تیسری سرخی یہ ہے کہ

''علماء کرام متحد نہ ہوئے تو احمدیت کے سیلاب کو روکا نہیں جا سکتا۔''

اور ایک بڑی سرخی یہ ہے: ۔

''روزانہ سینکڑوں افراد مرزا طاہر احمد کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ قادیانی الگ ٹی وی سٹیشن بنانے کی تیاریاں مکمل کر چکے۔''

اس میں انہوں نے تصاویر دی ہیں گورنر پنجاب کی۔ بھٹو صاحب کی، منظور احمد صاحب وٹو کی اور اسی طرح بعض اور ملاّؤں کی بھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بھی تصویر دی ہے۔ متن میں لکھا ہے کہ

> ''گورنر پنجاب نے حال ہی میں یہ انکشاف کیا ہے کہ مرزائی لندن میں ڈش انٹینا پر تبلیغ کر رہے ہیں۔ ان کا یہ انکشاف نیا نہیں۔ ہمارے ہاں اس امر کا اندازہ نہیں کیا جا رہا کہ احمدی اب کس قدر طاقتور قوت بن چکے ہیں۔ اور اس قوت کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں وطنِ عزیز میں اسلامی نظام نافذ کرنے کے علاوہ کیا کچھ کیا جانا چاہئے۔ حیرت کی بات ہے کہ جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا طاہر احمد نے گزشتہ دنوں اپنے خطاب میں بعض حیرت انگیز دعوے کئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ امریکہ بہت جلد چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو جائے گا اور یہ کہ امریکہ دنیا میں احمدیوں کے علاوہ اور کسی سے نہیں ڈرتا۔ پاکستان کے عام لوگوں اور دنیا کے مسلمانوں کے نزدیک ان کے ان خیالات کو امریکہ کو چیلنج کرنے کے مترادف قرار دیا جائے گا۔ حالانکہ امریکہ کی طرف سے اپنے حامیوں کو طاقت میں لانے کے لئے اس قسم کی مخالفت کی اجازت ہوتی ہے۔ مرزا طاہر احمد مزید کہتے ہیں کہ اس وقت احمدیوں کا ٹیلی ویژن چینل دنیا کی کئی زبانوں میں بارہ گھنٹے تبلیغی نشریات پیش کر رہا ہے۔ اور یہ نشریات دنیا بھر میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اطلاعات کے مطابق لندن میں قائم

اس ٹیلی ویژن چینل کی قیمت پانچ لاکھ روپے فی گھنٹہ ہے۔ اس طرح جماعت احمدیہ روزانہ ساٹھ لاکھ روپے ٹیلی ویژن والوں کو دے رہی ہے۔ آج تک کسی نے نہیں سوچا کہ اس قدر خطیر رقم کہاں سے آ رہی ہے۔ کون دے رہا ہے۔‘‘

دیکھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ’’رعب‘‘ پیدا کرنے کے لئے غیروں کی طرف سے کیا سامان ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ

> ’’اس طرح جماعت احمدیہ روزانہ ساٹھ لاکھ روپے ٹیلی ویژن کو دے رہی ہے۔ آج تک کسی نے نہیں سوچا کہ اس قدر خطیر رقم کہاں سے آ رہی ہے۔ کون دے رہا ہے اور دینے والے کے مقاصد کیا ہیں۔ احمدیوں کا دعویٰ ہے کہ یہ فنڈ جماعت احمدیہ کے کارکن دیتے ہیں۔ جن کے طفیل نہ صرف ٹیلی ویژن چینل بلکہ پوری دنیا کے ایک سو پچاس ممالک میں احمدیت کے تبلیغی سینٹر کام کر رہے ہیں۔ احمدیوں کے یہ دعوے ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہیں۔ جب تک ہم پاکستان میں احمدیوں کا سرکاری اثر ونفوذ ختم نہیں کرتے یہ سلسلہ پاکستان میں ہی نہیں پوری دنیا میں جاری رہے گا۔ اس ضمن میں ہمارے ہاں دینی کرداروں اور جماعتوں کو ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں مسلمانوں کو یہ سوچنا ہوگا کہ ہمیں احمدیت کے ابھرتے ہوئے اثر ورسوخ کو ختم کرنے کا یا کم کرنے کے لئے کیا کچھ کرنا ہے۔ ہماری دینی جماعتیں اور جید علماء یہ تو کہتے ہیں کہ قادیانیوں کو یہودیوں کا اثر ورسوخ حاصل ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اثر ورسوخ کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں نے کیا کردار ادا کیا ہے۔

> آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
> ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

> گزشتہ اشاعت میں ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ پاکستان میں اس وقت حکومتی ایوانوں تک میں ’’احمدیت‘‘ کو رسائی حاصل ہے اور اس رسائی کی اصل حقیقت جاننے کے لئے ہمیں تاریخ کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ مستقبل ماضی اور

ماضی حال سے وابستہ ہوتا ہے۔ آیئے ذرا اپنے ماضی، حال اور مستقبل میں جھانک کر تو دیکھیں۔''

آگے پھر چنیوٹ کے ملاّں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''(اس) نے یہ انکشاف کیا ہے کہ یہودیوں کے تعاون سے قادیانیوں نے ایک ''ٹیلی ویژن سٹیشن'' بنانے کے پروگرام کو مکمل کر لیا ہے۔ انہوں نے ڈش انٹینا کے ذریعہ مرزا طاہر احمد کی تقاریر پورے ملک میں سنانے اور دکھانے پر بھی اعتراض کیا۔ حیرت کی بات ہے کہ اب احمدی اقلیت اس قدر ترقی کر چکی ہے کہ وہ پوری دنیا میں اپنی نشریات پہنچا سکتی ہے۔ اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ نیٹ ورک کے ذریعہ ہماری حکومت ابھی تک ٹیلی ویژن کی نشریات پوری دنیا میں دکھا نہیں سکتی۔ اس انکشاف نے یہ ثابت کر دیا کہ احمدی دنیا بھر میں ہمارے ملک کی حکومت سے زیادہ مضبوط ہو چکے ہیں۔ پاکستان میں ان کی تبلیغ بہت شاندار انداز میں جاری ہے۔ اکثر سرکاری اداروں کے سربراہ قادیانی ہیں۔ (خدا کرے کہ ایسا ہو۔ ناقل) اس ملک میں احمدیوں کے لئے روزگار حاصل کرنا کوئی مسئلہ نہیں.. تمام اداروں کے علاوہ خصوصاً ذرائع ابلاغ پر احمدیوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔''

اور پھر عنوان یہی دیا ہے کہ

''علمائے کرام متحد نہ ہوئے تو ''احمدیت'' کے سیلاب کو روکا نہیں جا سکتا۔''

واضح اعترافِ حق ملاؤں کی زبانی

یہ احمدیت کی شاندار ترقی کا ایسا نمونہ ہے کہ جو ثابت کر رہا ہے کہ خدا کے فضل سے آسمان کی فوجیں اس شان سے حرکت میں آ گئی ہیں کہ تمام دنیا میں احمدیت کے نوبت خانے کی آواز کی گونج

سنائی دے رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ دیوبندی جنہوں نے یہ سارا کھیل کھیلا ہے ختم نبوت کے نام پر، وہ آج اس بات کا اعتراف کررہے ہیں کہ ہم نے بہت کوشش کی کہ احمدیوں کو کلمہ سے الگ کیا جا سکے مگر وہ اس میں ناکام و نامراد ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے حالیہ خطبہ میں یہ فرمایا کہ باوجود دشمنوں کی انتہائی کوشش کے خدا کے فضل سے کلمہ محمد مصطفی ﷺ ہم سے چھینا نہیں جا سکا۔ وہ ہماری جان ہے، وہ ہماری روح ہے۔

یہ میرے پاس حق نواز جھنگوی کے ''خطبات'' کی پہلی جلد ہے۔ جو عامر اکیڈمی ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور نے شائع کی ہے۔ اس میں جھنگوی صاحب کی تقریر کا ایک فقرہ یہ لکھا ہے:۔

> ''کلمہ قادیانیوں نے اس وقت بھی نہیں چھوڑا تھا اور آج بھی نہیں چھوڑا۔'' (صفحہ 209)

اسی طرح دیوبندی اکابر میں سے مولانا محمد منظور نعمانی نے یہ لکھا۔ یہ 1993ء کی کتاب ہے جس میں یہ شائع ہوا ہے۔ عنوان اس کتاب کا ہے:۔

''خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ''

اس کتاب کے صفحہ 95 اور 96 پر لکھا ہے:۔

> ''قادیانی نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور کلمہ گو ہیں بلکہ انہوں نے اپنے خاص مقاصد کے لئے اپنے نقطۂ نظر کے مطابق ایک صدی سے بھی زیادہ مدت سے اپنے طریقہ پر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا جو کام خاص کر یورپ اور افریقی ممالک میں کیا اس سے باخبر حضرات واقف ہیں۔ اور خود ہندوستان میں قریباً نصف صدی تک اپنے کو مسلمان اور اسلام کا وکیل ثابت کرنے کے لئے عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کا انہوں نے جس طرح مقابلہ کیا، تحریری اور تقریری مناظرے مباحثے کئے۔ وہ بہت پرانی بات نہیں ہے۔ پھر ان کا کلمہ، ان کی اذان اور نماز وہی ہے جو عام امت مسلمہ کی ہے۔ زندگی کے مختلف شعبوں کے بارہ میں ان کے فقہی مسائل قریب قریب وہی ہیں جو عام مسلمانوں کے ہیں۔... (کتنا زبردست اعتراف ہے۔ پھر لکھا ہے) لیکن

> اثناعشریہ کا حال یہ ہے کہ مذکورہ بالا موجب کفر عقائد کے علاوہ ان کا کلمہ الگ ہے۔ ان کا وضوا لگ ہے۔ ان کی اذان اور نماز الگ ہے۔ زکوٰۃ کے مسائل بھی الگ ہیں۔ نکاح وطلاق وغیرہ کے مسائل بھی الگ ہیں۔ حتیٰ کہ موت کے بعد کفن دفن اور وراثت کے مسائل بھی الگ ہیں۔'' (اور پھر چیخ و پکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔) ''بہر حال اس دور کے حضرات علماء کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اپنی علمی اور دینی ذمہ داری اور عنداللہ مسئولیّت کو پیش نظر رکھ کر اثناعشریہ کے کفر واسلام کے بارے میں فیصلہ فرمائیں۔''

ملاؤں کا دردناک انجام

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اوائل ماموریت میں یعنی 1892ء میں یہ الہام ہوا کہ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ یہ الہام احراری تحریک کی ناکامی کی صورت میں 125 سال سے پورا ہو رہا ہے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ الحمدللہ

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ کیا آنحضور ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری زمانے کے ملاؤں کے دردناک انجام کی خبریں بھی دی ہیں؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ سب سے پہلے تو میں نبیوں کے سردار، رسولوں کے فخر، خاتم النبیین، خاتم المؤمنین، خاتم العارفین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی مبارک احادیث آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ حضورؐ نے آخری زمانے کے ملّاؤں کے متعلق بڑی وضاحت کے ساتھ پیشگوئیاں فرمائی ہیں۔ چنانچہ ''مشکوٰۃ شریف'' میں کتاب العلم میں دو عظیم الشان پیشگوئیاں کی گئی ہیں۔ ایک مسیح موعود کے متعلق ہے اور ایک پیشگوئی علماء سوء کے متعلق۔ مسیح موعود کے متعلق جو پیشگوئی ہے وہ آنحضرت ﷺ کی اس حدیث کی تشریح میں ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا کہ

> 'مہدی موعود دنیا میں بکثرت خزانے لٹائے گا۔ اور اتنے کہ لوگ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔'

(''صحیح بخاری'' کتاب احادیث الانبیاء باب نزول عیسیٰ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہ ظاہری خزانے تو ہو نہیں سکتے کیونکہ رسول اللہ نے خود فرمایا ہے کہ انسان تو اتنا حریص ہے کہ مرتے دم تک، جب تک قبر میں نہیں چلا جاتا دنیا پرستی میں مبتلا رہتا ہے۔ اور باقی ظاہری روپے پیسے تو دنیا کی حکومتیں دیتی ہیں۔ خدا کے نبی تو اس غرض سے نہیں آتے۔ وہ تو دنیا کو خدا سے ملانے کے لئے آتے ہیں اور اس کے لئے قربانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں اور وہ قربانیاں جانی بھی ہوتی ہیں اور مالی بھی ہوتی ہیں۔

مسیح موعود کے متعلق جو مشکوٰۃ میں حدیث ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ

”عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ هل تدرون من اجود جودا قالوا اللہ و رسولہٗ اعلم۔“

(”مرقاۃ المصابیح“ شرح مشکوۃ المصابیح کتاب العلم)

حضرت انس بن مالک آنحضرت ﷺ کے مشہور خادم، جس طرح کہ حضرت بلال مؤذن رسول تھے، یہ خادم رسول کہلاتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مجلس سے خطاب کرتے ہوئے صحابہ سے پوچھا کہ

”هل تدرون من اجود جودا قالوا اللہ و رسولہٗ اعلم۔“

کہ کیا تمہیں پتہ ہے کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے۔

یہ ادب کا طریق تھا۔

آنحضور ﷺ نے اس کے بعد یہ فرمایا:۔

”قال اللہ اجود جودا ثم انا اجود بنی اٰدم“

سب سے بڑھ کر سخی تو خدا کی ذات ہے۔ بنی آدم میں خدا نے مجھے سب سے زیادہ سخی بنایا ہے۔

”واجودهم من بعدی رجل علم علما فنشرہٗ یاتی یوم القیامة امیرا وحدہٗ اوقال امة واحدة“

(”مشکوۃ شریف“ کتاب العلم مترجم جلد اوّل صفحہ 73 ناشر مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

فرمایا کہ میرے بعد ایک عظیم رجل آئے گا۔

یہ وہی حدیث ہے **رجل من ابناء فارس** ایک عظیم شخص آئے گا جو سخی ہوگا۔

علم علماً جسے جناب الٰہی سے علم عطا ہوگا۔ **فنشرہٗ** اور وہ تمام دنیا میں اس علم کو پھیلا دے گا۔ اور جب قیامت کے دن خدا کے دربار میں آئے گا تو وہ مجسم امت اور امیر کی حیثیت میں آئے گا۔ یہ تو مسیح موعودؑ کے متعلق خبر ہے۔

اس کے مقابل پر آخری زمانے کے جاہل ملاّؤں اور مسیح موعودؑ کے مخالفوں کا ذکر حضرت علیؓ کی روایت میں ملتا ہے۔ یہ اسی کتاب العلم میں، مشکوٰۃ میں موجود ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے۔
حضرت علیؓ تھے خلیفہ رابع رسول پاک ﷺ کے۔!

> **” عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ یوشک ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہٗ ولا یبقیٰ من القرآن الا رسمہٗ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدیٰ. علماؤھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ و فیھم تعود“**

(”مشکوۃ المصابیح“ کتاب العلم الفصل الثالث (مترجم) جلد اول صفحہ 76 ناشر مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ یہ بیہقی نے ”شعب الایمان“ میں حدیث ریکارڈ فرمائی ہے۔
حضرت شیر خدا حضرت علی المرتضیٰؓ خلیفہ رسول سے مروی ہے کہ

> ’آنحضرت محمد عربی ﷺ نے فرمایا کہ قریب ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے جبکہ اسلام نام کا باقی رہ جائے گا۔ اور قرآن کی صرف رسم رہ جائے گی۔ نام نہاد مسلمانوں کی مسجدیں آباد ہوں گی۔ مگر ہدایت سے خالی ہوں گی۔ اور ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔ ان کے نزدیک سے فتنہ نکلے گا۔ مگر فرمایا۔ یاد رکھو:۔ **وفیھم تعود** ایک وقت تک وہ فتنہ ان سے یقیناً نکلے گا مگر ہر فتنہ بالآخر انہی کے اندر داخل ہو جائے گا۔‘

تو یہ دور ہے جس کا آغاز ہو چکا ہے۔

ناز اتنا نہ کریں ہم کو ستانے والے
اور بھی دورِ فلک ہیں ابھی آنے والے

اب آگے دیکھیں۔ آنحضورﷺ نے آنے والے کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا۔ یہ حدیث بہت ہی عظیم الشان ہے اور اسلام کی صداقت کا ایک روشن سورج کی طرح نشان ہے۔ فرمایا:۔

”تکون فی امتی قزعة فیصیر الناس الٰی علمائهم فاذا هم قردة و خنازیر“

(”عمدة القاری“ شرح صحیح البخاری کتاب العدة باب ما جاء فی من یستحل الخمر)

یہ ”کنز العمال“ کی چودہویں جلد میں شائع شدہ ہے۔ اس کا صفحہ 280 ہے۔ یہ کتاب بیروت سے چھپی ہے۔ مؤسس الرسالہ اس کا نشریاتی ادارہ ہے۔ اور علامہ علاؤالدین علی متقی بن حسام الدین الہندی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 975ء) کی یہ تالیف ہے۔ علامہ سیوطی نے جامع الصغیر لکھی ہے۔ دراصل یہی روایات ان سے لی ہیں مگر ان میں فرق صرف یہ کیا ہے کہ روایات میں سے سند کو نکال دیا ہے۔ باقی اصل متن اس میں شامل کیا ہے۔ تو یہ بہت ہی عظیم الشان کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ

”تکون فی امتی قزعة“

میری امت میں ایک زمانہ آئے گا کہ بھاگڑ مچ جائے گی۔ اور عالمی سطح پر ایک بہت بڑا سانحہ قیامت خیز پیش آئے گا اور اس کو دیکھ کر لوگ اپنے ملاؤں کے پاس جائیں گے۔ فرمایا **فاذا هم قردة و خنازیر** مگر وہ دیکھ کر حیران ہو جائیں گے کہ (جن کو آپ ملا سمجھتے تھے، مولوی قرار دیتے تھے، ”محافظ ختم نبوت“ قرار دیتے تھے) **فاذاهم قردة و خنازیر** وہ بندر اور سؤر ہیں۔

یہ کن کے الفاظ ہیں؟ خاتم النبین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے۔

میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اگر آپ بصیرت کی آنکھ سے اس حدیث کو دیکھیں تو آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ آنحضورﷺ نے چودہ سو سال پہلے عرش سے آج کے ملاؤں کی سیاست کا نظارہ دیکھا اور اس کو دنیا کے سامنے بیان کیا۔ حضورؐ کو معراج میں بھی نظارہ دکھایا گیا تھا۔ چنانچہ معراج کی حدیثوں میں یہ لکھا ہوا موجود ہے کہ آنحضورﷺ جب آسمان پر تشریف لے گئے تو آپ کو جنت دکھائی گئی، دوزخ دکھائی گئی۔ اور بعض ایسے لوگ دکھائے گئے جن کی لمبی لمبی زبانیں تھیں اور

فرشتے آتے تھے اور قینچیوں سے ان کی زبانیں کاٹتے تھے۔ کاٹنے کے بعد وہ زبانیں پھر لمبی ہو جاتیں۔ پھر دوزخ کے فرشتے ان کو قینچیوں سے کاٹتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت جبریل سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبریل نے فرمایا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی امت کے مولوی اور خطیب ہیں جو لمبی لمبی تقریریں کریں گے مگر اس پر عمل نہیں کریں گے۔ عمل اور ہوگا اور خطبے بالکل ان کے اور ہوں گے۔ (''المعجم الاوسط'' باب من اسمہ احمد جز واوّل صفحہ 131 مؤلف ابوالقاسم الطبرانی متوفی 360ھ ناشر دار الحرمین۔ قاہرہ، حلیۃ الاولیاء باب مالک بن دینار جزء 2 صفحہ 386 مؤلفہ ابونعیم متوفی 430 ناشر العادۃ بجوار محافظۃ مصر سن اشاعت 1974)

خدا نے تو اس رات یہ دکھا دیا۔ معراج سے متعلق حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر بھی یاد رکھنا چاہئے۔ فرماتے ہیں کہ

ملا گوید کہ بر فلک شد احمد
سرمد گوید فلک بہ احمد در شد

کہ ملاں تو یہ کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ آسمان پر گئے تھے مگر سرمد کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ آسمان پر نہیں گئے مگر آسمان محمدؐ کی پیشوائی کے لئے آپ کے پاس آیا۔ پہلے بزرگوں نے یہ لکھا ہے غالباً حضرت نظام الدین اولیاء یا بعض دوسرے اکابر نے اور یہ شائع شدہ ہے۔ یہ کتاب یہاں لاہور سے دوبارہ چھپی ہے۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ آنحضورؐ آسمان پر نہیں گئے بلکہ آسمان آنحضور ﷺ کی پیشوائی کے لئے آ گیا ہے۔ تو اس سے محمدی مقام کی زیادہ عظمت ثابت ہوتی ہے۔

اور حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ نے تفسیر صغیر میں دَنٰی فَتَدَلّٰی کی تفسیر عجیب وجد آفرین رنگ میں کی ہے۔ اور تفسیر بھی ترجمے کی شکل میں کی ہے۔ اور ترجمہ یہ کیا ہے کہ **دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی** (النجم: 9-10) کہ آنحضرت ﷺ خدا کے قریب ہوئے اور خدا آپ کے قریب ہوا۔ فرمایا کہ یہ جو سمجھتے ہیں کہ آنحضرتؐ آسمان پر نہیں گئے بلکہ آسمان محمد مصطفٰیؐ کے قدموں میں آیا ہے بلکہ قرآن کی یہ آیت بتاتی ہے کہ معاملہ یہیں تک نہیں رہا بلکہ اس کائنات کا خدا محمد رسول اللہؐ کے استقبال کے لئے آسمان سے نازل ہوا ہے۔ تو بہر حال معراج میں بھی یہ بتایا گیا۔

اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں۔ نہایت توجہ سے سننے کے لائق ہیں۔ محمد عربی ﷺ نے اس ایک فقرے میں بیسویں اور اکیسویں صدی میں ملاؤں کی سیاست کا پوری طرح پوسٹ مارٹم کر دیا ہے۔ دیکھیں اور غور کریں۔ حضورؐ نے کوئی گالی نہیں دی۔ حقیقت بیان کی ہے۔

فرمایا وہ بندر ہوں گے اور خنزیر ہوں گے اور کھتنیکیا ہوں گے؟ علماء اسلام، بڑے بڑے خطاب لمبے لمبے جبّے ان کے ہوں گے۔ اور خطاب کے بغیر تو ملاں ہوتے ہی نہیں ہیں۔ چنیوٹ کا ملاّں خود اشتہار دیتا تھا اور بڑے بڑے القاب خود لکھتا تھا۔

ایک ملاّں نے بڑے القاب لکھے غلام قادر جیلانی، مجددی، نقشبندی، چشتی اور پتہ نہیں کیا کچھ انہوں نے لکھا۔ تو وزٹنگ کارڈ (Visiting Card) لے کر ایک ریسٹورنٹ کے مینیجر سے ملا اور کہا کہ مجھے اکاموڈیشن چاہیئے جاب کے لئے۔ اس نے جب وہ وزٹنگ کارڈ لمبا سا دیکھا تو اس کا رنگ فق ہو گیا۔ کہنے لگا آپ کی تشریف آوری کا شکریہ۔ مگر اتنے آدمیوں کی گنجائش نہیں ہے۔ اس نے سمجھا کہ یہ تو ایک فوج آجائے گی۔ میں اتنے کمرے کہاں سے مہیا کروں گا۔

تو القاب کے بغیر نہیں رہتے۔ مگر محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان کے القاب پر نہ جانا، وہ بندر اور خنزیر ہوں گے۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ بندر کھڑا ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ رکوع بھی کر سکتا ہے؟ یقیناً کر سکتا ہے۔ سجدہ بھی کر سکتا ہے کہ نہیں؟ یقیناً کر سکتا ہے۔ آپ نے مری میں لنگور دیکھیں ہوں گے۔ سامنے آتے تھے، کھاتے بھی تھے، پھر سجدے بھی کرتے تھے۔ سارے کام کرتے ہیں مگر آپ مجھے یہ بتائیں کہ کیا بندر نظام مصطفیٰؐ قائم کر سکتا ہے؟ نہیں!!

اس واسطے کہ نقالی کر سکتا ہے وہ۔ حقیقت سے بالکل خالی ہے۔ تو خدا کے رسولؐ نے فرمایا کہ ان کے سجدوں اور خطبوں پر نہ جانا۔ وہ بندر ہیں۔ اسلام کی روح ان میں موجود نہیں ہے۔ دیکھیں کتنی واضح بات ہو گئی۔ ابھی حال ہی میں یہ گذرا ہے رؤیت ہلال کا معاملہ ساری دنیا میں ایک ہنگامہ مچا ہوا ہے۔

یہ وہ ملاّں تھا جس نے انگریز کے زمانے میں یہاں تک فتویٰ دیا کہ اگر ریڈیو پر بھی خبر آجائے کہ چاند دیکھا گیا ہے تو اس پر عمل کرنا ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ شیطان کا آلہ ہے۔ ریڈیو پر اعلان ہوتا ہے۔ چونکہ انگریزوں کا ریڈیو ہے اس پر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ جناب رشید گنگوہی صاحب کا یہ فتویٰ ہے کہ منی

آرڈر کا بھجوانا بھی ناجائز ہے۔ (''فتاوٰی رشیدیہ'' صفحہ 431-430 ناشر محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل۔ کراچی) اور یہ حقیقت ہے کہ آج تک جتنی بڑی بڑی ایجادیں ہوئی ہیں ملّاں نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔

سعودی عرب کی تاریخ میں لکھا ہے کہ شاہ ابن سعود نے کہا کہ ملّاؤں نے مجھے اتنا تنگ کیا کہ پہلے ٹیلی فون لگایا گیا تو یہ فتویٰ دیا گیا کہ یہ شیطان آواز پہنچاتا ہے۔ تو میں نے اس وقت یہ کوشش کی کہ اذان دی جائے پھر ان کو سنوائی جائے اور یہ کہا جائے کہ کچھ شرم کرو۔ شیطان بھی کبھی اذان دیتا ہے۔ اس کے بعد پھر یہ حملہ جو ٹیلی فون پر تھا، ختم ہوا۔ پھر کہنے لگے کہ میں نے پہلی کار منگوائی تھی غالباً امریکہ سے اور ملّاں نے اس کو آگ لگا دی اور کہا کہ یہ شیطانی چرخہ ہے۔

پھر لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر فتوے موجود ہیں۔ میرے پاس پارٹیشن سے پہلے کی کتاب موجود ہے۔ ملّاؤں کا فتویٰ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر خطبہ جمعہ میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور نماز اس کی وجہ سے پڑھنا، وہ تو سخت مکروہ ہے۔ اس واسطے کہ اس میں آواز اصل نہیں ہوتی۔ وہ تو آواز اس آلہ کی ہوتی ہے اگرچہ سنائی دیتی ہے کہ یہ امام صاحب پڑھ رہے ہیں اور آج دیکھیں کہ حکومت جہاں لاؤڈ اسپیکر کی ممانعت کرتی ہے، ملاں کہتے ہیں مداخلت فی الدین ہوگئی ہے۔

اسی طرح رؤیت ہلال کے متعلق ان کا 1947ء کا فتویٰ بھی یہی تھا کہ جی اگر حکومت کی طرف سے اعلان ہو تو ہم اس کو تسلیم نہیں کریں گے۔ اب اس کے بعد یہ کتاب چھپی ''القول السدید'' ازقلم مناظر اسلام ''حضرت صوفی محمد اللہ دتہ صاحب۔'' شائع کرنے والا ادارہ اشاعۃ العلوم وسن پورہ افغان سٹریٹ لاہور۔ اب پتہ نہیں کہاں کہاں اسلام کے مناظرے کئے؟ کتنے کافروں کو مسلمان بنایا؟ لیکن بڑا لقب ہے ''مناظر اسلام'' اور حضرت بھی ہیں اور صوفی بھی ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

> ''چونکہ انگریزی دور اور قیام پاکستان کے ابتدائی ایام میں یہ حالت اعتماد نہ تھی لہٰذا مجبوراً عدم اعتماد کا فتویٰ رہا۔ مگر اب جبکہ بانتظام حکومت پاکستان ''رؤیت ہلال کمیٹی'' کے حکم سے یعنی علماء کرام کے حکم سے کہ کمیٹی کے ارکان ہیں، ثبوت شرعی رؤیت ہلال بذریعہ ریڈیو اعلان کیا جاتا ہے تو اعتبار ضروری و لازم ہوگیا۔'' (صفحہ 18)

یعنی اب چونکہ ملاں رؤیت ہلال کمیٹی میں آگئے ہیں اس لئے اب ان کی بات کو ماننا

ضروری ہو گیا۔

اب جو ملّاں اس کاروبار میں آج تک چلتا چلا آ رہا ہے اس نام سے پیسے بٹورتے ہوئے۔ اس سال اس کا بند رہونا بالکل ثابت ہو گیا ہے۔

اور یہ میں نہیں کہتا۔ یہ پچھلی عید سے لے کر اب تک کے اخباروں کو آپ دیکھیں۔ صرف عنوان ہی دیکھیں کہ پاکستان میں تین چار جگہ پر الگ الگ عیدیں منائی گئیں۔ مولویوں نے الگ الگ عیدیں منائیں۔ اب چند عنوان آپ دیکھ لیں کہ

''مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے بغیر جو اعلان کئے گئے اس کو سپریم کورٹ میں چیلنج کر دیا گیا۔''

پھر لکھا ہے کہ

''پشاور ہائی کورٹ نے ٹی وی چینلز کے خلاف درخواست مسترد کر دی۔''

پھر لکھا ہے:۔

''ایک جگہ پر عید کا اعلان کیا گیا اور چودہ مارے گئے۔''

(''ڈیلی ٹائمز'' 25 اگست 2006ء)

کتنی بدقسمتی اور بدبختی ہے اس قوم کی کہ اللہ نے عید اس لئے بنائی تھی سال میں ایک دفعہ عید الفطر تا کہ وہ خوشیاں منائے۔ اب ملاں کی وجہ سے خوشیاں بھی قیامت میں بدل گئی ہیں۔

پھر لکھا ہے:۔

"Mufti Muneeb says that Eid in DIK is not according to Sharia"

(''نیوز انٹرنیشنل'' 25 اکتوبر 2006ء)

پھر لکھا ہے کہ

''عید بدمزہ ہو گئی۔''

(''اوصاف'' لاہور 25 اکتوبر 2006ء)

یہ ساری تفصیل ہے۔ پھر عنوان ہے: ۔

> ”بائیس اکتوبر کو شہادتوں کے بعد عید کا اعلان کیا۔ مذہبی امور سرحد۔“

(”روزنامہ ایکسپریس“ 25 اکتوبر 2006ء)

اور ایک عنوان ہے: ۔

> ”قوم کو منتشر کرنے کے ذمہ دار سرحد حکومت کے علماء ہیں۔“

(”روزنامہ ایکسپریس“ 25 اکتوبر 2006ء)

پھر عنوان ہوا: ۔

> ”منگل کی عید غیر شرعی تھی۔ مولانا مفتی منیب الرحمٰن۔“

(”امن“ فیصل آباد 25 اکتوبر 2006ء)

> ”تین عیدوں کی ذمہ داری رؤیت زونل ہلال کمیٹیوں پر ہے۔ حافظ حسین احمد۔“

(”امن“ فیصل آباد 25 اکتوبر 2006ء)

> ”عید کا چاند نظر آ جانے کی غلط اطلاع پر تین افراد کو اعتکاف سے اٹھا لیا گیا۔“

(”امن“ فیصل آباد 25 اکتوبر 2006ء)

آگے پھر یہ اعلان ہے۔ "Dawn" میں لکھا ہے کہ

> “Universal Islamic calendar bid fails”

(”ڈان“۔ لاہور 24 اکتوبر 2006ء)

یعنی پورے آوے کا آوہ ہی بگڑ گیا ہے۔

> ”چاند نظر نہیں آیا۔ مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کا اعلان۔ سرحد تین، بلوچستان دو عیدیں کرے گا۔“

(”خبریں“ 24 اکتوبر 2006ء)

”فضل الرحمٰن نے روزہ رکھا۔ اکرم درانی نے عید پڑھی۔ سراج الحق آج سویّاں کھائیں گے۔ گورنر سرحد کل نماز عید ادا کریں گے۔“

(”خبریں“ 24 اکتوبر 2006ء)

”سرحد حکومت کا اعلان غیر شرعی ہے۔ جماعت اہل سنت کے علماء کا فتویٰ۔ رؤیت ہلال کمیٹی کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے۔“

(”خبریں“ 24 اکتوبر 2006ء)

یہ ہر لفظ رسول اللہ ﷺ کی اس عظیم الشان پیشگوئی کا اعلان عام کر رہا ہے۔

ایک خبر ہے:۔

”چاند نہ نظر آنے کے باوجود عید منانا گناہ عظیمہ ہے۔“

(”روزنامہ جناح“ لاہور 24 اکتوبر 2006ء)

یہ بھی مولویوں کا بیان ہے۔

”صوبہ سرحد کے علماء کا چاند نظر آنے اور عید منانے کا اعلان غلط تھا۔“

(”روزنامہ انصاف“ لاہور 24 اکتوبر 2006ء)

یہ ماہر فلکیات کا اعلان ہے۔

”عید الفطر آج ہوگی یا کل ہوگی۔ برطانیہ میں مسلمان شدید الجھن کا شکار ہو گئے۔“

(روزنامہ ”امن“ 23 اکتوبر 2006ء)

یعنی یہ وبا صرف پاکستان میں نہیں بلکہ مغربی دنیا تک پہنچی ہوئی ہے۔

پھر لکھا ہے:۔

”رؤیت ہلال پر انتشار کا اصل سبب سعودی عرب کا غلط نظام ہے۔“

(روزنامہ ”امن“ 23 اکتوبر 2006ء)

یہ وہی سعودی عرب ہے جس کے نمائندہ حسن تہامی نے کہا تھا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بعد اب صحیح معنوں میں پاکستان اسلامی حکومت بن گیا ہے۔

(”مشرق“ لاہور 9 ستمبر 1974ء)

اور یہ سب سے بڑی خبر ہے کہ

’’سرگودھا میں امام مسجد نے عید کے بجائے نماز جنازہ پڑھا دی۔

نمازیوں کے احتجاج پر امامت سے فارغ۔‘‘

(روزنامہ ’’جناح‘‘ لاہور 28 اکتوبر 2006ء)

یعنی اب ملّاؤں کی وجہ سے، ان کے بندر ہونے کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ملاں نے عید پڑھانے کی بجائے عید کا جنازہ نکال دیا ہے۔ **فانا للہ و انا الیہ راجعون**

اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ نے جو حدیث بیان فرمائی تھی اس کا تذکرہ میں کر رہا تھا۔ فرمایا تھا۔

’’اذا هم قردة و خنازير‘‘

میں یہ بتا رہا تھا کہ اس میں ملّاؤں کی جو اکیسویں یا بیسویں صدی کے ملّاں ہیں، ان کی پالیسی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ جو اپنی دوکانداری کے لئے مذہب کو استعمال کرتے ہیں۔ فرمایا۔ وہ بندر ہوں گے۔ نقالی کریں گے۔ اس میں یہ بھی پیشگوئی ہے کہ اس دور کا ملّاں از خود رقص نہیں کرے گا بلکہ بیرونی طاقتوں کے اشارے پر رقص کرے گا۔ آپ مجھے بتائیں پاکستان کی کوئی بڑی جماعت جس کا تعلق استعماری طاقتوں کے ساتھ نہ ہو۔ کسی نہ کسی بیرونی طاقت کے ساتھ یہاں کے ملّاؤں کی جماعتیں ساتھ لگی ہوئی ہیں۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ وہ خنازیر ہوں گے۔ خنزیر کی دو باتیں سامنے رکھیں۔ خنزیر وہ جانور ہے جو پاخانہ کھاتا ہے۔ فرمایا وہ بدزبان ہوں گے۔ خنزیر وہ ہے جس کی فطرت میں اجاڑنا ہے۔ جس کی فطرت میں دہشت گردی ہے۔ خنزیر اپنی بھوک کو مٹانے کے لئے اپنے بچوں کو بھی کھا جاتا ہے۔ وہ کھیتوں کو ویران کرتا ہے۔ فصلوں کو ویران کرتا ہے کیونکہ ویرانی اور دہشت گردی اس کی خصلت میں شامل ہے۔ اب آپ خود دیکھ لیں ساری دنیا کے ملّاؤں کا طریقہ اور رسول اللہؐ کی حدیث۔ آپ کو نظر آئے گا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا تھا وہ آج کھلے الفاظ میں پورا ہوا۔

اب آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث پڑھ کر پھر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی بیان کروں گا۔ حضرت رسول پاک ﷺ نے ملّاؤں کا انجام بھی بتا دیا ہے اور آج پاکستان

میں ہی نہیں پاکستان سے عراق تک بلکہ ساری دنیا میں آپ دیکھیں تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث پوری ہو رہی ہے۔

کنز العمال جلد 11 صفحہ 192 (ناشر مؤسستہ الرسالہ بیروت) پر رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

> ’**یاتی علی الناس زمان** لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے
> **یقتل فیہ العلماء** جس میں علماء کو قتل کیا جائے گا۔ مگر کس طرح کیا جائے گا
> **کماتقتل الکلاب** جس طرح کتے مارے جاتے ہیں۔‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ ماموریت کے پہلے سال میں پہلی کتاب جو حضورؑ کے قلم سے نکلی وہ ’’فتح اسلام‘‘ تھی۔ اس کتاب میں حضورؑ نے اس دور کے ملّاؤں کے آخری انجام کی پہلے سے خبر دے دی تھی۔ عجیب بات ہے۔ فرمایا یہ ملّاں لوگ جو دنیا کے لوگ ہیں ’’تاریک خیال اور اپنے پرانے تصورات پر جمے ہوئے ہیں، وہ اس کو قبول نہیں کریں گے۔‘‘ مگر اس کے بعد ہی ملّاؤں نے پھر اسی سال فتویٰ شائع کیا۔ 276 صفحات کا فتویٰ۔ مذہبی تاریخ میں اتنا لمبا فتویٰ کبھی نہیں دیا گیا۔ فرمایا:۔

> ’’مگر عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جو ان کی غلطی ان پر ظاہر کر دے گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہیں کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔‘‘

فرمایا:۔

> ’’یہ انسان کی بات نہیں۔ خدا تعالیٰ کا الہام اور ربّ جلیل کا کلام ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان حملوں کے دن نزدیک ہیں۔ مگر یہ حملے تیغ و تبر سے نہیں ہوں گے۔ اور تلواروں اور بندوقوں کی حاجت نہیں پڑے گی۔ بلکہ روحانی اسلحہ کے ساتھ خدا کی مدد اترے گی۔ اور یہودیوں سے سخت لڑائی ہوگی۔ وہ کون ہیں؟۔ اس زمانے کے ظاہر پرست لوگ جنہوں نے بالاتفاق یہودیوں کے قدم پر قدم رکھا ہے۔ ان سب کو آسمانی سیف اللہ دو ٹکڑے کرے گی۔ اور

> یہودیت کی خصلت مٹا دی جائے گی اور ہر ایک حق پوش دجال دنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا....۔''

میں یہاں پر بتا دوں کہ آنحضور ﷺ کی یہ حدیث **مسلم شریف** میں موجود ہے۔ **مسلم شریف** کے مقدمے یہ لکھی ہے۔ فرمایا:۔

> 'آخری زمانے میں جو علماء ہوں گے۔ (وہ دجال اور کذاب ہوں گے اور) ایسی باتیں بنا کے دنیا کے سامنے پیش کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے آباؤاجداد نے سنی ہوں گی۔'

("صحیح مسلم" مقدمه الامام مسلم رحمه الله باب فى ضعفاء والكذابين ومن يرغب عن حديثهم)

اور اس کا نمونہ ملتان سے چھپنے والی وہ روداد بھی ہے جو اسمبلی کے نام پر شائع کی گئی جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ تو فرمایا میری امت میں ایسے مولوی پیدا ہوں گے **دجالون کذابون**۔ اور فرمایا کہ یاد رکھو! ان سے بچ کر رہنا وہ تمہیں گمراہ کر دیں گے اور فتنے میں مبتلا کر دیں گے۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام انہی دجالوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

> ''ہر ایک حق پوش دجال دنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا، حجّت قاطعہ کی تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ اور سچائی کی فتح ہو گی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آ چکا ہے۔ اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے۔ جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں۔ اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کر لیں۔ **اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔** یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام

ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے۔‘‘

(’’فتح اسلام‘‘ صفحہ 12 تا 17 طبع اول۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 9 تا 11)

ہم تہی دست تیرے در پہ چلے آئے ہیں
لطف سے اپنے عطا کر ید بیضاء ہم کو

اللهم صل و سلم علیٰ سیدنا و مولانا و شفیعنا محمد و بارک علیه و اٰله بعدد غمه و حزنه لهٰذه الامة و انزل علیه انوار رحمتک الی الابد. اللهم آمین. ثم آمین.

حضرت مسیح پاکؑ کے قلمِ مبارک سے ابتلاؤں کی فلاسفی

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ 1953ء، 1974ء اور 1984ء عالمگیر جماعت احمدیہ کے لئے ابتلاء کے سال ہیں۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابتلاؤں کی کیا فلاسفی بیان کی ہے؟

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے شہرہ آفاق اور مشہور عالم ’’سبز اشتہار‘‘ میں ابتلاؤں کی فلاسفی پر ایک نہایت بصیرت افروز رنگ میں روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ سونے سے لکھنے کے لائق ہے۔ فرمایا:۔

> ’’ابتلا جو اوائل حال میں انبیاء اور اولیاء پر نازل ہوتا ہے اور باوجود عزیز ہونے کے ذلّت کی صورت میں ان کو ظاہر کرتا ہے اور باوجود مقبول ہونے کے کچھ مردود سے کر کے ان کو دکھاتا ہے۔ یہ ابتلا اس لئے نازل نہیں ہوتا کہ ان کو ذلیل اور خوار اور تباہ کرے یا صفحۂ عالم سے ان کا نام ونشان مٹا دیوے۔ کیونکہ یہ تو ہرگز ممکن ہی نہیں کہ خداوند عزّ و جلّ اپنے پیار کرنے والوں سے دشمنی کرنے لگے اور اپنے سچے اور وفادار عاشقوں کو ذلّت کے ساتھ ہلاک کر ڈالے۔ بلکہ حقیقت میں وہ ابتلا کہ جو شیر ببر کی طرح اور سخت تاریکی کی مانند نازل ہوتا ہے۔ اس لئے نازل ہوتا ہے کہ تا اس برگزیدہ قوم کو قبولیت کے بلند منار تک پہنچاوے اور الٰہی معارف کے باریک دقیقے ان کو سکھاوے۔ یہی

سنت اللہ ہے جو قدیم سے خدائے تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے ساتھ استعمال کرتا چلا آیا ہے۔ زبور میں حضرت داؤد کی ابتلائی حالت میں عاجزانہ نعرے اس سنت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور انجیل میں آزمائش کے وقت میں حضرت مسیح کی غریبانہ تضرعات اسی عادت اللہ پر دال ہیں۔ اور **قرآن شریف** اور احادیث نبویہؐ میں جناب فخر الرسل کی عبودیت سے ملی ہوئی ابتہالات اسی قانون قدرت کی تصریح کرتے ہیں۔ اگر یہ ابتلاء درمیان میں نہ ہوتا تو انبیاء اور اولیاء ان مدارج عالیہ کو ہرگز نہ پا سکتے کہ جو ابتلاء کی برکت سے انہوں نے پا لئے۔ ابتلاء نے ان کی کامل وفاداری اور مستقل ارادے اور جانفشانی کی عادت پر مہر لگا دی۔ اور ثابت کر دکھایا کہ وہ آزمائش کے زلازل کے وقت کس اعلیٰ درجہ کا استقلال رکھتے ہیں۔ اور کیسے سچے وفادار اور عاشق صادق ہیں کہ ان پر آندھیاں چلیں اور سخت تاریکیاں آئیں، اور بڑے بڑے زلزلے ان پر وارد ہوئے اور وہ ذلیل کئے گئے اور جھوٹوں اور مکّاروں اور بےعزتوں میں شمار کئے گئے، اور اکیلے اور تنہا چھوڑے گئے۔ یہاں تک کہ ربّانی مددوں نے بھی، جن کا ان کو بڑا بھروسہ تھا کچھ مدت تک منہ چھپا لیا اور خدا تعالیٰ نے اپنی مربیانہ عادت کو بہ یکبارگی کچھ ایسا بدل دیا کہ جیسے کوئی سخت ناراض ہوتا ہے، اور ایسا انہیں تنگی و تکلیف میں چھوڑ دیا کہ گویا وہ سخت مورد غضب ہیں۔ اور اپنے تئیں ایسا خشک سا دکھلایا کہ گویا وہ ان پر ذرا مہربان نہیں۔ بلکہ ان کے دشمنوں پر مہربان ہے اور ان کے ابتلاؤں کا سلسلہ بہت طول کھینچ گیا۔ ایک کے ختم ہونے پر دوسرا اور دوسرے کے ختم ہونے پر تیسرا ابتلاء نازل ہوا۔ غرض جیسے بارش سخت تاریک رات میں نہایت شدت و سختی سے نازل ہوتی ہے۔ ایسا ہی آزمائشوں کی بارشیں ان پر ہوئیں پر وہ ایسے پکے اور مضبوط ارادہ سے باز نہ آئے اور سست اور دل شکستہ نہ ہوئے۔ بلکہ جتنا مصائب و شدائد کا بار ان پر پڑتا گیا اتنا ہی انہوں نے

> آگے قدم بڑھایا اور جس قدر وہ توڑے گئے۔ اسی قدر وہ مضبوط ہوتے گئے اور جس قدر انہیں مشکلات راہ کا خوف دلایا گیا اسی قدر ان کی ہمت بلند اور ان کی شجاعت ذاتی جوش میں آتی گئی۔ بالآخر وہ ان تمام امتحانات سے اول درجہ کے پاس یافتہ ہو کر نکلے اور اپنے کامل صدق کی برکت سے پورے طور پر کامیاب ہو گئے اور عزت اور حرمت کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا۔‘‘

(’’سبز اشتہار‘‘ صفحہ 11 تا 14 طبع اوّل۔ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 457 تا 460)

عظیم الشان ترقیات کی حیرت انگیز پیشگوئیاں

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ جماعت احمدیہ کی مخالف تحریکات کے پُر آشوب ادوار میں بھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت احمدیہ کی عظیم الشان ترقیات کے حوالے سے جو پیشگوئیاں فرمائی ہیں۔ وہ بھی آپ سے درخواست ہے کہ ناظرین کو سنائیں!

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ جزاکم اللہ۔ عین وقت پر آپ نے ایک بہترین سوال ناظرین کے سامنے رکھا ہے۔ اس کے لئے میں از حد ممنون ہوں۔ اس سلسلہ میں پیشگوئیاں بے شمار ہیں لیکن میں نے اس کے لئے دو بین الاقوامی پیشگوئیوں کا انتخاب کیا ہے اور انتخاب بھی مجلس مشاورت کی رپورٹوں سے جو کہ عام طور پر نایاب ہوتی تھیں۔ میں نے سوچا کہ اس خزانے کا اب منظر عام پر آنا ضروری ہے۔ 1941ء اور 1943ء کی رپورٹوں کا عکس اس وقت میرے سامنے ہے۔ 1941ء میں جنگ عظیم دوم (Second World War) زوروں پر تھی اور اس زمانے میں، ابتدائی دور میں، ہٹلر کی فوجیں تیزی کے ساتھ بڑھتی چلی جارہی تھیں۔ حتّٰی کہ فرانس کے شہروں کو بھی اس نے زیروزبر کر دیا تھا۔ اور اس کے بعد پورا انگلستان خاص طور پر لنڈن ہٹلر کے بمبار طیاروں کی زد میں آگیا۔ اور House Of Lords اور House Of Commons کے جو بڑے ممبر تھے اور بڑی بڑی شخصیتیں بمباری سے بچنے کے لئے ٹیوب سٹیشنوں میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئیں۔ اس زمانے میں حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس رحمہ اللہ تعالیٰ خالد احمدیت انگلستان مشن کے انچارج تھے۔ اس بمبارمنٹ (Bombardment) سے خدا تعالیٰ نے ’’مسجد فضل‘‘ کو محفوظ

رکھا۔ لیکن باقی سارا انگلستان خصوصاً لنڈن اس وقت اس کی زد میں تھا۔ اور دوسری طرف جرمن کی سپاہ جو تھیں وہ بڑھتی چلی جا رہی تھیں۔ میں ان دنوں مدرسہ احمدیہ کا سٹوڈنٹ تھا اور ہمیں یہ خبریں پہنچ رہی تھیں کہ اب وہ وقت قریب آ گیا ہے کہ انگریزوں کو شکست ہو جائے گی اور برٹش امپائر کا خاتمہ ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے آپ اس زمانے کی تاریخ کو دیکھیں۔ کانگریس نہ صرف یہ کہ قائداعظم کی کسی بات کو خاطر میں نہیں لاتی تھی بلکہ انگریز گورنروں اور وائسرائے اور انگریز افسروں کو اس طرح ردی کی ٹوکری میں پھینکتی تھی گویا کہ یہ بھنگی ہیں۔ ان کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتی تھی۔ اور وہ اس یقین سے لڑ رہے تھے کہ برٹش گورنمنٹ کا خاتمہ بالکل نزدیک آ گیا ہے۔ یہ دلچسپ خبریں بھی ہمیں قادیان میں پہنچیں۔ مجھے ابھی تک یاد ہے کہ بعض دوستوں نے سنایا کہ علماء حضرات ضلع گورداسپور میں خصوصاً قادیان کے اردگرد، خطبے دے رہے ہیں کہ دراصل ہٹلر پوشیدہ مہدی موعود ہے مگر وہ اپنے مہدی ہونے کا اعلان اس وقت کرے گا جس وقت کہ وہ دلّی کو فتح کر لے گا۔ یعنی بالکل افغانستان کے ملّا عمر کی طرح کی سوچیں اس وقت بھی دکھائی جا رہی تھیں۔

یہ حالت تھی اس وقت۔ اور یہ قطعی بات سمجھی جا رہی تھی کہ جرمنی غالب آئے گا اور برٹش ایمپائر (British Empire) ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی سے نابود ہو جائے گی۔ اس زمانے میں حضرت مصلح موعودؓ نے 13 اپریل 1941ء کو مجلس مشاورت کے ممبران کے سامنے جو تقریر کی، اس کا ایک حصہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

حضورؓ نے فرمایا کہ جنگ کے دوران میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت سی رؤیا دکھائی ہیں اور میں انگریزوں کی کامیابی کے لئے دعا میں مشغول رہتا ہوں۔ اور خوابوں میں مجھے جو خواب نظر آئے ان میں میاں مظفر احمد صاحب اور حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحبؓ نظر آئے۔ یہ ذکر کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ

> ”اس رویاء سے مجھے اتنی تسلی ضرور ہوئی کہ اس جنگ میں خدا تعالیٰ کا دخل ہے اور جس جنگ میں خدا تعالیٰ کا دخل ہو اس کا نتیجہ اسلام اور احمدیت کے لئے مضر نہیں ہو سکتا۔ ابھی میں برابر دعا میں مشغول ہوں۔ ... دوستوں کو چاہئے کہ وہ بھی دعا کریں۔“

اب دیکھیں یہ خدا کے خلیفہ موعود کے سوا اور کوئی آدمی نہیں کہہ سکتا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:۔

> ’’میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر اس جنگ میں جرمنی کو شکست ہوئی تو اس کے بعد تبلیغ کا بہترین مقام جرمنی ہوگا۔ (یہ 1941ء کی بات ہے۔ ناقل) جرمن قوم تین سو سال سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہی ہے اور اس غرض کے لئے اس نے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں مگر ابھی تک وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہیں ہوسکی۔ اگر اس جنگ میں بھی اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی تو ہم اسے بتا سکیں گے کہ خدا نے تمہاری ترقی کا کوئی اور ذریعہ مقرر کیا ہوا ہے۔ جو سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تم خدا کے دین میں داخل ہو جاؤ اور بحبل من اللہ ترقی کر جاؤ۔ پھر تمہیں دنیا میں کوئی مغلوب نہیں کر سکے گا۔ پس میں سمجھتا ہوں جرمن قوم کا اس شکست میں دینی لحاظ سے بہت بڑا فائدہ ہے اور عنقریب تبلیغ کے لئے ہمیں ایک ایسا میدان میسر آنے والا ہے جہاں کے رہنے والے باتیں نہیں کرتے بلکہ کام کرتے ہیں اور زبانی دعوے نہیں کرتے بلکہ عملی رنگ میں قربانیاں کر کے دکھاتے ہیں۔‘‘ (صفحہ 135-136)

کس شان کی پیشگوئی تھی اور کس شاندار طریقے سے اللہ کے فضل سے یہ پوری ہو رہی ہے۔

دوسرا حضورؓ کا ارشاد 25 اپریل 1943ء کا ہے۔ جنگ تو 1945ء میں ختم ہوئی۔ یہ جنگ کے خاتمے سے دو سال پہلے کی بات ہے۔ حضورؓ نے مجلس مشاورت کے ممبران کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

> ’’اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے بتایا گیا ہے کہ فتح اور کامیابی کے بعد یہ لوگ اسلام پر حملہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ (اس سے قبل حضورؓ نے بتایا کہ آج کل وہ حکومت انگریزوں کی دوست ہے۔ ناقل) ... اس کا علاج کسی ظاہری تدبیر سے نہیں ہوسکتا۔ اس کے لئے دعائیں ہی کارگر ثابت ہوں گی اور انہی دعاؤں سے تمہیں کام لینا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں لڑائی کا یہ سلسلہ جو اس

وقت جاری ہے زیادہ عرصہ تک نہیں رہ سکتا۔ 45ء کے پہلے نصف حصہ میں یا تو جنگ بالکل ختم ہو جائے گی یا ایسی صورت اختیار کر لے گی کہ انسان اطمینان کے ساتھ یہ کہہ سکے گا کہ اس لڑائی کا کیا انجام ہوگا اور اس کی بنیاد اسی سال یعنی 43ء میں پڑے گی۔ مگر یہ فتنے ابھی ختم نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان فتنوں کو لمبا کرے گا اور لمبا کرتا چلا جائے گا۔ تا کہ وہ قوم اس عرصہ میں تیار ہو جائے جس نے آئندہ دنیا کی حکومتیں اپنے ہاتھ میں لینی ہیں۔ سورۃ کہف میں ذکر آتا ہے۔'' (یہ غور سے اور توجہ سے سماعت فرمائیں) ''سورۃ کہف میں ذکر آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھی کے ساتھ جا رہے تھے کہ انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو گر رہی تھی۔ انہوں نے دیوار کو بغیر کسی اجرت کے دوبارہ کھڑا کر دیا اور اسے گرنے سے محفوظ کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سورت میں یہ بتاتا ہے کہ دیوار کو مضبوط بنانے میں حکمت یہ تھی کہ اس کے نیچے دو یتیم بچوں کا خزانہ تھا اور اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ جب تک وہ بچے جوان نہ ہو جائیں ان کا خزانہ دیوار کے نیچے محفوظ رہے۔''

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''جنگ کی موجودہ حالت بھی ایسی ہی ہے مگر وہاں تو دیوار بنانے سے خزانہ محفوظ رہا تھا اور یہاں دیواریں گرانے سے خزانہ محفوظ رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان دنیاوی عمارتوں کو گرا رہا ہے مگر بجائے اس کے کہ وہ یکدم سب عمارتوں کو گرائے ان کو آہستہ آہستہ گرا رہا ہے۔ کیونکہ وہ لوگ جن کے سپرد اس عمارت کی نئی تعمیر ہے وہ خدا تعالیٰ کے انجینئرنگ کالج میں اس وقت پڑھ رہے ہیں اور ابھی اپنی تعلیم سے فارغ نہیں ہوئے۔ پس اگر آج تمام عمارتیں یکدم گر جائیں تو چونکہ وہ لوگ جنہوں نے نئی عمارتیں کھڑی کرنی ہیں ابھی اپنی تعلیم کی تکمیل نہیں کر سکے، اس لئے خلا رہ جائے گا۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ ان دیواروں اور مکانات کو گرا رہا ہے۔ آج ایک دیوار کو گراتا ہے تو کل

دوسری دیوار کو گرا دیتا ہے۔ آج ایک چھت اڑاتا ہے تو کل دوسری چھت کو اڑا دیتا ہے۔ آج ایک کمرے کو گراتا ہے تو کل دوسرے کمرے کو گرا دیتا ہے۔ اسی طرح وہ آہستہ آہستہ اور قدم بقدم دنیا کی تمام عمارتوں اور دنیا کے تمام مکانوں اور دنیا کے تمام سامانوں کو گرا رہا، مٹا رہا اور تباہ و برباد کر رہا ہے اور اس کا منشاء یہ ہے کہ وہ اس وقت تک ان عمارتوں کو مکمل طور پر برباد نہ کرے جب تک خدا تعالیٰ کے کالج میں جو لوگ تعلیم حاصل کر رہے ہیں وہ اس کالج سے تعلیم حاصل کر کے فارغ نہ ہو جائیں اور ان پر قبضہ کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔“

یہ اس رپورٹ کے صفحہ 147-148 کی عبارت ہے۔

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا صاحب! آج دنیا میں صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جو قانون کی پابند ہے اور جیسا کہ ابھی ضیاء الحق کے بدنام زمانہ آرڈیننس کے حوالہ سے بھی بیان فرمایا کہ پاکستانی قانون کے لحاظ سے جماعت احمدیہ کو تبلیغ کی بھی پابندی ہے لیکن دینی لحاظ سے دیکھا جائے تو تبلیغ واجب ہے تو اہل پاکستان کو اس صورتحال میں آپ کیا پیغام دینا چاہتے ہیں۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ عرض یہ ہے کہ اسلام تو ایک بین الاقوامی مذہب ہے اور احمدیت کے معنی اسلام کی وہ تصویر ہے جو اللہ تعالیٰ نے الہاماً حضرت مسیح موعودؑ پر نازل فرمائی۔ تو میں عمومی سطح پہ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ایک سونامی طوفان کی طرح مخالفتوں کی لہریں ہر جگہ اٹھتی ہیں۔ بنگلہ دیش سے، انڈونیشیا سے، اور کسی زمانے میں کئی اور جگہ پر، بلکہ آپ دیکھیں یورپ میں پہلا شہید جو ہوا وہ احمدی ہے۔ البانیہ کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ یہ Pre Partition کی بات ہے۔ جنگ عظیم سے پہلے کی بات ہے۔ تو خدائی سلسلوں کا Criteria یہ ہے کہ خدائی جماعتوں کی مخالفت ضرور ہوتی ہے۔ آپ تصور کریں کہ جس خدا نے حرف کُن کے نتیجہ میں اتنی بڑی کائنات پیدا کی، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں تھا کہ جونہی آنحضور ﷺ پر سورۃ قلم کی پہلی آیات نازل ہوتیں حضور علیہ السلام مکہ پہنچتے اور سارا مکہ مسلمان ہو جاتا اسی لمحے اور پھر اس کے دیکھا دیکھی ساری دنیا کی طاقتیں جو تھیں وہ رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں آ جاتیں۔ قادر ہے یا نہیں قادر؟

یہ قادر کی بات بھی بڑی عجیب ہے۔ مجھے یاد ہے حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب نے ایک

دفعہ سنایا کہ میں ایک دفعہ سفر میں ایک اہلحدیث سے بات چیت کر رہا تھا۔ کہنے لگے جی کیا خدا قادر نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمان پر لے جائے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا قادر ہے چاہے تو آپ کو بھی آسمان پر اٹھا کے لے جائے اور خدا کرے چلے ہی جائیں آپ آسمان پر۔ اور پھر فرمانے لگے کہ میں کہتا ہوں کہ سارے احراری آسمانوں پر ہی چلے جائیں ’’خس کم جہاں پاک۔‘‘

لیکن اس کے بعد حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب فرمانے لگے کہ آپ نہیں قادر سمجھتے۔ کہنے لگے نہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب نے کہا آپ مجھے بتائیں کہ کیا خدا قادر ہے کہ نہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود بنا دے۔ کہنے لگے نہیں۔ کہنے لگے کہ بس ثابت ہو گیا کہ آپ قادر نہیں مانتے۔

تو بات یہ ہے کہ خدا قادر تھا کہ تمام دنیا شام سے پہلے پہلے رسول پاک ﷺ پر ایمان لے آتی، مگر خدا کی حکمت تھی۔ اس حکمت کے مطابق ایک طرف خدا بتانا چاہتا تھا رسول پاک ﷺ کے عظیم الشان اخلاق، حضورؐ کی تعلیم اور دوسری طرف دشمنوں کی ساری کوششوں کو سامنے لانے کے بعد پھر خدا نے آپ کو فتح مبین بخشی۔ اس کے نتیجہ میں ثابت ہوا کہ واقعی وہ ایک آواز جو تمام دنیا پر چھا گئی، وہ عرش کے خدا کی تھی اور محمد رسول اللہؐ کی زبان خدا کی زبان ہے۔ اسی طرح قرآن نے Criteria جو بیان کیا ہے۔ **يَاحَسۡرَةً عَلَى الۡعِبَادِ مَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡن** (یٰس : 31) اور استہزاء کی ساری صورتیں قرآن نے تاریخ کی روشنی میں بیان کی ہیں اور وہ تاریخ نہیں، دراصل مستقبل کے لئے واقعات بیان کئے ہیں۔ اس واسطے ہم پر پابندیاں ہیں اور یہ پابندیاں ہی بتاتی ہیں کہ یہ خدا کا قائم کردہ سلسلہ ہے۔ ان سے تو وہ گھبرا سکتا ہے کہ جسے خدا کی ازلی سنت کا پتہ نہ ہو۔ یہ تو اللہ نے پانچ ہزار سال پہلے سے ہی سنت قائم کی ہوئی ہے۔ باقی قرآن یہ ضرور کہتا ہے کہ ہم نے امت محمدیہ کو اس لئے خیر امت قرار دیا ہے کہ وہ دنیا میں تبلیغ کرتے ہیں **كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ** (آل عمران: 111) خیر امت ہے ہی اس لئے کہ وہ ساری دنیا کو اسلام کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ پہلے انبیاء بھی علاقائی تھے اور امتیں بھی علاقائی تھیں۔ مگر اسلام بین الاقوامی ہے، بین الآفاقی ہے۔

بلکہ میں نے تو ایک دفعہ ’’تحریک جدید‘‘ کے ایک بزرگ سے کہا کہ اب چاند اور ستاروں اور مریخ تک انسان کی رسائی ہو گئی ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ آپ پہلے سے مجاہدین کو تیار کریں جو

وہاں مشنری انچارج بنیں گے۔ اسلام صرف یہی نہیں کہتا کہ جب امریکہ دریافت ہو تو امریکہ تک جانا ہے بلکہ وہ تو کہتا ہے کہ تمام کائنات میں جہاں جہاں دنیا معلوم ہوگی، وہاں تم نے تبلیغ کے لئے اپنے مجاہدوں کو بھیجنا ہے۔ لیکن فرمایا:۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (النحل: 126)۔ فرمایا ہم نے تمہیں محمد عربی ﷺ کے مقدس اور دلکش اور انقلاب آفرین پیغام کے پہنچانے کا حکم دیا ہے۔ مگر یاد رکھو حکمت سے پہنچانا۔ ایسے طریقے سے پہنچانا کہ جس کے نتیجہ میں دلوں کے اوپر اثر پڑے اور حقائق بالکل بے نقاب ہو جائیں۔ حکمت عملی سے بات کریں۔

میں ایک مثال دیتا ہوں۔ ایک مسلمان بادشاہ تھا اور اس زمانے کے بادشاہوں میں یہ دستور تھا، مغلیہ خاندان کے آخری بادشاہ تک بھی یہ دستور قائم رہا۔ ایران میں بھی رہا۔ وہ یہ تھا کہ بادشاہ اپنے دربار کے مصاحبین میں درویشوں کو بھی رکھتے تھے۔ اللہ والوں کو بھی رکھتے تھے۔ بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ اس کے سارے دانت جھڑ گئے ہیں۔ اس پر اپنے وزیروں سے پوچھا کہنے لگے کہ حضور یہ تو بیڑا ہی غرق ہو گیا ہے آپ کے خاندان کا۔ اس کا مطلب اتنا ہی ہے کہ سارا خاندان آپ کا تباہ ہو جائے گا۔

بادشاہ نے وہ جو بزرگ بیٹھے تھے درویش، انہیں یہ کہا کہ آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ بزرگ آدمی ہیں۔ صاحب کشف اور الہام ہیں۔ کہنے لگے بادشاہ سلامت میں تو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ مبارک ہو اتنی مبشر خواب! اتنی مبارک خواب!! بادشاہ حیرت زدہ رہ گیا۔ کہنے لگا جی کیا مطلب؟ کہنے لگے۔ دیکھیں اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر یہ فیصلہ ہے کہ تمام خاندان کے افراد میں سب سے زیادہ لمبی عمر خدا تعالیٰ تمہیں عطا کرے گا۔ بادشاہ کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ تو اسی وقت نقارے بجا دیئے گئے۔ اور ہر جگہ پر خیرات تقسیم کی گئی اور چراغاں ہوا۔ اب دیکھیں بات تو وہی تھی مگر انداز حکیمانہ۔ تو فرمایا ہم نے فرض کیا ہے تم پر مگر اس رنگ میں فرض کیا ہے کہ حکمت عملی سے تم نے یہ بات کرنی ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ دنیا کی کوئی بھی بڑی سے بڑی حکومت جماعت احمدیہ کی تبلیغ پر پابندی کرنے کا فیصلہ کرے اور پابندی لگا دے اور عملاً وہ پابندی لگ جائے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

میں ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں۔ عرصہ ہوا خدام الاحمدیہ کی ایک کلاس تھی راولپنڈی

میں۔ حضرت سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ تھے۔ ان کی بھی تقریر تھی۔ مولانا غلام باری صاحب سیف، ہمارے استاذ رحمہ اللہ وہ بھی تشریف لے گئے تھے۔ تو میں اپنے معمول کے مطابق راجہ بازار میں مولوی غلام اللہ خاں کا وہاں پر مدرسہ بھی تھا، کچھ دکانیں دیو بندیوں کی بھی ہیں۔ وہاں پر میں گیا اور میں نے کہا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ کی کوئی کتاب ہے۔ میں وہ لینا چاہتا ہوں۔ خیر انہوں نے کچھ کتابیں دیں۔ میں نے وہ کتابیں جو میرے پاس موجود نہیں تھیں، وہ خرید لیں، پیسے دیئے۔ ان میں جو میرے پاس موجود تھی ''تحذیر الناس'' بھی تھی لیکن میں نے وہ بھی ایک نسخہ خرید لیا۔ اس وقت تک وہ ہمارے سامنے چائے وغیرہ پیش کر چکے تھے۔ میرے ساتھ دو تین خدام بھی تھے۔ میں نے ان سے کہا میں آپ کو تبلیغ کے لئے لے جاتا ہوں۔ انہوں نے بھی یہ بات کہی کہ جی بڑی مشکل ہے۔ یہاں فتنہ پیدا ہو جائے گا اگر کوئی احمدیت کی تبلیغ کرے گا۔ ہم لوگوں نے چائے پی، ان سے کتابیں خریدیں، پیسے دیئے۔ اب پیسے بھی ان کو مل چکے تھے۔ میں نے ان سے کہا دیکھیں کتنی عظمت خدا نے بخشی ہے کتنے ظالم ہیں بریلوی لوگ جو حضرت مولانا قاسم نانوتوی کو منکر ختم نبوت کہتے ہیں۔ کس شان کے ساتھ انہوں نے ختم نبوت کے معنی بیان کئے ہیں کہ باقی نبی امتیوں کے باپ تھے اور محمد رسول اللہ نبیوں کے بھی باپ تھے اور اگر کوئی اور نبی بھی پیدا ہو جائے تو ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں آئے گا (''تحذیر الناس'' صفحہ 34 ناشر دارالاشاعت اردو بازار کراچی)۔ اور اہل سنت یہی کہتے ہیں جو نبی آئے گا وہ شریعت محمدیؐ لے کر آئے گا۔ اور یہی جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہے۔ السلام علیکم۔ یہ بات کہی اور پھر میں واپس آ گیا۔

تو اصل میں سوچنے کی ضرورت یہ ہے کہ خدا نے تبلیغ کا حکم نہیں دیا بلکہ **اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ**(النحل: 126) (ترجمہ: اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے) کا حکم دیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ اصل کام تو خدا کا ہے۔ وہ تو دنیا میں کوئی احمدی اگر خدا کی آواز کو بلند کرتا ہے تو خدا اس کو ثواب دینا چاہتا ہے۔

ورنہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہی فرمایا ہے کہ

ع قضائے آسمانست ایں بہر حالت شود پیدا

اسلام کو تو دنیا میں غالب ہونا ہی ہونا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ تمہیں اس کی توفیق عطا کی

جارہی ہے۔ اس بارے میں آپ دیکھیں کہ خدا نے ایک وسیع نظام قائم کیا ہے اور پہلے دن سے مسیح موعودؑ کو بتایا ہے۔ **ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء** فرمایا جہاں تک قانون تمہیں اجازت دے، حکمت عملی کے ساتھ حقیقی اسلام کی دعوت دیتے چلے جاؤ۔ غافل نہ ہونا کیونکہ دعوت الی اللہ جو ہے وہ صرف پانچ وقتہ فرض نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نمازیں پانچ پڑھتے تھے تہجد کے علاوہ مگر تبلیغ کا کوئی وقت معین تھا؟ زندگی کے آخری سانس تک آپ نے یہ فرض ادا کیا ہے۔ اتنی بڑی اور اہم چیز ہے۔ یہ آنے والے، کیا خیال ہے کہ سب حضورؐ ہی کی تبلیغ سے پہنچے وہاں پر۔ وہ اللہ کا سامان تھا۔ کیونکہ رسول اللہؐ کے متعلق لکھا ہے کہ خدا نے فرشتے رسول پاک ﷺ کی خدمت میں بھیجے ہیں کیونکہ سب سے بڑے آدم تو آپؐ تھے۔ تو فرشتوں کا نزول بدن پر ہوا کیونکہ عقیدہ کا بدلنا دلوں سے ممکن ہے۔ بموں سے کھوپڑیاں آپ توڑ سکتے یا تلواروں سے مگر عقیدہ کو نہیں بدل سکتے۔ دشمنوں نے آگ کے انگاروں پر صحابہ کو ڈال دیا اور ظالموں نے یہاں تک خبیبؓ کے ساتھ کیا، وہ خود فرماتے ہیں کہ جب تک اندرونی طور پر رطوبت باہر نکل کر ان کوئلوں کو بجھا نہیں دیتی تھی، اس وقت تک یہ ظالم آگ پر رکھتے رہے۔ بلالؓ کو تپتی ہوئی ریت کے اوپر لٹاتے تھے۔ مگر بلالؓ احد، احد، احد ہی کہتے تھے۔ کیوں؟ اس واسطے کہ ایمان لانے والے پر خدا کا انقلاب یہ ہے کہ اس کے دل کے اوپر خدا کا تخت قائم ہو جاتا ہے۔ تو تبدیلی جو ہے وہ انسان کے دل میں واقع ہوتی ہے اور دلوں پر قابض نہ کوئی حکومت ہو سکتی ہے نہ کوئی اقتدار ہو سکتا ہے۔ دلوں پر خدا کا قبضہ ہے یاد رکھیں۔ اس دل کو بدلنے کے لئے خدا نے اپنے فرشتے نازل کئے ہیں۔ پہلی جماعتوں کے لئے بھی اور محمد رسول اللہؐ کے لئے بھی یہی انتظام کیا اور خدا نے مسیح موعودؑ کو بتایا کہ گھبرانے کی بات نہیں **ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء** تم اپنا کام کرتے چلے جاؤ۔ ہم اپنے فرشتوں کے ذریعہ سے تمہارے پاس لائیں گے لوگوں کو۔

اب آپ احمدیت کی تاریخ کو پڑھیں۔ میرے پاس استاذی المحترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبشر کی ایک عظیم الشان اور بلند پایہ کتاب ہے۔ یہ خلافت سلور جوبلی کے سال قادیان میں شائع ہوئی تھی۔ یہاں دوبارہ چھپی اضافوں کے ساتھ۔ ''بشارات رحمانیہ'' اس کا نام ہے۔ اس میں بہت ہی عظیم الشان واقعات بیان کئے گئے ہیں کہ بزرگوں کو قادیان تک کا نقشہ دکھا دیا گیا۔ مسیح موعودؑ کی شکل دکھا دی گئی۔ وہ یہاں آئے۔ کسی نے تبلیغ نہیں کی اور آتے ہی درخواست کی کہ حضورؑ میں آپ

کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔

ایک دلچسپ ترین واقعہ اس میں یہ بھی ہے جو میں صرف نمونۃً بیان کرنا چاہتا ہوں اور وہ ہدایت دینے کا ایک حیرت انگیز آسمانی طریق تھا۔ جس کی ایک مثال جماعت کی تاریخ میں ملتی ہے۔ میرا خیال ہے یہ ''عالم روحانی کے لعل و جواہر'' کی جو اقساط ہیں ان میں بھی یہ بیان کیا تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جب اس کو پڑھا تو حضورؒ نے یہ ارشاد فرمایا کہ یہ حوالہ جس ''الحکم'' سے لیا گیا ہے فوری طور پر اس کا عکس لیا جائے۔ چنانچہ مولانا عطاء المجیب راشد صاحب نے مجھے فیکس کیا اور میں نے اسی رات وہ ''الحکم'' بھی حضورؒ کی خدمت میں بھجوا دیا۔ حضرت مفتی محمد صادقؓ صاحب کی روایت ہے اور یہ ساری تفصیل ''الحکم'' میں اسی زمانے میں چھپ چکی تھی۔

اسی حوالہ سے مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبشر نے یہ لکھا ہے۔ حضرت مفتی محمد صادقؓ صاحب کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ

'یہ 1903ء کا واقعہ ہے جس وقت کہ آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے کہ اسی دوران محمد افضل صاحبؓ مرحوم (بابو محمد افضل صاحبؓ مشرقی افریقہ سے آنے والے البدر کے پہلے ایڈیٹر) فوت ہو گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو دوسرا ایڈیٹر مقرر کیا۔ پہلے ''البدر'' نام تھا پھر آپ کے زمانے سے جو شروع ہوا وہ ''بدر'' کے نام سے شروع ہوا۔

تو حضرت مفتی محمد صادقؓ صاحب کہتے ہیں کہ میں ہیڈ ماسٹر تھا تو مجھے پچھلی رات کو خواب میں ایک لفافہ دکھایا گیا جس پر ایڈریس زیرک خان محمد نظام الدین مسجد کتب شاہی آصف آباد لکھا تھا۔ میں جب بیدار ہوا اور سٹاف میں تذکرہ کیا تو سب نے کہا کہ اس نام پر کوئی کارڈ لکھا جائے۔ چند دن کے بعد جب ڈاکخانہ سے اس کے جواب میں کوئی خط نہ آیا تو پھر مجھے دوستوں نے مشورہ دیا کہ آپ کو چاہئے کہ صرف یہ نہ لکھیں کہ آپ مہربانی کر کے مجھے جواب دیں۔ میں آپ سے رابطہ کرنا چاہتا ہوں بلکہ آپ پوری تفصیل لکھیں خواب کی کہ اس وجہ سے میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ یہ خدا کی تحریک ہے۔ لیکن اس کے آٹھ دن بعد گذر گئے پھر بھی کوئی کارڈ نہ آیا۔ آخر پر آپ نے اخبار ''الحکم'' میں اپنی یہ خواب شائع کی۔ چند روز کے بعد حیدر آباد دکن سے ایک خط آیا اور خط لکھنے والے نظام الدین ہی تھے۔ انہوں نے یہ لکھا کہ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ مجھے بھی ضرورت تھی قادیان کے

متعلق کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کہتا ہوں کہ میں اگر امام مہدی تک پہنچنا چاہوں تو مجھے قادیان جانا چاہئے۔ تو یہ خواب میں میری زبان پر جاری ہوا۔ میں حیران تھا کہ قادیان کہاں پر واقع ہے۔ کبھی سمجھتا تھا پٹنہ کے قریب ہے۔ کبھی آسام کی طرف نظر تھی۔ اور میں حیران تھا۔ کسی سے پتا ہی نہیں چلتا تھا کیونکہ گمنام بستی تھی۔'؎

میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

'تو مجھے پتہ ہی نہیں لگ رہا تھا کہ اسی دوران اب آپ کا خط آ گیا ہے جس میں بتایا ہے کہ مہدی موعود قادیان میں ہے اور قادیان ضلع گورداسپور میں ہے اور خدا نے آپ کو بتایا اور عجیب بات ہے کہ آپ جو وقت بتا رہے ہیں، جو تاریخ بتا رہے ہیں بعینہٖ وہی رات تھی اور وہی تاریخ تھی اور وہی وقت تھا جبکہ خدا نے مجھ پر یہ انکشاف کیا۔ تو اب میں آپ سے اتنا عرض کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود مہدی معہودؑ کی خدمت میں میری بیعت کا خط لکھ دیں۔ میں خود بھی حاضر ہوں گا۔ چنانچہ بعد میں وہ خود بھی حاضر ہوئے۔'

(''بشارات رحمانیہ'' جلد اوّل بار دوم صفحہ 139-140)

اب دیکھیں کتنی عظیم الشان بات ہے۔ یہی واقعات پاکستان میں ہو رہے ہیں۔ چند دن پہلے ایک شہر سے دو نوجوان ایک احمدی دوست کے ساتھ آئے اور انہوں نے یہ بتایا کہ ہم دونوں بھائی ہیں۔ ایک ہی قسم کا کاروبار کرتے ہیں۔ بہت بڑا کاروبار ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کھاتے پیتے خاندان سے تعلق ہے۔ مذہبی خیالات رکھنے والے تھے۔ اہلسنت والجماعت سے ان کا تعلق ہے۔ کہنے لگے کہ ایک رات ہم دونوں کو ایک خواب آئی کہ ایک بزرگ ملے۔ پگڑی پہنے ہوئے تھے۔ اچکن پہنی ہوئی تھی اور سفید داڑھی تھی اور ہمیں کسی نے کہا کہ اگر تم آج دنیا میں اپنی کسی مشکل کو حل کرنا چاہتے ہو تو تمہیں فی الفور اس بزرگ کے پاس جانا چاہئے۔ دونوں نے خوابیں دیکھیں اور اتفاق کی بات ہے کہ دونوں اپنے کسی کام کے لئے اس احمدی کے پاس آئے تھے اور انہیں پتا نہیں تھا کہ یہ احمدی ہیں۔ کاروباری لحاظ سے ان کا کوئی تعلق تھا مگر ان کے احمدی ہونے کا کوئی علم نہیں تھا۔ تو ساتھ ہی کہا دونوں نے کہ آج رات عجیب وغریب واقعہ ہوا ہے کہ صرف ایک کو نہیں دونوں کو خوابیں آئی

ہیں۔ ایک ہی وقت میں آئی ہیں اور ایک ہی طرز کے خواب ہیں۔ جب اس احمدی نے سنا تو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تصویر ان کے سامنے رکھی۔ دونوں نے بیک زبان کہا کہ یہی بزرگ تھے۔ اور کہا کہ ہماری طرف سے بیعت کا خط لکھ دیں۔ اور اس کے بعد یہ کہا کہ پہلے ہمیں ربوہ دکھائیں اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے حضور سے ملنے کے لئے پاسپورٹ کے لئے کوشش شروع کر دی ہے۔ یہ چند دن پہلے کا واقعہ ہے۔ تو یہ آسمان سے فرشتوں کا نزول دنیا کی ساری طاقتیں بھی اکٹھی ہو جائیں، بند کر سکتی ہیں؟ نہیں کر سکتیں!!

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا صاحب! 1974ء کے اسمبلی کے واقعات کے حوالے سے بہت تفصیلی انٹرویو الحمد للہ آپ نے دیا اور سوالات کے جوابات دیئے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ یہ اللہ کے فضل اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خاص دعاؤں کی برکات ہیں۔

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ یہ تاریخ احمدیت کا ایک بہت ہی درخشاں پہلو ہے اور بہت ہی اہم واقعات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے بے شمار مناظر ہم دیکھتے ہیں۔ اس موقع پر یہ بتا تا چلوں کہ محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب 1955ء سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت پر ''تاریخ احمدیت'' مرتب کر رہے ہیں اور تاریخ احمدیت کا شعبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جاری فرمایا اور مکرم و محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب کو تاریخ احمدیت مرتب کرنے کی ہدایت فرمائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایک اعلان ''سیدنا المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک تازہ پیغام۔ برادران جماعت کے نام'' کے عنوان سے احباب جماعت کے نام الفضل 10 دسمبر 1963ء صفحہ 1 میں چھپا۔ حضور کا پیغام ان الفاظ میں ہے:۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم۔
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود۔
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ھو الناصر۔

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ احباب کو علم ہے مولوی دوست محمد صاحب شاہد میری ہدایت کے ماتحت تاریخ احمدیت لکھ رہے ہیں۔ الحمد للہ کہ خدا کے فضل سے انہوں نے اس کا چوتھا حصہ بھی مکمل کرلیا ہے۔ استاذی المکرّم حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بلند مقام اور آپ کے عظیم الشان احسانات کا کم ازکم تقاضا یہ ہے کہ جماعت کا ہر فرد آپ کے زمانہ کی تاریخ کی اشاعت میں پورے جوش وخروش سے حصہ لے۔ اسے خود بھی پڑھے اور دوسروں کو بھی پڑھائے۔ بلکہ میں تو یہ بھی تحریک کروں گا کہ جماعت کے وہ مخیّر اور مخلص دوست جو سلسلہ کے کاموں میں ہمیشہ ہی نمایاں حصہ لیتے رہے ہیں تاریخ احمدیت کے مکمل سیٹ اپنی طرف سے پاکستان اور ہندوستان کی تمام مشہور لائبریریوں میں رکھوادیں تا اس صدقہ ء جاریہ کا ثواب انہیں قیامت تک ملتا رہے اور وہ اور ان کی نسلیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وارث ہوتی رہیں۔ آمین۔

والسلام
خاکسار
مرزا محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی
4 دسمبر 1963ء

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ جزاکم اللہ

احمدیت کا شاندار مستقبل

ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب:۔ مولانا احمدیت کے مستقبل کے بارہ میں بھی خدا تعالیٰ نے وعدے فرمائے ہیں۔ ان کا مختصر تذکرہ آپ فرمائیں۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ میں بطور مثال کے اس وقت حضرت مصلح موعودؓ کی ایک

تحریر عرض کرنا چاہتا ہوں۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے 1944ء میں مصلح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا اور اسی سال کے جلسہ سالانہ کے موقع پر "الموعود" ہی کے موضوع پر ایک پُر شوکت خطاب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ میں اس خطاب میں موجود تھا۔ حضورؓ نے اپنی اس جلالی تقریر کے آخر میں یہ اعلان فرمایا:۔

> "خدا نے مجھے اس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔ دنیا زور لگا لے۔ وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کر لے۔ عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مل جائیں۔ یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے۔ دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار اور طاقتور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لئے متحد ہو جائیں۔ پھر بھی میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیا میٹ کر دے گا۔ اور خدا میرے ذریعہ سے..."

حضورؓ کے الفاظ ملاحظہ کریں!

> "اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے رسول کریم ﷺ کے نام کے طفیل اور صدقے، اسلام کی عزت کو قائم کرے گا۔ اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ ﷺ کو پھر دنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا جائے۔"

پھر آخر میں فرمایا:۔

> "میں اس سچائی کو نہایت کُھلے طور پر ساری دنیا کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ یہ آواز وہ ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی آواز ہے۔ یہ مشیت وہ ہے

جو زمین و آسمان کے خدا کی مشیت ہے۔ یہ سچائی نہیں ٹلے گی، نہیں ٹلے گی اور نہیں ٹلے گی۔"

بس ان الفاظ پر تو سارا مجمع جو تھا وہ نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:۔

"یہ سچائی نہیں ٹلے گی، نہیں ٹلے گی اور نہیں ٹلے گی۔ اسلام دنیا پر غالب آکر رہے گا۔ مسیحیت دنیا میں مغلوب ہو کر رہے گی۔ اب کوئی سہارا نہیں جو عیسائیت کو میرے حملوں سے بچا سکے۔ خدا میرے ہاتھ سے اس کو شکست دے گا اور یا تو میری زندگی میں ہی اس کو اس طرح کچل کر رکھ دے گا کہ وہ سر اٹھانے کی بھی تاب نہیں رکھے گی اور یا پھر میرے بوئے ہوئے بیج سے۔"

(واضح اشارہ تحریک جدید کے مجاہدانہ کارناموں کی طرف ہے۔)

"یا پھر میرے بوئے ہوئے بیج سے وہ درخت پیدا ہو گا جس کے سامنے عیسائیت ایک خشک جھاڑی کی طرح مرجھا کر رہ جائے گی اور دنیا میں چاروں طرف اسلام اور احمدیت کا جھنڈا انتہائی بلندیوں پر اڑتا ہوا دکھائی دے گا۔"

("الموعود" صفحہ 211 تا 214 ناشر الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ)

اب میں اس اقتباس کے ساتھ خالد احمدیت حضرت ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم کے دو اشعار پڑھنا چاہتا ہوں۔ ؎

قسم اس ذات کی جس نے محمدؐ کو کیا پیدا
قسم اس ذات کی جس نے ہمیں اس کا کیا شیدا
یقیناً لشکر شیطاں شکست فاش کھائے گا
عَلَم اسلام کا سارے جہاں پر لہلہائے گا

اختتامیہ

حافظ محمد نصر اللہ صاحب:۔ مولانا صاحب! آپ نے اس انٹرویو میں بڑی تفصیل کے ساتھ

الحمدللہ ہمارے سوالات کے جوابات دیئے ہیں۔ آپ سے اب آخر میں گزارش ہے کہ مزید کوئی بات بیان کرنا چاہیں تو ہم ممنون ہوں گے۔

مولانا دوست محمد شاہد صاحب:۔ میں آپ کی اور ایم ٹی اے کے آفاقی نظام کی وساطت سے دنیائے احمدیت کے تمام بزرگوں اور عزیزوں اور شمع خلافت کے پروانوں کی خدمت میں ازخود کچھ کہنے کی بجائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حسن و احسان کے نظیر اور بانیٔ خدام الاحمدیہ سیدنا و امامنا و مرشدنا حضرت مصلح موعودؓ کے اس خطبہ کا ایک انقلاب آفرین اقتباس رکھنا چاہتا ہوں جو قیامت تک کے لئے ایک زندہ پیغام ہے۔

یہ وہ خطبہ ہے جو حضورؓ نے مسجد اقصیٰ قادیان میں ارشاد فرمایا اور یہ پہلا خطبہ ہے جس میں آپ نے مجلس خدام الاحمدیہ کی اہمیت اور اس کی حقیقت کو واضح کیا ہے۔ یہاں پہلے حضورؓ نے حضرت طلحہؓ کا ایک واقعہ بیان فرمایا۔ حضورؓ فرماتے ہیں کہ

> ”حضرت طلحہؓ ایک بہت بڑے صحابی گزرے ہیں۔ ان کا ایک ہاتھ لڑائی کے موقعہ پر شل ہو گیا تھا۔ بعد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جو جنگیں ہوئیں ان میں کسی موقعہ پر ایک شخص نے طنزاً حضرت طلحہؓ کو لنجا کہہ دیا۔ حضرت طلحہؓ نے کہا تمہیں پتہ بھی ہے میں کس طرح لنجا ہوا۔ پھر انہوں نے بتایا کہ احد کے موقع پر جب رسول کریم ﷺ پر کفار نے حملہ کر دیا اور اسلامی لشکر پیچھے ہٹ گیا تو اس وقت کفار نے یہ سمجھتے ہوئے کہ صرف محمد (ﷺ) کی ذات ہی ایک ایسا مرکز ہے جس کی وجہ سے تمام مسلمان مجتمع ہیں، آپ پر پتھر اور تیر برسانے شروع کر دیئے۔ میں نے اس وقت دیکھا کہ اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں کوئی تیر رسول کریم ﷺ کے چہرہ مبارک پر آ کر نہ لگے۔
>
> چنانچہ میں نے اپنا بازو رسول کریم ﷺ کے منہ کے آگے کر دیا۔ کئی تیر آتے اور میرے بازو پر پڑتے مگر میں اسے ذرا بھی نہ ہلاتا۔ یہاں تک کہ تیر پڑتے پڑتے میرا بازو شل ہو گیا۔ کسی نے پوچھا جب تیر پڑ رہے تھے تو اس وقت آپ کے منہ سے کبھی اُف کی آواز بھی نکلتی تھی یا نہیں۔ کیونکہ ایسے موقع پر

انسان بے تاب ہو جاتا اور درد سے کانپ اٹھتا ہے۔ انہوں نے کہا میں اُف کس طرح کرتا۔ جب انسان کے منہ سے اُف نکلتی ہے تو وہ کانپ جاتا ہے۔ پس میں ڈرتا تھا کہ اگر میں نے اُف کی تو ممکن ہے میرا ہاتھ کانپ جائے اور کوئی تیر رسول کریم ﷺ کو جا کر لگ جائے۔ اس لئے میں نے اف بھی نہیں کی۔ دیکھو...''

یہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں، وہی مصلح موعودؓ ؎

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

وہ خدا کا شیر یہ پیغام دے رہا ہے:۔

''دیکھو کتنا عظیم الشان سبق اس واقعہ میں پنہاں ہے۔ طلحہؓ جانتے تھے کہ آج محمد ﷺ کے چہرہ مبارک کی حفاظت میرا ہاتھ کر رہا ہے۔ اگر میرے اس ہاتھ میں ذرا بھی حرکت ہوئی تو تیر نکل کر محمد ﷺ کو جا لگے گا۔ پس انہوں نے اپنے ہاتھ کو نہیں ہلایا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے اس ہاتھ کے پیچھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ہے۔''

اور فرمایا:۔

''اسی طرح اگر تم بھی اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو، اگر تم بھی یہ سمجھنے لگو کہ ہمارے پیچھے اسلام کا چہرہ ہے۔ اور اسلام اور محمد ﷺ دو نہیں بلکہ ایک ہی ہیں تو تم بھی ایک مضبوط چٹان کی طرح قائم ہو جاؤ۔ اور تم بھی ہر وہ تیر جو اسلام کی طرف پھینکا جاتا ہے، اپنے ہاتھوں اور سینوں پر لینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ پس یہ مت خیال کرو کہ تمہارے ممبر کم ہیں۔''

اس وقت لازمی نہیں تھی یہ تحریک (خدام الاحمدیہ) ہر شخص کے لئے۔ فرمایا:۔

''پس یہ مت خیال کرو کہ تمہارے ممبر کم ہیں یا تم کمزور ہو بلکہ تم یہ سمجھو کہ ہم جو خادم احمدیت ہیں، ہمارے پیچھے اسلام کا چہرہ ہے۔ تب بیشک تم کو

خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسی طاقت ملے گی جس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکے گا۔ پس تم اپنے عمل سے اپنے آپ کو مفید وجود بناؤ۔ غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرو۔ نہ صرف اپنے مذہب کے غریبوں اور مسکینوں کی بلکہ ہر قوم کے غریبوں اور بیکسوں کی۔ تا دنیا کو معلوم ہو کہ احمدی اخلاق کتنے بلند ہوتے ہیں۔“

(”مشعلِ راہ“ جلد اول صفحہ 30-31)

حضرت مصلح موعودؓ نے درد بھرے الفاظ کے ساتھ جماعت کے نونہالوں کو اور خدام احمدیت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

کام مشکل ہے بہت منزلِ مقصود ہے دور
اے مرے اہلِ وفا سست کبھی گام نہ ہو
حشر کے روز نہ کرنا ہمیں رسوا و خراب
پیارو آموختۂ درسِ وفا خام نہ ہو
ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

* * *

کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ

حضرت قطب العالم خاتم الاولیاء والمحدثین فخر الفقہاء والمشائخ
حضرت عالی ملاذِ جہاں مخدوم الکل مطاع العالم جناب مولانا
رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
کی وفات حسرت آیات پر

۹۲۲/
م ـ م

مرثیہ

چکیدۂ قلم فیض رقم علامۂ فروع و اصول جامع معقول و منقول
حضرت مولانا محمود حسن صاحب خلیفۂ برحق حضرت
مولانا رحمۃ اللہ علیہ
حسب الارشاد عالی جناب مولانا مولوی [illegible] صاحب
[illegible] ضلع سہارنپور
در مطبع بلالی ساڈھورہ ضلع انبالہ طبع شد

زمانہ نے دیا اسلام کو داغ اُس کی فرقت کا
کہ تھا داغِ غلامی جس کا تمغائے مسلمانی
زباں پر اہلِ اہوا کی ہے کیوں اُعْلُ ہُبَل شاید
اُٹھا عالم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی
نکلکر کس نے آبادی سے صحرا کو کیا مسکن
چمن ہے دشت اور گھر میں ہے ویرانی سی ویرانی
وہ صحرا دیکھنے سے جسکے گھر یاد آہی جاتا تھا
اب اُسکو یاد دلواتی ہے میرے گھر کی ویرانی
کہاں لوٹیں کہاں تڑپیں کہاں دل کھولکر روئیں
جگر خون کرتی ہے دارِ فنا کی تنگ میدانی
کفِ افسوس ملنے کی نہو ہاتھوں کو جب مُہلت
کریں کاہے سے پھر زخمِ جگر کی ہم نمکدانی

ہجومِ رنج و غم جوشِ بکا کی حد نہیں - اب ہم
سراپا دل نہیں یا چشم - ہی یہ سخت حیرانی
خوشی کیا اب کسی غم کی بھی گنجایش نہیں دل میں
غمِ جانکاہِ جاناں کر رہا ہے دل کی دربانی
نہ آئے کس طرح اُن غمزدوں کے حال پر رونا
کہ جن آفت زدوں کی دردِ دل کرتا ہے درمانی
امیدِ مرگ پر جن کا مدارِ زندگانی ہو
ہے قابل دیکھنے کے اُن کی مایوسی و حیرانی
نہیں ہے سینۂ مجروح کم گنجِ شہیداں سے
تمنائیں جو تھیں دل میں ہوئی ہے سبکی قربانی
اُمیدوں کا ہوا ہے خاتمہ یک لخت ہجراں میں
مرے طولِ اَمل سے بھی الم نکلا یہ طولانی

گالی نہ دو سمجھا دو

شاہ جی نے فرمایا:۔

"جو کچھ کہتے ہو مجھے سمجھا دو۔ گالی سے انسان قائل نہیں ہوتا۔

[redacted]

میں امیر نہیں۔ فقیر ہوں۔ میں صرف سپاہی ہوں۔ اللہ کا سپاہی، رسولؐ کا سپاہی، اسلام کا سپاہی، آزادی کا سپاہی۔ تمہارا سپاہی اور جب تم سمجھا دو گے۔ پھر مجھے تنہا چھوڑ دو۔ تب میں جانوں اور میدان جنگ جانے۔ سپاہی میرے۔ خون میرا، رضاکار میرے، قید ہونا پڑے یا تختۂ دار پر لٹکنا ہو، تم مجھے ہراول دستہ پاؤ گے۔ گالی نہ دو سمجھا دو (خوش نوائی کے ساتھ)

میری گھگری نوں گھنگھرو لوا دے
تے توں میری ٹور دیکھنی۔۔!"

ایک شیر تھا جو گونج رہا تھا کچھار میں
موات امیر شریعت
سید عطاء اللہ شاہ بخاری
ترتیب
حکیم مختار احمد الحسینی
مکتبہ تعمیر حیات چوک رنگ محل لاہور

ہفت روزہ

ریاست دہلی

۱۰ دسمبر سنہ ۱۹۵۶ء

ایک ایڈیٹوریل کا اقتباس [illegible]

ہندوستان [illegible]

[illegible]

میری زندگی کا ایک بڑا حصہ اُردو سے متعلق رہا ہے جیسا کہ میری صحافتی زندگی بھی شامل ہے، اس لئے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ [illegible] اُردو کا مستقبل شاندار رہے گا [illegible] سارے ہندوستان میں بولی جاتی ہے [illegible] اردو ہی ایک ایسی زبان ہے جس کے بولنے والے ملک کے کسی حصے میں جائیں انہیں وہاں اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔

ہندوستان میں اُردو زبان کی کیفیت بھی بے حد دلچسپ ہے۔ یہ زبان ہندوستان کے کانسٹی ٹیوشن میں بطور ایک زبان کے موجود ہے۔ [illegible] اُردو کو زندہ رکھنے اور اس کی ترقی دینے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ [illegible] اس کے حق میں بیانات دیتے رہتے ہیں اور [illegible] ایسا نہیں جس کو اس زبان کے خلاف کچھ کہنے کی جرأت ہو مگر ان بیانات اور تقریروں کی موجودگی میں بھی کوئی صوبہ ایسا نہیں جہاں کہ اس کو مٹانے اور اس کو ختم کئے [illegible] کی سرگرم کوششیں جاری نہ ہوں چنانچہ پنجاب کی عدالتوں میں یہ زبان جاری [illegible]

[illegible] سیاستدان [illegible] اکٹھے ہوئے تھے [illegible] کون آدمی آیا ہے، اس کی خدمت کس طرح کرنی چاہیے، اس کی عقل ہونی چاہیے [illegible] کی آنکھیں کھول دینے کا باعث ہونا چاہیے [illegible]

عدالتوں میں جھوٹے [illegible]

راولپنڈی کی یہ اطلاع ہے کہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی [illegible] ایک ہوٹل کے مالک [illegible] ملازم نے اپنی بیماری کا سرٹیفکیٹ [illegible] کی بیماری کا یقین نہ آیا اور آپ خود [illegible] اور دیکھا کہ ملازم اپنے [illegible] نے ملازم کو اپنے ساتھ کار میں بٹھایا اور ہسپتال میں لائے جہاں ڈاکٹر [illegible] ملازم بیمار نہیں۔ [illegible] میڈیکل سرٹیفکیٹ [illegible]

The Vatican, Islam, and the Middle East
Edited by
Kail C. Ellis

vation them from reading.) The Islamic milieu was therefore recognized as possessing spiritual values reminiscent of the forgotten spirit of Christian faith.

As Pakistani Christians began to study the Scriptures, the very smallness of their church began to be recognized for the supreme advantage it is. That God works through humble minorities, rather than through arrogant majorities, is a persistent teaching of the Bible. A sample of this teaching is found in the struggle of Gideon versus the Midianites. When Gideon received the call to rescue Israel from the Midianite enemy, he protested in words that have been echoed by minorities ever since: "How can I? My clan is the weakest in Manasseh; I am a nobody in my own family." God's reply was characteristic (and the driving message of the whole Bible): "I will be with you. You will crush them as though they were one man." But when Gideon had marshalled his thousands on the field of battle, the Lord—at the sight of such numbers—was displeased. "Far too many for me to give you victory!" For God, numbers are an obstacle; they have a habit of getting in his way. He therefore devised two stratagems for whittling down Gideon's contingent to a skeleton 300: "Now attack, and the victory is yours!"—and so it transpired.

To the extent that the Church was prepared to accept its smallness and take its stand on littleness, expectant of that "power from on high" which the Lord would supply, so would God use the weak and the foolish ones of the earth to confound the wise and the strong. The nationalization of the schools was regarded by most Christians as a deep humiliation and setback for Christianity in Pakistan. When this was followed in 1979 by the announcement of the full Islamization of the country, Christians felt that their cup of disappointment was just about full. But this loss of power and prestige brought in its wake a notable change in the attitude of many Muslims. Almost imperceptibly, charismatic prayer groups were approached to pray for the healing of sick Muslims, in home and hospital. In a few years, this spread to other parish and host groups. Priests and religious given to this kind of spontaneous prayer were both amazed and edified by the reaction of Muslims. When Pope John Paul II landed on the Karachi tarmac in February 1981, President Zia asked him to pray over his family. Those engaged in the ministry of praying over Muslims for healing found themselves healed of the congenital fear of Islam—and became relaxed enough to pray boldly in the name of the risen Christ and the Holy Trinity. These droplets of blessings found their apotheosis in the downpour of goodwill that accompanied the Pope's visit in 1981.

The Pope's Visit

The Pope's visit, although it lasted scarcely [illegible] hours, was a Spirit-filled event of nationwide impact. In the course of weeks of preparation, various committees received [illegible] and expressions of goodwill from government departments, the press, and other agencies. Christians from all over the country were offered half-fares to Karachi by road, rail, and air. For the first time, Christians found themselves gathered together in the National Stadium of Karachi in a eucharistic celebration with the Holy Father and the bishops of the country.

President Zia met the pope at the airport and escorted him to the stadium, where he had ordered the celebration to be televised. The effect on the largely Islamic populace was remarkable. The young country had had its many visiting dignitaries—kings, presidents, religious leaders—but few had knelt to kiss the soil of Pakistan, as the pope did. The pontiff addressed the nation as a whole, praising "the rich cultural tradition of faith." He told the local Christians that they had "the vigour of a young missionary church." But what perhaps most impressed Muslim viewers was the atmosphere of profound piety. It was a new experience for Muslims (who separate sexes in worship) to see vast numbers of men, women, and children responding together to a native liturgy. In the weeks that followed, messages poured into Christian homes and religious houses, indicating touchingly that the Muslims had identified with the event. The local church was no longer a foreign pot plant, but now a mustard tree sprouted from the soil of Pakistan.

The Task Ahead

My stance on Pakistan has been based on three convictions: first, that Pakistani Christians, although a minority, are of Pakistan, and not conquered strangers; second, that since ninety-nine percent of the Christian population are natives of Pakistan, they have the right to be acknowledged as equal citizens; and third, that the Christians of Pakistan must make every effort to be fully integrated into the country, in its present form and given its present way of life. Contemporary history has taught that Christian minorities in similar situations

The Committee re-assembled after break, Mr. Chairman in the Chair.

Mr Chairman: The doors be closed

(The Delegation entered the Chamber)

Mr Chairman: Yes, the Attorney General.

اٹارنی جنرل ۔ مرزا صاحب! کیا مرزا غلام احمد صاحب نے یہ کہا ہے کہ:

"پرانی خلافت کے جھگڑا چھوڑ دو ، اب ایک نئی خلافت لو ۔ ایک زندہ علی (مرزا غلام احمد) تم میں موجود ہے ، اس کو تم چھوڑتے ہو اور ایک مردہ علی کو تلاش کرتے ہو ۔"

(ملفوظات احمدیہ ، جلد اول ، صفحہ ۳۱)

مرزا ناصر احمد ۔ مردہ علی کی معنی وفات یافتہ ہیں ناں ؟

اٹارنی جنرل ۔ وہ تو پھر آپ جو ----------

مرزا ناصر احمد ۔ مردہ علی کہنے میں قرآن مراد نہیں ، بلکہ اس غالی شیعہ کو جو آنحضرتؐ کا مخاطب تھا ۔ ایسے غلط اور قوم کے نقصان دہ رجحان کی طرف توجہ دلائی کہ وفات یافتہ بزرگوں کو تو ان کے مقام سے بڑھا کر پیش کیا جاتا ہے لیکن جو خدا کے مقبول ان میں زندہ موجود ہوتے ہیں ، ان کی سخت ناقدری کی جاتی ہے ۔ پہلی امتوں کو بھی اسی رجحان نے نقصان پہنچایا ہے ۔ اب بھی ایسے رجحانات امت مسلمہ کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں ۔ حضرت علی کی اعلی سیرت قابل اقتدا ہے ، جس کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ ان خوبیوں کو پہچان کر جن بزرگوں میں حضرت علی کی صفات پائی جاتی ہیں ، ان کی پیروی کرو ۔ چنانچہ اپنے آپ کو بطور ایک زندہ مثال پیش کیا ہے ۔ اس سے زیادہ اس کا کوئی مفہوم نہیں ۔ جہاں تک حضرت علی کے مقام کا تعلق ہے ، حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دل میں آپ کی بڑی عظمت اور توقیر تھی چنانچہ آپ فرماتے ہیں ۔

کان رضی اللہ عنہ ---------- انسان)

تو اس میں حضرت علی کا بڑا مقام آپنے ظاہر کیا ہے ۔ مگر دوسری جگہ کیا ہے ۔ اس لئے ایسے فقرے کو اپنے Context اور سیاق و سباق سے نکال کر ، اس کے غلط معنی درست نہیں ہیں ۔

مرزا ناصر احمد ۔ یہ علاوہ ازیں یہ شیعہ عالم ہیں بڑے مشہور پرانے زمانے کے عالم ہوئے ان کی یہ فوٹو سٹیٹ کاپی انڈیا آفس ریکارڈ وہاں سے ...... اصل میں یہ جو سارے اعتراضات ہیں فرسودہ ہیں پرانے تو اس سلسلے میں یہ محاوراتی تھی تھی اب ان کے اشعار آپ سنیے ۔

فارسی اشعار ۔

" کربلا ئے عاشقم ....

.... در گوشہ صحرائے من "

تو یہاں صد حسین نہیں بلکہ ہر گوشہ صحرائے من صد حسین ہے تو یہ شیعہ حضرات کا ایک محاورہ ہے جو محبت کے اظہار کے لیے عقیدت کے اظہار کہلاتے ہیں یہ تحقیر اور تذلیل کا اظہار کرنے کیلئے نہیں

اٹارنی جنرل ۔ دوسرا ہے تو مرزا صاحب ایک چیز ہے اور یہ کہہ دینا کہ صد حسین است در گریبانم ۔

مرزا ناصر احمد ۔ اور یہ کہہ دینا کہ " صد حسین کشتہ در از گوشہ صحرائے من " یہ اور ہے نہ

اٹارنی جنرل ۔ پھر میں آگے پوچھتا ہوں ۔

مرزا ناصر احمد ۔ نہیں ابھی میرا جواب ختم نہیں ہوا ......

اٹارنی جنرل ۔ پڑھ لیجئے آپ ۔

مرزا ناصر احمد ۔ جہاں تک جناب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے اہل بیت کی تخفیف کے الزام کا تعلق ہے ہمیں دکھ دہ امر کے اظہار کے بغیر چارہ نہیں کہ جماعت احمدیہ کے ساتھ مسلسل نا انصافی کا یہ طریقہ اختیار کیا جا رہا ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے اقتباسات کو ادھورا پیش کیا جاتا ہے حالانکہ جس رنگ میں ان اقتباسات کو پیش کیا جاتا ہے خود اس کی تردید میں حضرت بانی سلسلہ کی واضح عبارت موجود ہوتی ہے زیر ذکر الزام میں ......

جناب چیئرمین ۔ یہ آپ کتنا مواد پڑھ رہے ہیں ؟

مرزا ناصر احمد ۔ جی ....

اٹارنی جنرل ۔ یہ اپنی "explanation" دے رہے ہیں ۔

یہ جامعہ سورتی ہے ۔ اس طرح کتاب مشکوٰۃ کا حوالہ باب ظلم ہے ۔

(عربی)

ظلم نہ کرنا یہاں ظلم کرنے والے کا ذکر ہے ۔ جو شخص ظلم کرنے والا ہے جان میں ان ملاتا ہے ۔ ان کو دوست ~~[illegible]~~ کرتے ہیں ۔ وہ صرف دائرہ اسلام سے خارج ہے ۔ ایسے لوگوں کو جو گناہ کی وجہ سے خارج نہیں کیا جا سکتا ۔ ان کے متعلق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کفر کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ ہوتا ہے کہ تم مسلمان ہو ۔ ایک ہی وقت میں قرآن کریم نے فرمایا ہے ۔

(عربی)

کہ عربی دیہاتیوں کو جنہیں زیادہ تربیت کا موقع نہیں ملتا وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ایمان میں یہ نہیں کہا ہم مسلمان ہیں کیونکہ ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ۔ یہ اگر چاہیں ہے جہاں سے ہی ہی مسلمان کہیں گے ۔ کمزوری کے باوجود ایمان دل میں ~~مستحکم~~ داخل نہیں ہوا ۔ [illegible] بلکہ فرمایا ۔(عربی)

اس میں مخلصین کا گروہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ پر اپنی ہر چیز قربان کرنے والے ہیں اور ایسا گروہ مومنوں کا سردار ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ و سلم ہیں جن کی زبان سے قرآن کریم نے یہ نکلوایا ۔

(عربی)

مسلمانوں کے سردار کا مقام سب سے بڑا ہے ۔ ایک گروہ مخلصین کا اور دوسرا گروہ اس قسم کا مخلصین ہے ۔ جہاں مخلصین کی یہ حد ختم ہوتی ہے ۔

اٹارنی جنرل ۔ ایک تو وہ لوگ جو مرزا غلام احمد صاحب کو بھی نہیں مانتے اتمام حجت کے بعد بھی نہیں مانتے ۔

مرزا ناصر احمد ۔ جو شخص حضرت مرزا غلام محمد صاحب کو بھی نہیں مانتا لیکن وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے ۔ اسکو غیر مسلم کہہ ہی نہیں سکتے ۔

اٹارنی جنرل ۔ نہیں جی وہ کہتے ہیں کہ آخری ہیں ۔ ان کی interpretation کے مطابق ۔

مرزا ناصر احمد ۔ ان کی interpretation کے مطابق میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ گنہگار ہر وہ شخص ہے جو خود کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کی طرف منسوب کرتا ہے ۔ وہ مسلمان ہے اور کسی دوسرے کا حق نہیں ہے کہ اسکو غیر مسلم قرار دے ۔

اٹارنی جنرل ۔ آپ اسکو مسلمان سمجھتے ہیں اس معنی میں یہ نہیں کہتے کہ مسلمانی کا دعویٰ کرتا ہے ۔

مرزا ناصر احمد ۔ نہیں نہیں ۔ جو منسوب کرتا ہے میں نے تو آپکو بھی کئی دفعہ کہا ہے ۔

(عربی)

میں دعویٰ کیسے کر سکتا ہوں ۔ میں نے دل چیر کر دیکھے ہیں ۔

اٹارنی جنرل ۔ ایک میں آپ سے پوچھوں گا ۔ حوالہ ہے مرزا غلام احمد صاحب کے بارے میں ۔ مرزا بشیر احمد صاحب ۔ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب ۔ وہ کہتے ہیں ۔

[illegible] بعض وقت اس بات کا خیال آیا کہ

"معلوم ہوتا ہے (مسیح موعود) یعنی مرزا غلام محمد قادیانی نے کہیں کہیں تحریروں میں غیر احمدیوں کے متعلق مسلمان کا لفظ دیکھکر لوگ دھوکہ نہ کھائیں ۔ اسلئے آپ نے کہیں کہیں بطور ازالہ غیر احمدیوں کے متعلق ایسے الفاظ بھی لکھے ہیں "

"وہ لوگ جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں "

جہاں کہیں بھی "مسلمان کا لفظ ہو" ۔ اس سے مدعی مسلمان اسلامی سمجھنا چاہئے نہ کہ حقیقی مسلمان ۔ بس یہ ایک یقینی بات ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے جہاں کہیں بھی غیر احمدیوں

کو غیر مسلم کہہ کر پکارا ہے ۔ یہاں یہ مطلب ہے کہ جو اسلام کا دعوی کرتے ہیں وہ آپ منکم الذی اپنے منکروں کو مسلمان نہ سمجھتے تھے ۔

ناشتہ الفضل ۔ رسالہ Review of Religions جلد ۱۲ صفحہ ۳ ۔ پانچ آگے ۱۲۶ ۔

مرزا ناصر احمد ۔ یہ چیک کریں گے ۔ آج صبح بھی دیکھا گیا کہ اخبار بھی نہیں تھا ۔ حوالہ بھی نہیں تھا ۔ اور یہاں آکیا چیک کریں گے ۔

اٹارنی جنرل ۔ اب میں پرانے Subject پر آرہا ہوں کہ مرزا غلام احمد نے کیا یہ کہا ہے ۔

" اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھکر ہے ۔ اس امت میں سے مسیح موعود [illegible] پایا تھا جو پہلے ابن مریم ایک عاجز انسان تھے ۔ اگر خدا چاہے تو عیسی بن مریم کی مانند کوئی اور آدمی پیدا کر دے ۔ یہ اس سے بھی بڑھکر بہتر جیسے کہ اس نے کہا "" اب خدا بتاتا ہے " دیکھو میں اسکا ثانی پیدا کرونگا جو اس سے بہتر ہو جو غلام احمد ہے ۔ یعنی احمد کا غلام ۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ۔ اس سے بہتر [illegible] غلام احمد ہے ""

مرزا ناصر احمد ۔ یہ حوالہ کونسا ہے ؟

اٹارنی جنرل ۔ " یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں اور اگر تجربہ کی رو سے خدا کی تائید ابن مریم سے بڑھکر میرے ساتھ نہ ہو تو میں جھوٹا ہونگا ""

(دافع البلا صفحہ ۱۳ ۔ اور ۲۰)

دو quotations

اور پھر آگے کہتے ہیں ۔

مرزا ناصر احمد : دافع البلا کا صفحہ کونسا ہے ۔

اٹارنی جنرل ۔ صفحہ ۱۳ ۔ اور ۲۰ ۔ دو کوٹیشنز ہیں ان کی پھر آگے ۔

" ظاہر ہے فتح مبین کا وقت ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں گزر گیا ۔ اور دوسری فتح باقی رہتی کہ پہلے غلبہ سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے ۔ اور مقدر تھا کہ اسکا وقت مسیح موعود کا وقت ہو ۔ اس طرح کہ خدا تعالی کے اس قول میں اشارہ ہے "" سبحان علی الروح ۔

یہ سورت الباز ۔ [illegible] ۔

(The Special Committee re-assembled at 6.00 P.M. Mr. Chairman, Sahibzada Farooq Ali, in the chair).

Mr. Chairman: Yes, the Attorney-General.

Attorney-General: Are you ready with some replies?

مرزا ناصر احمد : ایک میں کتاب چاہتا ہوں جو تذکرۃ الاولیاء یہاں موجود ہے، ہم نے منگوائی ہے۔

اٹارنی جنرل : تذکرۃ الاولیاء ----

مرزا ناصر احمد : اور ایک ارشاد رحمانی ہے۔

اٹارنی جنرل : یہ لائبریری سے لے آئیں گے جو باقی ریفرنس ہیں وہ بھی میں ---

مرزا ناصر احمد : ہاں ہاں ایک یہ سوال تھا کہ بانی سلسلہ احمدیہ نے یہ فرمایا ہے

(عربی) "وشتان ما بین ———— والقمر"

"سید میں اور تمہارے حسین میں بہت بڑا فرق ہے" یہاں "حسین کم" "کم" کی جو ضمیر ہے وہ اس مطلب کو ظاہر کرتی ہے اور یہ جو نظم ہے نظم کے اندر ان لوگوں کا ذکر ہے بڑی وضاحت کے ساتھ کہ جو حضرت حسین کا شرک کر دیتے ہیں اور ان سے دعائیں مانگتے تھے اور ان کی پوجا کرتے تھے تو حضرت حسینؓ کے متعلق یہ نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ جو تمہارے تم حضرت حسینؓ ابھی کوئی تو وہ درست نہیں ہے۔ حضرت حسینؓ کے متعلق میں نے بانی سلسلہ کا ایک اقتباس پڑھا تھا بڑا زبردست یہ بتانا ہے کہ "تمہارا" کا یہی مطلب ہے ------

اٹارنی جنرل : دیکھیں جی آپ نے سنایا تھا یہ جو ریفرنس "سید میں اور تمہارے حسین میں بڑا فرق ہے" میں نے عرض کیا تھا کہ "تمہارا" کیوں ہو سکتا ہے؟

مرزا ناصر احمد : تمہارے کی ضمیر بتانے کی طرف اشارہ کیا مطلب ہے تمہارے سے کن لوگوں کو مخاطب کیا گیا تھا وہ اس نظم میں مختلف اشعار میں بولی ہے۔ وہ نہیں بتاتے ہیں اسی نظم میں آگے بھی "کم" کا ہم نے دیکھنا ہے مرجع کیا ہے حسین کا

علم کلام مرزا

مکتبہ شعیب حبیب منزل کراچی ۲

فون ۳۴۰۸۹

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَىَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (پ١٦ ع٣)

"اے پیغمبر کہہ دو کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے۔"

مگر مرزا صاحب کے علم کلام میں خدائے احد اور حضرت احمد میں فرق نہیں بلکہ دراصل دونوں ایک ہیں۔ چنانچہ آپ کا شعر ہے ؎

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم (توضیح مرام ص١١)

(ترجمہ) "حضرت احمد کی شان خدا کے سوا کون جانتا ہے۔ وہ ایسے ہیں کہ اپنی ذات سے جدا ہوئے ہیں درمیان میں میم آگئی ہے۔"

یعنی احمد دراصل احد ہے۔ احد سے جدا ہوا تو درمیان میں میم آگئی۔ مرزا صاحب نے ان دو شعروں سے یہ عقیدہ اخذ کیا ہے جو پنجاب کے جاہل فقیروں کا قول ہے ؎

(١) "احد احمد وِچ فرق نہ کوئی ذرہ اک بھیت مروڑی دا
(٢) وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اُتر پڑا وہ مدینے میں مصطفےٰ ہو کر

ناظرین! اس مشرکانہ تعلیم پر کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے جو توحید سکھائی ہے پہلے نبیوں سے بڑھ کر ہے۔

چوتھا مسئلہ

خود اپنے حق میں الہام بتایا "انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون" (اصل حقیقۃ الوحی ص١٠٥) "یعنی اے مرزا تیرا اختیار ہے جب کسی چیز کا تو ارادہ کرے تو اسے اتنا کہہ دے کہ موجود ہو جا پس وہ ہو جائے گی۔"

اس الہام کی گویا تشریح دوسرے مقام پر یوں کی ہے۔

"اعطیت صفۃ الافناء والاحیاء من الرب الفعال" (خطبہ الہامیہ ص٢٣)

واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا

منهاج

الفرقة الناجية

والطائفة المنصورة

على ضوء الكتاب والسنة

جمع وترتيب

محمد بن جميل زينو

المدرس في دار الحديث بمكة المكرمة

✓ علامة الفرقة الناجية

١ - الفرقة الناجية هم قلة بين الناس، دعا لهم الرسول صلى الله عليه وسلم بقوله: «طوبى للغرباء: أناسٌ صالحون، في أناس سوء كثير، من يعصيهم أكثرُ ممن يُطيعهم» «صحيح رواه أحمد» ولقد أخبر عنهم القرآن الكريم فقال مادحاً لهم:

«وقليلٌ من عباديَ الشكور» «سورة سبأ»

٢ - الفرقة الناجية يعاديهم الكثير من الناس، ويفترون عليهم، وينابزونهم الألقاب، ولهم أسوة بالأنبياء الذين قال الله عنهم:

«وكذلك جعلنا لكل نبي عدواً شياطين الإنس والجن، يُوحي بعضُهم إلى بعضٍ زُخرفَ القولِ غُروراً...» «سورة الأنعام» وهذا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال عنه قومه (ساحر كذاب) حينما دعاهم إلى التوحيد، وكانوا قبل ذلك يسمونه الصادق الأمين.

هذه بعض مناهج وعلامة الفرقة الناجية، وسنتكلم في الفصول القادمة من هذا الكتاب عن عقيدة الفرقة الناجية، والطائفة المنصورة لتكون على عقيدتهم إن شاء الله.

PAKISTAN TIMES

HORE, FRIDAY, OCTOBER 25, 1974—8 SHAWWAL-UL-MUKARRAM, 1394 A.H.

Ramay for annual municipal elections

FROM OUR RAWALPINDI OFFICE

OCTOBER 24: General elections will be held only after the present Government has served its full term.

This was stated by Mr. Muhammad Hanif Ramay, in Chakwal on Thursday while replying to newsmen's question about whether the general elections would be held before or after the local bodies elections, scheduled for early next April.

However, he added: "Personally I would rather like that before the general elections there should be one or two local bodies elections."

The elections to the local bodies Mr. Ramay suggested, should be annual as was already the practice in a few countries. This practice would help new leadership emerge and accelerate the process of socio-economic development, he argued.

He also disclosed that his Government had asked the Election Commission to update the preparation of electoral rolls to the end of February to facilitate the holding of elections to the Local Bodies in April. By the present schedule the rolls are to be ready by March 15.

Mr. Ramay disclosed that the Provincial Government was about to enforce a law for the establishment of special tribunals which would hold summary trials of cases of sabotage particularly the recent string of bomb explosions.

The Government, he said, had met with some success in locating the elements and forces responsible for the blasts. He was of the view that the seven bomb incidents in the Punjab were spill-overs from the NWFP which had registered 30 blasts so far.

Asked as to the measures taken by his Government to avert the repetition of the recent Sargodha incident with members of a minority community as the victims, the Chief Minister said that the strong action taken by him against the officials should serve as a warning to all those responsible for the maintenance of law and order.

The Government was committed to safeguard the interests of the minorities, he reaffirmed.

In this connection, Mr. Ramay [illegible] criticised the attitude of [illegible] who had been making [illegible] the 90-year-old Qadiani issue. Facts proved that only the PPP and Mr. Bhutto were serious about resolving it while the ulema and Opposition leaders were merely exploiting it to their narrow political ends.

He told a questioner that probe into the allegations against some members of Mr. Khar's Cabinet was still continuing. There was however no inquiry against Mr. Khar himself, he added.

MACMILLAN'S

NEW ENGLISH READERS

REA[illegible]ER I

KING EMPEROR
GEORGE VI

MACMILLAN AND CO., LIMITED
ST. MARTIN'S STREET, LONDON
CALCUTTA, BOMBAY AND MADRAS
1943

CHRIST OR MUHAMMAD.
On whom
will you rely?

مسیح یا محمدؐ

لودیانہ

کرسچن لٹریچر سوسائٹی کیطرف سے شائع ہوا

سنہ ۱۹۰۰ء

دفعہ اول جلد ۵۰۰۰ قیمت ۳ پائی

C. L. S. LODIANA.

مسیح یا محمد

آپ کس پر بھروسہ کرینگے؟

مسلمان اور مسیحی بہت سی باتوں میں متفق ہیں دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ خدا ایک اور اُسی کو تمام بنی آدم کا خالق اور پیدا کنندہ مانتے ہیں۔ اِس امر میں مسیحی اور مدی بالکل ہم اعتقاد ہیں کہ آدم اور حوّا نے شیطان ملعون سے فریب کھایا ر اپنے آپ کو گناہ کی آلودگی سے آلودہ کیا۔ خدائے تعالیٰ نے بہت سے پیغمبر اور دی دنیا میں بھیجے تاکہ لوگ نیک و بد میں امتیاز کرنا سیکھیں۔ چنانچہ حضرت ح۔ ابراہیم۔ یوسف۔ موسیٰ اور حضرت داؤد وغیرہ اِسی غرض سے دنیا میں آئے۔ وں کی معرفت اللہ جل شانہ نے توریت (شریعت) اور زبور (مزامیر) کو نازل فرمایا ر آخرکار اُس نے یسوع مسیح کو بھیجا اور اُس کے وسیلہ سے انجیل (خوشخبری) تمام آدمزاد پر آشکارا کیا۔ یہہ سب باتیں تمام محمدی اور مسیحی قبول کرتے اور تے ہیں۔ لیکن ہمارے محمدی بھائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

بعد حضرت محمد صاحب خدائے تعالےٰ کی طرف سے پیغمبر ہو کر تشریف لائے۔ وہ خاتم النبیین اور تمام انبیاء سے بزرگ و برتر ہیں۔ اُنہی کا دین سچا دین ہے اور اُسی دین کی تقلید و پیروی سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ مسیحی کہتے ہیں کہ یوں نہیں بلکہ یسوع مسیح سب سے برتر اور خاتم المرسلین ہے اور اُسی کے وسیلہ سے نجات حاصل ہو سکتی ہی۔ اِسلئے مسلمانوں اور عیسائیوں میں اصلی تفاوت اور اختلاف اِسی بات میں ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک مسیح اور مسلمانوں کے نزدیک محمد صاحب نبی آخر الزمان، افضل الانبیاء اور نجات دہندہ ہیں +

مناسب بلکہ انسب ہی کہ ہم دونوں کا مقابلہ کریں اور جو اُن میں سے بڑا اور افضل ٹھہرے اُس کی پیروی اختیار کریں اور اُس پر ایمان لاویں +

پہلے ہم دونوں کی پیدایش کے باب میں غور کریں۔ ہم جانتے ہیں کہ محمد صاحب کے والد صاحب کا نام عبداللہ اور اُن کی والدہ صاحبہ کا نام امینہ تھا۔ اور اُن کی پیدایش اور لوگوں کی طرح اور حسب معمول تھی۔ اور اُن کی پیدایش کے وقت کوئی عجیب و غریب بات وقوع میں نہیں آئی۔ اُن کی پیدایش کا حال بالکل اور لوگوں کا سا ہے اور مدت تک اُن کی بابت کوئی عجیب نشان کہیں بیان نہیں کیا گیا۔ آخر کار چالیس برس کی عمر میں وہ کہنے لگے کہ حضرت جبرائیل اُن سے ہم کلام ہوئے۔ لیکن اِس سے پیشتر کوئی ایسا نشان ظاہر نہیں ہوا جس سے لوگ یہہ سمجھتے کہ وہ پیغمبر ہونگے۔ اِس میں شک نہیں کہ جاہل مسلمان محمد صاحب کی پیدایش کے بارے میں نہایت عجیب

ساتھ بھیجنے سے ہمیں کوئی چیز مانع نہیں ہے سوائے اِس کے کہ زمانۂ قدیم کے لوگوں نے اُن کو جھٹلا دیا"+

اب اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ محمد صاحب نے کوئی نشان نہیں دکھلایا اور کوئی معجزہ نہیں کیا۔ لیکن یسوع مسیح نے بہت سے معجزے دکھلائے۔ اُس نے کئی اندھوں کو آنکھیں بخشیں۔ اس نے بہت سے لنگڑوں کو چلنے اور گنگوں کو بولنے کی طاقت عطا فرمائی۔ بہت سے مبروصوں اور بیماروں کو چنگا کیا اور شفا بخشی اِس سے بڑھکر اُس نے تین مُردوں کو زندہ کیا جن میں سے ایک کو دفن کئے ہوئے چار دن گذر چکے تھے۔ علاوہ اس کے یہہ امر نہائت عجیب اور قابلِ غور ہے کہ جب دوسرے پیغمبروں میں سے کسی نے کبھی کوئی معجزہ دکھلایا تو اُس نے اُسے خدا کی طرف منسوب کیا اور یہہ ظاہر کیا کہ اُس نے وہ معجزہ اپنی طاقت سے نہیں دکھایا۔ لیکن یسُوع مسیح نے اپنے تمام معجزات اپنے نام سے اور اپنی طاقت و قدرت سے کئے۔ پس وہ شخص کہ جس نے اپنے بیحد رحم اور غیر محدود طاقت کا اِس طرح کے کاموں سے عملی طور پر اظہار کیا لاریب شافع مطلق اور حقیقی نجات دہندہ ہے +

پھر یہہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ محمد صاحب مر گئے اور یہہ امر کسی سے بھی مخفی و پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ بالکل اور لوگوں کی طرح پیدا ہوئے اور اُنہی کی طرح ایک دن موت کا شکار ہو گئے + وہ مکہ میں پیدا ہوئے اور مدینہ میں اس سرائے سپنج سے کوچ کر گئے +

مرنے کے بعد وہ دفن کئے گئے اور دوسرے لوگوں کی طرح اس کا جسم بھی

مر گیا اور خاک اُسے کھا گئی لیکن مسیح کا انجام ایسا نہ تھا +

قرآن میں مسیح کی موت کا بیان دو طرح پر ہے (۱) سورۂ عمران کی اڑتالیسویں یت میں لکھا ہے کہ "خدا نے کہا کہ اے مسیح میں تجھے فوت کرونگا اور اوپر اپنے پاس الونگا"۔ اور سورۂ مریم کی چونتیسویں آیت میں آیا ہے کہ مسیح نے خود کہا کہ "جب میں یدا ہوا سلامتی میرے ساتھ تھی اور میرے مرنے اور پھر زندہ ہونے کے دن بھی یرے ساتھ ہوگی"۔ لیکن (۲) سورۂ نسا کی ایکسو چھپنویں آیت میں لکھا ہے کہ "نہ انہوں لے اُس کو قتل کیا اور نہ صلیب پر کھینچا بلکہ انہوں نے اُس کے عوض میں کسی اور خص کو جو اس سے شکل و شباہت میں مشابہت رکھتا تھا غلطی سے پکڑ لیا۔ الحقیقت اُنہوں نے اُس کو قتل نہیں کیا بلکہ خدائے تعالیٰ نے اُسے اوپر اپنے س اُٹھالیا" +

اب اگر کوئی کہے کہ دوسرا بیان صحیح ہے تو پھر یہہ ماننا پڑیگا کہ مسیح ہرگز نہیں مُوا لکہ خدائے تعالیٰ نے اُسے زندہ آسمان پر اُٹھالیا +

دیکھئے محمد صاحب تو مر گئے اور اُن کے جسم کو خاک کھا گئی +

اب ہم اِن دونوں میں سے بڑا نبی کس کو کہینگے؟ اور تمام بنی آدم کا نجات دہندہ ن ہو سکتا ہے؟ کیا وہ جو مر گیا یا وہ کہ جس نے موت کا مزہ نہیں چکھا اور ہمیشہ دہ ہے؟ پر انجیل شریف میں صاف لکھا ہے کہ یسُوع مسیح مُوا۔ یہودیوں نے سے صلیب پر کھینچا۔ چھ گھنٹوں میں اس نے جان دی اور قبر میں رکھا گیا +

اب شاید کوئی یہہ کہے گا کہ جب مسیح اور محمد دونوں مر گئے تو پھر اُن میں کیا

نوادراتِ حضرت امیرِ شریعتؒ

افادات

سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

12.00

ادارہ کریمیہ تعلیم القرآن، اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

حریکِ ختمِ نبوّت کے غداروں کے بارے میں

ایک مرتبہ تھڑدلوں کے بارے میں حضرت امیر شریعتؒ نے ارشاد
رمایا، ——— میں بخاری ہوں مودودی نہیں ہوں، آج وہ کہتا
ہے کہ میں تحریک (تحریک ختم نبوت) میں شامل نہیں تھا، میں کہتا ہوں
تامل تھا، اگر مودودی شامل نہیں تھا تو میں ان سے حلفیہ بیان کا
طالبہ نہیں کرتا۔ صرف یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اپنے لڑکوں کے سروں پر
اتھ رکھ کر اعلان کردیں، سچ اور جھوٹ سامنے آجائیگا!

مودودی صاحب تحریک کی ذمہ داری سے ہزار دامن بچائیں لیکن
یں ذمہ داری قبول کرتا ہوں، میں تحریک میں شامل تھا جو شامل تھا اس
نے سال کاٹی، جو شامل نہیں تھا اس نے دو سال کاٹی، جب میں
ہا ہوا تو جیل کی ڈیوڑھی پر آکر کہا کہ جنہوں نے تقریریں کیں وہ رہا ہوگئے
جنہوں نے سر ہلایا وہ پھنسے رہے کیا یہی دیانت ہے کہ ہزاروں کو
مرواکر کہا جائے کہ میں شامل نہ تھا، اسے تم سے تو کافر گلیلو اچھا تھا
جس نے زہر کا پیالہ پی لیا تھا۔

رجسٹرڈ نمبر ۴۲۷

۷۸۶

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا

فتعالی اللہ الملک الحق ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ

انشاء اللہ [illegible] علوم [illegible]

فصل وار شائع صحیفہ شہریہ ملقب بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ تحت سلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ
تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ
ملفوظات خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت [illegible] اشرف علی
[illegible] از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ
لقب صحیفہ مشہرت بہ تبرک بنام نامیش [illegible]

عدد (۸) بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳۶ ہجری جلد (۳)

باہتمام الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمود گرفت

داعی ہوتا ہے بعض اوقات حدود شرعیہ کا خیال بھی نہیں رہتا ایسا شخص شاید حضرت صدیق اکبر کے اس حال کے ہے جب تک وہ اسلام نہ لائے تھے کہ اس وقت بھی وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت فرماتے تھے مگر محض محبت طبعیت نہ کہ حیثیت شرعیہ سے بس خواب میں ایسے خادموں کی حقیقت بتلائی گئی اس خواب میں جزو ختم بالشان یہی تھا باقی ظاہر ہے والسلام

۲۰ شوال ۱۳۳۵ھ

سوال: اب وجہ اس کی عرض کرتا ہوں کہ بیعت ہونے کا خیال مجھ کو کیوں ہوا اور حضور کی طرف کیوں رجوع کیا بیعت کا شوق صرف مطالعہ کتب تصوف سے اور حضور کی جانب رجوع اس لئے کہ ہمارے نانا صاحب جان مولانا مولوی محمد صاحب مرحوم مولانا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم و مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم لودیانہ والوں سے حضور کے اعتقادات ملتے جلتے تھے اس سے یہ غرض تھی کہ جانے نانا یا اور کوئی اپنے دادا وغیرہ علماء کے اعتقادات کو خواب ہی ہوں ان کو بلا وجہ ترجیح دی جائے اصل غرض یہ ہے کہ حضور کے اور بندہ کے اعتقادات بالکل ایک ہیں لہذا اگر مولوی صاحبان لودیانوی اور حضور کے درمیان کسی فروعات میں اختلاف بھی ہو تو اس میں بھی جناب کی طرف رجوع کرتا ہوں (۲) اور حضور کی تصنیف چند کتابیں زیر مطالعہ رہی ہیں جن میں سے بہشتی زیور تو حرز جان ہے اور شرح مثنوی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور بھی چند تصانیف نظر سے گذریں (۳) ایک دفعہ رامپور ریاست میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب جو طالب علم تھے ان کے پاس ٹھہرنے کا اتفاق ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مولوی صاحب حضور سے بیعت ہیں اس لئے ان سے اور بھی محبت ہو گئی تو اثناء گفتگو میں معلوم ہوا کہ ان کے پاس تھانہ بھون سے دو رسالہ الامداد اور حسن العزیز بھی ماہواری آتے ہیں بندہ نے ان کے دیکھنے کے واسطے درخواست کی تو ان مولوی صاحب طالب علم نے چند رسالہ مجھ کو دیکھنے کے واسطے دئیے الحمد للہ جو لطف ان سے اٹھایا بیان سے باہر ہے ایک روز کا ذکر ہے کہ حسن العزیز دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ غنودگی نے غلبہ کیا اور سو جانے کا ارادہ کیا رسالہ حسن العزیز کو ایک طرف رکھ دیا لیکن جب بندہ نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دل میں خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہو گئی اس لئے رسالہ حسن العزیز کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا

۴۲

اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے باین خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔

جواب: اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالی متبع سنت ہے

۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ

سوال: جناب مخدوم و مطاع مولانا عم فیضہم علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مکرمت نامہ وارد ہو کر باعث اعزاز ہوا یہ ناچیز حضرت جد امجد قبلہ عالم مدظلہ العالی کا پڑنواسہ مولوی ...... صاحب مرحوم کا ہے آپ میں شبہ نہیں کہ جناب نے ضروریات زمانہ کے لحاظ سے دینی خدمت بہت کی ہے اور بہت سے رسائل مفیدہ دینیات تصنیف فرما کر لوگوں کو مستفیض فرمایا مگر آپ سے

۴۳

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں NO: 58

۷۸۶

کاویہ علے الغاویہ

[illegible] یا تصنیف - تازیانہ

تعلیمات جدیدہ پر ایک نظر

مولفہ و مرتبہ

آسی - معتمد انجمن خدام الحنفیہ امرتسر [illegible]

جس میں

تعلیمات مرزائیہ کو خصوصاً اور دیگر تعلیمات کو عموماً زیر بحث لاکر انتہائی دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تاکہ جانبین کی طرف سے جو غلط فہمیاں پڑی ہوئی ہیں۔ اٹھ کر زیر بحث مسائل کا بحث بہت مختصر ہو جائے۔ اور باہمی تنافر و تخاصم کا کلی خاتمہ ہو کر کسی خاص نتیجہ پر پہنچنے کی راہ پیدا ہو ٭

بار اول۔ تعداد ایک ہزار۔ (قیمت فی نسخہ عام ایک روپیہ خاص [illegible]) مارچ ۱۹۳۲ء

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

قال اللہ تعالیٰ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

ترجمہ: آج تمہارا مذہب میں نے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر انتہا تک پہنچا دی ہے اور مذہب اسلام تمہارے لئے اختیار کیا

جن لوگوں نے اسلام کو ناکامل سمجھ کر تجدید و ترمیم و تنسیخ و تحریف شروع کر دی ہے اور اپنے آپ کو مصلح قوم، مجدد زماں، مہدی یا مسیح ظاہر کرکے لوگوں کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں کہ ہم اسلام کا روشن پہلو دکھلا کر دین محمدی کے اصل رخ سے پردہ اٹھا رہے ہیں

ایسے مدعیین کیلئے یہ رسالہ

الکاویۃ علی الغاویۃ

لکھا گیا ہے جس میں تمام شبہات کا عموماً اور مرزائی تعلیم کا خصوصاً ایک ایسا خاکہ پیش کیا گیا ہے کہ جس کے دیکھنے سے ناظرین خود معلوم کر سکیں گے کہ مرزائی تعلیم بانی اصطلاحات میں کہاں تک تحریف و تنسیخ سے کام لیا گیا ہے

مصنفہ و مؤلفہ

محمد عالم آسی عفی عنہ معتمد خدام الحنفیہ [illegible]

امرتسر

مطبوعہ [illegible] پریس امرتسر

اگست

تعداد ایک ہزار

۱۹۳۰ء

پھر بھی کسی حد تک قرین قیاس ہوتا اس پر طرہ یہ ہے کہ باوجود اس کے جناب کو حضور کی غلامی کا بھی دعویٰ ہے اور مرزا محمود نے تو کہہ دیا ہے کہ مرزا صاحب **افضل المرسلین** تھے اب بیچ کی ضرورت نہیں رکھی اور دیکھئے کہ یہ استدلال ثابت کرتا ہے کہ مرزا صاحب میں صرف فوٹو آگئے تھے اور روح کوئی نہیں آئی تھی اور استدلال سابقہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے جسم میں روحیں آئی تھیں اسلئے دونو استدلال متناقض ہوئے اور دعوائے نبوت کا ثبوت پیش نہ ہوا کیا کوئی مرزائی اس تخالف بیانی کو اٹھائے گا؟

اس بہانہ کی تصیح کیلئے یوں بھی کہا جاتا ہے کہ صوفیائے کرام میں ایسے لوگ بھی گذرے ہیں کہ جنہوں نے مرزا صاحب کی طرح بروز نبوت او ظل رسالت کی آڑ لے کر اپنے آپ کو نبی او ظل الٰہی ظاہر کیا تھا

چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رح اپنے دیوان میں لکھتے ہیں ؎

[۴۷] من نمے گویم انا الحق یار میگوید بگو — چوں نگویم چوں مرا دلدار میگوید بگو ۴۷

حضرت بایزید بسطامی رح فرماتے ہیں کہ جب کوہ طور میں آگ سے یہ آواز نکلی تھی کہ [۴۸] اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ ۴۸
تو نار محبت سے جو جسم بایزید میں ہے اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ کی آواز کیوں نہیں نکل سکتی۔ ایک صوفی کا قول ہے ؎

[۴۹] فارغم از کبر و کینہ دز ہوا۔ من خدا ام من خدا ام من خدا۔ اللہ اللہ گفتہ اللہ میشود۔ ۴۹
ایں سخن حق ست آ داللہ خود۔ میتواں موسے کلیم اللہ شدن۔ از ریاضت میتواں اللہ شدن
مولانائے روم رح

کتاب سیف ربانی صفحہ مصنفہ محمد مکی رح میں ہے کہ حضرت [۵۰] شیخ عبد القادر جیلانی رح فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار ۵۰
مجھے ایسا محو کردیا کہ میں یوں کہہ رہا تھا کہ لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَہٗ اِلَّا اِتِّبَاعِیْ تو مجھے معلوم ہوا
کہ میں فنا فی الرسول ہوں پھر ایک دفعہ محو ہوا تو میں کہہ رہا تھا کہ [۵۱] اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ جس سے معلوم ۵۱
ہوگیا کہ میں اس وقت محمد صلعم بن گیا تھا ورنہ ایسے لفظ بطور دعویٰ مجھ سے ظاہر نہ ہوتے ایک دفعہ آپ نے اپنی
مرید سے فرمایا تھا کہ [۵۲] اَشْہَدُ اَنِّیْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو مرید نے اس کی تصدیق کی تھی تذکرہ غوثیہ کے صفحہ ۲۹۱ ۵۲
میں ہے کہ حضرت ابوبکر شبلی رح نے ایک مرید سے کہا تھا کہ یوں کہو [۵۳] لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ اسنے ۵۳
انکار کردیا آپ نے اس کی محبت توڑ ڈالی فیض سبحانی میں مذکور ہے کہ جس کا قلب بالکل صاف ہوجاتا ہے وہ
نبی کی مانند ہوجاتا ہے اس سے کم درجہ کا صحابی بنتا ہے اور اس سے کم در تابعی بنتا ہے اسی طرح

رسالہ چھاؤنی
23/3/13

برادر دینی سلمہ

السلام علیکم۔ نوازش نامہ آپکا پہونچا یاد آوری کا
شکر گزار ہوں۔ جناب مرزا جی صاحب مرحوم کو
نیک۔ بزرگ اسلام کا خدمتگذار شریف النفس
خدا یاد پہلے بھی اور اب بھی خیال کرتا
ہوں۔ مجھے انکے مریدوں سے کسی قسم کی
مخالفت نہیں ہے بلکہ افسوس کرتا ہوں کہ
چند ایک امورات کی وجہ کر انکی زندگی
میں اونکا شرف حاصل نہ کر سکا

نیازمند سلطان محمود از پٹیالہ
رسالہ نمبر ۹

حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک تازہ نشان

محمدی بیگم صاحبہ کے صاحبزادہ کا اعلان بیعت

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پیشتر اس کے کہ میں اپنا اصل مدعا بیان کروں۔ یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ واللہ میں کسی لالچ یا دنیوی غرض یا کسی دباؤ کے ماتحت جماعت احمدیہ میں داخل نہیں ہوا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ماتحت ایک لمبے عرصہ کی تحقیق کے بعد اس بات پر ایمان لایا ہوں۔ کہ **حضرت مرزا صاحب** اپنے ہر دعویٰ میں صادق اور مامور من اللہ ہیں۔ اور اپنے قول و فعل میں ایسے ثابت ہوئے ہیں۔ کہ کسی حق شناس کو اس میں کلام نہیں ہو سکتا۔ آپ کی تمام پیشگوئیاں ٹھیک ٹھیک پوری ہوئیں۔ یہ الگ سوال ہے۔ کہ بعض لوگ تعصب یا نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض پیشگوئیوں پر نکتہ چینی کر کے عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔ کہ پوری نہیں ہوئیں۔ مثلاً انہیں میں سے ایک پیشگوئی مرزا احمد بیگ صاحب وغیرہ کے متعلق ہے۔ اس پیشگوئی کو ہر جگہ پیش کر کے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کہ اس کا پورا ہونا ثابت کرو۔ حالانکہ وہ بھی صفائی کے ساتھ پوری ہو گئی۔ میں اس پیشگوئی کے متعلق ذکر کرنے سے پیشتر یہ بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ یہ ایک انذاری پیشگوئی تھی۔ اور ایسی انذاری پیشگوئیاں خدا تعالیٰ اپنے نبی کے ذریعہ اس لئے کرایا کرتا ہے۔ کہ جن کے متعلق [illegible] ان کی اصلاح ہو جائے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے [illegible] الآیات الا تخویفا۔ کہ ہم انبیاء کو نشانات [illegible] بھیجتے ہیں۔ کہ لوگ [illegible] پیشگوئیاں لوگوں کی اصلاح کی غرض سے کی جاتی ہیں

اللہ تعالیٰ نے یہ اصل بیان فرما دیا ہے۔ کہ ایسی انذاری [illegible]

[illegible] سے انکار کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کی ہتک کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے [illegible] کے ذریعہ پیشگوئی فرمائی۔ اس پر [illegible] اور باقی خاندان اصلاح کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت غفور الرحیم کے ماتحت قہر کو رحم سے بدل دیا [illegible] کے ساتھ بھی تھا۔ اس لئے وہ بھی خوف میں مبتلا [illegible] عقیدت کے متعلق مختلف اوقات پر اپنا خیال بذریعہ خطوط فرمایا انہیں [illegible] جواب دیدیا۔ مثلاً ہندوؤں۔ عیسائیوں۔ اور مسلمانوں کا اعلان کر دیں۔ کہ وہ پیشگوئی کی وجہ سے نہیں ٹوٹے۔ لیکن حقیقت کا ایک ثبوت یہ ہے۔ کہ جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ [illegible]

[illegible] ظاہر ہے اس صورت میں انذاری پیشگوئی کا [illegible] طور پر پورا [illegible] مرزا صاحب کی قوم رشتہ داروں نے گستاخی کی یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی تحمید [illegible] اشتہار دیدیا۔ کہ ہمیں کوئی نشان دکھلایا جائے۔ تو اس کے جواب میں [illegible] کے مطابق میرے نانا جان مرزا احمد بیگ صاحب ہلاک ہو گئے مزید ثبوت یہ ہے۔ کہ اکثر نے احمدیت قبول کر لی۔ تو اللہ [illegible] چونکہ اس پیشگوئی کا تعلق میرے والد صاحب (مرزا سلطان محمد [illegible] ہوئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب سے حسن [illegible] نہ صرف خیال ظاہر فرما دیا۔ بلکہ معاندین سلسلہ کے اکسانے پر [illegible] ہزاروں روپے کا لالچ دیکر اشتہار [illegible] کی کوشش کی۔ کہ آپ اس امر [illegible] آپ نے ہرگز ان کی بات نہیں مانی۔ احمدیت کے متعلق ان کی حسن [illegible] کے والد ابو طالب بعض دنیوی مشکلات کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ لیکن حضرت علیؓ کو بیعت کرنے سے نہیں روکا تھا۔ اسی طرح جب میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہوا تو آپ بجائے طعن و تشنیع کرنے کے خوش ہوئے۔ اگرچہ میرے والد صاحب کا تا حال احمدیت میں داخل نہ ہونا اس پیشگوئی کے کسی طرح بھی مانع نہیں ہو سکتا۔ تاہم خدا تعالیٰ نے یہ روک بھی دور کر دی۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ نے سلسلہ میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ پھر میں زور دار الفاظ میں اعلان کرتا ہوا عرض کرتا ہوں کہ مسیح آخر الزمان پر ایمان لے آئیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں یہ وہی مسیح موعود ہیں جن کی نسبت نبی کریم نے پیشگوئی فرمائی۔ ان کا انکار نبی کریم کا انکار ہے۔ حضرت [illegible] نے کیا درست فرمایا ہے۔ [illegible]

[illegible] دوڑ کہ میری طرف آؤ اسی میں تمہارے لئے [illegible] عاقبت کا ہوں [illegible]

[illegible] جناب [illegible]

بیگ ۔ بزرگ [illegible]

[illegible] خیال [illegible]

[illegible]

مرزا محمد اسحاق بیگ ولد مرزا سلطان محمد بیگ صاحب آف پٹی ضلع لاہور حال وارد چک نمبر 165 EB

[illegible] فروری [illegible]

خطباتِ احرار

جلد اوّل

مرتبہ

شورش کاشمیری

مکتبہ احرار لاہور

کتب خانہ افغانی پریس

جملہ حقوق اشاعت وطباعت محفوظ

بار اوّل

(مئی ۱۹۴۴ء)

قیمت

دو روپے

مکتبہ احرار لاہور

سوسائٹی کا ماحول ایسا تنگ ہے کہ وہاں مسلمانوں کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ ہندو ذاتی حیثیت میں بہترین انسان ہے لیکن عجب بدنصیبی ہے کہ یہی نرم جان فرد جب جماعتی حیثیت میں بیٹھتے ہیں تو مسلمان کی جان اجیرن ہو جاتی ہے۔ وہ ہمیشہ مسلمان سے علیحدہ رہ کر اور اسے علیحدہ رکھ کر سوچتے ہیں۔ مسلمان یا یوں ہمہ رہ کر بھی بے جان سا محسوس کرتا ہے۔ ہندو یہ کبھی قیاس ہی نہیں کرتا کہ اس کے طرزِ عمل کا کوئی ردِ عمل بھی ہوگا یا ہو سکتا ہے۔ علیحدہ انتخاب اور علیحدہ گھر تیار نہ ہونے کا آخری چارہ کار ہے جب اکثریت اپنی تنگ دلی سے دوسرے پر عزت کی کوئی راہ باقی نہ رکھے۔ تو لو کھلا کر علیحدہ کھڑے ہونے کے سوا چارہ کار کیا ہے۔ پاکستانی غریب دراصل ہندو سرمایہ دار سوسائٹی کے طرزِ عمل سے بوکھلا کر بھاگا ہوا مسلمان اچھوت ہے۔ چاہتا ہے مرنے بھرنے کے لیے کوئی کونا مل جائے جہاں وہ آرام سے پڑا رہے۔ البتہ یہ قسمت کی ستم ظریفی ہے کہ وہ مسلمان سرمایہ دار کے ہتھے چڑھ گیا ہے جو ہندو سود خوار سے چھڑا کر مسلمان کی جاگیرداری میں پھنسانا چاہتا ہے۔ ہندو دشمن بن کر لوٹتا ہے۔ یہ دوست بن کر گلا کاٹے گا۔ غرض اکھنڈ ہندوستان اور اس پاکستان میں دونوں جگہ بیچارے مسلمان کا "کونڈا" ہوگا۔

احرار اس "پاکستان" کو "پلیدستان" سمجھتے ہیں، جہاں امراء جونک کی طرح خون سے بڑھاتے ہوں۔ اور غریب غم کھاتے ہوں جہاں ایک طرف ایک منہ کے لیے سینکڑوں نوالے اور ایک جسم کے لیے بیسیوں دوشالے ہوں اور دوسری طرف جہاں سردیوں میں لنگوٹی سے بھی مختصر لباس زندگی ہو۔ اور دوم کے آنے جانے پر ہی زندگی کا قیاس ہو جنہیں آج کسی غریب ہمسایہ کی افسردہ جھلکیں اور آئندہ وحشتیں دیکھ کر دور کرنے کا خیال نہیں وہ کسی خطے کو صحیح معنوں میں پاکستان کیا بنائیں گے۔

پاکستان کے خیالی حدود میں پھیلانے اور اس کا اقتدار جمانے کے لئے بے تاب ہوں گے کانگرس اور لیگ کی سرمایہ دارانہ کشمکش میں غریب کا بھلا ہے۔ زنہار! کسی کے طرفدار نہ ہونا۔ بلکہ ان کی اس جنگ زندگی کی طوالت کے لئے دعا مانگنا اور اس کے ختم ہونے کی آرزو کرنا۔ سرمایہ دار جب تک آپس میں دو دو ہاتھ دکھاتے رہیں گے تب تک غریبوں کی گلو خلاصی رہے گی۔ احرار دوستو جنگ تک کے اس سیاسی جمود و تعطل کے زمانے کو غنیمت جانو اور جماعت کے نظام کو اور مضبوط کرو۔ لیگ اور کانگرس کی جنگ دو سرمایہ دار طبقات کی جنگ ہے اس سے دامن بچاؤ۔

پروگرام پر نگاہ رکھو

انتہا درجہ کے تنگ دل اور متعصب فرقہ پرست تمہیں فرقہ پرست کہیں گے۔ ان کی پروا نہ کرو کتوں کو بھونکتا چھوڑ دو۔ دامن جھاڑ کر اپنی منزل کی طرف چلے چلو۔ احرار کا وطن کسی سرمایہ دار کا پاکستان نہیں نہ کانگرس کا اکھنڈ ہندوستان ہے بلکہ وہ سرزمین ہے جہاں ——!

۱۔ سوسائٹی میں درجے نہ ہوں، بلکہ انسانیت ایک درجہ ہو۔ احرار کا وطن وہ ہے جہاں کوئی اچھوت نہ ہو جہاں انسانوں کو ذلیل سمجھنے والے ذلیل سمجھے جائیں۔

۲۔ جہاں غریبوں کو لوٹنے والے لوٹ لئے جائیں۔ اور لوگوں کو کام پر لگا کر ان کی ضرورتوں کے مطابق معیشت مہیا ہو۔

۳۔ جہاں ہر کوئی اپنے مذہب اور اپنی تہذیب کے مطابق ترقی کرنے میں آزاد ہو۔

۴۔ جہاں نظامِ حکومت کامل مساوات پر قائم ہو اور جہاں سرمایہ دار نظام کی طرح

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ

الحمد للہ کہ مجموعہ نافعہ از تالیف مولوی عبدالجبار غزنوی رحم
و مولوی غلام رسول صاحب قلعوی رحمہم اللہ المسمّٰی

بسوانح عمری

مولوی عبداللہ الغزنوی المرحوم و

مجموعہ مکتوبات

ایشاں باہتمام عبدالحمید ولد مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی
تاجر کتب مسجد چینیانوالی لاہور

علاوہ محصول ڈاک

قیمت ڈیڑھ روپیہ

رفاہ عام سٹیم پریس لاہور میں باہتمام مولوی نورالحق صاحب چھپی

عالم اور مشائخ فائدہ حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتے۔ اور آپ کے تسبیح اور تہلیل کے وقت جمادات بلند آواز کے ساتھ آپ کے ہمراہ سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ کہتے اور حرکت کرنے لگتے امیروں اور دنیاداروں سے تا وقت وفات اس قدر گریزاں رہے۔ کہ کسی کی باوجود ان کے بہت درپے ہونے کے ملاقات نہیں کی۔ اور اپنی اولاد اور دوستوں کو ہمیشہ یہ وصیت کرتے رہے۔ کہ دنیاداروں کی صحبت زہر قاتل ہے۔ اپنے مالک کی طرف متوجہ رہو۔ وہ تم کو ضائع نہ کریگا۔ اور فرماتے تھے الحمد للہ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو دنیاداروں اور امیروں سے ابتدا اور انتہا میں محفوظ رکھا ہے ابتدا میں تو یہ حالت تھی۔ کہ امیر لوگ سینکڑے روپیہ خرچ کرتے۔ کہ ایک بار میرا منہ دیکھیں لیکن میں ہرگز ہرگز ان کو اجازت نہ دیتا تھا۔ کہ میرے مکان کے پاس سے گذریں۔ دور دور سے چلے جاتے۔ اس کے پیچھے سنت کی تابعداری کے شوق کی آگ نے میرے سینے میں شعلہ مارا پس پھر تو تمام لوگ دشمن بن گئے۔ اور انہوں نے مخالفت کا جھنڈا اٹھایا۔ الحمد للہ یہ بھی اللہ عز وجل کی تربیت تھی۔ کہ آخر عمر میں اسی طرح اس نے مجھ کو دنیاداروں سے بچالیا۔ ورنہ میری اولاد تو بسبب توجہ امیروں اور حاکموں کے ان کی صحبت اور مجالست اختیار کر لیتے۔ اور دین سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔ اور اس کی نعمت اور عمدہ تربیت ہے آپکے ملک میں سب لوگ کیا خاص اور کیا عام شرک اور بدعتوں اور رسموں میں مبتلا تھے۔ اور عالم اور مشائخ اسی کو دین سمجھتے تھے۔ پھر بیچارے عامیوں کا کیا ذکر ہے۔ آپ کو غیب سے کبھی الہام کے ساتھ اور کبھی خواب میں ان کاموں سے سخت روکا جاتا۔ اور کتاب وسنت کی ترغیب دی جاتی آپ حیران ہوتے کہ اس ولایت میں کتاب وسنت کے علم کا نام نشان تک نہیں ہے۔ اور نہ کتاب وسنت کا اسباب موجود ہے کس طرح مجھ سے یہ امر انجام پذیر ہوگا۔ جب یہ خیال کرتے تو غیب سے تاکید آیت سَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى کا مضمون الہام ہوتا ناچار سنت کی تابعداری اور شرک اور رسموں اور بدعتوں کا رد کرنا اختیار کیا۔ اور کتاب وسنت کے علم کی طرف توجہ کی۔ چونکہ اللہ عز وجل آپ کی تربیت کرنے والا تھا۔ عرب اور عجم سے حدیث اور تفسیر کی کتابیں بہم پہنچیں۔ اور آپ نے غیبی تعلیم اور تیزی فہم اور اپنے فکر سلیم کے ساتھ محدثین کا عمدہ طریقہ اختیار کیا۔ جو سب طریقوں سے بہتر طریق ہے اور جن مسئلوں اور جگہوں میں شبہ پڑا۔ فاضل اجل

کے زیور اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی موافقت کے ساتھ آراستہ ہے۔ اُس کا باطن اہل صفا کے احوالات اور مقامات کے ساتھ پیراستہ لیکن صرف اسی قدر نقصان ہے کہ یہ صاحبزادہ اپنے آپ کو اُن کے مخلصوں اور دوستوں سے شمار نہیں کرتا ملا کٹھا اس بزرگ صاحبزادہ کو کبھی وہابی کہتا ہے۔ اور کبھی مبتدع کہہ کر پکارتا ہے۔ بلکہ معتبر لوگوں سے سنا گیا ہے۔ کہ ملا کٹھے نے فلجائی کے اطراف و اکناف میں اس مضمون کے نامے بھی ارسال کئے ہیں۔ کہ فلاں و فلاں (میاں محمد اعظم) کے ساتھ ایسا ایسا معاملہ کرو نعوذ باللہ اس میں شک نہیں ہے کہ اہل اللہ کی عداوت نے اس کے دل کی آنکھ کو نابینا کر دیا ہے۔ کہ دن کو رات اور رات کو دن سمجھتا ہے انتہے۔ ملا عبدالحق کہ اپنے زمانہ کے فاضل تھے۔ اس خط کے آخر میں جس کو اُنہوں نے آپ کے نام نامی پر بھیجا ہے۔ اور اس میں بعض مسائل کی تحقیق کی ہے۔ لکھتے ہیں۔ مخدوما مطاعا از امثال ما گم گشتگان بوادی جہالت و نگونساران مغاک غفلت این مسائل را بدان جناب مقدس قلمی نمودن در رنگ آنست کہ کسے طرق غالیہ سازی را در نزد عطار بیان نماید اما این جرأت و گستاخی و ہرزہ سرائی محض بنابر الطاف و اشفاق آن مخدوم معظم است کہ درباره این احقر دارد و آنچہ بفکر قاصر می رسد بدان گستاخی کرده می آید انتہی۔ مولوی عبدالرحمن بن شیخ محمد بن بارک اللہ کہ وقت کے عالموں سے مشہور عالم ہیں۔ اور زہد اور تقوی اور صلاحیت میں اپنے زمانے کے امام آپ کی صحبت بابرکت سے فیض حاصل کرنے کے لئے ملک پنجاب سے سفر کرکے ملک غزنی تک جو دو ماہ کی مسافت ہے گئے راستے میں جو انہوں نے مخالفوں سے کچھ کلمات آن جناب کی نسبت سنے تو حیران ہوئے۔ اسی رات ان کو یہ الہام ہوا۔

فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِثْلَ مَا اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝

سو قسم ہے رب آسمان اور زمین کے کی یہ بات تحقیق ہے جیسے کہ تم بولتے ہو۔

دوسری بار یہ الہام ہوا۔

وَاِنَّهٗ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ

تحقیق یہ ہمارے پاس ہے چنے نیک لوگوں میں ۱۲۔

تیسری بار یہ الہام ہوا۔

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وہ کیا ہے ایک بندہ ہے جس پر ہم نے فضل کیا۔

القصہ جب دوسری بار قندہار سے مراجعت کرکے اپنے ملک میں پہنچے۔ تو لوگوں کو توحید اور اتباع سنت کی طرف بلانا اور شرک اور بدعت اور مروج رسموں کا رد کرنا شروع کیا۔ زمانے کے لوگ خاص وعام اور عالم اور حاکم جو سب کے سب آپ کے فرمانبردار تھے آپ کی اس کارروائی پر آپ کے مخالف ہو گئے۔ اور ایذا رسانی کے درپے۔ اس نواح کے عالم اس مسئلہ میں کہ مذہب کے خلاف حدیث پر عمل کرنا چاہیئے۔ بحث کرنے کے لئے جمع ہو گئے۔ اور انہوں نے اقرار کیا کہ حق آپ کی طرف ہے۔ اور یہ بھی آپ کی ایک کرامت تھی کہ سب نے اپنا خطا پر ہونا مان لیا۔ اور پھر آنجناب کا حق پر ہونا قبول کر لیا حالانکہ مقابلہ کے وقت ایسا اقرار کرنا نہایت مشکل سا معلوم ہوا کرتا ہے اور دور دور کے عالموں نے یہ ماجرا سنا تو وہ بھی گفتگو اور مباحثہ سے ڈر گئے۔ اور لشکروں کو جمع کیا۔ اور لڑائی کا ارادہ کیا۔ مگر چونکہ آپ کے تابعدار اور دوست اور معتقد بھی بہت تھے۔ مخالفوں سے کچھ نہ بن سکا۔ ناچار وقت کے حاکموں کے پاس انہوں نے شکایت کی۔ اور قسم قسم کے بہتان اور جھوٹ آپ پر باندھے۔ اور بعض رئیسوں کی وساطت سے امیر کے گوش مدہوش میں یہ بات ڈلوا دی۔ کہ اس شخص کو اگر ایک سال تک ایسا ہی چھوڑ دو گے۔ تو تمہارے ملک اور بادشاہی کو خراب کر دیگا۔ اور سلطنت میں ایک خلل عظیم ڈالدیگا۔ دولت کے تمام امیر و وزیر اور عہدہ دار اس شخص کے معتقد اور مرید ہیں۔ پس اس وقت بعض آپ کے دوستوں نے یہی مصلحت دی۔ کہ امیر وقت کے طلب کرنے سے پہلے ہم کابل میں جاویں۔ اور امیر کے سامنے مخالفین کے ساتھ بحث کریں آنجناب کی مرضی تو نہ تھی۔ مگر دوستوں کی رعایت کے لئے شہر کابل میں امیر دوست محمد خان کے پاس جو اس وقت کابل کا امیر تھا۔ چلے گئے۔ اور علماء مخالفین بھی حاضر ہوئے۔ ان کے سرپرست خان ملا درانی و ملا مشکی انڈری اور ملا نصر اللہ لوہانی تھے۔ اور ان کے سوا سینکڑوں ملا جمع تھے سب نے پوشیدہ یہی اتفاق کیا۔ کہ مباحثہ میں کبھی ہم اس شخص پر غالب نہ ہونگے۔ جھوٹی گواہی اس پر دینی چاہیئے۔ ورنہ اگر بحث تک نوبت پہنچیگی۔ تو ہم سب شرمندہ اور رسوا ہونگے۔

سخت چوٹ نہ لگی۔ سب دشمنوں کے درمیان سے سلامت نکل آئے۔ اور آپ کا اسباب اور کتابیں سب دشمنوں کے ہاتھ میں آئیں بعض عالم اور آپ کے تابعدار مصلحۃً ان کے ساتھ مل گئے اور جب دیکھا کہ یہ ظالم ظلم کرتے ہیں تو جدا جدا ہو گئے۔ اور آپ کے اسباب اور منتشر کتابوں کو ایک جگہ جمع کیا اور اور دشمنوں سے ان کو بچا لیا۔ اور آپ کی خدمت بابرکت میں پہنچا دیا۔ یہ سب رب العالمین کی حفاظت اور حمایت اور تربیت تھی۔ ورنہ ایسے دشمنوں سے مال اور جان کا سلامت رہنا عقل کے خلاف ہے۔ حاصل کلام آپ بُرے عالموں اور ظالم حاکموں کے ہاتھ سے جور اُٹھاتے دیہ بدیہ اور کوہ بکوہ پھرتے رہے۔ اور جس جگہ پہنچتے وہاں کے لوگ آپ کے مخالف ہو جاتے۔ اور وہاں سے نکال دیتے سبحان اللہ ان امتحانوں اور جلاوطنی اور تمام جہان کی دشمنی میں آپ ایسے مرفہ الحال اور خوش عیش رہتے۔ کہ کوئی امیر آپ سے بڑھکر اطیب عیش میں نے نہیں دیکھا۔ گویا غیب سے قسم قسم کی نعمتیں آپ کے سر پر برستی تھیں۔ وہ کون نعمت تھی۔ جو آپ کے پاس ان پہاڑوں میں نہیں پہنچتی تھی ان دنوں میں امیر دوست محمد خان نے شہر ہرات میں وفات پائی۔ چونکہ ان پہاڑوں میں آپ کوئی سکونت کی جگہ نہیں پاتے تھے۔ پھر اپنے وطن کی طرف کہ وہاں کے باشندے آپ کے عقیدت مند تھے مراجعت کی امیر شیر علیخان ملک کا امیر ہوا۔ انہیں بُرے عالموں نے امیر شیر علی خان کو آپ کی ایذا دینے پر ترغیب دی۔ آپ امیروں کی ملاقات سے نہایت نفرت رکھتے تھے۔ اس قدر امتحانوں میں کبھی آپ کسی امیر کے پاس نہ گئے۔ امیر وقت کے نام ایک خط اس مضمون کا لکھا۔ کہ میں مظلوم ہوں اور حاسدوں کے افترا اور تہمت کے ساتھ تمہارے باپ نے مجھ کو اپنے ملک سے بدر کر دیا تھا تم اس کام میں اپنے باپ کی تابعداری نہ کرو۔ امیر نے جواب میں لکھا کہ میں ایک شخص کی تمام رعایا کے خلاف رعایت نہیں کر سکتا۔ تم کو لازم ہے۔ کہ ہماری ولایت سے باہر ہو جاؤ۔ آپ حیران ہوئے۔ کہ اب کس طرف جاؤں۔ اور کوئی جگہ بھاگنے کی نہ دیکھی جنگل کی کسی غار میں اکیلے جا کر چھپ گئے۔ اور کچھ مدت پوشیدہ رہے۔ ان دنوں میں یہ الہام ہوا۔

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ
لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پھر کٹ گئی جڑھ ان ظالموں کی اور تعریف ہے
واسطے اللہ کے جو رب ہے سارے جہان کا۔

اور یہ شعر بھی الہام ہوا۔ ؎

ای مدعی ملیح کہ سرِ ہیچ ہیشو ہی   من سبزہ دمیدہ زلبتان کیستم

انہیں دنوں میں اس کی سلطنت الٹ پلٹ ہوگئی۔ اور اس کا اقبال ادبار سے ساتھ بدل گیا۔ اور وہ اپنی سلطنت سے جدا ہو کر ہرات چلا گیا۔ پھر محمد افضل خاں اور محمد اعظم خان کی سلطنت کی نوبت پہنچی۔ بُرے مولویوں دین فروش جاہ عزت کے طالبوں اور دین و آخرت کے تارکوں نے پھر وہی تہمتیں اور جھوٹ محمد افضل خان اور محمد اعظم خان کے کانوں تک پہنچائی اور طرح طرح کے وسواس اور وہم اُن کے دلوں میں ڈال دیئے۔ اور آپ تو کسی حاکم کے پاس جاتے ہی نہ تھے۔ وقت کے امیر محمد افضل خان نے مقر کے حاکم کے نام پروانہ لکھا کہ فلاں شخص کو بے خبر پکڑو۔ خبردار ہاتھ سے نہ جاوے۔ سردار محمد عمر نے اسی وقت ایک سلحدار سواروں کا رسالہ رات رات بھیج دیا۔ جنہوں نے آدھی رات کے قریب مکان کا آ کر احاطہ کر لیا۔ انہوں نے آپ کو پکڑ لیا۔ اور آپ کو اور آپ کے تمام اسباب اور کتابوں کو ملک کے صوبہ سردار محمد عمر خان پسر امیر دوست محمد خان کے پاس لا کر حاضر کیا۔ اور آپ کے فرزندوں میں سے مولوی محمد صاحب مرحوم اور مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم اور مولوی عبد الجبار صاحب مرحوم اُس وقت آپ کے ہمراہ تھے۔ سب لوگوں کو یہ یقین تھا۔ کہ وہاں پہنچتے ہی سخت سزا دیئے جاوینگے۔ جب آپ وہاں پہنچے۔ تو صوبہ دار آپ کا مبارک چہرہ دیکھ کر نرم ہو گیا۔ ادب کے ساتھ بولا۔ کہ آپ کیوں اس اپنے راستہ کو چھوڑ دیتے۔ جو کچھ وقت کے مولوی کرتے ہیں۔ آپ بھی اُن کے ساتھ شریک ہو جائیں سردار محمد عمر کے ہمنشین نے کہا۔ کہ اس شخص کو میرے ہاتھ میں دو۔ میں اس کو توپ سے اڑا دوں آپ نے جواب میں فرمایا۔ مجھ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں کتاب اور سنت کو جاری کروں۔ بارہا مجھ کو الہام ہوا ہے

یَا عَبْدِیْ هٰذَا كِتَابِیْ وَهٰذَا عِبَادِیْ   یعنی اے میرے بندے یہ میری کتاب ہے اور یہ میرے
فَاقْرَءْ كِتَابِیْ عَلٰی عِبَادِیْ۔   بندے ہیں پس پڑھ میری کتاب میرے بندوں پر۔

اور یہ بھی الہام ہوتا ہے۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ   اور کبھی تو چلا ان کی خواہشوں پر بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا ہے تو تیرا
جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ   کوئی نہیں دوست اللہ کے عذاب سے حمایت کرنیوالا نہ مددگار۔

میں محکم قصد اور مصمم ارادہ رکھتا ہوں۔ کہ جب تک جان بدن میں ہے اور سر تن پر کتاب

المتنبئ القادياني

نبذة من أحواله وأكاذيبه

تأليف

المفتي محمود

ركن مجلس تحفظ ختم نبوت باكستان

و

خونة الإسلام

آغا شورش كاشميرى
مدير جريده "جتان"
لاهور - باكستان

قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالأوفست
حسين حلمى بن سعيد استانبولى

يطلب من المكتبة اشيق بشارع دار الشفقة بفاتح ٧٢
استانبول - تركيه

ان الميرزا غلام احمد استخدم عددا لا يحصى من السب و الشتم ليقنع الناس بأنه نبى - وكان بنجاب آنذاك اكثر المقاطعات الهندية تخلفا فى الثقافة و الوعى فتوجه الميرزا غلام احمد اليهم بما يلى من العبارات :

١ - قبلني جميع المسلمين ولم يرفضني الا اولاد العاهرات و المومسات ! (آئنة كمالات ص ٥٧٤) -

٢ - الذى يخالفنى هو مشرك و جهنمى (تبليغ الرسالة ج ٩ ص ٢٧٨)

٣ - والذى لا يؤمن بنجاحى يتضح أنه يحب أن يعد من اولاد الحرام - لأن هذا هو الدليل لكونه ولد الحرام (انوار اسلام ص ٣٠)

٤ - اعداؤنا خنازير فى البادية و نساؤهم اصبحن اخسأ من الكلبات (در ثمين عربى ص ٢٤٩)

مات الميرزا فى ٢٦ مايو عام ١٩٠٨م - فجعل خليفته الاول الحكيم نورالدين (وتولى الخلافة من مايو ١٩٠٨م الى مارس ١٩١٤م) و خليفته الثانى الميرزا بشير الدين محمود (و تولي الخلافة من مارس ١٩١٤م الى ١٩٦٥م) جعلا الاحمدية وكالة لخدمة الاستعمار - ان هذه الوكالة قامت بخدمات جسيمة للانكليز ابان الحرب العالمية الاولى - اذ كان الاحمديون هم الذين يقومون بمهمات الجاسوسية للانكليز فى البلدان الاسلامية - كما كانوا على علاقة و ثيقة بمراكز الجاسوسية للانكليز فى الهند فى الدوائر المركزية و الا قليمية - و لقنوا المسلمين الدروس عن ضرورة ولاء الانكليز ليميتوا بذلك الروح العالمية للاواصر الدينية - و من الجدير بالذكر أن الاحمديين اقاموا افراحا كبيرة حين سقطت بغداد على ايدى الإنكليز" و كتب بشير الدين محمود عن مكة المكرمة و المدينة المنورة : "تغضب معينهما" و كتب عن انتاديان (مولد الميرزا غلام احمد) فى جريدة : الفضل عدد يناير ١٩٢٥م : "انها أم العالم و يستطيع العالم أن ينال منها كل خير" و صرح فى نفس الجريدة فى عدد ١٢ سبتمبر ١٩٣٥م - بأننا لا

[illegible] کانفرنس کی سرپرستی میں پرچم آزادی لہرائے گی [illegible] حضرت امیر شریعت کی [illegible]

ہندوستان صرف ہمارا اور ہمارا ہی وطن ہے مسلمانوں کا فرض ہے کہ آزادی حاصل کر کے دیگر اقوام کے سامنے بطور تحفہ پیش کریں

علم آزادی بلند کرنا مسلمانوں کا شعار رہی

رجعت پسند اور سرمایہ دار طبقوں کے لوگ اتحاد پارٹی کے پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے ہیں

اینٹی یونینسٹ پارٹی کے قیام کی تجویز

مولانا محمد الٰہی بخش ضیاء اور ان کے رفقاء کا بصیرت افروز بیان

دس مئی کو بوقت ۳ بجے بعد دوپہر اڈہ لاریاں سے شروع ہوگا

[illegible] آزادی حاصل کر کے رہیں [illegible]

برطانوی سوشلسٹوں اور ممبران پارلیمنٹ کا فیصلہ

امپیریلزم آزادی کی [illegible]

اس [illegible] کی مخالفت کرنا ہمارا فرض ہے

پنڈت جواہر لال نہرو کا بصیرت افروز بیان

اس کتاب کا کاغذ سرکاری کوٹہ سے حسب اندراج دفتر کلکتہ و لاہور استعمال کیا گیا

یَا عَزِیْزُ یَا جَبَّارُ

الحمد للہ کہ نسخہ مفیدہ و مجموعہ مضامین متبرکہ

یعنی

پیغامِ ہدائیت

در تائید

پاکستان و مُسلم لیگ

مرتبہ بندہ ضعیف

محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

ثنائی پریس امرتسر میں ابو الوفا عطاء اللہ مینیجر و پرنٹر کے اہتمام سے چھپا
اور مصنف نے اپنے دفتر تبلیغ سنت سیالکوٹ سے شائع کیا

بار اوّل تعداد (۱۰۰۰) قیمت علاوہ محصول ڈاک [illegible]

"ہم [redacted] کہ مجدد کیا بلا ہوتی ہے" کُن، جناب [redacted] ث باتفاق کل حفاظ حدیث صحیح ہے رضی اکرام، [redacted] کے مقابلہ میں آپ عاجز آ گئے۔ اللہ جلالت و عظمتی [redacted] ث کی تحقیر کر دی۔ ورنہ آپ حدیث کو صحیح مانتے ہوئے [redacted] سکتے تھے۔ کہ مرزا جی جس طرح نہ مسیح ہیں نہ مہدی ہیں [redacted] طرح مجدد بھی نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کے عقائد و صفات [redacted] شتہ کے خلاف ہیں۔ بس اُن سے پنڈ بھی [redacted] اور صحیح حدیث کی تحقیر بھی نہ ہوتی۔ اِسی موقع پر [redacted] وخل مقدر [redacted] کو بھی حل کر دوں۔ اور [redacted] ہی کی [redacted]

حل کر دونگا۔ میرے [redacted] ث کے [redacted] گستاخ حافظ محمد صادق [redacted] نے احمدی [redacted] سے موافقت کرنے کے [redacted] امرتسری شخص نے بھی پوچھا [redacted] اول تو میں احمدیوں کی شرکت [redacted] ہیں نہ تو مسلم لیگ کا کوئی عہدہ [redacted] کسی دیگر کے ٹکٹ پر ممبری کا امید [redacted] ذمہ ہو۔ دیگر یہ کہ احمدیوں کا اس [redacted] احیاناً اِسی بات کی دلیل ہے۔ کہ وا [redacted]

اور نمائندہ جماعت ہے۔ وجہ یہ کہ احمدی لوگ کانگریس میں تو شامل ہو نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ خالص مسلمانوں کی جماعت نہیں ہے۔ اور نہ احرار میں شامل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ سب مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ صرف اپنی احراری جماعت کے لئے لڑتے ہیں۔ جن کی امداد پر کانگریسی جماعت ہے۔ اور حدیث الدین النصیحۃ کی تفصیل میں خود رسول مقبول نے عامۃ مسلمین کی خیر خواہی کو شمار کیا ہے۔ (صحیح مسلم)

ہاں اس وقت مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے۔ جو خالص مسلمانوں کی ہے۔ اُس میں مسلمانوں کے سب فرقے شامل ہیں۔ پس احمدی صاحبان بھی اپنے آپ کو ایک اسلامی فرقہ جانتے ہوئے اس میں شامل ہو گئے۔ جس طرح کہ اہلحدیث اور حنفی اور شیعہ وغیرہ ہم شامل ہو گئے۔ اور اس امر کا اقرار کہ احمدی لوگ اسلامی فرقوں میں سے ایک فرقہ ہیں۔ مولانا ابوالکلام صاحب کو بھی ہے۔ اُن سے پوچھئے اگر وہ انکار کرینگے۔ تو ہم ان کی تحریر میں دکھا دینگے [redacted]

سب سے آخری وجہ یہ کہ مولانا ابوالکلام صاحب نے صحیفہ مبارک کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے یہود وغیرہ سے کفار قریش کے خلاف معاہدہ کیا تھا۔ پس یہی دلیل ہمارے لئے بھی ہے کہ احمدی صاحبان بہرحال یہود سے بہتر ہیں۔ کیونکہ یہود مرے سے

اس کی مثال میں آپ نے قانون وقف علی الاولاد کا ذکر کیا۔ نتیجہ یہ بتلایا کہ جس طرح سندھ اور سرحد کا الگ ہونا ان دو صوبوں کے لئے مفید ثابت ہوا۔ اسی طرح مرکزی اسمبلی سے بھی مسلم اکثریت والے صوبوں کا الگ ہو جانا مسلمانوں کے حق میں مفید ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ ہے پاکستان کی مختصر تشریح:۔

آپ نے فرمایا۔ کہ میں یہ نہیں کہتا، کہ اس وقت قرآنی حدود شرعیہ جاری ہو جائینگی، یا بے نمازوں کو سزائیں ملیں گی۔ بلکہ یہ کہتا ہوں۔ اور پاکستان کے حامی بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ جو تجویز مسلمانوں کے لئے بحیثیت قوم مفید ہوگی۔ اسے ہم بآسانی پاس کرا سکیں گے۔ اس کی مثالیں میری پیش کردہ نظائر (دو صوبوں) میں ملتی ہیں۔ باقی اِدھر اُدھر کی باتوں کا میں ذمہ دار نہیں، میں نے پاکستان کے جو معنی سمجھے ہیں وہ یہی ہیں۔

اِسکے بعد دفتر میں مجھ سے فرمایا۔ کہ پاکستان کے مفہوم پر جو اعتراضات مجھے پہنچے ہیں۔ میں اُن کو صحیح نہیں سمجھتا۔ مثلاً یہ کہا گیا ہے کہ اس کے بانی رافضی ہیں، بدعتی ہیں۔ اور مرزائی بھی شریک ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ میرے خیال میں یہ اعتراضات سیاسی اصول سے باہر ہیں۔ سیاسیات میں قوم کو بحیثیت نوع کے دیکھا جاتا ہے اصناف کا لحاظ نہیں ہوتا۔"

لطیفہ:۔ چند سال ہوئے "اہلحدیث" اخبار کی تحریک سے ایک جماعت اہلحدیث لیگ بنائی گئی تھی۔ اس نے اور کوئی کام تو نہ کیا

ہاں یو۔ پی کے گورنر کو ایک تار دے دیا۔ کہ جماعت اہلحدیث کو انتخاب میں جداگانہ حق ملنا چاہئے، جرأت یہ کی کہ ممبران لیگ سے پوچھا بھی نہیں، محض غیرت اور جوش سے کام لے کر ایسا کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مسلم اخباروں نے بھی اس کی سخت مخالفت کی۔ اور ممبران اہلحدیث لیگ بالکل خاموش بلکہ شرمندہ تھے، کیونکہ انہیں خبر بھی نہ تھی، آخر کیا ہوا؟ نہ بانس رہا نہ بانسری رہی، نہ لیگ رہی نہ ممبر رہے، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

بعض اور عزیزوں نے بھی مراسلات بھیجے ہیں۔ جن میں پاکستان پر اعتراضات کئے گئے ہیں، مگر وہ ایسے اعتراضات ہیں۔ کہ اُن کے شائع ہونے سے مراسلہ نویسوں کی علمیت اور لیاقت کو صدمہ پہنچنے کا خطرہ ہے، اس لئے میں ان کو قابلِ اشاعت نہیں سمجھتا۔

رضاء اللہ نبیرہ مولانا ثناء اللہ صاحب فاضل
امرتسری

إِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ط

ایں کتاب مشتمل بر حالات حضرت بادشاہ دو جہاں مخدوم علاء الدین علی احمد صابر
کلیری ختم اللہ الارواح سلطان الاولیا

موسوم بہ

حقیقت گلزار صابری

۱۳۰۴ھ

من تالیف لطیف مرشدِ برحق ہادیٔ مطلق
واقفِ اسرارِ حقیقتِ محمدی حضرت بادشاہ
دو جہاں مخدوم شاہ محمد حسن صاحب صابری چشتی حنفی
قدوسی معشوقِ الٰہی

در مطبع چشتی واقع رام پور مطبوع گردید

بار چہارم سنہ ۱۳۵۷ھ ۱۰۰۰ جلد

احدیت حرز میں وصال فرمایا ۱۲۴۴ھ میں شاہ جارج چہارم نے دس برس حکومت کرکے قضا کی یہ بادشاہ اول تو پابند وصیت نامہ کا رہا بعد کو انحراف کیا عیاشی میں بکثرت مصروف ہوا یہ دیکھ کر فوراً سردار حنفیہ عرب نے اسکو قدیم سے معزول یعنی ہلاک کرکے اسکی جگہ **شاہ ولیم چہارم** کو تخت انگلستان پر بٹھا کر ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۳۰ء میں اُس کا جلوس کرادیا اور معرفت ابدال کے حضرت شاہ محمد امیر شاہ صاحب قطب الارشاد صابریہ قادریہ نظامیہ کو اطلاع دی اُن حضرت نے بقاعدہ باطنی وصیت نامہ متضمن ہدایت وعدالت رعایا پروری ارقام فرما کر اُسی ابدال کے ہاتھ حضرت عبدالرشید صاحب سردار اکبر حنفیہ عرب و عجم کے پاس روانہ کیا اُن حضرت نے حکم منظوری بادشاہ مذکور کا باطن سے حاصل کرکے قطب لندن کے پاس بھیجا اور شب کے وقت لندن کے قطب نے اپنی قوت روحانی جاذبہ سے وہ وصیت نامہ بادشاہ کو سنا کر اس کا پابند کرادیا بادشاہ نے وصیت نامہ کا اقرار کیا اور آٹھ برس عمدہ طور سے سلطنت کرکے مر گیا۔ بجائے اُس کے **ملکہ کوئن وکٹوریہ** کو سردار حنفیہ عرب نے تخت انگلستان پر متمکن کیا اور ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۳۷ء میں جلوس کرا کر معرفت ابدال کے حضرت شاہ محمد امیر شاہ صاحب قطب الارشاد صابریہ قادریہ نظامیہ کو اطلاع کی ان حضرت نے وصیت نامہ اِس مضمون سے کہ خلق اللہ پر ظلم نہو ارقام فرما کر اُسی ابدال کے ہاتھ سردار حنفیہ عرب کے پاس روانہ کیا اُن حضرت نے منظوری بادشاہت مع وصیت نامہ بذریعہ ابدال کے حضرت عبدالرشید صاحب سردار اکبر حنفیہ عرب و عجم کے پاس ارسال فرمایا اُن حضرت نے حکم منظوری ملکہ کوئن وکٹوریہ کا باطن سے نافذ کرا کر قطب لندن کے پاس بھیجدیا وہ حکم باطنی کے موافق ملکہ موصوفہ کو سلطنت کرانے لگا اور اپنی قوت روحانی جاذبہ سے ملکہ مذکورہ کو وصیت نامہ سنا دیا اور بتصرف باطنی انصاف وعدالت کا وعدہ کرایا ۱۲۵۳ھ میں ابوالنصر معین الدین محمد اکبر شاہ نے بتیس برس ماتحت بادشاہ انگلستان کی بادشاہت کرکے قضا کی اور اسوجہ سے کہ مرنے سے چار برس قبل حضرت شاہ محمد امیر شاہ صاحب قطب الارشاد ممدوح کی غلامی میں داخل ہو گیا تھا۔ باایمان دُنیا سے گیا اور خاتمہ بخیر ہوا حضرت شاہ محمد عبداللہ صاحب سردار حنفیہ عجم نے بادشاہ مرحوم کی جگہ **ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ** بن اکبر شاہ کو مقرر کیا ۱۲۵۳ھ میں بمقام دہلی جلوس کرا کر معرفت ابدال کے حضرت شاہ محمد امیر شاہ صاحب صابریہ قادریہ نظامیہ کو اطلاع کی اُن حضرت نے وصیت نامہ محررہ بالا ارقام فرما کر اُسی ابدال کے ہاتھ سردار حنفیہ موصوف کے پاس بھیجا اُن حضرت نے وصیت نامہ مذکور بادشاہ مذکور کو سنا کر پابند وصیت نامہ کا کر دیا بعدہٗ بادشاہ مذکور کی اقرار اور پابندی وصیت نامہ کے احوال بھی معرفت ابدال کے حضرت عبدالرشید صاحب سردار اکبر حنفیہ عرب و عجم کو اطلاع دی انحضرت نے حکم باطنی فرنگ منظوری بادشاہ مذکور کا حضرت سرور عالم سے صادر کرا کر ابدال کے توسط سے حضرت علو العزم المرتبہ صابری قادری کے بھیجدیا اُن حضرت نے قطب دہلی کے پاس مرسل کیا وہ امر سروری کا پابند ہوگیا اور ابوظفر کو ماتحت قوم نصاریٰ کے بادشاہت کرانے لگا۔ اور بادشاہ وصیت نامہ کا پابند ہوگیا ۱۲۵۷ھ میں حضرت شاہ محمد عبداللہ صاحب قدس سرہٗ گنگوہی سردار حنفیہ نے رحلت فرمائی اور بجائے آپکے **حضرت عرب حسین صاحب** سردار حنفیہ مقرر

یہ حضرت غرہ رجب سنہ ۱۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور گیارھویں ذیحجہ سنہ ۱۲۳۹ھ کو خلافت حاصل کی اُن حضرت کی وفات ابھی نہیں
ہوئی اسواسطے مرفوع القلم نہ آئی بادشاہ مذکور نے ستائیس سال چند ماہ سلطنت کی اور بادشاہ کے نام سے اس عالم میں
موسوم رہا لیکن پندرہ برس تک یہ بادشاہ مع متعلقین کے وصیت نامہ کا پابند رہا بعد اُس کے بارہ برس تک مع متعلقین کے
اطاعت وصیت نامہ سے انحراف کیا اور چونکہ امر سروری صادر ہو چکا تھا کہ یہ سلطنت ماتحت قوم فرنگ کے باقی رہیگی اسلئے
بادشاہ مذکور کو سردار خفیہ موصوف نے قدیم سے معزول یعنی ہلاک نہیں کیا صرف کثرت فسق و فجور دیکھکر جدید سے معزول
کردیا اور بموجب فرمان حضرت علو العزم والمرتبہ صابریہ قادریہ نظامیہ کے حضرت عبد الرشید صاحب سردار اکبر خفیہ
عرب و عجم کو ہر سال اسکی کیفیت سے اطلاع دیتے رہے۔ وہاں سے ہر سال یہی حکم صادر ہوتا تھا کہ ظاہر سے ہدایت
کردیا کرو اور رہبر قطب دہلی ہر روز بادشاہ کے احوال کو معرفت ابدال درجہ اول کے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے حضور میں عرض کرتا رہتا وہاں سے ہر روز حکم ہوتا کہ یہ بادشاہ داخل طریق ہے اور مجھکو اپنے اولیا کی خاطر منظور ہے
شاید یہ اپنی حرکات ناشایستہ سے کل باز آجاوے حتیٰ کہ بارہ برس تک مہلت دی کہ اس عرصہ میں راہ راست اختیار
کرے اگر اس مہلت میں بھی یہ بادشاہ اپنی حرکات بد سے باز نہ آوے تو اس معصیت زدہ کو مع متعلقین کے حضرت سلطان
نظام الدین محبوب الٰہی کے سپرد کردیا جاوے اُنکو اختیار رہے کہ جو چاہے کرے آخر الامر جب بادشاہ مذکور نے بعد
انقضائے مدت بارہ سال کے راہ راست پر قدم نہ رکھا تو سنہ ۱۲۷۹ھ میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
سلطان سید نظام الدین محبوب الٰہی کے اُس کو سپرد کردیا اُن حضرت نے حضرت بادشاہ دو جہاں مخدوم علاء الدین
علی احمد صابر صاحب ختم اللہ الارواح سلطان الاولیا قطب عالم اغیاث ہند برادر رفیق طریق حقیقی اپنے کے تفویض
کیا اُن حضرت نے اپنے خاندان کے علو العزم والمرتبہ مرفوع الاجازت حضرت شاہ محمد امیر شاہ صاحب قطب الارشاد کو
مطلع فرمایا اُن حضرت نے معرفت ابدال درجۂ دوم کے حکمنامہ باطنی پاس سردار خفیہ حضرت عرب حسن صاحب کے جاری
کردیا اور میعاد بھی مقرر فرمادی کہ اس عرصہ میں تخمیناً دو لاکھ چند ہزار چند صد و چند نفر بسختی کے ساتھ بلکہ سختگی قدیم یعنی
قدیم سے معزول یعنی ہلاک کئے جائیں۔ اور بادشاہت ماتحت فرنگ بھی موقوف کرکے قوم فرنگ مستقل حکمران کردیجائے کہ
زمانہ امام مہدی علیہ السلام کا قریب ہے۔ کفر ترقی پکڑے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن خلق اللہ ظلم سے محفوظ رہے اور
فسق و فجور کی سزائے کامل حضرات اقطاب و اغیاث حدود عرب و عجم دیا کرینگے اور ہر زمانہ کے علو العزم والمرتبہ صابریہ
شہنشاہ ولایت سے اس کا عہدہ مقرر ہو جائیگا کہ فلاں قطب عالم اغیاث ہند کے ماتحت حضرات اقطاب و اغیاث
و نقبا و نجبا و رقبا و ریون و اولاد عشقوش و جماعت رجال الغیب و اولاد قردی جوشش ہیں اور فلاں نام کے
فلاں فلاں مقام میں مقرر ہے اور اُن جماعتوں کا حال سلسلۂ خفیہ کے بیان میں اول تحریر ہو چکا ہے
الغرض سنہ ۱۲۷۳ ہجری مطابق سنہ ۱۸۵۷ء تک بہادر شاہ بادشاہ کا بموجب حکم سروری انتظار کیا گیا

17/4/33

THE HINDUSTAN TIMES

ALL-INDIA MUSLIM LEAGUE

Council Meets

SUPPORT FOR MUSLIM R. T. C. DELEGATES

(From Our Special Representative.)
Delhi, Monday.

A number of resolutions of the usual reactionary nature were passed at a very poorly attended meeting of the Council of the All India Muslim League, held in Delhi on Sunday afternoon with Dr. Mufty Mohammad Siddiq, Private Secretary to the Khalifa of Qadian in the chair.

Out of a total strength of 300, only twelve members attended the meeting, among whom were present Dr. Mufti Mohammad Siddiq of Qadian, Sir Mohd. Yaqub, Doctor Zia-uddin, Syed Murtaza, Mr. [illegible], Haji Abdulla Haroon, M.L.A's, M. Tufail Ahmad, Shaikh Abdul Haq, Mr. Arif Hasvi, Mr. Abdul Wahid, Mirza Ijaz Husain, and Mr. S. M. Abdullah. Only three persons came from outside Delhi to attend the meeting.

In the first resolution the League expressed deep sorrow at the death of the late Maharaja of Mahmudabad, a former President of the League.

The League then offered congratulations to the Nizam on the

Finance Enquiry

The Council of the League expressed its deep disappointment at the report of the Sind Finance Enquiry Committee and is strongly of the opinion that by economies and by introducing a less expensive form of administration, it was still possible to bring the financial position of the province to a satisfactory basis. The Council of the League again repeated its considered opinion that the separation of Sind from Bombay formed one of the most important Muslim demands of a fundamental character.

N. W. F.

The Council of the League viewed with great alarm and condemned the efforts which are being made to stop the introduction of reforms in the N. W. F. Province on the same scale as in other parts of the country and wanted to make it quite clear that any differential treatment of the N.W.F. Province was bound to create upheaval on the Frontier fraught with grave consequences. The council further urged that the legislature in the N W F. Province should be entirely elected like other provinces and that ministers be responsible to the legislature.

Kashmir

The Council of the League felt strongly perturbed at the atrocities committed upon Kashmir Muslims and extend

---

THE NEAR EAST AND INDIA. 897

THE 'ID-UL-AZHA.

On the occasion of the Muslim Festival of 'Id-ul-Azha, Maulvi A. R. Dard, Imam of the London Mosque, at Southfields, Wimbledon, held a reception in the grounds of the Mosque on April 6. The gathering, under the chairmanship of Sir Nairne Stewart Sandeman, M.P., was addressed by Mr. M. A. Jinnah. Taking as his subject "India's Future," the latter elaborated the thesis that the British Government's scheme for the constitutional development of India, as outlined in the White Paper, would not work and that nothing short of full and unqualified self-government would satisfy "India." Without it, the future, he hinted, had in store trouble and bloodshed. Mr. Jinnah's remarks, which were of a highly provocative character to some of his audience, but were warmly welcomed by others, were challenged by the Chairman, who stated that he might not agree with the White Paper project, but it would be for different reasons from those put forward by the previous speaker. Mr. Jinnah, who had been announced as a great leader of Indian Muslims and had dissociated himself in his opening remarks from the Congress Party, but in his speech had endorsed the Congress Party's attitude to constitutional development in India, was asked by an Indian visitor where he actually stood in the matter. Mr. Jinnah replied that he had come down to speak on India's future, and not to say where he stood in regard to the question. The Imam, in thanking the Chairman and Mr. Jinnah for their speeches, said that he was himself of opinion that the success of India's future lay in the co-operation of India and Great Britain.

Among those who accepted invitations to be present were:—Lord [illegible], Lord and Lady [illegible], the Hon. Commander Kenworthy, Sir Frederick and Lady [illegible], Shaikh Hafiz Wahba, [illegible], Sir [illegible], Sir [illegible], the Maharaja of Burdwan, Sir Edward Maclagan, Sir Reginald Glancy, Sir Telford Waugh, Sir Denys Bray, Mr. H. A. F. Lindsay, Sir Denison and Lady Ross.

West Africa

The 'Id ul Azha Festival.

The celebration at the London Mosque last Thursday of the Moslem festival of 'Id ul Azha drew a large gathering of Indians and Anglo-Indians and a few West Indians, but no West Africans, so far as I could see.

This was probably because West Africans do not

THE SUNDAY TIMES, APRIL 9, 1933

The Wimbledon Mosque

IN addition to the crowded meeting of True Believers at the Woking Mosque last Thursday afternoon to celebrate the festival of the Id-ul-Azha there was also a large gathering in the grounds of the little mosque in Melrose Road, Wimbledon, where Mr. Jinnah, the famous Indian Moslem, spoke on India's future. The chair was taken by Sir Nairne Stewart Sandeman, M.P., and there were quite a number of other non-Moslems present.

Mr. Jinnah made unfavourable comments on the Indian "White Paper" and the "safeguards" from a nationalist point of view. The chairman, in reply, took up the Churchill attitude on the subject, and this led to heckling by some of the Moslem students present, who were, however, eventually calmed by the Imam of the Mosque.

Such gatherings are obviously no place for political discussions, and the experiment is not likely to be repeated.

۷۸۶

آزاد ہندوستان میں آزاد اسلام

پاکستان انگریزی ایجنٹوں کا فریب ہے

مسلمانو! سمجھو اور سوچو

جنگ کی وجہ سے ہندوستانی عوام جس میں مسلمان بھی شامل ہیں۔ کھانے، کپڑے اور دوسری ضروریاتِ زندگی کی جان روح فرسا تکلیفوں میں مبتلا ہیں۔ امید تھی کہ شملہ کانفرنس میں جو قومی وزارت بنے گی وہ ہندوستانیوں کو ان مصائب سے نجات دلانے کی مؤثر کوشش کرے گی۔ لیکن مسٹر جناح کی اس ضد نے کہ سروں۔ خان بہادروں اور نوابوں کی جماعت "مسلم لیگ" ہی مسلمانوں کی واحد نمایندہ ہے اور تنہا اسی کو مسلمانوں کی طرف سے بولنے اور ان کی ترجمانی کرنے کا حق ہے۔ اس لئے وائسرائے کی عارضی قومی وزارت میں غیر مسلموں کے ساتھ مل کر کام کرنے کے لئے مسلم لیگ کے نمایندوں کے سوا کسی دوسری مسلم جماعت کا ایک نمایندہ بھی شریک نہ کیا جائے۔

شملہ کانفرنس کو ناکام بنا دیا

اور ہندوستان کے بدترین دشمن ایمرے (جو اس وقت وزیر ہند تھے) نے بھی اپنے سامراجی مقاصد کے لئے ان کی سرپرستی کر کے اس ہٹ کو پورا کرنے میں امداد دی۔

کانفرنس کی ناکامی کے بعد مسٹر جناح نے مسلم لیگ کی واحد نمایندگی کے دعوے کو صحیح ثابت کرنے کے لئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ملک میں عام انتخابات کرائے جائیں۔ چنانچہ حکومت کی جانب سے انتخابات

ہفتہ وار اخبار

حق

لاہور

جلد ۱	۲۳ر نومبر سنہ ۱۹۱۸ء	نمبر ۱۹

مضمون سر عبدالقادر صاحب

متعلق جشن فتح جنگ عظیم سنہ ۱۹۱۸ء

بر صفحہ ۳ و ۴

ہم اہل فرانس کی انتہائی امداد کرتے کیونکہ ہم انسانیت کی حمایت میں جنگ کر رہے تھے یہ کہ انسانیت کے خلاف جرمنی نے دوران جنگ میں فرانس پر حشر بپا کیا ہے۔ اُس کا اثر عرصہ دراز تک محو نہیں ہوگا۔ اس کے وسیع جنگلوں کے شاداب خطے تباہ کیے گئے زرخیز کانوں کو بارود سے اُڑایا گیا۔ فرانس کے نوجوان بچوں سے قلیوں کا کام لیا گیا۔ اور بقول جرمن اخبارات اس ستم رانی سے یہ مقصود تھا کہ فرانس کی سپرٹ دب جائے محو ہو جائے لیکن سپرٹ محو ہونے کی بجائے ناقابل تسخیر اخلاقی عظمت کی صورت میں آشکارا ہوئی ہے اور آج وہی سپرٹ موسیو کلیمینسو کے الفاظ کی محرک ہے۔

جس طرح نپولین کی گرفتاری کے بعد نئے علوم و فنون کا دور جاری ہوا اور انگلستان نے اپنی فتوحوں میں عروج یورپ کا قابل افتخار لقب حاصل کیا اسی طرح قیصر ولیم کا زوال ایک اور عالمگیر تحریک امن و بہبودی کا دیباچہ ثابت ہوگا۔ جنگ یورپ کا ممتاز ترین پہلو اس کی ہلاکت آفرین طاقت تھی۔ انسانوں کو ہلاک کرنے کے لئے زمین پر ہوا میں اور سمندر کے نیچے تباہ کن آلات تیار کیے گئے۔ انسانی تہذیب کو نابود کرنے کے لئے علم و سائنس کا انتہائی فائدہ اُٹھایا گیا۔

اب زمانہ امن میں جو حالات

[redacted]

صلح اور فتح

(از شیخ عبد القادر صاحب بی۔ اے بیرسٹر ایٹ لا)

ماہ نومبر کی بارہویں تاریخ جو خوشیاں سارے ملک میں منائی گئی ہیں وہ مدتوں تک یاد رہیں گی اور اس ایک دن کی خوشی نے لڑائی کے زمانے کی بہت سی کلفتوں کو دھو ڈالا۔ سرکاری طور پر جو تار افسران اضلاع کے نام صلح کی خوشخبری لیکر پہنچا۔ اس کے الفاظ یہ تھے کہ صلح مع فتح کی خوشی منائی جائے۔ اخبارات نے بھی مژدہ صلح چھاپتے ہوئے فتح کا عنوان بڑے جلی حروف میں قائم کیا ہے۔ بعض لوگ جو اس صلح کے پورے مفہوم سے واقف نہیں۔ وہ بعد کی خبروں کو پڑھ کر کہتے ہیں کہ جو کچھ ابھی ہوا ہے وہ تو یہی ہے کہ جرمنی نے عارضی صلح کے معاہدے پر دستخط کئے ہیں اور عارضی صلح کی شرائط منظور کی ہیں۔ صلح بھی پوری اور پکی ابھی بعد میں ہونے والی ہے۔ پس فتح کے اعلان کے کیا معنے؟ اپنے لوگوں کو یہ بتانا ضروری ہے۔ کہ جن حالات میں جرمنی سے صلح ہونے کو ہے۔ اُن حالات میں صلح کے معنے فتح ہیں اور صلح کی جگہ اگر صرف فتح کا لفظ استعمال کیا جائے تو بیجا نہیں۔

ذرا غور کیجئے تو مندرجہ بالا دعوے بادلیل ثابت ہو سکتا ہے۔

صلح کی درخواست کس نے کی ہے؟ جرمنی اور اس کے ہمراہیوں نے۔

صلح کی درخواست کب کی گئی ہے؟ جب جنگ کی قسمت کا فیصلہ برطانیہ اور دیگر دول اتحادی کے حق میں بدیہی طور پر ہوتا نظر آتا

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

تعلیمی
اصلاحی
تبلیغی

ہفت روزہ

لولاک

لائلپور

ایڈیٹر
تاج محمود

انا خاتم النبیین
حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بلے از انبیاء او بود مقصود
چو او آمد نبوت گشت مسدود

انا خاتم النبیین
حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
NAZIR

کانفرنس نمبر

لا نبی بعدی ز احسان خدا ہست
پردۂ ناموس دین مصطفےٰ ہست

قیمت ایک روپیہ

موقف سنا جائے تاکہ کل اگر ان کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے تو وہ دنیا میں اور بیرونی ممالک میں یہ نہ کہیں کہ ہم کو بلائے بغیر اور موقف سنے بغیر ہمارے خلاف فیصلہ کر دیا گیا ہے۔ بطور اتمام حجت کے ان کا موقف سننا ہمارے لئے ضروری تھا۔

اس لئے ان کو بلایا گیا جب انہوں نے اپنے بیانات پڑھے تو ان پر تیرہ دن بحث ہوئی۔

گیارہ دن مرزا ناصر پر اور دو دن صدر الدین پر جرح ہوئی۔ اسمبلی جیسے نہیں کہ جب انہوں نے اپنا بیان پڑھا تو مسلمانوں کے باہمی اختلافات سے فائدہ اٹھایا۔ اور یہ ثابت کیا کہ فلاں فرقے نے فلاں پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ اور فلاں نے فلاں کی تکفیر کی ہے۔ مسلمانوں کے باہمی اختلاف کو لیکر اسمبلیوں کے ممبران کے دل میں یہ بات بٹھا دی کہ مولویوں کا کام ہی صرف یہی ہے کہ وہ کفر کے فتوے دیتے ہیں۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو کہ صرف قادیانیوں سے متعلق ہو۔ یہ انہیں تاثر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ ممبران اسمبلی کا ذہن ہمارے موافق نہیں تھا بلکہ ان سے متاثر ہو چکا تھا تو ہم بڑے پریشان تھے۔ چونکہ ارکان اسمبلی کا ذہن بھی متاثر ہو چکا تھا اور ہمارے ارکان اسمبلی دینی مزاج سے بھی واقف نہ تھے اور خصوصاً جب اسمبلی ہال میں مرزا ناصر آیا تو قمیص پہنے ہوئے اور شلوار و شیروانی میں ملبوس بڑی پگڑی طرہ لگائے ہوئے تھا اور سفید داڑھی تھی تو ممبروں نے دیکھ کر کہا کیا یہ شکل کافر کی ہے۔ اور جب وہ بیان پڑھتا تھا تو قرآن مجید کی آیتیں پڑھتا اور جب حضور اکرم صلعم کا نام آتا تو درود شریف پڑھتا تھا تو ہمارے ممبر مجھے گھور گھور کر دیکھتے تھے کہ یہ قرآن اور رسول کریم کے نام کے ساتھ درود شریف پڑھتا ہے اور تم اسے کافر کہتے ہو اور دشمن رسول کہتے ہو اور پروپیگنڈے کے لحاظ سے یہ بات مشہور ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے وہ مسلمان ہے۔ تو جب وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو تمہیں کیا حق ہے کہ آپ ان کو کافر کہیں تو ہم اللہ تعالیٰ سے دست بدعا تھے کہ اے مقلب القلوب ان دلوں کو پھیر دے۔ اگر تو نے بھی ہماری امداد نہ فرمائی تو یہ مسئلہ قیامت تک اسی مرحلہ میں رہ جائیگا اور حل نہیں ہو گا چنانچہ میں اتنا پریشان تھا کہ بعض اوقات مجھے رات کے تین چار بجے تک نیند نہیں آتی تھی۔ جب ان کے بیانات کے فوراً بعد جرح شروع ہوئی تو وہ جرح میں ایسی باتیں کر گئے کہ ممبران کے ذہن فوری طور پر منتقل ہو گئے مثلاً ہم نے ان سے پوچھا کہ تم مرزا کو کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ وہ امتی نبی ہے تو ہم نے پوچھا کہ امتی نبی کیا ہوتا ہے تو کہا کہ جو کامل اتباع سے نبوت کا مقام حاصل کرے وہ امتی نبی ہے ہم نے کہا کہ کوئی اور بھی امتی نبی ہوا ہے کہا نہیں ہم نے کہا کہ تیرہ سو سال قبل کوئی ہوا۔ کہا نہیں چونکہ ہمارے بعض سنی تھے تو ہم نے ان کو تاثر دینے کے لئے ہم نے اس سے پوچھا کہ کیا حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ میں سے کسی نے یہ مقام حاصل کیا تو کہا نہیں، اور بعض ممبر اسمبلی شیعہ تھے تو ان کے تاثر کے لئے میں نے مرزا ناصر سے پوچھا کہ اس مقام کو حضرت حسنؓ حسینؓ نے حاصل کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ نہیں گویا یہ مقام ایک ہی شخص کو ملا ہے۔ ہم نے کہا کہ مرزا کے ستر سال میں کوئی امتی نبی آیا تو کہا نہیں۔ کیا قیامت تک کوئی آئیگا کہا نہیں۔ ہم نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ مرزا کو خلفاء راشدین اور حضرت حسنؓ و حسینؓ سے بھی مرزا کو افضل سمجھتے ہیں۔ تو ہم نے مرزا کے نمائندے کو کہا کہ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ مرزا کو آپ خاتم النبیین سمجھتے ہو مگر فرق یہ ہے کہ ہم حضور اکرمؐ کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں آپ مرزا کو خاتم النبیین سمجھتے ہو مگر ختم نبوت کے قائل تم بھی ہو، تو وہ اس سے بوکھلا گئے اور کہنے لگے کہ وہ کچھ نہیں (یعنی مرزا غلام احمد) تو ہم نے کہا آخر وہ کچھ تھے تو سہی تو انہوں نے بار بار کہا کہ وہ کچھ نہیں تھے بلکہ وہ کامل اتباع سے حضور اکرمؐ کی بات میں فنا تھے اور ان کے تمام اوصاف حضور اکرمؐ والے اوصاف تھے۔ تو ہمارے ممبر اگرچہ بے عمل تھے مگر بحیثیت مسلمان ہونے کے یہ بات تو برداشت نہیں کر سکتے تھے اور ہم نے سوال کیا کہ مرزا جو کچھ کہتا ہے وہ وحی الٰہی ہے اور حقیقت ہے اس میں شک نہیں انہوں نے کہا ہاں۔ چونکہ ان کو معلوم تھا کہ ان کے پاس حوالے ہیں جس میں مرزا نے اپنی بات کو وحی کہا ہے۔ تو اب ہم نے ان کتابوں سے یہ حوالہ دیا کہ مرزا لکھتے ہیں کہ جو شخص مجھ پر ایمان نہیں لاتا چاہے اس نے مجھے نہ دیکھا ہو اور نہ میرا نام سنا ہو تو وہ کافر ہے۔ تو ہم نے کہا کہ کیا یہ درست اور صحیح ہے۔ تو انہوں نے کہا ہاں یہ صحیح ہے اس میں غلطی کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ تو ممبر سمجھے کہ یہ تو ہمیں کافر کہتے ہیں۔ اور ہم ان کے مسلمان ہونے کو ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یہاں ممبروں کا ذہن بدلا اور وہ ان کے مخالف ہو گئے کیونکہ انہوں نے مرزا پر تو ایمان نہیں لایا تھا۔

(یہاں سامعین نے قہقہے لگائے) تو انہوں نے کہا کہ اگر ان کو ہم ووٹ دینگے تو گویا ہم اپنے کفر پر ووٹ دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور بحمد اللہ یہ مسئلہ حل ہو گیا اور دستور میں ترمیم کرنی پڑی یہاں چار ترمیمیں ہوئیں پہلی ترمیم میں ہم نے واک آؤٹ کیا۔ دوسری ترمیم مسئلہ ختم نبوت کے بارے میں تھی اس کو اتفاق رائے سے پاس کیا۔ تیسری سے اختلاف کیا اور چوتھی میں تو ہمیں باہر نکال دیا گیا۔

دوسری ترمیم جو مسئلہ ختم نبوت کے متعلق تھی اسمیں عجیب باتیں کہ اب فیصلہ کیا گیا تو ہم نے کہا کہ دو ترمیمیں کرو۔ نمبر۱ مسلم کی تعریف تو ہو چکی ہے اب غیر مسلم کی تعریف کر دو یعنی جو عقیدہ ختم نبوت کے انکار سے کافر ہوتا ہے اس کی تعریف کرو کہ وہ کون ہیں تو ہم نے اس بارے میں فارمولا تیار کیا کہ جو شخص اپنے نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے نمبر۲ جو یہ عقیدہ رکھے کہ کوئی اور نبی بھی بن سکتا ہے وہ بھی کافر ہے۔

نمبر۳ جو ان کو نبی یا مذہبی پیشوا تسلیم کرے وہ بھی کافر ہے۔ ترمیم نمبر دفعہ ۱۰۶ میں جو اقلیتی فرقوں کو شمار کیا گیا ہے۔ ہندو، سکھ، عیسائی، پارسی، اچھوت کاسٹ ہیں۔ تو ہم نے کہا کہ ان کا نام لیکر اس میں اضافہ کر دو۔ ہماری گورنمنٹ اس کی مخالفت کر رہی تھی چنانچہ اس کے لئے ہم نے بھٹو صاحب سے ملاقات کی اور میٹنگ کی تو بھٹو صاحب نے کہا کہ جب انہیں غیر مسلم کہا گیا ہے تو آپ کو ان کے نام لینے کی کیا ضرورت ہے تو اس سے ہم نے کہا کہ یہ تو ایک کلیہ اور دفعہ کے تحت غیر مسلم کہا گیا ہے۔ لیکن عوام کا جو مطالبہ ہے وہ ان کے بارہ میں مخصوص ہے کہ ان کو کافر کہا جائے۔ تو کافی بحث کے بعد اس نے تسلیم کیا، تو ہم نے کہا کہ دستور میں اچھوت کاسٹ اینڈ مرزائی لکھو۔ بریکٹ میں لاہوری گروپ، اور قادیانی گروپ لکھو۔ پیرزادہ نے کہا کہ ان کو احمدی لکھو۔ ہم نے کہا کہ وہ احمدی ہیں ہی نہیں ہم انہیں احمدی تسلیم ہی نہیں کرتے کیونکہ وہ تو ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد ! سے تعبیر کرتے ہوئے اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں تو پیرزادہ نے کہا کہ ان کو آئین میں احمدی لکھ کر بریکٹ میں لاہوری یا قادیانی لکھو تو ہم نے اس سے بھی انکار کیا۔

میں نے کہا اس کا معنی تو یہ ہیں کہ ہم نے بھی انہیں احمدی تسلیم کر لیا تو کمیٹی کے کچھ ممبروں نے اس بارہ میں ان سے اتفاق رائے کیا اور مجھ سے کہا کہ اس سے کوئی فرق نہیں آتا تو میں نے انہیں علیحدہ کمرے میں سمجھایا کہ دیکھو میں قانون دان تو نہیں ہوں لیکن مجھے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جو بات بریکٹ میں لکھی جاتی ہے وہ دستور کا حصہ نہیں ہوتی۔ بریکٹ میں تو بطور وضاحت کے لکھا جاتا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ اب پھر کیا لکھیں تو میں نے کہا کہ یہ لکھو د فالورز آف دی مرزا غلام احمد قادیانی اور بریکٹ میں لکھو کہ قادیانی اینڈ لاہوری) تو یہاں پیرزادہ نے یہ حربہ استعمال کیا اور کہا کہ نام کی آئین میں ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے کہا بوقت ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے محمد علی جناح اور تاریخ اسلام میں حضور اکرم صلعم کا نام ہے۔ تو پیرزادہ نے دوسرا حربہ استعمال کیا کہ مفتی صاحب آپ ان کا نام لکھ کر دستور کو ناپاک نہ کرو تو میں نے کہا کہ کوئی ایسی بات نہیں ہے بلکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے تو اس میں شیطان، فرعون، قارون کا نام بھی ہے۔

ہفت روزہ
چٹان
لاہور
بانی و مدیر شورش کاشمیری

ل خان کو
اسی منافقت سے
کا بھی تعلق نہیں

ایک عوامی وزیر زندگی کے غریبانہ لوازمات

شراب سکاٹ لینڈ سے
ROYAL
SALUTE
CIGAR

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا خط

مدیر "الحق" اکوڑہ خٹک کے نام

قادیانی مسئلہ اپنے حل کے بعد !

محترمی و مکرمی! السلام علیکم

آپ کا عنایت نامہ ملا، جس میں آپ نے قادیانی مسئلے سے متعلق چند سوالات دریافت کئے ہیں، آپ کا پہلا سوال یہ ہے کہ قادیانی مسئلے کے حل پر آپ کے احساسات کیا ہیں، ظاہر ہے کہ اس مسئلے کے حل سے آپ کی مراد قومی اسمبلی کا فیصلہ ہے، بلاشبہ اسمبلی اور حکومت کا یہ فیصلہ نہایت مستحسن اور ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے مسرت انگیز ہے، اور اس پر ہم جتنی بھی خوشی منائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں — بالکل بجا ہوگا۔ لیکن ہماری حکومت، نیشنل اسمبلی اور مجالس ملی کو اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ اس سلسلے میں ان کی ذمہ داری اب ختم ہو چکی ہے، اور اس فیصلے سے قادیانی مسئلہ پورے کا پورا حل ہو گیا ہے، اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف پہلا قدم ہے، جو صحیح سمت میں اٹھایا گیا ہے اور ابھی تک بہت سے ضروری اقدامات ایسے باقی ہیں جن کے بغیر یہ قضیہ جوں کا توں باقی رہے گا بلکہ خدشہ بھی ہو سکتا ہے کہ خدانخواستہ مزید پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں اور ہم اس اہم فیصلے کے فوائد سے محروم نہ ہو جائیں۔ آپ کا ایک عنایت نامہ پہلے آ چکا تھا، اب یاددہانی اور تقاضے کا دوسرا خط آیا ہے، جس میں آپ نے جلد جواب مانگا ہے، چند ضروری کرنے کے کام جو اس وقت ذہن میں آ رہے ہیں، وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) ۷ ستمبر کو قومی اسمبلی نے آئینی ترمیم کے علاوہ ایک قرارداد بھی منظور کی ہے کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ الف کے بعد دفعہ ب کا اضافہ کیا جائے جس میں درج ہو کہ

"ایک مسلمان جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے مفہوم مندرجہ آئین پاکستان دفعہ ۲۶۰ شق نمبر ۳ کے خلاف عقیدے کا اعلان یا اس کے خلاف عمل یا تبلیغ کرے، وہ قابل سزا و تعزیر ہوگا۔"

یہ قرارداد غالباً عجلت میں مرتب اور پاس کر دی گئی ہے، اور اس کی ابتداء میں "مسلمان" کا لفظ رکھنے کی وجہ سے اس میں ابہام و اشتباہ پیدا ہو گیا ہے، ظاہر ہے، کہ کسی مسلمان کے متعلق یہ تصور ہی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اس جرم شنیع کا مرتکب ہوگا اور مرتکب ہونے کے بعد وہ مسلمان کہلانے کا مستحق رہ سکے گا۔ خود دستوری ترمیم ہی نے یہ طے کر دیا ہے کہ ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگا، خواہ وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے، چنانچہ ان الفاظ کے ساتھ اس سزا کے اطلاق میں دشواری کا سامنا ہوگا، لہٰذا تعزیرات پاکستان میں اس مجوزہ ترمیم کو واضح اور غیر مبہم بنانے اور اس کے مقصد تنفیذ کو آسان بنانے کے لیے ضروری ہے، کہ "ایک مسلمان" (یعنی Muslim) کی بجائے "ایک مدعی اسلام" سے کیا جائے ______ تاکہ کوئی فرد بشر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے ختم نبوت کے مسلمہ عقیدہ و مفہوم کے خلاف کسی قول و عمل کا اظہار نہ کر سکے۔

(۲) نیشنل اسمبلی کے فیصلے پر عملدرآمد کے لیے کچھ مزید قانون سازی بھی بالکل ناگزیر ہے، مثال کے طور پر انتخابی قوانین میں ایسی ترمیم ہونی چاہیے، جس کے مطابق ووٹروں کے فارم میں نام درج کراتے وقت ہر لاہوری اور ربوی مرزائی پر یہ قانوناً لازم قرار دیا جائے۔ کہ وہ اپنے آپ کو غیر مسلموں کے خانے میں مرزائی یا احمدی لکھوائے اور ان دونوں گروہوں کا اپنے آپ کو مسلم لکھوانا جرم ہوگا جس کی کم سے کم سزا حق رائے دہی سے محرومی ہوگی رجسٹریشن ایکٹ، جس کے تحت شناختی کارڈ بن رہے ہیں، ان میں بھی ترمیم ہونی چاہیے، جس کی رو سے کارڈ میں بھی ایسی تصریح لازم اور غلط بیانی موجب سزا ہو۔

(۳) اسی طرح ہر ملازم حکومت پر بھی یہ لازم ہونا چاہیے کہ اگر وہ قادیانیوں کے ان دونوں گروہوں میں سے کسی ایک سے تعلق رکھتا ہے تو وہ اس کی باقاعدہ اطلاع اپنے محکمے کے توسط سے حکومت کو دے، اور جو ایسا نہ کرے یا غلط اطلاع دے اسے ملازمت کے لیے نااہل قرار دیا جائے۔ پاسپورٹ میں بھی اسی قسم کا اندراج اور اس کی خلاف ورزی پر سزا از روئے قانون لازم ہونی چاہیے، معلوم ہوا ہے کہ حکومت کے بعض محکموں میں قادیانیوں کی فہرستیں تیار ہو رہی ہیں، لیکن ان میں بعض قادیانیوں کا نام درج نہیں ہوا یا اندراج ہو جانے کے بعد اسے حذف کرا دیا گیا

(باقی ص۳۳ پر)

ہفت روزہ
لولاک
فیصل آباد

چیف ایڈیٹر
مولانا تاج محمود

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ترجمان

مجلس ادارت
مولانا نعیم آسی
مولانا اللہ وسایا
مولانا تاج محمد فیروزانی
زاہد منیر عامر
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی

جلد ۲۰
۲۵

آئندہ شمارہ میں
مرزائیوں کی سازش
ناکام !
تفصیلی رپورٹ آئندہ شمارہ میں
ملاحظہ فرمائیں،
شمارہ ۷ نومبر ۱۹۸۳

آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس

تمام مکاتیب فکر کے اتحاد کا ایمان افروز مظاہرہ

بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے (حدیث پاک)

روزنامہ نوائے وقت لاہور / راولپنڈی

اتوار ۶ر اکتوبر ۱۹۷۴ء

قادیانی مسئلے کا حل اور چند دلچسپ حقائق

اسلامی تاریخ میں اس قدر پورے طور پر

کسی اہم مسئلے پر کبھی اجماع اُمت نہیں ہوا

از : لطیف

"قادیانی مسئلہ" پر حکومت کے فیصلہ کے سلسلے میں چند حقائق کا تذکرہ ناظرین کیلئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

اجماع اُمت

اس فیصلہ کو ایک قدر اہمیت یہ ہے کہ اس پر اجماع امت ہوا۔ اگر صحیح معنوں پر دیکھا جائے اسلام کی ساری تاریخ میں ابھی تک [illegible] طور پر کسی اہم مسئلہ پر کبھی اجماع امت نہیں ہوا۔ اجماع امت میں [illegible] سب سے بڑے بڑے علماء دین اور حاملان شرع [illegible] کے علاوہ تمام سیاسی لیڈر اور ہر گروہ کے سیاسی رہنما [illegible] ہوتے ہیں اور صوفیائے کرام اور خانقاہ نشین بالخصوص برگزیدہ [illegible] طریقت کو بھی [illegible] اتفاق ہوا ہے۔ قادیانی فرقہ کو چھوڑ [illegible] ۷۲ فرقے مسلمانوں کے بتائے جاتے ہیں۔ سب کے سب اس [illegible] اس حل پر متفق اور خوش ہیں [illegible] اجماع ملت اور عمائدین کا [illegible] نہیں آتا جو اس فیصلہ پر خوش نہ ہو اور [illegible] دے سکتا ہو۔ جب [illegible] تسلیم کر لینا چاہیے۔ حضور صلعم کا فرمان ہے کہ میری امت کبھی [illegible] پر متفق نہ ہوگی۔ اسلئے یہ فیصلہ صحیح ہے۔

اس کے علاوہ اس فیصلہ کو

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

انتشار۔ تخریب کاری، فساد و فتنہ پیدا کر کے داخلی امن کو تباہ کرنے کے لئے روا رکھتی ہیں۔ اور جب داخلی امن فنا ہو جاتا ہے اور گروہ بندی شروع ہو جاتی ہے تو سرحدوں پر فوج کشی کی سازشیں شروع ہو جاتی ہیں اور اگر موقع بہتر مل جائے تو ملک پر

سے اخراج ہوتا ہے۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی والی بات ہو جاتی ہے۔ مشاہدہ کہتے ہیں کہ ہر ہڑ کا کام قبض کشائی ہے نہ کہ قبض پیدا کرنا۔ لیکن کبھی کبھی مریض کا مرض اس قسم کا خطرناک حد تک پیچیدہ ہو گیا ہوتا ہے کہ یہ قبض کشا دوائی جو اس ہڑ کی صورت میں مریض کو دی جاتی ہے۔ الٹا اثر کر کے مریض کو قبض کے عارضہ میں مبتلا کر دیتی ہے اور دوسرا مرض جاتا رہتا ہے جیسے

از ہلیلہ قبض شد اطلاق را

والی بات ہو جاتی ہے کیونکہ مریض جو کچھ بھی کھاتا ہے۔ وہ مرض ہی بنتا جاتا ہے۔

ہرچہ گیرد علتی علت شود
کفر گیرد کاملے ملت شود

اس دور میں پاکستان میں بالکل یہی ہوا ہے جس نیت سے بھی ہوا۔ خوب ہوا کیونکہ اس فتنہ کا سدباب ہو گیا اور اب ان حالات میں یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ

کاش اس فرقہ نژاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے

اللہ تعالیٰ ان کو جواں ساعی مبارک کرے اور ان میں اسلام کا درد بھر دے۔ اور انہیں صحیح معنوں میں مسلمان کر دے کیونکہ قوم کو ان کی جسارت اور بصیرت کی ضرورت ہے

اقلیت کا تصور اور چوہدری محمد ظفر اللہ خان

دنیا میں کچھ عجیب باتیں ہو جاتی ہیں۔ کوئی بات ایک

ختم نبوت
جلد نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۲۱
KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

الحمد للہ اس میدان میں قدم رکھا ہے
انشاء اللہ گولی سینے پر کھائیں گے
پشت پر کبھی نہیں کھائیں گے

شیخ الاسلام حضرت مولانا
محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا
یوم تشکر ۳ ستمبر ۱۹۷۴ء کے موقع پر کراچی میں خطاب

[illegible] بنیادی اصول یہ ہے کہ [illegible] کر دی جائے

سو جو تھوڑا ابھر جائے گا۔ اور بھٹو کی تقریر تھی وہ قبیلہ [illegible] قدر ہیں ان کی قدر کرلی چاہیے، ابھرتا [illegible] پیش ہو گفتگی [illegible] کہ قوت سے کوئی مطلوب نہیں سکتا ۱۹۵۳ء میں اس مسئلہ کو دبایا گیا، یہ ابھر آیا۔ پہلے مسئلے کو حل نہیں کیا تو مسئلے کا [illegible] تو یہ ہے کہ انہام تفہیم سے مسئلہ حل کیا جائے انہام تفہیم سے مسئلہ حل ہو گیا اور آئندہ بھی انہام تفہیم سے دوسرے مسائل کے حل کرنے کا راستہ کھل گیا یہ [illegible] باتیں اس کی [illegible] ہیں [illegible] ہوں، الحمد للہ [illegible] زبان سے [illegible] الفاظ نکال دیئے اس لیے ہم [illegible] کہ تب خود کہا ہے کہ ہم اقدام و تفہیم سے [illegible] ہو گئے، اب آئندہ بھی پیش [illegible] مقصد ابھی آگے ہے، مسئلہ ابھی ختم نہیں ہوا، ایک حل ہوا ہے اور تم نے خود اصول رکھ دیا کہ تفہیم سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ ہم ابھی کہتے ہیں [illegible] ہم کہاں تک نامرادی چلے جاتے ہیں، ہم تو صرف [illegible] کام تھوڑے رہ گئے ہیں ان سے کیا تھا کہ [illegible] ہم تجھ سے نہیں لینا چاہتے، ہمارے [illegible] بات تم مان لو۔

تین مہینے ہمیں تڑپایا گیا، تین مہینے صرف [illegible] اس نے ہمیں تڑپایا [illegible] دیا وہ مظالم کرنے کہ خدا کی پناہ، ہماری تحریک کے لیے کوئی کسر باقی نہیں رکھی اور پنجاب کے اندر ظالم نے وہ مظالم ڈھائے، جن کے تصور سے [illegible] کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون [illegible] لوگوں کو [illegible] ان کو سوئیاں چبھوئیں اور کیا کچھ کیا! اتنے مظالم کے [illegible] اور کمال [illegible] ہوئی [illegible] تب [illegible] انہوں نے [illegible] اور [illegible] گیا [illegible] کرنے کے لیے [illegible] کو [illegible] نہیں کیا گیا [illegible] پہلے روز جب [illegible] کو ملاقات ہوئی [illegible] تھا کہ بھٹو صاحب [illegible]

تخت پر ہو، کل تخت پر ہو گے، آج تمہارے پاس تھوڑا ہے [illegible] یہ تخت بھی [illegible] رکھتا ہے، قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیء قدیر [illegible] میں [illegible] سے [illegible] یہ [illegible] جانتے [illegible] بھٹو صاحب [illegible] کی [illegible] کا فیصلہ کر [illegible] ہو تو اسلام کی [illegible] نہیں کرتے ہو، اگر وہ پر آپ کو [illegible] اور نہیں [illegible] اللہ [illegible] نے کیسے [illegible] قوم مسلمان [illegible] ہم [illegible] خدا کی [illegible] تم [illegible] اس وقت وہ [illegible] تھا علیحدہ ملاقات [illegible] کر مسئلہ [illegible] ہے اتنی جلدی کیسے حل ہوگا! میں نے کہا [illegible] کا [illegible] ہے، آپ [illegible] وزیر اعظم ہیں، اکثریتی پارٹی کے لیڈر ہیں، منصب آپ کے پاس ہے، ایک عام پارٹی توڑ دو [illegible] اگر تم نے مان لیا تو اپنی پارٹی [illegible] یہ کام آج ہو جائے گا ایک گھنٹے میں ہو سکتا ہے، یہ تو وہ شخص کر سکتا ہے جو حکمران پارٹی کا لیڈر ہو، تم وزیر اعظم بھی ہو اور اکثریتی پارٹی کے لیڈر بھی ہو، [illegible] تمہاری [illegible] ہے!

پھر پندرہ منٹ میں یہ کام ہوا، یعنی قومی اسمبلی نے پندرہ منٹ میں کام کر لیا۔ سینیٹ نے دس منٹ میں کام کر لیا اور [illegible] بھٹو صاحب نہیں مانتے تھے انہیں ماننے پڑے [illegible] منٹ میں اس نے بھی کام کر دیا [illegible] ایک گھنٹہ بھی نہیں گزرا [illegible] اتنی برق رفتاری سے [illegible] ہو رہا ہے۔

بہرحال یہ اللہ کی طرف سے [illegible] بات تھی، انہوں نے ہمارے سب وسائل [illegible] تھے اور [illegible] ہمارے پاس نہ پریس، ہمارے پاس [illegible] ہمارے پاس، ہمارے پاس کوئی

طاقت نہیں، ہمارے خلاف اشتہارات دیئے، وہ تقریر بھی کرے یا ہمارے خلاف جو کچھ کرے وہ، خدا میں آ جائے، ہم کچھ نہیں کر سکیں، اس نے یہ ظلم کیا، اس ظلم نے ہماری اس تحریک کو زندہ رکھا، اس لیے قدرت کا یہ نظام ہے، ایک طرف لوگوں نے اجر پایا، بیٹے شہید ہو گئے، بیٹے جیل گئے سب کچھ ہوا، ان کو اجر مل گیا اللہ تعالیٰ نے بلالی اور حبابی، حبیب کی یاد تازہ کر دی اور یہ کامیابی اللہ نے عطا فرمائی، تحریک کی ایک شاندار داستان ہے جو پھر تازہ ہو گی۔ شہداء ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی، شہداء پھر زندہ ہو رہے ہیں، مظالم نے اس تحریک کو زندہ کیا۔ اور قوم کو متحد اور متفق بنا دیا اور ربوہ کا شاہی مسجد کے اندر جب یہ شاندار مجمع تھا، یہ تاریخ میں پورے عالم میں اس سے بڑا جلسہ نہیں ہوا، نہ عید میں نہ کسی دوسری کانفرنس کے اندر کوئی جتنا مجمع اندر تھا جو کچھ بھرا ہوا تھا، ایک لاکھ تو مجمع صفوں میں آتا ہے اور لوگ بغیر صفوں کے بیٹھے ہوئے تھے، یعنی دو لاکھ تو اندر تھا اور اس سے دوگنا اس سے باہر تھا، ان سب نے پرجوش انداز میں کہا ہم سب مرنے کے لیے تیار ہیں، آخر میں میں نے بھی ایک جملہ کہا، جو بہت سخت تھا اور مزاج کے خلاف تھا میں نے کہا کہ بھٹو صاحب! لکھنے والے لکھ لیں! اور سننے والے سن لیں!!! اب میں اعلان کرتا ہوں کہ سات تاریخ کے بعد اگر فیصلہ آپ نے ہماری خواہش کے مطابق نہیں کیا۔ تو آپکو پھر لاڑکانہ کی وزارت عظمیٰ مبارک ہو، آپ پھر لاڑکانہ میں جا کر بیٹھ جائیے۔ آپ ان کو مبارک ہوں، آپ ان کے وزیر اعظم ہوں گے، ہمارے نہیں ہوں گے، یہ بھی پھر کہنا پڑا۔

میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ قوم کے اتحاد اور قوم کی تنظیم میں بڑی طاقت ہے، امن کے ساتھ اور مظلوم بن کر کے رہنا، اتحاد کرو اور مظلوم بنو، بس امن سے رہو، پھر کامیابی انشاء اللہ آپ کے قدم چومے گی یہ ہمیشہ کے لیے ہماری تاریخ ہے، اس سے زیادہ میں

باقی صفحہ [illegible] پر

دین کے ہر محاذ پر کام کرنے کی ضرورت کا جامع احساس

حضرت
شیخ الحدیث کی
دینی فکر

شائع کردہ:
ادارہ مرکزیہ
دعوت و ارشاد
چنیوٹ (پاکستان)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کی جامع شخصیت دینی کاموں کی ہر تنظیم کیلئے شمع فروزاں تھی۔

(کتابت فقیر امین قمری)

قادیانیت کی تردید

علاوہ ازیں دوسرے ہر قسم کے دینی کاموں کو حضرت ہمیشہ سراہتے رہے۔ رد فرق باطلہ میں اپنے مشاغل علمیہ وغیرہ کے لحاظ سے حتی الوسع بھرپور حصہ لیا۔ قادیانیت جیسے خطرناک فتنہ کے رد میں اس فتنہ کے ابتداء میں جو کچھ کیا ہوگا وہ ہمارے سامنے نہیں، مگر اس شعبہ کے مخصوص اکابر کے ساتھ حضرت کے خصوصی تعلقات خصوصاً اکابر علماء جماعت احرار اسلام ان کے سرپرست حضرت اقدس رائے پوری اور حضرت علامہ سید انور شاہ صاحب کشمیری نیز امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری اور رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی وغیرہ کی بناء پر یقیناً عملاً اور مشوروں میں وافر حصہ لیا ہوگا مگر اپنی اخیر دور میں جو اس سیاہ کار کے سامنے ہے، پاکستان میں اس فتنہ کے سر اٹھانے کا سن کر رسالہ (عشرہ کاملہ) کا بہت اہتمام سے چھپوانا جو رد قادیانیت میں معرکۃ الآراء رسالہ ہے۔ جب تحریک ختم نبوت بھٹو کے دور میں چلی، تو اس کے قائد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری قدس سرہ تحریک شروع ہونے سے چند روز قبل مدینہ منورہ تشریف لائے۔

ان کی مدینہ منورہ سے کراچی کے لیے روانگی کا منظر بھی آنکھوں کے سامنے ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہ کے ساتھ طویل تخلیہ کے بعد جب حضرت کے حجرہ سے نکلے ہیں تو حضرت بنوری کا چہرہ آگ کے انگاروں کی طرح سرخ ہو رہا تھا اور جذبات سے آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے اور عجیب جوش میں تھے۔

دروازہ سے نکلتے ہوئے ہم خدام کی طرف دیکھ کر بہت زور میں فرمایا:۔

"بس لاکھ دو لاکھ مروا دینے ہیں مگر اس دفعہ انشاء اللہ مسئلہ حل کروا لینا ہے۔"

اسے بار بار عجیب جوش میں فرماتے رہے اور حق بھی یہی ہے کہ ختم نبوت جیسے اہم و بنیادی مسئلہ کے حل کے لیے اگر لاکھ دو لاکھ فرزندان اسلام و عاشقان رسول خیر الانام قربان ہو جاتے تو سودا مہنگا نہیں تھا۔ مگر سنت اللہ یہی ہے کہ جب کوئی مالک کی رضا کے لیے دین کی سربلندی کے لیے اخلاص کے ساتھ مرنے مروانے پر آجاتا ہے تو قادر کریم خود اس کی حفاظت فرماتا ہے اور پھر پوری تحریک کے دوران تحریک کے ارکان اور اس کے حالات کے بارے میں برابر معلومات رکھتے اور دعاء و توجہ بہت اہتمام سے فرماتے۔ نیز حضرت کے خلیفہ خاص حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب بذات خود بہت اہتمام سے اس تحریک میں شریک ہوئے۔ اور نہایت تدبر و حکمت سے اس کی قیادت میں حصہ لیا، وفات سے کچھ روز قبل جب مجلس تحفظ ختم نبوت کے بارے میں پتہ چلا کہ ان کو ایک ہفت روزہ بنام (ختم نبوت) کی اشاعت کی اجازت ہوئی ہے تو بہت مسرت کا اظہار فرمایا اور اس رسالہ کے لیے اپنی طرف سے نقد چندہ بھی بھجوایا اور ایک گرامی نامہ بھی اس موقعہ پر باوجود اپنی انتہائی علالت کے ارسال فرمایا۔ جسے تبرکاً رسالہ کے مدیر نے اس کے پہلے شمارے میں شائع

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

قطب الواصلین غوث العارفین حضرت عبدالعزیز دباغ رح کے کلمات
طیبات اور مبارک ارشادات

بنام

تبریز

(ترجمہ)

ابریز

حصہ اوّل

قدوۃ العلماء زبدۃ الفضلا مولانا الحافظ احمد بن مبارک السلجماسی رح
حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی (مرحوم)

ناشر

مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم۔ اے۔ جناح روڈ کراچی

آپ کی صورت اس طرح مرتسم ہوئی ہے جیسے آئینہ کے سامنے کوئی کھڑا ہوا ہو تو وہ خود آئینہ کے اندر نہیں آیا بلکہ اس کی صورت اس میں اُتر آئی ہے (اور جتنے آدمی بھی آئینہ پر نظر ڈالیں گے وہ صورت بیک وقت سب کو نظر آئے گی) یہی وجہ ہے کہ بے شمار مخلوق ایک ہی وقت میں مختلف جگہوں پر خوابوں میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوتی ہے کہ کوئی مشرق میں ہے اور کوئی مغرب میں اور ایک شمال میں ہے تو دوسرا جنوب میں (مگر سارا عالم چونکہ ذات محمدی کا آئینہ بنا ہوا ہے اس لئے اپنے اپنے مقام پر بیٹھے ہوئے سب نے صورت مبارکہ کو دیکھ لیا۔ نہ یہ کہ آپ کی ذات مطہرہ بیک وقت اماکن مختلفہ میں سب کے پاس پہنچ گئی) پس صاحب فتح جب اس صورت مبارکہ کو دیکھتا ہے (خواہ حالت بیداری میں ہو یا بحالت خواب) تو اس کی بصیرت پیچھے پیچھے چلتی اور (چشم قلب کو جس نے صورت محمدیہ دیکھی ہے قوتِ اور مددِ پہونچا کر) نور عالم کو پھاڑتی ہوئی ذات مبارکہ تک پہونچتی (اور عین ذات کے مشاہدہ سے فیضیاب ہوتی) ہے۔ اور جو شخص بصیرت سے محروم ہے اگر حق تعالیٰ فضل و احسان فرمائے تو کبھی وہ بھی عین ذات کا مشاہدہ کر لیتا ہے کہ ذات مطہرہ اس مقام پر خود تشریف لے آتی ہے۔ کیونکہ اپنے متعلق اس کی کمال محبت اور سچے تعلق کو معلوم فرما لیتی ہے۔ غرض یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پر موقوف ہے کہ جس کو چاہیں اپنی ذات مطہرہ کا نظارہ کرادیں اور جس کو چاہیں صرف صورت شریفہ دکھائیں۔ نیز آپ کی صورت اصلیہ کا ظہور دوسری صورتوں میں بھی ہوا کرتا ہے کہ تمامی انبیاء علیہم السلام اور آپ کی امت مرحومہ کے تمامی اولیاء کی صورتیں آپ کی صورت شریفہ کے مظاہر ہیں (کہ اپنے زمانہ کا ہر نبی اس لحاظ سے کہ آپ ہی کے انوار و فیضان روحی سے مستفیض ہو کر نبی بنا ہے، اور آپ کی اُمت کا ہر ولی اس اعتبار سے کہ آپ ہی کی روح مع الجسد کی تعلیم و تربیت سے ولی بنا ہے، معنوی لحاظ سے گویا ذات محمدی کی صورت مثالیہ ہے) اور یہی سبب ہے کہ اکثر مریدوں کو خواب میں آپ کی زیارت اپنے شیخ کی صورت میں ہوتی ہے۔ حضرات انبیاء کی تعداد صحیح تو یہی ہے کہ کسی کو صحیح معلوم نہیں۔ مگر بعض کا قول ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ اور اتنی ہی تعداد اولیاء امت (بلکہ صرف حضرات صحابہ کی تھی جنہوں نے بلا واسطہ جسم اطہر سے استفادہ فرما کر انبیاء بنی اسرائیل کا سا درجہ حاصل کیا اور قیامت تک بعد کے آنے والے اولیاء میں ہر ولی انہیں حضرات میں کسی ایک کے رنگ پر

[illegible]

شمائم امدادیہ

مقطب

قطب عالم حضرت مولانا شاہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
کے حالات ملفوظات اور تصوف سے سرشار مضامین کا مجموعہ

کتب خانہ شرف الرشید
شاہ کوٹ (شیخوپورہ) مغربی پاکستان

کرتے ہیں اسلئے اکثر لوگوں کا شکریہ آتا ہے جس کا نام کوئی آدمی خود نہیں کرتا اس کے بتلانے میں چنداں نفع نہیں ہوتا۔ حافظ محمد یوسف ولد حافظ محمد ضامن صاحب شہید نے ایک عریضہ ارسال کیا اس میں اپنی تنگی و فقر و فاقہ کا حال لکھا تھا آپ نے فرمایا کہ راوی اسکا جواب لکھ دو اور لکھو کہ سورہ واقعہ بعد نماز عشاء و سورہ مزمل گیارہ بار ہر روز خواہ بعد نماز فرض کے دو دفعہ اور بعد عشاء کے تین دفعہ ورد رکھا جاوے اور ہر روز یا اللہ یا مغنی گیارہ سو مرتبہ چار ضرب یعنی اول داہنے پھر بائیں طرف اس کے بعد سامنے پھر دل میں اس کے ضرب لگائی جاوے یہ تینوں ورد واسطے دفع فقر و فاقہ کے کافی و شافی ہیں اگر تمام کئے جاویں تو بہتر و افضل ہے ورنہ ایک ایک بھی کفایت کرتا ہے مگر دوام شرط ہے اور یہ پہلا ورد بالخصوص مفید ہے۔ فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں ایک شیخ الاکبر سید الجمیل نام تھے انکا خرچ بہت تھا اور آمدنی کم مجھ سے شکایت کی میں نے کچھ ورد بتلایا میرے بہت شکر گذار ہوئے اور چند قصائد میری شان میں بزبان عربی کہے ہیں راوی نے عرض کیا کہ ترکی تھے یا اور فرمایا کہ یہ بھی تھے اور دوسرے بھی فرمایا کہ اکثر عرب لوگ میری طرف رجوع ہوئے تھے عبدالرحمن سراج وغیرہ مرید بھی ہوئے مگر میں نے خود اس میں اپنا نقصان دیکھ کر خود منع کر دیا امام مہدی آخر الزمان کا ذکر تھا فرمایا کہ اکثر لوگ مہدویت کا دعوی کرتے ہیں اور پہلے زمانے میں بھی کیا ہے بعض لوگ تو بالکل جھوٹے ہوتے ہیں اور بعض مجبور و معذور ہوتے ہیں سیر اسماء میں یہ غلطی واقع ہوتی ہے۔ خاندان چشتیہ میں سیر اسماء سے ممانعت کی جاتی ہے بلکہ شیخ کامل اپنے مرید کو سیر اسماء سے نکال دیتا ہے اس خاندان میں صرف تین سیر ہیں۔ سیر الی اللہ و سیر فی اللہ و سیر من اللہ اور دوسرے خاندانوں میں سیر اسماء کے مراقبے تعلیم کئے جاتے ہیں سیر اسم ہادی میں اکثر یہ غلطی واقع ہوتی ہے چونکہ سالک پر سطوت اسم ہادی یعنی تجلیات اسم ہادی کی واقع ہوتی ہیں سالک اپنے آپ کو گمان کرتا ہے کہ مہدی آخر الزمان میں ہی ہوں۔ فرمایا کہ ظہور امام مہدی آخر الزمان کے ہم سب لوگ مشتاق ہیں مگر وہ زمانہ امتحان کا ہے اول اہل ان کی بیعت اہل باطن اور اہل شام بیعت کریں گے لیکن سخت امتحان کے کریں گے اور اکثر لوگ منکر ہو جائیں گے اللہ سحر ہر وقت یہ دعا مانگنا چاہیے رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ پھر فرمایا کہ ایک شامی جن کا نام غالباً سید احمد تھا یہاں مکہ مکرمہ میں

انتظار امام مہدی آخر الزمان کر ان کے مرشد نے انکو قرب زمانہ امام مہدی کی خبر دی تھی مقیم تھے اور اب انکے پیر بھائی سید محمد اسی غرض سے مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں اور مجھ سے اکثر اوقات ملتے تھے اور امام مہدی کے ظہور کے آثار و اخبار سناتے تھے سید احمد نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپکو مخاطب کر کے فرماتے ہیں انصرنی انصرنی اور مجھ سے ارشاد کرتے ہیں کہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر ہندی کے پاس ایک تلوار ہندی ہے تم ان سے تلوار ہندی لیکر امام مہدی علیہ السلام کے معین و ناصر بنو جب انہوں نے یہ خواب بیان کیا میرے پاس دو عمدہ تلواریں تھیں حاجی عبدالحق کہ ہمارے عزیزوں سے تھے اور انگریزی سرکار میں انکا بڑا اعزاز و اکرام تھا انکے پاس عمدہ عمدہ تلواریں تھیں انہوں نے دو یا ایک تلوار عمدہ ہمکو ہدیۃً دی تھی میں نے سو جب خواب سید احمد کے بذریعہ مولوی منور علی صاحب تلوار دینا چاہا بلکہ مولوی صاحب میرے پاس سے وہ تلوار اپنے حجرے میں سید احمد صاحب کو دینے کیلئے لیگئے مگر چونکہ اس زمانے میں کچھ شور و شر ہو گیا تھا اور وہی باعث سید احمد صاحب شامی کے خروج کا ہوا لہذا وہ تلوار انکو نہیں دی گئی فرمایا کہ مکہ میں بہت سے بزرگ ہیں کہ انکو دعوی ہے کہ ہم مہدی آخر الزمان ہونگے اور بعض ظہور انکے منتظر ہیں منجملہ منتظرین کے سید علی بغدادی ہیں وہ اکثر ہمارے پاس آمد و رفت رکھتے تھے ان کی کشف و کرامت اہل مکہ میں مشہور ہیں ان کے حساب سے امام مہدی کے ظہور میں ایک یا دو سال باقی ہیں انہوں نے امام مہدی کو رکن یمانی کے پاس نماز پڑھتے بھی دیکھا ہے اور ان سے مصافحہ بھی کیا ہے اسوقت امام صاحب کی عمر قریب چالیس سال کے معلوم ہوتی تھی سید علی صاحب کہتے ہیں کہ میں بموجب ارشاد جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بانتظار امام مہدی مقیم ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اثنائے درس مثنوی معنوی میں فرمایا کہ علمائے ظاہر وان من شیء الا یسبح بحمدہ و لکن لا تفقہون تسبیحہم کی شرح میں یہ فرماتے ہیں کہ جونکہ ذی روح انسان جیسی عجیب شے کا مشاہدہ کرتا ہے تو بے ساختہ اسکی زبان سے سبحان اللہ جاری ہوتا ہے تو گویا اس شے نے سبحان اللہ کہا جیسے سبب بنائے بیت کو بانی اور آلہ قطع کو قاطع کہتے ہیں یہ انکی بے سمجھی کی دلیل ہے تمام اشیاء تسبیح حقیقی کہتی ہیں نہ مجازی البتہ اس تسبیح حقیقی کے سننے کو ان کانوں ظاہری کے سوا باطنی کان

خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں

علماء کرام کا متفقہ فیصلہ

مقدمہ و استفتاء
از قلم
حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

جوابات و فتاوی
از
حضرات اکابر علماء و مراکز دینیہ ہند و پاکستان

ترتیب
خلیل الرحمٰن سجاد ندوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کی حقیقت ختم نہیں ہوئی بلکہ وہ ترقی کے ساتھ امامت کے عنوان سے جاری ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کا مطلب اور حاصل صرف یہ ہے کہ آپ کے بعد آپ کے احترام و تعظیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی اور کے لئے نبی و رسول کا لفظ استعمال نہیں کیا جائے گا

پھر آپ نے شیعہ اثنا عشریہ کے ان عقائد کی بنا پر امت کے متقدمین و متاخرین حضرات علماء و فقہاء کے فیصلے اور فتوے بھی ملاحظہ فرمائے۔

اب آپ حضرات سے درخواست ہے کہ ان سب چیزوں کے سامنے آجانے کے بعد آپ کے نزدیک شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں جو شرعی حکم ہو عام امت مسلمہ کی واقفیت اور رہنمائی کے لئے وہ تحریر فرمایا جائے واجرکم علی اللہ

بلاشبہ اپنے کو مسلمان کہنے والے کسی کلمہ گو شخص یا فرقہ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کا فیصلہ بڑا سنگین اور خطرناک کام ہے اور اس بارے میں آخری حد تک احتیاط کرنا علماء کرام کا فرض ہے۔ لیکن اسی طرح جس شخص یا فرقہ کے ایسے عقائد یقین کے ساتھ سامنے آجائیں جو موجب کفر ہوں تو عام مسلمانوں کے دین کی حفاظت کے لئے اس کے بارے میں کفر و ارتداد کا فیصلہ اور اعلان کرنا بھی علمائے دین کا فرض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کے نازک ترین وقت میں منکرین زکوٰۃ اور مسیلمہ وغیرہ مدعیان نبوت اور ان کے متبعین کے بارے میں) صدیق اکبرؓ نے جو فیصلہ فرمایا اور جو طرز عمل اختیار کیا وہ آپ کے لئے تاقیامت رہنما ہے۔

قادیانی نہ صرف یہ کہ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور کلمہ گو ہیں، بلکہ انھوں نے اپنے خاص مقاصد کے لئے اپنے نقطۂ نظر کے مطابق ایک صدی سے بھی زیادہ مدت سے اپنے طریقہ پر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا جو کام خاص کر یورپ اور افریقی ممالک میں کیا۔ اس سے باخبر حضرات واقف ہیں۔ اور خود ہندوستان میں قریباً نصف صدی تک اپنے کو مسلمان اور اسلام کا وکیل ثابت کرنے کے لئے عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کا انھوں نے جس طرح مقابلہ کیا، تحریری اور تقریری مناظرے مباحثے کئے، وہ بہت

پرانی بات نہیں ہے، پھر ان کا کلمہ، ان کی اذان اور نماز وہی ہے جو عام امت مسلمہ کی ہے زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں ان کے فقہی مسائل قریبا وہی ہیں جو عام مسلمانوں کے ہیں، لیکن جب یہ بات یقین کے ساتھ سامنے آگئی کہ وہ فی الحقیقت عقیدہ ختم نبوت کے منکر ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں اگرچہ زبان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہتے ہیں۔ اور اسی طرح کے ان کے دوسرے موجب کفر عقیدے غیر مشکوک طور پر سامنے آئے تو علمائے کرام نے ان کے بارہ میں کفر و ارتداد کا فیصلہ اور اس کا اعلان کرنا اپنا فرض سمجھا اور اگر وہ یہ فرض ادا نہ کرتے تو خدا کے مجرم ہوتے۔

لیکن اثنا عشریہ کا حال یہ ہے کہ مذکورہ بالا موجب کفر عقائد کے علاوہ ان کا کلمہ الگ ہے ان کا وضو الگ ہے ان کی اذان اور نماز الگ ہے۔ زکوٰۃ کے مسائل بھی الگ ہیں نکاح و طلاق وغیرہ کے مسائل بھی الگ ہیں حتیٰ کہ موت کے بعد کفن دفن اور وراثت کے مسائل بھی الگ ہیں۔ اگر اس کو تفصیل سے لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

بہرحال اپنے اس دور کے حضرات علمائے کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اپنی علمی و دینی ذمہ داری اور عنداللہ مسئولیت کو پیش نظر رکھ کر اثنا عشریہ کے کفر و اسلام کے بارے میں فیصلہ فرمائیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

جب تک سورج چاند رہے گا
جھنگوی شہید کا نام رہے گا

امیرِ عزیمت
جھنگوی شہید کی
۱۴ تقاریر کا
بے مثال مجموعہ

خطبات

جلد اول

امیرِ عزیمت
حضرت مولانا
حق نواز جھنگوی شہیدؒ

جمع و ترتیب
ابو عامر قاری اظہر ندیم

شائع کردہ
عامر اکیڈمی
ذیلدار روڈ، اچھرہ، لاہور

یہ بات ماننے پر کہ واقعتاً قادیانیوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ان کے لیے آخر کار غیر مسلم اقلیت ہونے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ کلمہ قادیانیوں نے اس وقت بھی نہیں چھوڑا تھا آج بھی نہیں چھوڑا۔ پھر قادیانی مختلف عدالتوں میں گئے پاکستان کی عدالتوں میں گئے پھر اسی طرح پاکستان سے آگے نکل کر وہ غیر مسلم عدالتوں میں بھی گئے۔ چنانچہ آپ کے نوٹس میں ہے کہ افریقہ کی غیر مسلم عدالت میں قادیانیوں کیس کیا۔ ہم کلمہ پڑھتے ہیں ہم قرآن مجید پڑھتے ہیں ہم مسجدیں بناتے ہیں۔ ہم مسلمان ہیں اور مسلمانوں کا ایک طبقہ ہمیں اپنے قبرستان میں اپنے مردے دفن نہیں کرنے دیتا۔ لہٰذا ان کو اس حرکت سے روکا جائے وہ سٹے آرڈر لینے کے لیے گئے تھے کہ ہمارے مردوں کو مسلمان اپنے قبرستان میں دفن کرنے نہیں دیتے۔ لہٰذا ان کو روک دیا جائے۔ ۔

چنانچہ عدالت کی ایک جج عورت تھی اور جج غیر مسلم ہے اس نے فریقین کے دلائل سُنے۔ قادیانیوں نے اپنے مسلمان ہونے کے دلائل دیئے مسلمانوں نے افریقہ کی عدالت میں قادیانیوں کا کفر ثابت کیا عدالت غیر مسلم تھی لیکن اس نے فیصلے میں میں لکھا کہ جس چیز کا نام اسلام ہے جو محمد لائے ہے اور جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پروگرام لے کر آئے تھے اس پروگرام اور اس کے مطابق قادیانی غیر مسلم ہیں مسلمان نہیں ہیں۔

نعرہ تکبیر   اللہ اکبر
علماء اسلام   زندہ باد
جیوے جیوے   حق نواز

غیر مسلم عدالت نے اپنے فیصلے میں کہ جو اسلام کے قواعد و ضوابط ہیں ان کے مطابق قادیانی پورے نہیں اترتے لہٰذا انہیں مسلمان نہیں مانا جا سکتا اس وجہ سے مسلمان حق